چودہ ستارے
مصنف:
علامہ نجم الحسن کراروی

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

کتاب کانام : چودہ ستارے
مصنف: علامہ نجم الحسن کراروی

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت کی ولادت باسعادت

آپ کے نوروجودکی خلقت ایک روایت کی بنیادپر حضرت آدم کی تخلیق سے ۹ لاکھ برس پہلے اوردوسری روایت کی بنیادپر ۴ ـ ۵ لاکھ سال قبل ہوئی تھی، آپ کانوراقدس اصلاب طاہرہ، اورارحام مطہرہ میں ہوتاہواجب صلب جناب عبداللہ بن عبدالمطلب تک پہنچاتوآپ کاظہور و شہودبشکل انسانی میں بطن جناب "آمنہ بنت وہب" سے مکہ معظمہ میں ہوا۔

آنحضرت کی ولادت کے وقت حیرت انگیزواقعات کاظہور

آپ کی ولادت سے متعلق بہت سے ایسے اموررونماہوئے جوحیرت انگیزہیں۔ مثلاآپ کی والدہ ماجدہ کوبارحمل محسوس نہیں ہوااوروہ تولید کے وقت کثافتوں سے پاک تھیں، آپ مختون اورناف بریدہ تھے آپ کے ظہورفرماتے ہی آپ کے جسم سے ایک ایسانورساطع ہواجس سے ساری دنیاروشن ہوگئی، آپ نے پیداہوتے ہی دونوں ہاتھوں کوزمین پرٹیک کرسجدہ خالق اداکیا۔ پھرآسمان کی طرف سربلندکرکے تکبیرکہی اورلاالہ الااللہ انا رسول اللہ زبان پرجاری کیا۔

بروایت ابن واضح المتوفی ۲۹۲ ءشیطان کورجم کیاگیااوراس کاآسمان پرجانا بندہوگیا، ستارے مسلسل ٹوٹنے لگے تمام دنیامیں ایسازلزلہ آیاکہ تمام دنیاکے کینسے اوردیگر غیراللہ کی عبادت کرنے کے مقامات منہدم ہوگئے، جادواورکہانت کے ماہراپنی عقلیں کھوبیٹھے اوران کے موکل محبوس ہوگئے ایسے ستارے آسمان پرنکل آئے جنہیں کسی کبھی کسی نے دیکھانہ تھا۔ ساوہ کی وہ جھیل جس کی پرستش کی جاتی تھی جوکاشان میں ہے وہ خشک ہوگئی ۔ وادی سماوہ جوشام میں ہے اورہزارسال سے خشک پڑی تھی اس میں پانی جاری ہوگیا، دجلہ میں اس قدرطغیانی ہوئی کہ اس کاپانی تمام علاقوں میں پھیل گیا محل کسری میں پانی بھرگیااورایسازلزلہ آیاکہ ایوان کسری کے ۱۴ کنگرے زمین پرگرپڑے اورطاق کسری شگافتہ ہوگیا، اورفارس کی وہ آگ جوایک ہزارسال سے مسلسل روشن تھی، فورابجھ گئی۔(تاریخ اشاعت اسلام دیوبندی ۲۱۸ طبع لاہور)

اسی رات کوفارس کے عظیم عالم نے جسے (موبذان موبذ)کہتے تھے، خواب میں دیکھاکہ تندوسرکش اوروحشی اونٹ، عربی گھوڑوں کوکھینچ رہے ہیں اورانہیں بلادفارس میں متفرق کررہے ہیں، اس نے اس خواب کابادشاہ سے ذکرکیا۔ بادشاہ نوشیرواں کسری نے ایک قاصدکے ذریعہ سے اپنے حیرہ کے گورنرنعمان بن منذرکوکہلابھیجاکہ ہمارے عالم نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھاہے توکسی ایسے عقلمنداورہوشیار شخص کومیرے پاس بھیج دے جواس کی اطمینان بخش تعبیردے کرمجھے مطمئن کرسکے۔ نعمان بن منذرنے عبدالمسیح بن عمرالغسانی کوجوبہت لائق تھابادشاہ کے پاس بھیج دیانوشیروان نے عبدالمسیح سے تمام واقعات

بیان کئے اوراس سے تعبیر کی خواہش کی اس نے بڑے غور وخوض کے بعد عرض کی ”ائے بادشاہ شام میں میراماموں ”سطیح کاہی“ رہتاہے وہ اس فن کابہت بڑاعالم ہے وہ صحیح جواب دے سکتاہے اوراس خواب کی تعبیر بتاسکتاہے نوشیرواں نے عبدالمسیح کو حکم دیاکہ فوراشام چلاجائے چنانچہ روانہ ہوکر دمشق پہنچااوربروایت ابن واضح ”باب جابیہ“ میں اس سے اس وقت ملاجب کہ وہ عالم احتضارمیں تھا، عبدالمسیح نے کان میں چیخ کراپنامدعا بیان کیا۔ اس نے کہاکہ ایک عظیم ہستی دنیامیں آچکی ہے جب نوشیرواں کونسل کے ۱۴ مردوزن حکمران کنگروں کے عدد کے مطابق حکومت کرچکیں گے تویہ ملک اس خاندان سے نکل جائے گا ثم ”فاضت نفسہ“ یہ کہہ کر وہ مرگیا۔(روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۵۶ ،سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۳ ، حیات القلوب ج ۲ ص ۴۶ ، الیعقوبی ص ۹) ۔

آپ کی تاریخ ولادت

آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے بعض مسلمان ۲ ربیع الاول بعض ۶ ربیع الاول اہل تسنن ۱۷ ربیع الاول ۱ عام الفیل مطابق ۵۷۰ کو صحیح سمجھتے ہیں ۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ حیات القلوب ج ۲ ص ۴۴ میں تحریرفرماتے ہیں کہ علماء امامیہ کااس پراجماع واتفاق ہے کہ آپ ۱۷ ربیع الاول ۱ عام الفیل یوم جمعہ بوقت شب یابوقت صبح صادق ”شعب ابی طالب“ میں پیداہوئے ہیں ، اس وقت انوشیرواں کسریٰ کی حکومت کابیالیسواں سال تھا۔

آپ کی پرورش وپرداخت اورآپ کا بچپنا

مورخ ذاکرحسین لکھتے ہیں کہ بروایتے آپ کے پیداہونے سے پہلے اوربروایتے آپ دوماہ کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ آپ کے والد ”عبداللہ“ کاانتقال بمقام مدینہ ہوگیاکیونکہ وہیں تجارت کیلئے گئے تھے انھوں نے سوئے پانچ اونٹ اورچند بھیڑوں اورایک حبشی کنیزبرکت (ام ایمن) کے اورکچھ ورثہ میں نہ چھوڑا۔ حضرت آمنہ کوحضرت عبداللہ کی وفات کااتناصدمہ ہواکہ دودھ خشک ہوگیا۔ چونکہ مکہ کی آب وہوابچوں کے چنداں موافق نہ تھی اس واسطے نواح کی بدوعورتوں میں سے دودھ پلانے کے واسطے تلاش کی گئی انا کے دستیاب ہونے تک ابولہب کی کنیزک، ثوبیہ نے آنحضرت کوتین چارمہینے تک دودھ پلایا اقوام بدوکی عادت تھی کہ سال میں دومرتبہ بہاراورموسم خزاں میں دودھ پلانے اوربچے پالنے کی نوکری کی تلاش میں آیاکرتی تھیں آخر حلیمہ سعدیہ کے نصیبہ نے زورکیا اوروہ آپ کواپنے گھرلے گئیں اورآپ حلیمہ کے پاس پرورش پانے لگے۔ (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۳۲ ، تاریخ ابوالفداء ج ۲ ص ۲۰)

۔

مجھے اس تحریر کے اس جزء سے کہ رسول خداکوثوبیہ اور حلیمہ نے دودھ پلایا، اتفاق نہیں ہے۔

مورخین کابیان ہے کہ آپ میں نمو کی قوت اپنے سن کو اعتبار سے بہت زیادہ تھی جب تین ماہ کے ہوئے توکھڑے ہونے لگے اورجب سات ماہ کے ہوئے توچلنے لگے، آٹھویں مہینے اچھی طرح بولنے لگے،نویں مہینے اس فصاحت سے کلام کرنے لگے کہ سننے والوں کی حیرت ہوتی تھی۔

آپ کی سایہ رحمت مادری سے محرومی

آپ کی عمرجب چھ سال کی ہوئی توسایہ مادرس سے محروم ہوگئے آپ کی والدہ جناب آمنہ بنت وہب حضرت عبداللہ کی قبرکی زیارت کے لئے مدینہ گئی تھیں وہاں انھوں نے ایک ماہ قیام کیا، جب واپس آنے لگیں تو بمقام ابواء (جوکہ مدینہ سے ۲۲ میل دورمکہ کی جانب واقع ہے) انتقال فرماگئیں اوروہیں دفن ہوئیں آپ کی خادمہ ام ایمن ، آپ کولے کرمکہ آئیں ۔ (روضۃ الاحباب ا ص ۶۷) ۔

جب آپ کی عمر ۸ سال کی ہوئی توآپ کے دادا"عبدالمطلب"کا ۱۲۰ سال کی عمرمیں انتقال ہوگیا۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے بڑے چچاجناب ابوطالب اورآپ کی چچی جناب فاطمہ بنت اسدنے فرائض تربیت اپنے اوپرعائدکئے ۔ اوراس شان سے تربیت کی کہ دنیانے آپکی ہمدردی اور خلوص کالوہامان لیا عبدالمطلب کے بعدابوطالب بھی خانہ کعبہ کے محافظ اورمتولی اورسردارقریش تھے حضرت علی فرماتے ہیں کہ کوئی غریب اس شان کاسردارنہیں ہوا جس شان وشوکت کی سرداری میرے پدرمحترم کوخدانے دی تھی(الیعقوبی ج ۲ ص ۱۱) ۔

حضرت ابوطالب کوحضرت عبدالمطلب کی وصیت وہدایت

بعض مؤرخین نے لکھاہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کاوقت وفات قریب پہنچاتوانہوں نے آنحضرت کواپنے سینے سے لگایااورسخت گریہ کیا اوراپنے فرزندابوطالب کی طرف متوجہ ہوکرفرمایاکہ" اے ابوطالب یہ تیرے حقیقی بھائی کابیٹاہے اس دریگانہ کی حفاظت کرنا، اسے اپنا نورنظراورلخت جگر سمجھنا، اس کے تفقد وخبرگیری میں کوتاہی نہ کرنا اوردست وزبان اورجان ومال سے اس کی اعانت کرتے رہنا" روضۃ الاحباب)

حضرت ابوطالب کے تجارتی سفرشام میں آنحضرت کی ہمراہی اوربحیرۂ راہب کاواقعہ

حضرت ابوطالب جوتجارتی سفرمیں اکثرجایاکرتے تھے جب ایک دن روانہ ہونے لگے، توآنحضرت کوجن کی عمراس وقت بروایت طبری وابن اثیر ۹ سال اوربروایت ابوالفداء وابن خلدون ۱۳ سال کی تھی، اپنے بال بچوں میں چھوڑدیا۔ اورچاہاکہ روانہ ہوجائیں یہ

دیکھ کرآنحضرت نے اصرار کیا کہ مجھے اپنے ہمراہ لیتے چلئے آپ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ میر بھتیجہ یتیم ہے انہیں اپنے ہمراہ لے لیا اور چلتے چلتے جب شہر بصرہ کے قریہ کفر پہنچے جو کہ شام کی سرحد پر ۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے جو اس وقت بہت بڑی منڈی تھی اور وہاں نسطوری عیسائی رہتے تھے وہاں ان کے ایک نسطوری راہبوں کے معبد کے پاس قیام کیا راہبوں نے آنحضرت اور ابو طالب کی بڑی خاطر داری کی پھر ان میں سے ایک نے جس کا نام جرجیس اور کنیت "ابو عداس" اور لقب بحیرا راہب" تھا آپ کے چہرہ مبارک سے آثار عظمت و جلالت اور اعلی درجے کے کمالات عقلی اور محامد اخلاق نمایاں دیکھ کر اور ان صفات سے موصوف پا کر جو اس نے توریت اور انجیل اور دیگر کتب سماوی میں پڑھی تھیں، پہچان لیا کہ یہی پیغمبر آخر الزمان ہیں، ابھی اس نے اظہار خیال نہ کیا تھا کہ ناگاہ لکۂ ابر کو سایہ فگنی کرتے ہوئے دیکھا، پھر شانہ کھلوا کر مہر نبوت پر نگاہ کی، اس کے بعد فورا مہر نبوت کا بوسہ لیا اور نبوت کی تصدیق کر کے ابو طالب سے کہا کہ اس فرزند ارجمند کا دین تمام عرب و عجم میں پھیلے گا اور یہ دنیا کے بہت سے حصے کا مالک بن جائے گا یہ اپنے ملک کو آزاد کرائے گا اور اپنے اہل وطن کو نجات دلائے گا اے ابو طالب اس کی بڑی حفاظت کرنا اور اس کو اعداء کے شر سے بچانے کی پوری کوشش کرنا، دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ یہودیوں کے ہاتھ لگ جائے پھر اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم شام نہ جاؤ اور اپنا مال یہیں فروخت کر کے مکہ واپس چلے جاؤ چنانچہ ابو طالب نے اپنا مال باہر نکالا وہ حضرت کی برکت سے آنا فانا بہت زیادہ نفع پر فروخت ہو گیا اور حضرت ابو طالب واپس مکہ چلے گئے۔ (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۷۱، تنقید الکلام ص ۳۰) ایرونگ ص ۲۴، تفریح الاذکار وغیرہ۔

جناب خدیجہ کے ساتھ آپ کی شادی خانہ آبادی

جب آپ کی عمر پچیس سال کی ہوئی اور آپ کے حسن سیرت، آپ کی راستبازی، صدق اور دیانت کی عام شہرت ہو گئی اور آپ کو صادق و امین کا خطاب دیا جا چکا تو جناب خدیجہ بنت خویلد نے جو انتہائی پاکیزہ نفس، خوش اخلاق اور خاندان قریش میں سب سے زیادہ دولت مند تھیں ایسے حال میں ابنی شادی کا پیغام پہنچایا جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی پیغام عقد منظور ہوا اور حضرت ابو طالب نے نکاح پڑھا (تلخیص سیرت النبی علامہ شبلی ص ۹۹ طبع لاہور ۱۹۶۵ ءء۔ مورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ ء کا بیان ہے کہ حضرت ابو طالب نے جو خطبہ نکاح پڑھا تھا اس کی ابتداء اس طرح تھی۔ الحمدللہ الذی جعلنا من زرع ابراہیم وذریتہ اسماعیل الخ تمام تعرفیں اس خدائے واحد کے لئے ہیں جس نے ہمیں نسل ابراہیم اور ذریت اسماعیل سے قرار دیاہے (یعقوبی ج ۲ ص ۱۶ طبع نجف اشرف)

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہ کا مہر بارہ اونس سونا اور ۲۵ اونٹ مقرر ہوا جسے حضرت ابوطالب نے اسی وقت ادا کر دیا۔ (مسلمان عالم ص ۳۸ طبع لاہور) تواریخ میں ہے کہ جناب خدیجہ کی طرف سے عقد پڑھنے والے ان کے چچا عمرو ابن اسد اور حضرت رسول خدا کی طرف سے جناب ابوطالب تھے۔ (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۸۷ طبع لاہور ۱۹۶۲ ء۔
ایک روایت میں ہے کہ شادی کے وقت جناب خدیجہ باکرہ تھیں یہ واقعہ نکاح ۵۹۵ کا ہے۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ رسول خدا کے ساتھ خدیجہ کا یہ پہلا عقد تھا۔ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۱۹ میں ہے کہ جب تک خدیجہ زندہ رہیں رسول کریم نے کوئی عقد نہیں کیا۔

کوہ حرا میں آنحضرت کی عبادت گذاری

تواریخ میں ہے کہ آپ نے ۳۸ سال کی عمر میں "کوہ حرا" جسے جبل ثور بھی کہتے ہیں کو اپنی عبادت گذاری کی منزل قرار دیا اور اس کے ایک غار میں بیٹھ کر جس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی ڈیڑھ ہاتھ تھی عبادت کرتے تھے اور خانہ کعبہ کو دیکھ کر لذت محسوس کرتے تھے یوں تو دو دو، چار چار شبانہ روز وہاں رہا کرتے تھے لیکن ماہ رمضان سارے کا سارا وہیں گزراتے تھے۔

آپ کی بعثت

مورخین کا بیان ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی عالم تنہائی میں مشغول عبادت تھے کہ آپ کے کانوں میں آواز آئی "یا محمد" آپ نے ادھر ادھر دیکھا کوئی دکھائی نہ دیا۔ پھر آواز آئی پھر آپ نے ادھر ادھر دیکھا ناگاہ آپ کی نظر ایک نورانی مخلوق پر پڑی وہ جناب جبرائیل تھے انہوں نے کہا کہ "اقرا" پڑھو، حضور نے ارشاد فرمایا "ما اقراء۔" کیا پڑھوں انہوں نے عرض کی کہ " اقراء باسم ربک الذی خلق الخ" پھر آپ نے سب کچھ پڑھ دیا۔
کیونکہ آپ کو علم قرآن پہلے سے حاصل تھا جبرئیل کے اس تحریک اقراء کا مقصد یہ تھا کہ نزول قرآن کی ابتداء ہوجائے اس وقت آپ کی عمر چالیس سال ایک یوم تھی اس کے بعد جبرئیل نے وضو اور نماز کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تعداد رکعات کی طرف بھی حضور کو متوجہ کیا چنانچہ حضور والا نے وضو کیا اور نماز پڑھی آپ نے سب سے پہلے جو نماز پڑھی وہ ظہر کی تھی پھر حضرت وہاں سے اپنے گھر تشریف لائے اور خدیجۃ الکبری اور علی ابن ابی طالب سے واقعہ بیان فرمایا۔ ان دونوں نے اظہار ایمان کیا اور نماز عصر ان دونوں نے بجماعت ادا کی یہ اسلام کی پہلی نماز جماعت تھی جس میں رسول کریم امام اور خدیجہ اور علی ماموم تھے۔
آپ درجہ نبوت پر بدو فطرت ہی سے فائز تھے، ۲۷ رجب کو مبعوث برسالت ہوئے حیات القلوب کتاب المنتقی، مواہب اللدنیہ) اسی تاریخ کو نزول قرآن کی ابتداء ہوئی۔

دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ اور اعلان رسالت ووزارت

بعثت کے بعد آپ نے تین سال تک نہایت رازداری اور پوشیدگی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی فرمائی اس کے بعد کھلے بندوں تبلیغ کا حکم آگیا "فاصدع بماتومر" جو حکم دیا گیا ہے اس کی تکمیل کرومیں اس مقام پر "تاریخ ابوالفداء کے اس ترجمہ کی لفظ بہ لفظ عبارت نقل کرتا ہوں جسے مولانا کریم الدین حنفی انسپکٹر مدارس پنجاب نے ۱۸۴۶ءء میں کیا تھا۔

"واضح ہوکہ تین برس تک پیغمبر خدا دعوت فطرت اسلام خفیہ کرتے رہے مگر جب کہ یہ آیت نازل ہوئی " وانذرعشیرتک الاقربین" یعنی ڈرا اپنے کنبے والوں کو جوقریب رشتہ کے ہیں اس وقت حضرت نے بموجب حکم خدا کے اظہار کرنا دعوت کا شروع کیا بعد میں نازل ہونے سے اس آیت کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی سے ارشاد فرمایا کہ " ائے علی ایک پیمانہ کھانے کا میرے واسطے تیار کرو اور ایک بکری کا پیر اس پر پچھوالے اور ایک بڑا کانسہ دودھ کا میرے واسطے لا اور عبدالمطلب کی اولاد کو میرے پاس بلا کر لا تاکہ میں اس سے کلام کروں اور سناؤں ان کو وہ حکم کہ جس پر جناب باری سے مامور ہوا ہوں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ کھانا ایک پیمانہ بموجب حکم تیار کر کے اولاد عبدالمطلب کو جو قریب چالیس آدمی کے تھے بلایا، ان آدمیوں میں حضرت کے چچا ابوطالب اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس بھی تھے اس وقت حضرت علی نے وہ کھانا جو تیار کیا تھا لا کر حاضر کیا۔

سب کھاپی کر سیر ہوگئے حضرت علی نے ارشاد کیا کہ جو کھانا ان سب آدمیوں نے کھایا ہے وہ ایک آدمی کی بھوک کے موافق تھا اس اثناء میں حضرت چاہتے تھے کہ کچھ ارشاد کریں کہ ابولہب جلد بول اٹھا اور یہ کہا کہ محمد نے بڑا جادو کیا یہ سنتے ہی تمام آدمی الگ الگ ہوگئے تھے، چلے گئے پیغمبر خدا کچھ کہنے نہ پائے تھے یہ حال دیکھ کر جناب رسالتماب نے ارشاد کیا کہ اے علی دیکھا تونے اس شخص نے کیسی سبقت کی مجھ کو بولنے ہی نہ دیا اب پھر کل کو تیار کر جیسا کہ آج کیا تھا اور پھر ان کو بلا کر جمع کر۔

چنانچہ حضرت علی نے دوسرے روز پھر موافق ارشاد آنحضرت کے وہ کھانا تیار کر کے سب لوگوں کو جمع کیا، جب وہ کھانے سے فراغت پا چکے اس وقت رسول اللہ نے ارشاد کیا کہ "تم لوگوں کی بہت اچھی قسمت اور نصیب ہے کیونکہ ایسی چیزیں اللہ کی طرف سے لایا ہوں کہ اس سے تم کو فضیلت حاصل ہوتی ہے اور لے آیا ہوں تمہارے پاس دنیا وآخرت میں اچھا۔ خداتعالی نے مجھ کو تمہاری ہدایت کا حکم فرمایا ہے کوئی شخص تم میں سے اس امر کا اقتداء کر کے میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ بننا چاہتا ہے اس وقت سب موجود تھے اور حضرت پر ایک ہجوم تھا اور حضرت علی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں آپ کے دشمنوں کو نیزہ ماروں گا اور آنکھیں ان کو پھوڑوں گا اور پیٹ چیروں گا اور ٹانگیں کاٹوں گا اور آپ کا وزیر ہوں گا حضرت نے اس وقت علی مرتضی کی گردن پر ہاتھ مبارک رکھ کر ارشاد کیا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے تمہارے درمیان اس کی سنو اور اطاعت قبول

کرو۔ یہ سن کر سب قوم کے لوگ ازروئے تمسخرے ہنس کر کھڑے ہوگئے اور ابوطالب سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سن اور اطاعت کر یہ تجھے حکم ہوا ہے الخ ص ۳۳ تا ص ۳۶ طبع لاہور۔

حضرت رسول کریم شعب ابی طالب میں (محرم ۷ ء بعثت)

مورخین کا بیان ہے کہ جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روزافزوں ترقی کرتا چلا جا رہا ہے تو سخت مضطرب ہوئے پہلے تو چند قریش دشمن تھے اب سب کے سب مخالف ہوگئے اور بروایت ابن ہشام و ابن اثیر وطبری ابوجہل بن ہشام، شیبۃ، عتبہ بن ربیعۃ، نصر بن حارث، عاص بن وائل اور عقبہ بن ابی معیط ایک گروہ کے ساتھ رسول خدا کے قتل پر کمر باندھ کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور صاف لفظوں میں کہا کہ محمد نے ایک نئے مذہب کا اختراع کیا ہے اور وہ ہمارے خداوں کو ہمیشہ برا بھلا کہا کرتے ہیں لہذا انہیں ہمارے حوالے کردو ہم انہیں قتل کردیں یا پھر آمادہ جنگ ہوجاؤ حضرت ابوطالب نے اس وقت انھیں ٹال دیا اور وہ لوگ واپس چلے گئے ورروسول کریم اپنا کام برابر کرتے رہے چند دنوں کے بعد دشمن پھر آئے اور انھوں نے آکر شکایت کی اور حضرت کے قتل پر اصرار کیا حضرت ابوطالب نے آنحضرت سے واقعہ بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ اے چچا میں جو کہتا ہوں، کہتا رہوں گا میں کسی کی دھمکی سے مرعوب نہیں ہوسکتا اور نہ کسی لالچ میں پھنس سکتا ہوں اگر میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اور دوسے پر ماہتاب رکھ دیا جائے جب بھی میں تعمیل حکم خداوندی سے بازنہ آوں گا میں جو کرتا ہوں حکم خدا سے کرتا ہوں، وہ میرا محافظ ہے یہ سن کر حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ "بیٹا تم جو کرتے ہو کرتے رہو، میں جب تک زندہ ہوں تمہاری طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھوڑے عرصہ کے بعد بروایت ابن ہشام و ابن اثیر، کفار نے ابوطالب سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کردو ہم اسے قتل کردیں اور اس کے بدلے میں ایک نوجوان ہم سے بنی مخزوم میں سے لے لو حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ تم بعید از عقل باتیں کرتے ہو، یہ کبھی نہیں ہوسکتا یہ کیونکہ ممکن ہے کہ میں تمہارے لڑکے کو لے کر اس کی پرورش کروں اور تم ہمارے بیٹے کو لے کر قتل کردو۔ یہ سن کر ان کی آتش غضب اور برافروختہ ہوگئی اور وہ ان کے ستانے پر بھرپور تل گئے حضرت ابوطالب نے اس کے رد عمل میں بنی ہاشم اور بنی مطلب سے امداد چاہی اور دشمنوں سے کہلا بھیجا کہ کعبہ وحرم کی قسم اگر محمد کے پاؤں میں تمہاری طرف سے کانٹا بھی چبھا تو میں سب کو ہلاک کردوں گا حضرت ابوطالب کے اس کہنے پر دشمن کے دلوں میں آگ لگ گئی اور وہ آنحضرت کے قتل پر پوری طاقت سے تیار ہوگئے۔

حضرت ابوطالب نے جب آنحضرت کی جان کو غیر محفوظ دیکھا تو فورا ان لوگوں کو لے جنہوں نے حمایت کا وعدہ کیا تھا جن کی تعداد بروایت حیات القلوب چالیس تھی۔ محرم ۷ بعثت میں "شعب ابی طالب" کے اندر چلے گئے اور اس کے اطراف کو محفوظ کردیا۔

کفار قریش نے ابوطالب اس عمل سے متاثر ہوکر ایک عہدنامہ مرتب کیا جس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب سے مکمل بائیکاٹ کا فیصلہ تھا طبری میں ہے کہ اس عہدنامہ کو منصور بن عکرمہ بن ہاشم نے لکھا تھا جس کے بعد ہی اس کا ہاتھ شل ہوگیا تھا۔

تواریخ میں ہے کہ دشمنوں نے شعب کا چاروں طرف سے بھرپور محاصرہ کرلیا تھا اور انھیں مکمل قید میں مقید کردیا تھا اس قید نے اہل شعب پر بڑی مصیبت ڈالی جسمانی اور روحانی تکلیف کے علاوہ رزق کی تنگی نے انہیں تباہی کے کنارے پر پہنچادیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ دیندار درختوں کے پتے کھانے لگے ناتے ،کنبے والے اگر چوری چھپے کچھ کھانے پینے کی چیز پہنچادیتے اور انہیں معلوم ہوجاتا تو سخت سزائیں دیتے اسی حالت میں تین سال گزر گئے ایک روایت میں ہے کہ جب اہل شعب کے بچے بھوک سے بے چین ہوکر چیختے اور چلاتے تھے تو پڑسیوں کی نیند حرام ہوجاتی تھی اس حالت میں بھی آپ پر وحی نازل ہوتی رہی ، اور آپ کار رسالت انجام دیتے رہے۔

تین سال کے بعد ہشام بن عمر بن حرث کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہم اور ہمارے بچے کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں اور بنی ہاشم اور ان کے بچے فاقہ کشی کررہے ہیں ، یہ ٹھیک نہیں ہے پھر اس نے اور چند آدمیوں کو ہم خیال بنا کر قریش کے اجتماع میں اس سوال کو اٹھایا۔ ابوجہل اور اسکی بیوی "ام جمیل" جسے بزبان قرآن "حمالۃ الحطب" کہا جاتا ہے نے مخالفت کی لیکن عوام کے دل پسیج اٹھے اسی دوران میں حضرت ابوطالب آگئے اور انہوں نے کہا کہ "محمد" نے بتایا ہے کہ تم نے جو عہدنامہ لکھا ہے اس دیمک چرگئی ہے اور کاغذ کے اس حصہ کے سوا جس پر اللہ کا نام ہے سب ختم ہوگیا ہے اے قریش بس ظلم کی حد ہوچکی تم اپنے عہدنامہ کو دیکھو اگر محمد کا کہنا سچ ہو تو انصاف کرو اور اگر جھوٹ ہو تو جو چاہے کرو۔

حضرت ابوطالب کے اس کہنے پر عہدنامہ منگوایا گیا اور حضرت رسول کریم کا ارشاد اس کے بارے میں من وعن صحیح ثابت ہوا جس کے بعد قریش شرمندہ ہوگئے اور شعب کا حصار ٹوٹ گیا۔

اس کے بعد ہشام بن عمر بن حرث اور اس کے چار ساتھی ، زبیر بن ابی امیہ مخزومی اور مطعم بن عدی ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد شعب ابی طالب میں گئے اور ان تمام لوگوں کو جو اس میں محصور تھے ان کے گھروں میں پہنچادیا۔(تاریخ طبری، تاریخ کامل، روضۃ الاحباب)۔

مورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ ء کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد" اسلم یومسئذ خلق من الناس عظیم "بہت سے کافر مسلم ہوگئے۔ (الیعقوبی ج ۲ ص ۲۵ طبع نجف ۱۳۸۴ء)_

آپ کا معجزہ شق القمر (۹ بعثت)

ابن عباس، ابن مسعود، انس بن مالک، حذیفہ بن عمر، جبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ شق القمر کا معجزہ کوہ ابو قبیس پر ظاہر ہوا تھا، جب کہ ابو جھل نے بہت سے یہودیوں کو ہمراہ لا کر حضرت سے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی یہ واقعہ چودھویں رات کو ہوا تھا جبکہ آپ کو موسم حج میں شعب ابی طالب سے نکلنے کی اجازت مل گئی تھی اہل سیر لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ ۹ ء بعثت کا ہے، اس معجزہ کا ذکر "تاریخ فرشتہ میں بھی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "مجب اعتقادوقوعہ" اس معجزہ کے واقع ہونے پر ایمان واجب ہے۔ (سفینۃ البحارج ۱ ص ۷۰۹) اس معجزہ کا ذکر عزیز لکھنوی مرحوم نے کیا خوب کیا ہے

معجزہ شق القمر کا ہے "مدینہ" سے عیاں
مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں

آنحضرت صلعم کی معراج جسمانی (۱۲ بعثت)

۲۷/ رجب ۱۲ بعثت کی رات کو خداوند عالم نے جبرئیل کو بھیج کر براق کے ذریعہ آنحضرت صلعم کو "قاب قوسین" کی منزل پر بلایا اور وہاں علی بن ابی طالب کی خلافت و امامت کے متعلق ہدایات دیں (تفسیر قمی) اسی مبارک سفر اور عروج کو "معراج" کہا جاتا ہے یہ سفر ام ہانی کے گھر سے شروع ہوا تھا پہلے آپ بیت المقدس تشریف لے گئے پھر وہاں سے آسمان پر روانہ ہوئے منازل آسمانی کو طے کرتے ہوئے ایک ایسی منزل پر پہنچے جس کے آگے جبرئیل کا جانا ممکن نہ ہوا جبرئیل نے عرض کی حضور لودنوت لیلۃ لاحترقت" اب اگر ایک انگل بھی آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا۔

اگر یک سر موئے برتر روم
بنور تجلی بسوزد پرم

پھر آپ براق پر سوار آگے بڑھے ایک منزل پر براق رک گیا اور آپ "رفرف" پر بیٹھ کر آگے روانہ ہوگئے یہ ایک نوری تخت تھا جو نور کے دریا میں جارہا تھا یہاں تک کہ منزل مقصود پر آپ پہنچ گئے آپ جسم سمیت گئے اور فوراً واپس آئے قرآن مجید میں "اسری بعبدہ" آیا ہے عبد کا لفظ اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے وہ لوگ جو معرادج روحانی کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں (شرح

عقائد نسفی ص ۶۸) معراج کا اقرار اور اس کا اعتقاد ضروریات دین میں سے ہے حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو معراج کا منکر ہو اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں (سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۷۴)

ایک روایت میں ہے کہ پہلے صرف دو نمازیں واجب تھیں معراج کے بعد پانچ وقت کی نمازیں مقرر ہوئیں۔

بیعت عقبہ اولی

اسی ۱۲ بعثت کے موسم حج میں ان چھ آدمیوں میں سے جو سال گذشتہ مسلمان ہو کر مدینہ واپس گئے تھے پانچ آدمیوں کے ساتھ سات آدمی مدینہ والوں میں سیا ور آکر مشرف بالسلام ہوئے حضرت کی حمایت کا عہد کیا یہ بیعت بھی اسی مکان عقبہ میں ہوئی جو مکہ سے تھوڑے فاصلہ پر شمال کی جانب واقع ہے، مورخ ابو الفداء لکھتا ہے کہ اس عہد پر بیعت ہوئی کہ خدا کا کوئی شریک نہ کرو چوری نہ کرو، زنانہ کرو، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، جب وہ بیعت کر چکے تو حضرت نے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف ابن عبد العلاء کو تعلیم قرآن اور طریقہ اسلام بتانے کے لیے مامور فرمایا الخ (تاریخ ابو الفداء ج ۲ ص ۵۲)۔

بیعت عقبہ ثانیہ ۱۳ بعثت

۱۳ بعثت کے ماہ ذی الحجہ میں مصعب بن عمیر، ۷۳ مرد اور دو عورتوں کو مدینہ سے لے کر مکہ آئے اور انہوں نے مقام عقبہ پر رسول کریم کی خدمت میں ان لوگوں کو پیش کیا وہ مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے بھی حضرت کی حمایت کا عہد کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، ان میں اوس اور خزرج دونوں کے افراد شامل تھے۔

ہجرت مدینہ

۱۴ بعثت مطابق ۶۲۲ میں حکم رسول کے مطابق مسلمان چوری چھپے مدینہ کی طرف جانے لگے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اچھی منزل حاصل کر لی قریش کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ میں اسلام زور پکڑ رہا ہے تو "دار الندوہ" میں جمع ہو کر یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیئے کسی نے کہا کہ محمد کو یہیں قتل کر دیا جائے تاکہ ان کا دین ہی ختم ہو جائے کسی نے کہا کہ جلاوطن کر دیا جائے ابو جہل نے رائے دی کہ مختلف قبائل کے لوگ جمع ہو کر یک ساعت ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں تاکہ قریش خون بہانہ لے سکیں اسی رائے پر بات ٹھہر گئی، سب نے مل کر آنحضرت کے مکان کا محاصرہ کر لیا پروردگار کی ہدایت کے مطابق جو حضرت جبرئیل کے ذریعہ پہنچی آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور ایک مٹی دھول لے کر گھر سے باہر نکلے اور ان کی آنکھوں میں جھونکتے ہوئے اس طرح نکل گئے جیسے کفر سے ایمان نکل جائے علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ یہ سخت خطرہ کا موقعہ تھا جناب امیر کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے

قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسول اللہ کا بستر خواب گاہ قتل کی زمین ہے لیکن فاتح خیبر کے لیئے قتل گاہ فرش گل تھا (سیرۃ النبی و محسن اعظم ص ۱۶۵)۔

صبح ہوتے ہوتے دشمن دروازہ توڑ کر داخل خانہ ہوئے تو علی کو سوتا ہوا پایا پوچھا محمد کہاں ہیں ؟ جواب دیا جہاں ہیں خدا کی امان ہیں طبری میں ہے کہ علی تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور سب گھر سے نکل بھاگے احیاء العلوم غزالی میں ہے کہ علی کی حفاظت کے لئے خدا نے جبرئیل اور میکائیل کو بھیج دیا تھا یہ دونوں ساری رات علی کی خواب گاہ کا پہرہ دیتے رہے حضرت علی کا فرمانا ہے کہ مجھے شب ہجرت جیسی نیند ساری عمر نہ آئی تھی ۔ تفاسیر میں ہے کہ اس موقع کے لئے آیت " ومن الناس من یشری نفسہ مرضات اللہ " نازل ہوئی ہے الغرض آنحضرت کے روانہ ہوتے ہی حضرت ابوبکر نے ان کا پیچھا کیا آپ نے رات کے اندھیرے میں یہ سمجھ کر کوئی دشمن آرہا ہے اپنے قدم تیز کردیئے پاؤں میں ٹھوکر لگی خون جاری ہو گیا پھر آپ نے محسوس کیا کہ ابن ابی قحافہ آرہے ہیں آپ کھڑے ہو گئے پاؤں صحیح بخاری ج ۱ حصہ ۳ ص ۶۹ میں ہے کہ رسول خدا نے ابوبکر بن ابی قحافہ سے یہ قیمت ناقہ خریدا۔ اور مدارج النبوت میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے دو سو درہم کی خریدی ہوئی اونٹنی آنحضرت کے ہاتھ نو سو درہم کی فروخت کی اس کے بعد یہ دونوں غار ثور تک پہنچے یہ غار مدینہ کی طرف مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ پر ڈھائی یا تین میل جنوب کی طرف واقع ہے اس پہاڑ کی چوٹی تقریبا ایک میل بلند ہے سمندروں وہاں سے دکھائی دیتا ہے (تلخیص سیرت النبی ص ۱۶۹ و زرقانی)۔

یہ حضرات غار میں داخل ہو گئے خدا نے ایسا کیا کہ غار کے منہ پر ببول کا درخت اگا دیا مکڑی نے جالا تنا کبوتر نے انڈا دیا، اور غار میں داخلہ کا شبہ نہ رہا، جب دشمن اس غار پر پہنچے تو وہ یہی سب کچھ دیکھ کر واپس ہو گئے (عجائب القصص صفحہ ۲۵۷ میں ہے کہ اسی موقع پر حضرت نے کبوتر کو خانہ کعبہ پر آکر بسنے کی اجازت دی۔ اس سے قبل دیگر پرندوں کی طرح کبوتر بھی اوپر سے گذر نہیں سکتا تھا۔

مختصر یہ کہ یکم ربیع الاول ۱۴ ء بعثت یوم پنجشنبہ بوقت شب قریش نے آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کیا تھا صبح سے کچھ پہلے ۲/ ربیع الاول یوم جمعہ کو غار ثور میں پہنچے یوم یکشنبہ ۴/ ربیع الاول تک غار میں رہے حضرت علی آپ لوگوں کے لئے رات میں کھانا پہنچاتے رہے اور یہ چاروں اشخاص معمولی راستہ چھوڑ کر بحیرۂ قلزم کے کنارے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے کفار مکہ نے انعام مقرر کردیا تھا کہ جو شخص آپ کو زندہ پکڑ کر لائے گا یا آپ کا سر کاٹ کر لائے گا تو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے اس پر سراقہ بن مالک آپ کی کھوج لگاتا ہوا غار تک پہنچا اسے دیکھ کر حضرت ابوبکر رونے لگے ۔ تو حضرت نے فرمایا روتے کیوں ہو " خدا ہمارے ساتھ ہے " سراقہ قریب پہنچا ہی تھا کہ اس کا گھوڑا بابزانو زمین میں دھنس گیا اس وقت حضرت روانگی کے لیے برآمد ہو چکے تھے اس نے معافی مانگی حضرت نے معافی دیدی گھوڑا زمین سے نکل آیا وہ جان بچا کر بھاگا اور کافروں سے کہہ دیا کہ میں نے بہت تلاش کیا مگر محمد کا سراغ نہیں ملتا اب دو ہی صورتیں ہین ۔ "یا زمین میں سما گئے یا آسمان پر اڑ گئے ۔"

تحویل کعبہ

ماہ شعبان ۲ ہجری میں بیت المقدس کی طرف سے قبلہ کا رخ کعبہ کی طرف موڑدیا گیا قبلہ چونکہ عالم نمازمیں بدلا گیا اس لئے آنحضرت کا ساتھ حضرت علی کے علاوہ اور کسی نے نہیں دیا کیونکہ وہ آنحضرت کے ہر فعل وقول کو حکم خدا سمجھتے تھے اسی لیے آپ مقام فخر میں فرمایا کرتے تھے انا مصلی القبلتین میں ہی وہ ہوہ جس نے ایک نماز یک وقت دوقبلوں کی طرف پڑھی۔

تبلیغی خطوط

حضرت کو ابھی صلح حدیبہ کے ذریعہ سے سکون نصیب ہوا ہی تھا کہ آپ نے ۷ ہجری میں ایک مہر بنوائی جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ کرایا اس کے بعد شاہان عالم کو خطوط لکھے ان دنوں عرب کے اردگرد چار بڑی سلطنتیں قائم تھیں : ۱ ۔ حکومت ایران جس کا اثر وسط ایشیا سے عراق تک پھیلا ہوا تھا۔

۲ ۔ حکومت روم جس میں ایشیائے کوچک ، فلسطین، شام اور یورپ کے بعض حصے شامل تھے۔ ۳ ۔ مصر۔ ۴ ۔ حکومت حبش جو مصری حکومت کے جنوب سے لے کر بحیرۂ قلزم کے مغربی علاقوں پر تھا۔ حضرت نے بادشاہ حبش نجاشی ، شاہ روم قیصر ہرقل، گورنر مصر جریح ابن مینا قبطی عرف مقوقش ، بادشاہ ایران خسرو پرویز اور گورنر یمن باذان، والی دمشق حارث وغیرہ کے نام خطوط روانہ فرمائے۔

آپ کے خطوط کا مختلف بادشاہوں پر مختلف اثر ہوا، نجاشی نے اسلام قبول کرلیا، شاہ ایران نے آپ کا خط پڑھ کر غیظ و غضب کے تحت خط کے ٹکڑے اڑا دے قاصد کو نکال دیا ، اور گورنر یمن نے لکھا کہ مدینہ کے دیوانہ (آنحضرت) کو گرفتار کرکے میرے پاس بھیجدے اس نے دو سپاہی مدینہ بھیجے تاکہ حضور کو گرفتار کریں حضرت نے فرمایا، جاؤ تم کیا گرفتار کروگے تمہیں خبر بھی تمہارا بادشاہ انتقال کرگیا، سپاہی جو یمن پہنچے تو سنا کہ شاہ ایران داعی اجل کو لبیک کہہ چکا ہے آپ کی اس خبردہی سے بہت سے کافر مسلمان ہوگئے۔ قیصر روم نے آپ کے خط کی تعظیم کی گورنر مصر نے آپ کے قاصد کی بڑی مدارات کی اور بہت سے تحفوں سمیت اسے واپس کردیا۔ ان تحفوں میں ماریہ قبطیہ (زوجہ آنحضرت) اور ان کی ہمشیرہ شیریں (زوجہ حسان بن ثابت) ایک دلدل نامی جانور برائے حضرت علی، یعفور نامی درازگوش مابور نامی خواجہ سرا شامل تھے۔

اصحاب کا تاریخی اجتماع اور تبلیغ رسالت کی آخری منزل

حضرت علی کی خلافت کا اعلان

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلاق عالم نے انتخاب خلافت کو اپنے لیے مخصوص رکھا ہے اور اس میں لوگوں کا دسترس نہیں ہونے دیا۔ فرماتا ہے : ربک یخلق مایشاء ویختار ماکان لھم الخیرۃ سبحان اللہ تعالی عمایشرکون ۔

تمہارا رب ہی پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (نبوت و خلافت) کے لیے منتخب کرتا ہے یاد رہے کہ انسان کو نہ انتخاب کا کوئی حق ہے اور نہ وہ اس میں خدا کے شریک ہو سکتے ہیں (پ ۲۰ رکوع ۱۰) یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے تمام خلفاء آدم سے خاتم تک خود مقرر کئے ہیں اور ان کا اعلان اپنے نبیوں کے ذریعہ سے کرایا ہے۔ (روضۃ الصفا، تاریخ کامل، تاریخ ابن الوری، عرائس ثعلبی وغیرہ) اور اس میں تمام انبیاء کے کردار کی موافقت کا اتنا لحاظ رکھا ہے کہ تاریخ اعلان تک میں فرق نہیں آنے دیا۔ علامہ مجلسی و علامہ بہائی لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء نے خلافت کا اعلان ۱۸/ ذی الحجہ کو کیا ہے (جامع عباسی و اختیارات مجلسی) مورخین کا اتفاق ہے کے آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۸/ ذی الحجہ کو بمقام غدیر خم حکم خدا سے حضرت علی کے جانشین ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

حجۃ الوداع

حضرت رسول کریم صلعم ۲۵/ ذی قعدہ ۱۰ ء ہجری کو حج آخر کے ارادہ سے روانہ ہو کر ۴/ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے آپ کے ہمراہ آپ کی تمام بیبیاں اور حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا تھیں روانگی کے وقت ہزاروں صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہو گئی حضرت علی یمن سے مکہ پہنچے حضور صلعم نے فرمایا کہ تم قربانی اور مناسک حج میں میرے شریک ہو۔ اس حج کے موقع پر لوگوں نے اپنی آنکھوں سے آنحضرت صلعم کو مناسک حج ادا کرتے ہوئے دیکھا اور معرکۃ الاراء خطبے سنے جن میں بعض باتیں یہ تھیں۔

۱۔ جاہلیت کے زمانہ کے دستور کچل ڈالنے کے قابل ہیں۔

۲۔ عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔

۳۔ مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

۴۔ غلاموں کا خیال ضروری ہے۔

۵۔ جاہلیت کے تمام خون معاف کر دیئے گئے۔

۶۔ جاہلیت کے تمام واجب الاداسود باطل کر دیئے گئے۔

غرضکہ حج سے فراغت کے بعد آپ مدینہ کے ارادہ سے ۱۴/ ذی الحجہ کو روانہ ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب آپ کے ہمراہ تھے۔ جحفہ کے قریب مقام غدیر پر پہنچتے ہی آیہ بلغ کا نزول ہوا آپ نے پالان اشتر کا منبر بنایا اور بلا کو حکم دیا کہ "حی علی خیر العمل" کہہ کر آوازیں دیں مجمع سمٹ کر نقطہ اعتدال پر آگیا آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ فرمایا جس میں حمد و ثنا کے بعد اپنی افضلیت کا اقرار لیا اور فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن اور دوسرے میرے اہلبیت۔

اس کے بعد علی کو اپنے نزدیک بلا کر دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل ظاہر ہو گئی پھر فرمایا "من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ جس کا میں مولاہ ہوں اس کے یہ علی مولاہیں خدایا علی جدھر مڑیں حق کو اسی طرف موڑ دینا پھر علی کے سر پر سیاہ عمامہ باندھا لوگوں نے مبارکبادیاں دینی شروع کیں سب آپ کی جانشینی سے مسرور ہوئے حضرت عمر نے بھی نمایاں الفاظ میں مبارکباد دی جبرئیل نے بھی بزبان قرآن اکمال دین اور اتمام نعمت کا مژدہ سنایا۔

سیرہ حلبیہ میں ہے کہ یہ جانشینی ۱۸/ ذی الحجہ کو واقع ہوئی ہے نورالابصار صفحہ ۷۸ میں ہے کہ ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے حضرت کے عمل غدیر خم پر اعتراض کیا تو اسی وقت آسمان سے اس پر ایک پتھر گرا اور وہ مرگیا۔

واضح ہو کہ اس واقعہ غدیر کو امام المحدثین حافظ ابن عبدہ نے ایک سو صحابہ سے اس حدیث غدیر کی روایت کی ہے امام جزری وشافعی نے اسی صحابیوں سے امام احمدبن حنبل نے تیس صحابیوں سے اور طبری نے پچھتر صحابیوں سے روایت کی ہے علاوہ اس کے تمام اکابر اسلام مثلاً ذہبی صنعائی اور علی القاری وغیرہ اسے مشہور اور متواتر مانتے ہیں (منہج الوصول صدیق حسن ص ۱۳ تفسیر ثعلبی فتح البیان صدیق حسن جلد ۱ ص ۴۸)۔

واقعہ مباہلہ

نجران یمن میں ایک مقام ہے وہاں عیسائی رہتے تھے اور ہاں ایک بڑا کلیسا تھا آنحضرت صلعم نے انہیں بھی دعوت اسلام بھیجی، انھوں نے تحقیق حالات کے لئے ایک وفد زیر قیادت عبدالمسیح عاقب مدینہ بھیجا وہ وفد مسجد نبوی کے صحن میں آکر ٹھہرا حضرت سے مباحثہ ہوا مگر وہ قائل نہ ہوئے حکم خدا نازل ہوا " ﴿ فقل تعالوا ندع ابناء نا ﴾ " الخ اے پیغمبر ان سے کہدو کہ دونوں اپنے بیٹوں اپنی عورتوں اور اپنے نفسوں کو لا کر مباہلہ کریں۔ چنانچہ فیصلہ ہو گیا اور ۲۴/ ذی الحجہ ۱۰ کو پنجتن پاک جھوٹوں پر لعنت کرنے کے لئے نکلے نصاری کے سردار نے جونہی ان کی شکلیں دیکھیں کانپنے لگا اور مباہلہ سے باز آیا۔ خراج دینا منظور کیا جزیہ دے کر رعایا بننا قبول کر لیا (معراج العرفان ص ۱۳۵، تفسیر بیضاوی ص ۷۴)۔

سرور کائنات کے آخری لمحات زندگی

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آپ کی وہ علالت جو بروایت مشکوٰۃ خیبر میں دئے ہوئے زہر کے کروٹ لینے سے ابھرا کرتی تھی مستمر ہو گئی آپ علیل رہنے لگے بیماری کی خبر کے عام ہوتے ہی جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہونے لگے جن میں مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ، سجاح زیادہ نمایاں تھے لیکن خدا نے انہیں ذلیل کیا اسی دوران میں آپ کو اطلاع ملی کہ حکومت روم مسلمانوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ تیار کر رہی ہے آپ نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں وہ حملہ نہ کردیں اسامہ بن زید کی سرکردگی میں ایک

لشکر بھیجنے کا فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ علی کے علاوہ اعیان مہاجر وانصار میں سے کوئی بھی مدینہ میں نہ رہے اور اس روانگی پر اتنا زور دیا کہ یہ تک فرمایا "لعن اللہ من تخلف عنہا" جو اس جنگ میں نہ جائے گا اس پر خدا کی لعنت ہوگی اس کے بعد آنحضرت نے اسامہ کو اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے روانہ کیا انہوں نے تین میل کے فاصلہ پر مقام جرف میں کیمپ لگایا اور اعیان صحابہ کا انتظار کرنے لگے لیکن وہ لوگ نہ آئے۔ مدارج النبوت جلد ۲ ص ۴۸۸ و تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲۰ وطبری جلد ۳ ص ۱۸۸ میں ہے کہ نہ جانے والوں میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر بھی تھے۔ مدارج النبوت جلد ۲ ص ۴۹۴ میں ہے کہ آخر صفر میں جب کہ آپ کو شدید درد سر تھا آپ رات کے وقت اہل بقیع کے لئے دعا کی خاطر تشریف لے گئے حضرت عائشہ نے سمجھا کہ میری باری میں کسی اور بیوی کے وہاں چلے گئے ہیں۔ اس پر وہ تلاش کے لیے نکلیں تو آپ کو بقیع میں محو دعا پایا۔

اسی سلسہ میں آپ نے فرمایا کیا اچھا ہوتا ائے عائشہ کہ تم مجھ سے پہلے مرجاتیں اور میں تمہاری اچھی طرح تجہیز و تکفین کرتا انہوں نے جواب دیا کہ آپ چاہتے ہیں میں مرجاؤں تو آپ دوسری شادی کر لیں۔ اسی کتاب کے ص ۴۹۵ میں ہے کہ آنحضرت کی تیمارداری آپ کے اہل بیت کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اہل بیت کو تیمارداری میں پیچھے رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

واقعہ قرطاس

حجۃ الوداع سے واپسی پر بمقام غدیر خم اپنی جانشینی کا اعلان کر چکے تھے اب آخری وقت میں آپ نے یہ ضروری سمجھتے ہوئے کہ اسے دستاویزی شکل دیدوں اصحاب سے کہا کہ مجھے قلم و دوات اور کاغذ دیدو تاکہ میں تمہارے لیے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جو تمہیں گمراہی سے ہمیشہ ہمیشہ بچانے کے لیے کافی ہو یہ سن کر اصحاب میں باہمی چہ می گوئیاں ہونے لگیں لوگوں کے رجحانات قلم و دوات دے دینے کی طرف دیکھ کر حضرت عمر نے کہا "ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ" یہ مرد ہذیان بک رہا ہے ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے صحیح بخاری پ ۳۰ ص ۸۴۲ علامہ شبلی لکھتے ہیں روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں ۔۔۔

حضرت عمر نے آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا (الفاروق ص ۶۱) لغت میں ہذیان کے معنی بیہودہ گفتن یعنی بکواس کے ہیں (صراح جلد ۲ ص ۱۲۳)

شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں "جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی انہوں نے تو دھینگا مستی سے منصوبہ ہی چٹکیوں میں اڑادیا اور مزاحمت کی یہ تاویل کی کہ ہمارے ہدایت کے لیے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبر صاحب کے حواس برجا نہیں ہیں۔

کاغذ، قلم ودوات کالانا کچھ ضروری نہیں خدا جانے کیا کیا لکھوادیں گے ۔ (امہات الامۃ صفحہ ۹۲) اس واقعہ سے آنحضرت کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے جھنجلا کر فرمایا تو مواعنی میرے پاس سے ہٹ اٹھ کر چلے جاؤ نبی کے روبرو شوروغل انسانی ادب نہیں ہے علامہ طریحی لکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں پانچ افراد نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، ابوعبیدہ، عبدالرحمن، سالم غلام حذیفہ نے متفقہ عہدوپیمان کیا تھا کہ "لانودہذہ الامرفی بنی ہاشم" پیغمبر کے بعد خلافت بنی ہاشم میں نہ جانے دیں گے (مجمع البحرین) میں کہتا ہوں کہ کون یقین کرسکتا ہے کہ جیش اسامہ میں رسول سے سرتابی کرنے والوں جس میں لعنت تک کی گئی ہے اور واقعہ قرطاس میں حکم کو بکواس بتلانے والوں کو رسول خدا نے نماز کی امامت کا حکم دیدیا ہوگا میرے نزدیک امامت نماز کی حدیث ناقابل قبول ہے۔

وصیت اور احتضار

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آخری وقت آپ نے فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے اپنے باپ ابوبکر پھر عمر کو بلایا انہوں نے پھر یہی فرمایا تو میں نے علی کو بلا بھیجا آپ نے علی کو چادر میں لے لیا اور آخر تک سینے سے لپٹائے رہے (ریاض النضرۃ ص ۱۸۰ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جناب سیدہ اور حسنین کو طلب فرمایا اور حضرت علی کو بلا کر وصیت کی اکرہا جیش اسامہ کے لیے میں نے فلاں یہودی سے قرض لیا تھا اسے ادا کردینا اور اے علی تمہیں میرے بعد سخت صدمات پہنچیں گے تم صبر کرنا اور دیکھو جب اہل دنیا دنیا پرستی کریں تو تم دین اختیار کئے رہنا (روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۵۵۹ ، مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۱۵ ، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۱۹)
۔

رسول کریم کی شہادت

حضرت علی علیہ السلام سے وصیت فرمانے کے بعد آپ کی حالت متغیر ہوگئی حضرت فاطمہ جن کے زانو پر سر مبارک رسالتمآب تھا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ انتہائی پریشانی میں تھے کہ ناگاہ ایک شخص نے اذن حضوری چاہا میں نے داخلہ سے منع کردیا، اور کہا اے شخص یہ وقت ملاقات نہیں ہے اس وقت واپس چلا جا اس نے کہا میری واپسی ناممکن ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں حاضر ہوجاؤں آنحضرت کو جو قدرے افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا اے فاطمہ اجازت دے دو یہ ملک الموت ہیں فاطمہ نے اجازت دیدی اور وہ داخل خانہ ہوئے پیغمر کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی مولا یہ پہلا دروازہ ہے جس پر میں نے اجازت مانگی ہے اور اب آپ کے بعد کسی کے دروازے پر اجازت طلب نہ کروں گا (عجائب القصص علامہ عبدالواحد ص ۲۸۲ ، روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۱۶ ، انوار القلوب ص ۱۸۸) ۔

الغرض ملک الموت نے اپنا کام شروع کیا اور حضور رسول کریم نے بتاریخ ۲۸/ صفر ۱۱ ء ہجری یوم دوشنبہ بوقت دوپہر ظاہری خلعت حیات اتار دیا (مودۃ القربی ص ۴۹ م ۱۴ طبع بمبئی ۱۰ ۳ ہجری اہلبیت کرام میں رونے کا کہرام مچ گیا حضرت ابوبکر اس وقت اپنے گھر محلہ سخ گئے ہوئے تھے جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا حضرت عمر نے واقعہ وفات کو نشر ہونے سے روکا اور جب حضرت ابوبکر آ گئے تو دونوں سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا اور باطل پر مشوروں کے لیے بنایا گیا تھا (غیاث اللغات) اور انہیں کے ساتھ ابو عبیدہ بھی چلے گئے جو غسال تھے غرض کہ اکثر صحابہ رسول خدا کی لاش چھوڑ کر ہنگامہ خلافت میں جا شریک ہوئے اور حضرت علی نے غسل و کفن کا بندوبست کیا حضرت علی غسل دینے میں، فضل ابن عباس حضرت کا پیراہن اونچا کرنے میں، عباس اور قثم کروٹ بدلوانے میں اور اسامہ و شقران پانی ڈالنے میں مصروف ہوگئے اور انہیں چھ آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی اور اسی حجرہ میں آپ کے جسم اطہر کو دفن کر دیا گیا جہاں آپ نے وفات پائی تھی ابو طلحہ نے قبر کھودی۔

حضرت ابوبکر و حضرت عمر آپ کے غسل و کفن اور نماز میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ جب یہ حضرات سقیفہ سے واپس آئے تو آنحضرت کی لاش مطہر سپرد خاک کی جا چکی تھی (کنز العمال جلد ۳ ص ۱۴۰، ارجح المطالب ص ۶۷۰، المرتضی ص ۳۹، فتح الباری جلد ۶ ص ۴)۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی (تاریخ ابو الفداء جلد ۱ ص ۱۵۲)۔

وفات اور شہادت کا اثر

سرور کائنات کی وفات کا اثر یوں تو تمام لوگوں پر ہوا، اصحاب بھی روئے اور حضرت عائشہ نے بھی ماتم کیا (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۲۷۴، تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲۲، تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۷) لیکن جو صدمہ حضرت فاطمہ کو پہنچا اس میں وہ منفرد تھیں تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات سے عالم علوی اور عالم سفلی بھی متاثر ہوئے اور ان میں جو چیزیں ہیں ان میں بھی اثرات ہویدا ہوئے علامہ زمخشری کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرت نے ام معبد کے وہاں قیام فرمایا آپ کے وضو کے پانی سے ایک درخت اگا، جو بہترین پھل لاتا رہا، ایک دن میں نے دیکھا کہ اس کے پتے جھڑ ہوئے ہیں اور میوے گرے ہوئے ہیں میں حیران ہوئی کہ ناگاہ خبر وفات سرور عالم پہنچی پھر تیس سال بعد دیکھا گیا کہ اس میں تمام کانٹے اگ آئے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت علی نے شہادت پائی پھر مدت مدید کے بعد اس کی جڑ سے خون تازہ ابلتا ہوا دیکھا گیا بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین نے شہادت پائی ہے اس کے بعد وہ خشک ہوگیا (عجائب القصص ص ۲۵۹ بحوالہ ربیع الابرار زمخشری)۔

آنحضرت کی شہادت کا سبب

یہ ظاہر ہے کہ حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو درجہ شہادت پر فائز نہ ہوا ہو۔ حضرت رسول کریم سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک سب ہی شہید ہوئے ہیں کوئی زہر سے شہید ہوا، کوئی تلوار سے شہید ہوا ان میں ایک خاتون تھیں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ وہ ضرب شدید سے شہید ہوئیں ان چودہ معصوموں میں تقریبا تمام کی شہادت کا سبب واضح ہے لیکن حضرت محمد مصطفی صلعم کی شہادت کے سبب سے اکثر حضرات ناواقف ہیں اس پر روشنی ڈالتا ہوں۔

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی کی کتاب سر العالمین کے ص ۷ طبع بمبئی ۱۳۱۴ ھ اور کتاب مشکواۃ شریف کے باب ۳ ص ۵۸ سے واضح ہے کہ آپ کی شہادت زہر کے ذریعہ ہوئی ہے اور بخاری شریف کی ج ۳ طبع مصر ۱۳۱۴ ء کے باب اللدود ص ۱۲۷ کتاب الطب سے مستفاد اور مستنبط ہوتا ہے کہ "آنحضرت کو دوا میں ملا کر زہر دیا گیا تھا۔

میرے نزدیک رسول کریم کے بستر علالت پر ہونے کے وقت کے واقعات وحالات کے پیش نظر دوا میں زہر ملا کر دیا جانا متوقع نہیں ہے علامہ محسن فیض "کتاب الوافی" کی جلد ۱ کے ۱۶۶ میں بحوالہ تہذیب الاحکام تحریر فرماتے ہیں کہ حضور مدینہ می ں زہر سے شہید ہوئے ہیں ۔ الخ۔

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں زہر خورانی کی تشہیر اخفائے جرم کے لیے کی گئی ہے۔

ازواج

چند کنیزوں کے علاوہ جنہیں ماریہ اور ریحانہ بھی شامل تھیں آپ کے گیارہ بیویاں تھیں جن میں سے حضرت خدیجۃ اور زینب بنت خزیمہ نے آپ کی زندگی میں وفات پائی تھی اور نو بیویوں نے آپ کی وفات کے بعد انتقال فرمایا آنحضرت کی بیویوں کے نام درج ذیل ہیں :

۱ ۔ خدیجۃ الکبری ۲ ۔ سودہ ۳ ۔ عائشہ ۴ ۔ حفصہ ۵ ۔ زینب بنت خزیمہ ۶ ۔ ام سلمہ ۷ ۔ زینب بنت جحش ۸ ۔ جزیریہ بنت حارث ۹ ۔ ام حبیبہ ۱۰ ۔ صفیہ ۱۱ ۔ میمونہ

اولاد

آپ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی جناب ابراہیم کے علاوہ جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے سب بچے حضرت خدیجۃ کے بطن سے تھے حضور کی اولاد کے نام حسب ذیل ہیں :

۱ ۔ حضرت قاسم طیب : آپ بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

۲ ۔ جناب عبداللہ : جو طاہر کے نام سے مشہور تھے بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔

۳ ۔ جناب ابراہیم : ۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰ ہجری میں انتقال کر گئے۔

۴ ۔ حضرت فاطمۃ الزہرا : آپ پیغمبر اسلام کی اکلوتی بیٹی تھیں آپ کے شوہر حضرت علی اور بیٹے حضرت امام حسن اور امام حسین تھے آں جناب کی نسل سے گیارہ امام پیدا ہوئے اور ان ہی کے ذریعہ سے رسول خدا کی نسل بڑھی اور آپ کی اولاد کا سیادت کا شرف نصیب ہوا اور وہ قیامت تک "سید" کہی جائے گی۔

حضرت رسول کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت میں میرے سلسہ نسب کے علاوہ سارے سلسلے ٹوٹ جائیں گے اور کسی کا رشتہ کسی کے کام نہ آئے گا (صواعق محرقہ ص ۹۳)

علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء کی اولاد ہمیشہ قابل تعظیم سمجھی جاتی رہی ہے ، ہمارے نبی اس سلسلہ میں سب سے زیادہ حق دار ہیں (روضۃ الشہداء ص ۴۰۴) امام المسلمین علامہ جلال الدین فرماتے ہیں کہ حضرات حسنین کی اولاد کے لیے سیادت مخصوص ہے مرد ہو یا عورت جو بھی ان کی نسل سے ہے وہ قیامت تک "سید" رہے گا "ویجب علی اجمع الخلق تعظیمھم ابدا" اور ساری کائنات پر واجب ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ ان کی تعظیم کرتی رہے (لوامع التنزیل ج ۳ ص ۴،۳ ، اسعاف الراغبین بر حاشیۂ نو الابصار شبلنجی ص ۱۱۴ طبع مصر)۔

حضرت علی علیہ السّلام

نام

پیغمبر اسلام (ص) نے آپ کا نام اللہ کے نام پر علی رکھا ۔ حضرت ابو طالب و فاطمہ بنت اسد نے پیغمبر اسلام (ص) سے عرض کیا کہ ہم نے ہاتف غیبی سے یہی نام سنا تھا۔

القاب

آپ کے مشہور القاب امیر المومنین ، مرتضی، اسد اللہ، ید اللہ، نفس اللہ، حیدر، کرار، نفس رسول اور ساقی کوثر ہیں ۔

کنیت

حضرت علی علیہ السّلام کی مشہور کنیت ابو الحسن و ابو تراب ہین۔

والدین

حضرت علی (ع) ہاشمی خاندان کے وہ پہلے فرزند ہیں جن کے والد اور والدہ دونوں ہاشمی ہیں ۔ آپ کے والد ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم ہیں اور ماں فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں ۔

ھاشمی خاندان قبیلہ قریش میں اور قریش تمام عربوں میں اخلاقی فضائل کے لحاظ سے مشہور و معروف تھے ۔

جواں مردی ، دلیری ، شجاعت اور بہت سے فضائل بنی ہاشم سے مخصوص تھے اور یہ تمام فضائل حضرت علی (ع) کی ذات مبارک میں بدرجہ اتم موجود تھے ۔

ولادت

جت حضرت علی (ع) کی ولادت کا وقت قریب آیا تو فاطمہ بنت اسد کعبہ کے پاس ائیں اور آپنے جسم کو اس کی دیوار سے مس کر کے عرض کیا:

پروردگارا ! میں تجھ پر، تیر ینبیوں پر، تیری طرف سے نازل شدہ کتابوں پر اور اس مکان کی تعمیر کرنے والے، آپنے جد ابراھیم (ع) کے کلام پر راسخ ایمان رکھتی ہوں ۔

پروردگارا ! تجھے اس ذات کے احترام کا واسطہ جس نے اس مکان مقدس کی تعمیر کی اور اس بچہ کے حق کا واسطہ جو میرے شکم میں موجود ہے، اس کی ولادت کو میرے لئے آسان فرما ۔

ابھی ایک لمحہ بھی نھیں گزرا تھا کہ کعبہ کی جنوبی مشرقی دیوار ، عباس بن عبد المطلب اوریزید بن تعف کی نظروں کے سامنے شگافتہ ہوئی، فاطمہ بنت اسد کعبہ میں داخل ہوئیں اور دیوار دوبارہ مل گئی ۔ فاطمہ بنت اسد تین دن تک روئے زمین کے اس سب سے مقدس مکان میں اللہ کی مھمان رہیں اور تیرہ رجب سن ۳۰/ عام الفیل کو بچہ کی ولادت ہوئی ۔ ولادت کے بعد جب فاطمہ بنت اسد نے کعبہ سے باھر آنا چاھا تو دیوار دوبارہ شگافتہ ہوئی، آپ کعبہ سے باھر تشریف لائیں اور فرمایا :" میں نے غیب سے یہ پیغام سنا ہے کہ اس بچے کا " نام علی " رکھنا " ۔

بچپن اور تربیت

حضرت علی (ع) تین سال کی عمر تک آپنے والدین کے پاس رہے اور اس کے بعد پیغمبر اسلام (ص) کے پاس آ گئے۔ کیون کہ جب آپ تین سال کے تھےاس وقت مکہ میں بھت سخت قحط پڑا ۔جس کی وجہ سے رسول اللہ (ص) کے چچا ابو طالب کو اقتصادی مشکل کابہت سخت سامنا کرنا پڑا ۔ رسول اللہ (ص) نے آپنے دوسرے چچا عباس سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک، ابو طالب کے ایک ایک بچے کی کفالت آپنے ذمہ لے لے تاکہ ان کی مشکل آسان ہو جائے ۔ اس طرح عباس نے جعفر اور رسول اللہ (ص) نے علی (ع) کی کفالت آپنے ذمہ لے لی ۔

حضرت علی (ع) پوری طرح سے پیغمبر اکرم (ص) کی کفالت میں آگئے اور حضرت علی علیہ السّلام کی پرورش براہِ راست حضرت محمد مصطفیٰ کے زیر نظر ہونے لگی ۔ آپ نے انتہائی محبت اور توجہ سے آپنا پورا وقت، اس چھوٹے بھائی کی علمی اورا خلاقی تربیت میں صرف کیا. کچھ تو حضرت علی (ع) کے ذاتی جوہر اور پھر اس پر رسول جیسے بلند مرتبہ مربیّ کا فیض تربیت ، چنانچہ علی علیہ السّلام دس برس کے سن میں ہی اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ جب پیغمبر اسلام (ص) نے رسالت کا دعوی ک یا، تو آپ نے ان کی تصدیق فرمائ ۔ آپ ہمیشہ رسول اللہ (ص) کے ساتھ رہتے تھے، یہاں تک کہ جب پیغمبر اکرم (ص) شھر سے باھر، کوہ و بیابان کی طرف جاتے تھے تو آپ کو آپنے ساتھ لے جاتے تھے ۔

پیغمبر اکرم (ص) کی بعثت اور حضرت علی (ع)

جب حضرت محمد مصطفےٰ (ص) چالیس سال کے ہوئے تو اللہ نے انھیں عملی طورپر آپنا پیغام پہنچانے کے لئے معین فرمایا ۔ اللہ کی طرف سے پیغمبر (ص) کو جو یہ ذمہ داری سونپی گئ ، اسی کو بعثت کہتے ہیں .

حضرت محمد (ص) پر وحی الٰھی کے نزول و پیغمبری کے لئے انتخاب کے بعدکی تین سال کی مخفیانہ دعوت کے بعد بالاخر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئ اور رسول اللہ (ص) کو عمومی طور پر دعوت اسلام کا حکم دیا گیا ۔

اس دوران پیغمبر اکرم (ص) کی الٰھی دعوت کے منصوبوں کو عملی جامہ پھنانے والے تنھا حضرت علی (ع) تھے۔ جب رسول اللہ (ص) نے اپنے اعزاء و اقرباء کے درمیان اسلام کی تبلیغ کے لئے انہیں دعوت دی تو آپ کے ہمدرد و ہمدم، تنھا حضرت علی (ع) تھے ۔

اس دعوت میں پیغمبر خدا (ص) نیحاضرین سے سوال کیا کہ آپ میں سے کون ہے جو اس راہ میں میری مدد کرے اور آپ کے درمیان میرا بھائی، وصی اور جانشین ہو؟

اس سوال کا جواب فقط حضرت علی (ع) نے دیا: "اے پیغمبر خدا ! میں اس راہ میں آپ کی نصرت کروں گا ۔ پیغمبر اکرم (ص) نے تین مرتبہ اسی سوال کی تکرار اور تینوں مرتبہ حضرت علی (ع) کا جواب سننے کے بعد فرمایا :

اے میرے خاندان والوں ! جان لو کہ علی میرا بھائی اور میرے بعد تمھارے درمیان میرا وصی و جانشین ہے ۔

علی (ع) کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ (ع) رسول اللہ (ص) پر ایمان لانے والے سب سے پھلے شخص ہیں ۔ اس سلسلے میں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں :

"بزرگ علماء اور گروہ معتزلہ کے متکلمین کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نھیں ہے کہ علی بن ابی طالب (ع) وہ پھلے شخص ہیں جو پیغمبر اسلام پر ایمان لائے اور پیغمبر خدا (ص) کیتصدیق کی "۔

رسول اسلام کی بعثت، زمانہ، ماحول، شہر اور آپنی قوم و خاندان کے خلاف ایک ایسی مہم تھی، جس میں رسول کا ساتھ دینے والا کوئ نظر نہ ی اتا تھا۔ بس ایک علی علیہ السّلام تھے کہ جب پیغمبر نے رسالت کا دعویٰ کیا تو انہوں نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان کا اقرارکیا. دوسری ذات جناب خدیج ۃ ال کبریٰ کی تھی، جنھوں نے خواتین کے طبقہ میں سبقتِ اسلام ک اشرف حاصل کیا۔

پیغمبر کادعوائے رسالت کرنا تھا کہ مکہ کا ہر آدمی رسول کادشمن نظر انے لگا. وہی لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اورامانتداری کادم بھرتے تھے اج آپ کو (معاذ اللہ (یوانہ، جادو گر اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے۔ اللہ کے رسول کے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے، انہیں پتھر مارے جاتے اور ان کے سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا. اس مصیبت کے وقت میں رسول ک ے شریک صرفاور صرف حضرت علی علیہ السّلام تھے، جو بھائی کا ساتھ دینے میں کبھی بھی ہمت نہیں ہار تے تھے ۔ وہ ہمیشہ محبت ووفاداری کادم بھرتے رہیاور ہر موقع پر رسول کے سینہ سپر رہے۔یہاں تک کہ وہ وقت بھی ایا جب مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے کرلیا کہ پیغمبر اور ان کے تمام گھر والوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ حالات اتنے خراب تھے کہ جانوں کے لالے پڑ گئے تھے. حضرت

ابو طالب علیہ السّلام نے آپنے تمام ساتھیوں کو حضرت محمد مصطفٰی سمیت ایک پہاڑ کے دامن میں محفوظ قلعہ میں بند کردیا۔ وہان پر تین برس تک قید و بند کی زندگی بسر کرنی پڑی. کیون کہ اس دوران ہر رات یہ خطرہ رہتا تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مار دے. اس لئے ابو طالب علیہ السّلام نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ رات بھر رسول کو ایک بستر پر نہیں رہنے دیتے تھے، بلکہ ک بھی رسول کے بستر پر جعفر کو اور جعفر کے بستر پر رسول کو ک بھی عقیل کے بستر پر رسول کو اور رسول کے بستر پر عقیل کو ک بھی علی کے بستر پر رسول کو اور رسول کے بستر پر علی علیہ السّلام کو لٹا تے رہتے تھے. مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن رسول کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہے تو میرا کوئ بیٹا قتل ہوجائے مگر رسول کا بال بیکانہ ہونے پائے. اس طرح علی علیہ السّلام بچپن سے ہی فدا کاری اور جان نثاری کے سبق کو عملی طور پر دہراتے رہے.

رسول کی ہجرت اور حضرت علی (ع)

حضرت علی (ع) کے دیگر افتخارات میں سے ایک یہ ہے کہ جب شب ہجرت مشرک دشمنوں نے رسول اللہ (ص) کے قتل کی سازش رچی تو آپ (ع) نے پوری شجاعت کے ساتھ رسول اللہ (ص) کے بستر پر سو کر انکی سازش کو ناکام کر دیا۔

حضرت ابو طالب علیہ السّلام کی وفات سے پیغمبر کا دل ٹوٹ گیا اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کرلیا ۔ دشمنوں نے یہ سازش رچی کہ ایک رات جمع ہو کر پیغمبر کے گھر کو گھیر لیں اور حضرت کو شہید کرڈالیں ۔ جب حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے آپنے جاں نثار بھائی علی علیہ السّلام کو بلا کر اس سازش کے بارے میں اطلاع دی اور فرمایا کہ میری جان اس طرح بچ سکتی ہے اگر آج رات آپ میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور میں مخفی طور پر مکہ سے روانہ ہوجاؤں. کوئی دوسرا ہوتا تو یہ پیغام سنتے ہی اس کا دل دہل جاتا، مگر علی علیہ السّلام نے یہ سن کر کہ میرے ذریعہ سے رسول کی جان کی حفاظت ہوگی، خدا کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ مجھے رسول کا فدیہ قرار دیا جارہا ہے۔ یہی ہوا کہ رسالت ماٰب شب کے وقت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے اور علی بن ابی طالب علیہ ما السّلام رسول کے بستر پر سوئے۔ چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لئے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے تھے. بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں داخل ہو کر رسالت ماٰب کو شہید کرڈالیں. علی علیہ السّلام اطمینان کے ساتھ بستر پرارام کرتے رہے اور اپنی جان کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ جب دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ محمد نہیں ہیں تو انھوں نے آپ پر یہ دباؤ ڈالا کہ آپ بتلادیں کہ رسول کہاں گئے ہیں؟ مگر علی علیہ السّلام نے بڑے بہادرانہ انداز میں یہ بتانے سے قطعیطور پر انکار کردیا. اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ (ص) مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی پریشانی اور رکاوٹ کے تشریف لے جاسکیں. علی علیہ السّلام تین روز تک مکہ میں رہے. جن لوگوں کی امانتیں رسول اللہ کے پاس تھیں ان کے سپرد کر کیخواتین بُیت رُسالت کو آپنے ساتھ لے کرمدینہ کی طرف روانہ ہوئے. آپ کئ روز تک رات دن پیدل

چلے کر اس حالت میں رسول کے پاس پہنچے کہ آپ کے پیروں سے خون بہ رہا تھا. اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علی علیہ السّلام پر رسول کو سب سے زیادہ اعتماد تھا اور جس وفاداری, ہمت اور دلیری سے علی علیہ السّلام نے اس ذمہ داری کو پورا کیا ہے وہ بھی آپنی آپ میں ایک مثال ہے۔

شادی

جب رسول اکرم (ص) ہجرت کر کے مدینے گئے تو فاطمہ زہرا السّلام اللہ علیہا بالغ ہو چکی تھیں اور پیغمبر(ص) اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہرا السّلام اللہ علیہاک ی شادی کی فکر میں تھے.کیوں کہ رسول(ص) اپنی بیٹی س ے بہت محبت کرتے تھے اور انہیں اتنی عزت دیتے تھے کہ جب فاطمہ زہرا السّلام اللہ علیہا ان کے پاس تشریف لاتی تھیں تو رسولاللہ (ص)ان کی تعظیم کے ل ئے کھڑے ہوجاتے تھے .اس لئے ہر شخص رسول کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف حاصل کرنے کی تمنا میں تھا. کچھ لوگوں نے ہمت کر کے سول کو پیغام بھی دیا مگر حضرت نے سب کی خواہشوں کو رد کردیا اور فرمایا کہ فاطمہ کی شادی اللہ کے حکمِ بغیر نہیں ہو سکتی ۔

عمر و ابوبکر قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ سے مشورہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پھونچ چکے تھے کہ علی (ع) کے سوا کوئی بھی زہرا (س) کے ساتھ ازدواج کی لیاقت نھیں رکھتا۔ ایک دن جب حضرت علی (ع) انصار رسول (ص) میں سے کسی کے باغ میں آبیاری کر رہے تھیتو انھوں نے اس موضوع کو آپ (ع) کے سامنے چھیڑا اور آپ نے فرمایا :

”میں بھی دختر رسول (ص) سے شادی کا خواھاں ہوں ، یہ کہہ کر آپ رسول اللہ (ص) کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب رسول اللہ (ص) کی خدمت میں پھونچے تو رسول اللہ (ص) کی عظمت اس بات میں مانع ہوئی کہ آپ (ع) کچھ عرض کریں ۔جب رسول اللہ (ص) نے آنے کی وجہ دریافت کی تو حضرت علی (ع) نے اپنے فضائل، تقویٰ اور اسلام کے لئے آپنے سابقہ کارناموں کی بنیاد پر عرض کیا : ”آیا آپ فاطمہ کو میرے عقد میں دینا بہتر سمجھتے ہیں ؟“

حضرت زہرا (س) کی رضامندی کے بعد رسول اللہ (ص) نے یہ رشتہ قبول کر لیا۔

ہجرت کا پہلا سال تھا کہ رسول نے علی علیہ السّلام کو اس عزت کے لئے منتخب کیا .یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی گئ. حضرت فاطمہ (س) کا مہر حضرت علی علیہ السّلام سے لے کر اسی سے کُچھ گھر کا سامان خریدا گیا جسے جہیز طور پر دیا گیا۔ وہ سامان بھی کیا تھا ؟ کچھ مٹی کے برتن ، خرمے کی چھال کے تکیے، چمڑے کا بستر، چرخہ، چکی اور پانی بھرنے کی مشک. حضرت زہرا (س) کا مہر ایک سو سترہ تولے چاندی قرار پایا، جسےحضرت علی علیہ السّلام نے آپنی زرہ فروخت کر کے ادا کیا ۔

کتابت وحی

وحی الٰھی کی کتابت اور بھت سے تاریخی و سیاسی اسناد کی تنظیم اور دعوت الٰھی کے تبلیغی خطوط لکھنا، حضرت علی (ع) کے بھت اھم کاموں میں سے ایک ہے ۔ آپ (ع) قرآنی آیات کو لکھتے اور منظم و کرتے تھے اسی لئے آپ کو کاتبان وحی اور حافظان قرآن میں شمار کیا جاتا ہے ۔

حضرت علیہ السلام ، پیغمبر اسلام (ص) کے بھائی

پیغمبر اسلام (ص) نیمدینے پہنچ کر مسلمانوں کے درمیان بھائی کا رشتہ قائم کیا۔ عمر کو ابو بکر کا بھائی بنا بنا یا طلحہ کو زبیر کا بھائی قرار دیا و۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور حضرت علی (ع) کو رسول اللہ (ص) نے اپنا بھائی بنایا اور حضرت علی (ع) سے فرمایا :

"تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو، اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ۔۔۔ میں تمھیں آپنی اخوت کے لئے انتخاب کرتا ہوں ، ایک ایسی اخوت جو دونوں جھان میں برقرار رہے "۔

حضرت علی علیہ السلام اور اسلامی جہاد.

اسلام کے دشمنوں نے پیغمبر اسال (ص) کو مدینہ میں چین سے نہ بیٹھنے دیا. جو مسلمان مکہ میں تھے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں کچھ کو قتل کر دیا گیا، کچھ کو قیدی بنا لیا گیا اور کچھ کو مارا پیٹا گیا.یہی نہیں بلکہانہوں نے اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسول کے خلاف مدینہ پر چڑاھئی کردی۔ اس موقع پر رسول اللہ (ص) کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کی حفاظت کریں ، کیوں کہ انھوں نے آپ کو پریشانی کے عالم میں پناہ دی تھی اور آپ کی نصرت و مداد کا وعدہ کیا تھا، لہذا آپ نے یہ کسی طرح پسند نہ کیا کہ آپ شہر کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کریں اور دشمن کو مدینہ کی پر امن ابادی میں داخل ہونے اور عورتوں اور بچوں کو پریشان کرنے کا موقع دیں. آپ کے ساتھیوں تعداد بہت کم تھی۔ آپ کے پاس کل تین سو تیرہ آدمی تھے اور مب کے پاس ہتھیار بھی نہیں تھے، مگر آپ نے یہ طے کیا کہ ہم مدینے سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ یہ اسلام کی پہلی جنگ ہوئی جو آگے چل کر جنگِ بدر کے نام سے مشہور ہوئی . اس جنگ میں رسول اللہ (ص) نے آپنے عزیزوں کو زیادہ آگے رکھا، جس کی وجہ سے آپ کے چچا زاد بھائی عبید ابن حارث ابن عبد المطلب اس جنگ میں شہید ہوگئے. علی علیہ السّلام ابن ابی طالب کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۵ برس تھی مگر جنگ کی فتح کا سہرا علی علیہ السّلام کے سر ہی بندھا۔ جتنے مشرکین قتل ہوئے ان میں سے ادھیحضرت علی علیہ السّلام کے ہاتھ سے اور ادھے، باقی مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اس کے بعد، اُحد، خندق، خیبر اور اخر میں حنین یہ وہ بڑی جنگیں تھیں جن میں حضرت علی علیہ السّلام نے رسول کے ساتھ رہ کر اپنی بہادری کے جوہر دکھا ئے۔ تقریباً ان

تمام جنگوں میں علی علیہ السّلام کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا. اس کے علاوہ بہت سی جنگیں ایسی تھیں جن میں رسول نیحضرت علی علیہ السّلام کو تنہا بھیجا اورانھوں نے اکیلے ہی بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ فتح حاصل کی اور استقلال، تحمّل اور شرافتُ نفس کا وہ مظاہرہ کیا کہاس کا اقرار خود ان کے دشمن کو بھی کرنا پڑا۔ جب خندق کی جنگ میں دشمن کے سب سے بڑے سورما عمر وبن عبدود کو آپ نے مغلوب کر لیا اور اس کا سر کاٹنے کے لیے اس کے سینے پر سوار ہوئے تو اس نے آپ کے چہرے پر لعب دہن پھینک دیا۔ آپ کو غصہ اگیا اور آپ اس کے سینے سے اترآئے. صرف اس خیال سے کہ اگراس غصّیکی حالت میں اس کو قتل کیا تو یہ عمل خواہش نفس کے مطابق ہوگا، خدا کی راہ میں نہ ہوگا۔ اسی لئے آپ نے اس کو کچھ دیر کے بعد قتل کیا۔ اس زمانے میں دشمن کو ذلیل کرنے کے لیے اس کی لاش کو برہنہ کردیتے تھے، مگر حضرت علی علیہ السّلام نے اس کی زرہ نہیں اُتاری جبکہ وہ بہت قیمتی تھی. چناچہجب عمرو کی بہن آپنے بھائی کی لاش پر ائی تو اس نے کہا کہا گر علی کے علاوہ کسی اور نے میرے بھائی کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی، مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر اگیا کہ اس کاقاتل شریف انسان ہے جس نے آپنے دشمن کی لاش کی توہین گوارا نہیں کی۔ آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں یا بچّوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ کبھی مالِ غنیمت کی طرف رخ کیا.

غدیر خم

پیغمبر اکرم (ص) آپنی پر برکت زندگی کے آخری سال میں حج کا فریضہ انجام دینے کے بعد مکہ سیمدینے کی طرف پلٹ رہے تھے، جس وقت آپ کا قافلہ جحفہ کے نزدیک غدیر خم نامی مقام پر پہنچا تو جبرئیل امین یہ آیہ بلغ لیکرنازل ہوئے، پیغمبر اسلام (ص) نے قافلیکو ٹھرنے کا حکم دیا۔

نماز ظہر کے بعد پیغمبر اکرم (ص) اونٹوں کے کجاوں سے بنے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

" ایھا الناس! وہ وقت قریب ہے کہ میں دعوت حق پر لبیک کہتے ہوئے تمھارے درمیان سے چلا جاؤں، لہذا بتاو کہ میرے بارے میں تمھاری کیا رای ہے؟ "

سب نے کہا: " ہم گواھی دیتے ہیں آپ نے الٰھی آئین و قوانین کی بہترین طریقے سے تبلیغ کی ہے " رسول اللہ (ص) نے فرمایا " کیا تم گواھی دیتے ہو کہ خدائے واحد کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نھیں ہے اور محمد خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے "۔

پھر فرمایا: " ایھا الناس! مومنوں کے نزدیک خود ان سے بھتر اور سزا وار ترکون ہے؟ "۔

لوگوں نے جواب دیا: " خدا اور اس کا رسول بھتر جانتے ہیں "۔

پھر رسول اللہ (ص) نے حضرت علی (ع) کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا

: " ایھا الناس! من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ۔ جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے یہ علی مولا ہیں "۔

رسول اللہ (ص) نے اس جملے کی تین مرتبہ تکرار کی ۔

اس کے بعد لوگوں نے حضرت علی (ع) کو اس منصب ولایت کے لئے مبارک باددی اور آپ (ع) کے ہاتھوں پر بیعت کی ۔

حضرت علی علیہ السلام، پیغمبر اسلام (ص) کی نظر میں

علی علیہ السّلام کے امتیازی صفات اور خدمات کی بنا پر رسول ان کی بہت عزت کرتے تھے او آپنے قول اور فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے کبھی یہ کہتے تھے کہ » علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں « . کبھی یہ کہا کہ » میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے . کبھی یہ کہا » آپ سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علی ہے . کبھی یہ کہا » علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السّلام سے تھی . کبھی یہ کہا » علی مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے ہوتا ہے ,,

کبھی یہ کہ » وہ خدا اور رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہیں ,, یہاں تک کہ مباہلہ کے واقعہ میں علی علیہ السّلام کو نفسِ رسول کا خطاب ملا . عملی اعزاز یہ تھا کہ جب مسجد کے صحن میں کھلنے والے، سب کے دروازے بند ہوئے تو علی کادروازہ کھلا رکھا گیا . جب مہاجرین وانصار میں بھائی کا رشتہ قائم کیا گیا تو علی علیہ السّلام کو پیغمبر نے آپنا بھائی قرار دیا ۔ اور سب سے اخر میں غدیر خم کے میدان میں مسلمانوں کے مجمع میں علی علیہ السّلام کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے یہ اعلان فرما دیا کہ جس طرح میں تم سب کا حاکم اور سرپرست ہوں اسی طرح علی علیہ السّلام، تم سب کے سرپرست اور حاکم ہیں ۔ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ تمام مسلمانوں نے علی علیہ السّلام کو مبارک باددی اور سب نے سمجھ لیا کہ پیغمبر نے علی علیہ السّلام کی ولی عہدی اور جانشینی کا اعلان کردیا ہے .

رسول اللہ (ص) کی وفات اور حضرت علی علیہ السلام

ہجرت کا دسواں سال تھا کہ پیغمبر خدا (ص) ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوئے، جو ان کے لئے مرض الموت ثابت ہوا ۔ یہ خاندانُ رسول کے لئے بڑی مصیبت کا وقت تھا ۔ حضرت علی علیہ السّلام رسول کی بیماری میں آپ کے پاس موجود رہ کر تیمارداری کا فریضہ انجام دے رہے تھے ۔ اور رسول اللہ (ص) بھی آپنے پاس سے ایک لمحہ کے لئے بھی حضرت علی علیہ السّلام کا جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے . پیغمبر اسلام (ص) نے علی علیہ السّلام کو آپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور ضروری وصیتیں فرمائیں . اس گفتگو کے بعد بھی حضرت علی علیہ السّلام کو آپنے سے جدا نہ ہونے دیا اور ان کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا . جس وقت رسول اللہ (ص) کی روح جسم سے جدا ہوئی، اس وقت بھی حضرت علی علیہ السّلام کا ہاتھ رسول کے سینے پر رکھا ہوا تھا ۔

جس نے زندگی بھر پیغمبر کا ساتھ دیا ہو، وہ بعد رسول ان کی لاش کو کس طرح چھوڑ سکتا تھا، لہٰذا رسول کی تجہیز وتکفین اور غسل کا تمام کام علی علیہ السّلام نیا پنے ہاتھوں سے انجام دیا اور رسول اللہ (ص) کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں رکھ کر دفن کر دیا ۔

حضرت علی علیہ السلام کی ظاہری خلافت

رسول اللہ (ص) کے بعد حضرت علی علیہ السّلام نے پچیس برس خانہ نشینی میں بسر کئے۔ جب سن ۳۵ہجری قمری میں مسلمانوں نے خلافت ُاسلامی کا منصب حضرت علی علیہ السّلام کے سامنے پیش کیا تو پہلےتو آپ نے انکار کر دیا، لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھا تو آپ نے اس شرط سے منظور کرلیا کہ میں قران اور سنت ُپیغمبر(ص) کے مطابق حکومت کروں گا اور کسی رورعایت سے کام نہ لوں گا۔ جب مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کر لیا تو آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی- مگر زمانہ آپ کی خالص دینی حکومت کو برداشت نہ کرسکا، لہذا بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ، جنھیں آپ کی دینی حکومت کی وجہ سے آپنے اقتدار کے ختم ہوجانے کا خطر ہمحسوس ہو گیا تھا، وہ آپ کے خلاف کھڑے ہوگئے۔ آپ نے ان سب سے مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا،جس کے نتیجے میں جمل، صفین، اور نہروان کی جنگیں ہوئیں. ان جنگوں میں حضرت علی بن ابی طالب علیہما السّلام نے اس شجاعت اور بہادری سے جنگ کی جو بدر، احد، خندق، وخیبرمیں کسی وقت دیکھی جاچکی تھی اور زمانہ کو یاد تھی. ان جنگوں کی وجہ سے آپ کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ آپ اس طرح اصلاح فرماتے جیساکہ آپ کا دل چاہتا تھا. پھر بھی آپ نے اس مختصر سی مدّت میں، سادہ اسلامی زندگی، مساوات اور نیک کمائی کے لیے محنت ومزدوری کی تعلیم کے نقش تازہ کردئے۔ آپ شہنشاہ ُاسلام ہونے کے باوجود کجھوروں کی دکان پر بیٹھنا اور آپنے ہاتھ سے کھجوریں بیچنا بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، غریبوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھالیتے تھے. جو مال بیت المال میں اتا تھا اسے تمام حقداروں کے درمیان برابر تقسیم کردیتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے سگے بھائیٔ عقیل نیجب یہ چاہا کہ انہیں، دوسرے مسلمانوں سے کچھ زیادہ مل جائے، تو آپ نے انکار کردیا اور فرمایا کہ اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو یہ ممکن تھا، مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے، لہذامجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں سے اپنے کسی عزیز کو دوسروں سے زیادہ حصہ دوں۔ انتہا یہ ہے کہ اگرآپ کبھی رات کے وقت بیت المال میں حساب وکتاب میں مصروف ہوتے اور کوئی ملاقات کے لیے آجاتا اور غیر متعلق باتیں کرنے لگتا تو آپ چراغ کو بجھادیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہیں ہونا چاہئے. آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں ائے وہ جلد سے جلد حق داروں تک پہنچ جائے. آپ اسلامی خزانے میں مال کو جمع کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت

جنگ نھروان کے بعد خوارج میں سے کچھ لوگ جیسے عبد الرحمن بن ملجم مرادی، ومبرک بن عبد اللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی ایک رات میں ایک جگہ جمع ہوئیاور نھروان میں مارے گئے اپنیسا تھیوں کو یاد کیا کرتے ہوئے ان دنوں کے حالات اور داخلی

جنگوں کے بارے میں تبادلہ خیال کرنیلگے۔ بالآخروہ اس نتیجہ پر پھونچے کہ اس قتل و غارت کی وجہ حضرت علی (ع) معاویہ اور عمرو عاص ہیں اور اگر ان تینوں افراد کو قتل کر دیا جائے تو مسلمان اپنے مسائل کو خود حل کر لیں گے۔ لھذا انھوں نے آپس میں طیکیا کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی ان میں سے ایک ایک کو قتل کرے گا۔

ابن ملجم نے حضرت علی (ع) کے قتل کا عھد کیا اور سن ۴۰ ہجری قمری میں انیسویں رمضان المبارک کی شب کو کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد کوفہ میں آکر بیٹھ گیا۔ اس شب حضرت علی (ع) اپنی بیٹی کے گھر مھمان تھے اور صبح کو واقع ہونے والے حادثہ سے با خبر تھے۔ لھذا جب اس مسئلہ کو اپنی بیٹی کے سامنے بیان کیا تو ام کلثوم نے کہا کہ کل صبح آپ ۔۔۔کو مسجد میں بھیج دیجئے۔

حضرت علی (ع) نے فرمایا: قضائے الٰھی سے فرار نھیں کیا جا سکتا۔ پھر آپنے کمر کے پٹکے کو کس کمر باندھا اور اس شعر کو گنگناتیھوئے مسجد کی طرف روانہ ہوگئے۔

" اپنی کمر کو موت کے لئے کس لو، اس لئے کہ موت تم سے ملاقات کرے گی۔

اور جب موت تمھاری تلاش میں آئے تو موت کے ڈر سے نالہ و فریاد نہ کرو"۔

حضرت علی (ع) سجدہ میں تھے کہ ابن ملجم نے آپ کے فرق مبارک پر تلوار کا وار کیا۔ آپ کے سر سے خون جاری ہوا آپ کی داڑھی اور محراب خون سے رنگین ہوگئ۔ اس حالت میں حضرت علی (ع) نے فرمایا: "فزت و رب الکعبہ "کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ پھر سورہ طه کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"ھم نے تم کو خاک سے پیدا کیا ہے اور اسی خاک میں واپس پلٹا دیں گے اور پھر اسی خاک تمھیں دوبارہ اٹھائیں گے"۔

حضرت علی (ع) اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی لوگوں کی اصلاح و سعادت کی طرف متوجہ تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹوں، عزیزوں اور تمام مسلمانوں سے اس طرح وصیت فرمائی:

" میں تمہیں پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ تم اپنے تمام امور کو منظم کرو اور ہمیشہ مسلمانوں کے درمیان اصلاح کی فکر کرتے رہو۔ یتیموں کو فراموش نہ کرو۔ پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرو۔ قرآن کو اپنا عملی نصاب قرار دو ،نماز کی بہت زیادہ قدر کرو، کیوں کہ یہ تمھارے دین کا ستون ہے"۔

آپ کے رحم وکرم اور مساوات پسندی کا عالم یہ تھا کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کرکے آپ کے سامنے لایا گیا، اورآپ نے دیکھا کہ اس کاچہرہ زرد ہے اور انکھوں سے انسو جاری ہیں، تو آپ کو اس پر بھی رحم اگیا۔ آپنے اپنے دونوں بیٹوں امام حسن علیہ السّلام و امام حسین علیہ السّلام کو ہدایت فرمائی کہ یہ ہمارا قیدی ہے اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا، جو کچھ خود کھانا وہ اسے کھلانا، اگر میں صحتیاب ہو گیا تو مجھے اختیار ہے کہ چاہے اسے سزا دوں یا معاف کردوں اور اگر میں دنیا میں نہ رہا اور آپ نے اس سے انتقام

لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضربت لگانا کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضربت لگائی ہے ۔ اور ہرگز اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کرنا کیوں کہ یہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

حضرت علی علیہ السّلام دو روز تک بستر بیماری پر کرب و بیچینی کے ساتھ کروٹیں بدلتے رہے۔ اخر کار زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور ۲۱ رمضان کو نمازِ صبح کے وقت آپ کی روح جسم سے پرواز کر گئ. حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السّلام نے تجہیزو تکفین کے بعد آپ کے جسم اطہر کو نجف میں دفن کر دیا۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

نام، القاب و کنیت

نام فاطمہ اور مشہور لقب زہرا ، سیدۃ النساء العلمین ، راضیۃ ، مرضیۃ ، شافعۃ ، صدیقہ ، طاھرہ ، زکیہ ، خیر النساء اور بتول ہیں ۔ اورآپ کی مشہور کنیت ام الآئمۃ ، ام الحسنین ، ام السبطین اور امِ ابیہا ہے ۔ ان تمام کنیتوں میں سب سے زیادہ حیرت انگیز ام ابیھا ہے ، یعنی اپنے باپ کی ماں ، یہ لقب اس بات کا ترجمان ہے کہ آپ اپنے والد بزرگوار کو بے حد چاھتی تھیں اور کمسنی کے باوجود اپنے بابا کی روحی اور معنوی پناہ گاہ تھیں ۔

پیغمبر اسلام (ص) نے آپ کو ام ابیھا کا لقب اس لئے دیا ۔ کیونکہ عربی میں اس لفظ کے معنی ، ماں کے علاوہ اصل اور مبداء کے بھی ہیں یعنی جڑ اور بنیاد ۔ لھذا اس لقب (ام ابیھا) کا ایک مطلب نبوت اور ولایت کی بنیاد اور مبدا بھی ہے ۔ کیونکر یہ آپ ہی کا وجود تھا ، جس کی برکت سے شجرہ امامت اور ولایت نے رشد پایا ، جس نے نبوت کو نابودی اور نبی خدا کو ابتریت کے طعنہ سے بچایا ۔

والدین

آآپ کیوالد ماجد ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفی (ص) اور والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ بنت خولدہیں ۔ ہم اس باپ کی تعریف میں کیا لکھیں ، جو ختم المرسلین ، حبیب خدا اور منجی بشریت ہو ؟ کیا لکھیں اس باپ کی تعریف میں جسکیتمام اوصاف و کمالات لکھنے سے قلم عاجز ہو؟ فصحاء وبلغاء عالم ، جس کے محاسن کی توصیف سے ششدر ہوں ؟ اور آپ کی والدہ ماجدہ ، جناب خدیجہ بنت خویلد جو قبل از اسلام قریش کی سب سیزیادہ با عفت اور نیک خاتون تھیں ۔ وہ عالم اسلام کی سب سے پھلی خاتون تھیں ، جو خورشید اسلام کے طلوع کے بعد حضرت محمد مصطفی (ص) پر ایمان لائیں اور اپنا تمام مال دنیا اسلام کو پروان چڑھانے کیلیۓ اپنے شوھر کے اختیار میں دے دیا ۔ تاریخ اسلام ، حضرت خدیجہ (س) کی پیغمبر اسلام (ص) کے ساتھ وفاداری اور جان و مال کی فداکاری کو ہر گز نھیں بھلا سکتی ۔ جیسا کہ خود پیغمبر اسلام (ص) کے کردار سے ظاھر ہوتا ہے کہ جب تک آپ زندہ تھیں کوئی دوسری شادی نھیں کی اور ہمیشہ آپ کی عظمت کا قصیدہ پڑھا ، عائشہ زوجہ پیغمبر (ص) فرماتی ہیں :

ازواج رسول (ص) میں کوئی بھی حضرت خدیجہ کے مقام و احترام تک نھیں پھونچ پایٔ ۔ پیغمبر اسلام (ص) ہمیشہ انکا ذکر خیر کیا کرتے تھے اور اتنا احترام کہ گویا ازواج میں سے کوئی بھی ان جیسی نھیں تھی ۔

پھر عائشہ کھتی ہیں : میں نیایک دن پیغمبر اسلام (ص) سے کہا : وہ محض ایک .بیوہ عورت تھیں ،تو یہ سن کر پیغمبر اسلام (ص) اس قدر ناراض ہوئے کہ آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور پھر فرمایا : خدا کی قسم میرے لئے خدیجہ سے بھتر کوئی نھیں تھا ۔

جب سب لوگ کافر تھے تو وہ مجھ پر ایمان لائیں ، جب سب لوگ مجھ سے رخ پھیر چکے تھے تو انہون نے اپنی ساری دولت میرے حوالے کر دی ۔ خدا نے مجھے اس سے ایک ایسی بیٹی عطا کی کہ جو تقویٰ ، عفت و طھارت کا نمونہ ہے ۔

پھر عائشہ کہتی ہیں : میں یہ بات کہہ کر بہت ارمندہ ہوئی اور میں نے پیغمبر اسلام (ص) سے عرض کیا : اس بات سے میرا کوئی غلط مقصد نھیں تھا ۔

حضرت فاطمہ زہراء (س) ایسی والدہ اور والد کی آغوش پروردہ ہیں ۔

ولادت

حضرت فاطمہ زھرا (ع) کیتاریخ ولادت کے سلسلہ میں علماء اسلام کے درمیان اختیاف ہے۔ لیکن اہج بیت عصمت و طہارت کی روایات کی بنیادپر آپ کی ولادت بعثت کے پانچویں سال ۲۰ جمادی الثانی، بروز جمعہ مکہ معظمہ میں ہوئ ۔

بچپن اور تربیت

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پانچ برس تک اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃالکبری کے زیر سایہ رہیں اور جب بعثت کے دسویں برس خدیجۃ الکبریٰ علیہا السّلامکا انتقال ہو گیا ماں کی اغوش سے جدائی کے بعد، ان کا گہوارہ تربیت صرف باپ کا سایہ رحمت تھا اور پیغمبر اسلام کی اخلاقی تربیت کا افتاب تھا جس کی شعاعیں براہِ راست اس بے نظیر گوہر کی اب وتاب میں اضافہ کررہی تھیں .

جناب سیّدہ سلام اللہ علیہاک و اپنے بچپن میں بہت سے ناگوار حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ پانچ سال کے سن میں سر سے ماں کا سایہ اٹھ گیا۔ اب باپ کے زیر سایہ زندگی شروع ہوئ تو اسلام کے دشمنوں کی طرف سے رسول کو دی جانے والی اذیتین سامنے تھیں کبھی اپنے بابا کے جسم مبارک کو پتھرون سے لہو لہان دیکھتیں تو کبھی سنتی کے مشرکوں نے بابا کے س پر کوڑا ڈال دیا۔ کبھی سنتیں کہ دشمن بابا کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں ۔ مگر اس کم سنی کے عالم میں بھی سیّدہ عالم نہ ڈریں نہ سہمیں نہ گھبرائیں بلکہ اس ننھی سی عمر میں اپنے بزرگ مرتبہ باپ کی مدد گار بنی رہیں

حضرت فاطمہ (س) کی شادی .

یہ بات شروع سے ہی سب پر عیاں تھی کہ علی (ع) کے علاوہ کوئی دوسرا دختر رسول (ص) کا کفو و ہمتا نھیں ہے ۔ اس کے باوجود بھی بہت سے ایسے لوگ، جو اپنے آپ کو پیغمبر (ص) سے نزدیک سمجھتے تھے اپنے دلوں میں دختر رسول (ص) سے شادی کی امید لگائے بیٹھے تھے ۔

مورخین نے لکھا ہے : جب سب لوگوں نے قسمت آزمائی کر لی تو حضرت علی (ع) سے کہنا شروع کر دیا : اے علی (ع) آپ دختر پیغمبر (ص) سے شادی کے لئے نسبت کیوں نہیں دیتے ۔ حضرت علی (ع) فرماتے تھے : میرے پاس ایسا کچھ بھی نھیں ہے جس کی بنا پر میں اس راہ میں قدم بڑھاؤں ۔ وہ لوگ کہتے تھے : پیغمبر (ص) تم سے کچھ نہیں مانگیں گے ۔

آخر کار حضرت علی (ع) نے اس پیغام کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کیا ۔ اور ایک دن رسول اکرم (ص) کے بیت الشرف میں تشریف لے گئے لیکن شرم و حیا کی وجہ سے آپ اپنا مقصد ظاھر نہیں کر پا رہے تھے ۔

مورخین لکھتے ہیں کہ :آپ اسی طرح دو تین مرتبہ رسول اکرم (ص) کے گھر گئے لیکن اپنی بات نہ کہہ سکے۔ آخر کار تیسری مرتبہ پیغمبر اکرم (ص) نے پوچھ ہی لیا : اے علی کیا کوئی کام ہے ؟

حضرت امیر (ع) نے جواب دیا : جی ، رسول اکرم (ص) نے فرمایا : شاید زھراء سے شادی کی نسبت لے کر آئے ہو ؟ حضرت علی (ع) نے جواب دیا، جی۔ چونکہ مشیت الٰھی بھی یہی چاہ رہی تھی کہ یہ عظیم رشتہ برقرار ہو لھذا حضرت علی (ع) کے آنے سے پہلیہی رسول اکرم (ص) کو وحی کے ذریعہ اس بات سے آگاہ کیا جا چکا تھا ۔ بہتر تھا کہ پیغمبر (ص) اس نسبت کا تذکرہ زھراء سے بھی کرتے لھذا آپ نے اپنی صاحب زادی سے فرمایا : آپ ، علی (ع) کو بہت اچھی طرح جانتیں ہیں ، وہ مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں ، علی (ع) اسلام سابق خدمت گذاروں اور با فضیلت افراد میں سے ہیں ، میں نے خدا سے یہ چاہا تھا کہ وہ تمھارے لئے بھترین شوھر کا انتخاب کرے ۔

اور خدا نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں آپ کی شادی علی (ع) سے کر دوں آپ کی کیا رائے ہے ؟

حضرت زھراء (س) خاموش رہیں ، پیغمبر اسلام (ص) نے آپ کی خاموشی کو آپ کی رضا مندی سمجھا اور خوشی کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے وھاں سے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ پھر حضرت امیر (ع) کو شادی کی بشارت دی۔ حضرت فاطمہ زھرا (س) کا مھر ۴۰ مثقال چاندی قرار پایا اور اصحاب کے ایک مجمع میں خطبہ نکاح پڑھا دیا گیا ۔قابل غور بات یہ ہے کہ شادی کے وقت حضرت علی (ع) کے پاس ایک تلوار ، ایک ذرہ اور پانی بھرنے کے لئے ایک اونٹ کے علاوہ کچہ بھی نہیں تھا ، پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا : تلوار کو جھاد کے لئے رکھو ، اونٹ کو سفر اور پانی بھرنے کے لئے رکھو لیکن اپنی زرہ کو بیچ ڈالو تا کہ شادی کے وسائل خرید سکو ۔ رسول اکرم (ص) نے جناب سلمان فارسی سے کھا : اس زرہ کو بیچ دو جناب سلمان نے اس زرہ کو پانچ سو درہم میں بیچا ۔ پھر ایک بھیڑ ذبح کی گئ اور اس شادی کا ولیمہ ہوا ۔ جھیز کا وہ سامان جو دختر رسول اکرم (ص) کے گھر لایا گیا تھا ، اس میں چودہ چیزیں تھی ۔

شھزادی عالم، زوجہ علی (ع)، فاطمہ زھراء (ع) کا بس یہی مختصر سا جہیز تھا۔ رسول اکرم (ص) اپنے چند با وفا مھاجر اور انصار اصحاب کے ساتھ اس شادی کے جشن میں شریک تھے۔ تکبیروں اور تہلیوں کی آوازوں سے مدینہ کی گلیوں اور کوچوں میں ایک خاص روحانیت پیدا ہو گئی تھی اور دلوں میں سرور و مسرت کی لہریں موج زن تھیں۔ پیغمبر اسلام (ص) اپنی صاحب زادی کا ہاتھ حضرت علی (ع) کے ہاتھوں میں دے کر اس مبارک جوڑے کے حق میں دعا کی اور انھیں خدا کے حوالے کر دیا۔ اس طرح کائنات کے سب سے بہتر جوڑے کی شادی کے مراسم نہایت سادگی سے انجام پائے۔

حضرت فاطمہ (س) کا اخلاق و کردار

حضرت فاطمہ زھرا اپنی والدہ گرامی حضرت خدیجہ کی والا صفات کا واضح نمونہ تھیں جو دو سخا، اعلیٰ فکری اور نیکی میں اپنی والدہ کی وارث اور ملکوتی صفات و اخلاق میں اپنے پدر بزرگوار کی جانشین تھیں۔ وہ اپنے شوھر حضرت علی (ع) کے لئے ایک دلسوز، مھربان اور فدا کار زوجہ تھیں۔ آپ کے قلب مبارک میں اللہ کی عبادت اور پیغمبر کی محبت کے علاوہ اور کوئی تیسرا نقش نہ تھا۔ زمانہ جاھلیت کی بت پرستی سے آپ کو سوں دور تھیں۔ آپ نیشادی سے پہلے کی ۹ سال کی زندگی کے پانچ سال اپنی والدہ اور والد بزرگوار کے ساتھ اور ۴ سال اپنے بابا کے زیر سایہ بسر کئے اور شادی کے بعد کے دوسرے نو سال اپنے شوھر بزرگوار علی مرتضیٰ (ع) کے شانہ بہ شانہ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت، اجتماعی خدمات اور خانہ داری میں گذارے۔ آپ کا وقت بچوں کی تربیت گھر کی صفائی اور ذکر و عبادت خدا میں گذرتا تھا۔ فاطمہ (س) اس خاتون کا نام ہے جس نے اسلام کے مکتب تربیت میں پرورش پائی تھی اور ایمان و تقویٰ آپ کے وجود کے ذرات میں گھل مل چکا تھا۔

فاطمہ زھرا (س) نے اپنے ماں باپ کی آغوش میں تربیت پائی اور معارف و علوم الٰھی کو، سرچشمہ نبوت سے کسب کیا۔ انہوں نے جو کچھ بھی ازدواجی زندگی سے پہلے سیکھا تھا اسے شادی کے بعد اپنے شوھر کے گھر میں عملی جامہ پھنایا۔ وہ ایک ایسی مسن و سمجھدار خاتون کی طرح جس نے زندگی کے تمام مراحل طے کر لئے ہوں اپنے گھر کے امور اور تربیت اولاد سے متعلق مسائل پر توجہ دیتی تھیں اور جو کچھ گھر سے باہر ہوتا تھا اس سے بھی باخبر رہتی تھیں اور اپنے اور اپنے شوھر کے حق کا دفاع کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہ (س) کا نظام عمل

حضرت فاطمہ زہرا نے شادی کے بعد جس نظام زندگی کا نمونہ پیش کیا وہ طبقہ نسواں کے لئے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ گھر کا تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ جھاڑو دینا، کھانا پکانا، چرخہ چلانا، چکی پیسنا اور بچوں کی تربیت کرنا۔ یہ سب کام اور ایک اکیلی سیدہ لیکن نہ تو کبھی تیوریوں پر بل پڑے اور نہ کبھی اپنے شوہر حضرت علی علیہ السّلام سے اپنے لیے کسی مددگار یا خادمہ کے

انتظام کی فرمائش کی۔ ایک مرتبہ اپنے پدر بزرگوار حضرت رسولِ خدا سے ایک کنیز عطا کرنے کی خواہش کی تو رسول نے بجائے کنیز عطا کرنے کے وہ تسبیح تعلیم فرمائی جو تسبیح فاطمہ زہرا کے نام سے مشہور ہے. ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، ۳۳ مرتبہ الحمد اللہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ حضرت فاطمہ اس تسبیح کی تعلیم سے اتنی خوش ہوئی کہ کنیز کی خواہش ترک کردی۔ بعد میں رسول نے بلاطلب ایک کنیز عطا فرمائی جو فضہ کے نام سے مشہور ہے۔ جناب سیدہ اپنی کنیز فضہ کے ساتھ کنیز جیسا برتاؤ نہیں کرتی تھیں بلکہ اس سے ایک برابر کے دوست جیسا سلوک کرتی تھیں. وہ ایک دن گھر کا کام خود کرتیں اور ایک مدن فضہ سے کراتیں ۔ اسلام کی تعلیم یقیناً یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں زندگی کے جہاد میں مشترک طور پر حصہ لیں اور کام کریں. بیکار نہ بیٹھیں مگر ان دونوں میں صنف کے اختلاف کے لحاظ سے تقسیم ُعمل ہے. اس تقسیم کار کو علی علیہ السّلام اور فاطمہ نے مکمل طریقہ پر دُنیا کے سامنے پیش کردیا۔ گھر سے باہر کے تمام کام اور اپنی قوت ُبازو سے اپنے اور اپنے گھر والوں کی زندگی کے حرچ کا سامان مہیا کرنا علی علیہ السّلام کے ذمہ تھے اور گھر کے اندر کے تمام کام حضرت فاطمہ زہرا انجام دیتی تھیں ۔

حضرت زہرا سلام اللہ کا پردہ

سیدہ عالم نہ صرف اپنی سیرت زندگی بلکہ اقوال سے بھی خواتین کے لیے پردہ کی اہمیت پر بہت زور دیتی تھیں. آپ کا مکان مسجدِ رسولِ سے بالکل متصل تھا۔ لیکن آپ کبھی برقع وچادر میں نہاں ہو کر بھی اپنے والدِ بزرگوار کے پیچھے نماز جماعت پڑھنے یا اپ کا وعظ سننے کے لیے مسجد میں تشریف نہیں لائیں بلکہ اپنے فرزند امام حسن علیہ السّلام سے جب وہ مسجد سے واپس جاتے تھے اکثر رسول کے خطبے کے مضامین سن لیا کرتی تھیں. ایک مرتبہ پیغمبر نے منبر پر یہ سوال پیش کردیا کہ عورت کے لیے سب سے بہتر کیا چیز ہے یہ بات سیدہ کو معلوم ہوئ تو آپ نے جواب دیا عورت کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ نہ اس کی نظر کسی غیر مرد پر پڑے اور نہ کسی غیر مرد کی نظر اس پر پڑے. رسول کے سامنے یہ جواب پیش ہوا تو حضرت نے فرمایا. "کیوں نہ ہو فاطمہ میرا ہی ایک ٹکڑا ہے۔"

حضرت زہرا (س) اور جہاد

اسلام میں عورتوں کا جہاد، مردوں کے جہاد سے مختلف ہے۔ لٰہذا حضرت فاطمہ زہرا نے کبھی میدانِ جنگ میں قدم نہیں رکھا۔ لیکن جب کبھی پیغمبر میدان جنگ سے زخمی ہو کر پلٹتے تو سیدہ عالم ان کے زخموں کو دھوتیں تھیں. اور جب علی علیہ السّلام خون آلود تلوار لے کر آتے تو فاطمہ اسے دھو کر پاک کرتی تھیں ۔ وہ اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ ان کا جہاد یہی ہے جسے وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں رہ کے کرتی ہیں. ہاں صرف ایک موقع پر حضرت زہرا نصرت اسلام کے لئے گھر سے باہر آئیں اور وہ تھا مباہلے کا

موقع۔ کیوں کہ یہ ایک پر امن مقابلہ تھا اور اس میں صرف روحانی فتح کا سوال تھا۔ یعنی صرف مباہلہ کا میدان ایسا تھا جہاں سیدہ عالم خدا کے حکم سے برقع وچادر میں نہاں ہو کر اپنے باپ اور شوہر کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں جس کا واقعہ یہ تھا کہ یمن سے عیسائ علماء کا ایک وفد رسول کے پاس بحث ومباحثہ کے لیے ایا اور کئ دن تک ان سے بحث ہوتی رہی جس سے حقیقت ان پر روشن تو ہوگئ مگر سخن پروری کی بنا پر وہ قائل نہ ہونا تھے نہ ہوئے. اس وقت قران کی یہ ایت نازل ہوئ کہ اے رسول اتنے سچے دلائل کے بعد بھی یہ نہیں مانتے تو ان سے کہو کہ پھر جاؤ »ہم اپنے بیٹوں کو لائیں تم اپنے بیٹوں کو لاو، ہم اپنی عورتوں کو لائیں تم اپنی عورتوں کولاو، ہم اپنے نفسوں کو لائیں تم اپنے نفسوں کو اور اللہ کی طرف رجوع کریں اور اور جھوٹوں کے لیے اللہ کی لعنت یعنی عذاب کی بددعا کریں.« عیسائی علماء پہلے تو اس کے لیے تیار ہوگئے مگر جب رسول اللہ اس شان سے تشریف لے گئے کہ حسن علیہ السّلام اور حسین علیہ السّلام جیسے بیٹے فاطمہ زہرا جیسی خاتون اور علی علیہ السّلام جیسے نفس ان کے ساتھ تھے تو عیسائیوں نے مباہلہ سے انکار کردیا اور مخصوص شرائط پر صلح کرکے واپس ہو گئے.

فاطمہ زہرا (س) اور پیغمبر اسلام

حضرت فاطمہ زہرا (س) کے اوصاف وکمالات اتنے بلند تھے کہ ان کی بنا پر رسول (ص) فاطمہ زہرا (س) سے محبت بھی کرتے تھے اور عزت بھی۔ محبت کا ایک نمونہ یہ ہے کہ جب آپ کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے تھے تو سب سے اخر میں فاطمہ زہرا سے رخصت ہونیتھے اور جب واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے فاطمہ زہرا سے ملنے کے لئے جاتے تھے.

اور عزت و احترام کانمونہ یہ ہے کہ جب فاطمہ(س) ان کے پاس اتی تھیں تو اپ تعظیم کو کھڑے ہوجاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے. رسول کا یہ برتاؤ فاطمہ زہرا کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ نہ تھا.

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیغمبر (ص) کی نظر میں

سیدہ عالم کی فضیلت میں پیغمبر کی اتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ جتنی حضرت علی علیہ السّلام کے سوا کسی دوسری شخصیت کے لیے نہیں ملتیں.

ان میں سے اکثر علماء اسلام میں متفقہ حیثیت رکھتی ہیں. مثلاً "اپ بہشت میں جانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔

ۛ ایمان لانے والی عوتوں کی سردار ہیں„ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں.„ »اپ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اپ کی ناراضگی سیااللہ ناراض ہوتا ہے„ »جس نے اپ کو ایذادی اس نے رسول کو ایذا دی„ اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں جو معتبر کتابوں میں درج ہیں.

فاطمہ زہرا (س) پر پڑنے والی مصیبتیں

افسوس ہے کہ وہ فاطمہ (س) جن کی تعظیم کو رسول کھڑے ہوجاتے تھے بعدِ رسول اہل زمانہ کا رخ ان کی طرف سے پھر گیا۔ ان پر طرہ طرہ کے ظلم ہونے لگے ۔ علی علیہ السّلام سے خلافت چھین لی گئ۔پھر اپ سے بیعت کا سوال بھی کیا جانے لگا اور صرف سوال ہی پر اکتفا نہیں بلکہ جبر وتشدّد سے کام لیا جانے لگا. انتہا یہ کہ سیّدہ عالم کے گھر پر لکڑیاں جمع کردیں گئیں اور آگ لگائی جانے لگی . اس وقتآپ کو وہ جسمانی صدمہ پہنچا، جسے آپ برداشت نہ کر سکیں اور وہی آپ کی وفات کا سبب بنا۔ ان صدموں اور مصیبتوں کا اندازہ سیّدہ عالم کی زبان پر جاری ہونے والے اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے کہ

صُبَّت عليَّ مصائبُ لواَنها صبّت على الايّام صرن لياليا

یعنی مجھ پر اتنی مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ دِنوں پر پڑتیں تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتے۔

سیدہ عالم کو جو جسمانی وروحانی صدمے پہنچے ان میں سے ایک، فدک کی جائداد کا چھن جانا بھی ہے جو رسول نے سیدہ عالم کو مرحمت فرمائی تھی۔ جائیداد کا چلاجانا سیدہ کے لئے اتنا تکلیف دہ نہ تھا جتنا صدمہ اپ کو حکومت کی طرف سے آپ کے دعوے کو جھٹلانے کا ہوا. یہ وہ صدمہ تھا جس کا اثر سیّدہ کے دل میں مرتے دم تکباقی رہا .

حضرت فاطمہ زہرا (س) کی وصیتیں

حضرت فاطمہ زہرا (س) نے خواتین کے لیے پردے کی اہمیت کو اس وقت بھی ظاہر کیا جب اپ دنیا سے رخصت ہونے والی تھیں. اس طرح کہ اپ ایک دن غیر معمولی طور فکر مند نظر ائیں. اپ کی چچی (جعفر طیار (رض) کی بیوہ) اسماء بنتِ عمیس نے سبب دریافت کیاتو آپ نے فرمایا کہ مجھے جنازہ کے اٹھانے کا یہ دستور اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ عورت کی میّت کو بھی تختہ پر اٹھایا جاتا ہے جس سے اس کاقدوقامت نظر اتا ہے. اسما (رض) نے کہا کہ میں نے ملک حبشہ میں ایک طریقہ جنازہ اٹھانے کا دیکھا ہے وہ غالباً اپ کو پسند ہو. اسکے بعد انھوں نے تابوت کی ایک شکل بناکر دکھائی اس پر سیّدہ عالم بہت خوش ہوئیں

اور پیغمبر کے بعد صرف ایک موقع ایسا تھا کہ اپ کے لبوں پر مسکراہٹ ائگئی چناچہ اپ نے وصیّت فرمائی کہ اپ کو اسی طرح کے تابوت میں اٹھایا جائے. مورخین تصریح کرتے ہیں کہ سب سے پہلی لاش جو تابوت میں اٹھی ہے وہ حضرت فاطمہ زہرا کی تھی۔ اسکے علاوہ اپ نے یہ وصیت بھی فرمائی تھی کہ اپ کا جنازہ شبکی تاریکی میں اٹھایا جائے اور ان لوگوں کو اطلاع نہ دی جائے جن کے طرزِ عمل نے میریدل میں زخم پیدا کر دئے ہیں ۔ سیدہ ان لوگوں سے انتہائی ناراضگی کے عالم میں اپ اس دنیا سے رخصت ہوئیں ۔

شہادت

سیدہ عالم نے اپنے والد بزرگوار رسولِ خدا کی وفات کے ۳ مہینہ بعد تیسری جمادی الثانی سن ۱۱ ہجری قمری میں وفات پائی. اپ کی وصیّت کے مطابق اپ کا جنازہ رات کو اٹھایا گیا. حضرت علی علیہ السّلام نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا. صرف بنی ہاشم اور سلیمان فارسی (رض)، مقداد(رض) و عمار(رض) جیسے مخلص و وفادار اصحاب کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ کر خاموشی کے ساتھ دفن کردیا. اپ کے دفن کی اطلاع بھی عام طور پر سب لوگوں کو نہیں ہوئی، جس کی بنا پر یہ اختلاف رہ گیا کہ اپ جنت البقیع میں دفن ہیں یا اپنے ہی مکان میں جو بعد میں مسجدرسول کا جزوبن گیا۔ جنت البقیع میں جو آپ کا روضہ تھا وہ بھی باقی نہیں رہا۔ اس مبارک روضہ کو ۸ شوال سن ۱۳۴۴ ھجری قمری میں ابن سعود لعنتی نے دوسرے مقابر اہلبیت علیہ السّلام کے ساتھ منہدم کرادیا۔

اولاد

حضرت فاطمہ زہرا (س) کو اللہ نے پانچ اولاد عطا فرمائ جن میں سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں ۔ شادی کے بعد حضرت فاطمہ زہرا صرف نو برس زندہ رہیں ۔ اس نو برس میں شادی کے دوسرے سال حضرت امام حسن علیہ السّلام پیدا ہوئے اور تیسرے سال حضرت امام حسین علیہ السّلام. پھر غالباً پانچویں سال حضرت زینب اور ساتویں سال حضرت اِم کلثوم ۔ نویں سال جناب محسن علیہ السلام بطن میں تھے جبھی وہ ناگوار مصائب پیش ائے جن کے سبب سے وہ دنیا میں تشریف نہ لا سکے اور بطن مادر میں ہی شہید ہو گئے۔ اس جسمانی صدمہ سے حضرت سیّدہ بھی جانبر نہ ہوسکیں. لہذا وفات کے وقت آپ نے دو صاحبزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السّلام اور دوصاحبزادیوں زینب کبری و اِم کلثوم کو چھوڑا جو اپنے اوصاف کے لحاظ سے طبقہ خواتین میں اپنی ماں کی سچی جانشین ثابت ہوئیں.

حضرت امام حسن علیہ السلام

آپ کی ولادت

آپ ۱۵ / رمضان ۳ ہجری کی شب کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ولادت سے قبل ام الفضل نے خواب میں دیکھا کہ رسول اکرم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں آپہنچا ہے خواب رسول کریم سے بیان کیا آپ نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی پرورش تم کروگی مورخین کا کہنا ہے کہ رسول کے گھر میں آپ کی پیدائش اپنی نوعیت کی پہلی خوشی تھی آپ کی ولادت نے رسول کے دامن سے مقطوع النسل ہونے کا دھبہ صاف کردیا اور دنیا کے سامنے سورئہ کوثر کی ایک عملی اور بنیادی تفسیر پیش کردی۔

آپ کا نام نامی

ولادت کے بعد اسم گرامی حمزہ تجویز ہورہا تھا لیکن سرورکائنات نے بحکم خدا، موسی کے وزیر ہارون کے فرزندوں کے شبر و شبیر نام پر آپ کا نام حسن اور بعد میں آپ کے بھائی کا نام حسین رکھا، بحار الانوار میں ہے کہ امام حسن کی پیدائش کے بعد جبرئیل امین نے سرورکائنات کی خدمت میں ایک سفید ریشمی رومال پیش کیا جس پر حسن لکھا ہوا تھا ماہر علم النسب علامہ ابوالحسین کا کہنا ہے کہ خداوندعالم نے فاطمہ کے دونوں شاہزادوں کا نام انظار عالم سے پوشیدہ رکھا تھا یعنی ان سے پہلے حسن و حسین نام سے کوئی موسوم نہیں ہوا تھا۔ کتاب اعلام الوری کے مطابق یہ نام بھی لوح محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا تھا۔

زبان رسالت دہن امامت میں

علل الشرائع میں ہے کہ جب امام حسن کی ولادت ہوئی اور آپ سرورکائنات کی خدمت میں لائے گئے تو رسول کریم بے انتہا خوش ہوئے اور ان کے دہن مبارک میں اپنی زبان اقدس دیدی بحار الانور میں ہے کہ آنحضرت نے نوزائیدہ بچے کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور داہنے کان میں اذن میں اور بائیں کان میں اقامت فرمانے کے بعد اپنی زبان ان کے منہ میں دیدی، امام حسن اسے چوسنے لگے اس کے بعد آپ نے دعا کی خدایا اس کو اور اس کی اولاد کو اپنی پناہ میں رکھنا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ امام حسن کو لعاب دہن رسول کم اور امام حسین کو زیادہ چوسنے کا موقع دستیاب ہوا تھا اسی لیے امامت نسل حسین میں مستقر ہوگئی۔

آپ کا عقیقہ

آپ کی ولادت کے ساتویں دن سرکارکائنات نے خوداپنے دست مبارک سے عقیقہ فرمایااوربالوں کومنڈواکراس کے ہم وزن چاندی تصدق کی (اسدالغابۃ جلد۳ ص ۱۳)۔

علامہ کمال الدین کابیان ہے کہ عقیقہ کے سلسلے میں دنبہ ذبح کیا گیاتھا (مطالب السؤل ص ۲۲۰) کافی کلینی میں ہے کہ سرورکائنات نے عقیقہ کے وقت جودعاپڑھی تھی اس میں یہ عبارت بھی تھی "اللھم عظمہابعظمہ، لحمہابلحمہ دمہابدمہ وشعرہابشعرہ اللھم اجعلہا وقاء لمحمد والہ" خدایااس کی ہڈی مولودکی ہڈی کے عوض، اس کاگوشت اس کے گوشت کے عوض، اس کاخون اس کے خون کے عوض، اس کابال اس کے بال کے عوض قراردے اوراسے محمدوآل محمد کے لیے ہربلاسے نجات کاذریعہ بنادے۔

امام شافعی کاکہناہے کہ آنحضرت نے امام حسن کاعقیقہ کرکے اس کے سنت ہونے کی دائمی بنیادڈل دی (مطالب السؤل ص ۲۲۰)۔

بعض معاصرین نے لکھاہے کہ آنحضرت نے آپ کاختنہ بھی کرایاتھا لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ امامت کی شان سے مختون پیداہونا بھی ہے۔

کنیت والقاب

آپ کی کنیت صرف ابومحمدتھی اورآپ کے القاب بہت کثیرہیں: جن میں طیب، تقی، سبط اورسیدزیادہ مشہورہیں، محمدبن طلحہ شافعی کابیان ہے کہ آپ کا"سید" لقب خودسرورکائنات کاعطاکردہ ہے (مطالب السؤل ص ۲۲۱)۔

زیارت عاشورہ سے معلوم ہوتاہے کہ آپ کالقب ناصح اوراین بھی تھا۔

امام حسن پیغمبراسلام کی نظرمیں

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امام حسن اسلام پیغمبراسلام کے نواسے تھے لیکن قرآن نے انہیں فرزندرسول کادرجہ دیاہے اوراپنے دامن میں جابجاآپ کے تذکرہ کوجگہ دی ہے خودسرورکائنات نے بے شماراحادیث آپ کے متعلق ارشادفرمائی ہیں:

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے ارشادفرمایاکہ میں حسنین کودوست رکھتاہوں اورجوانہیں دوست رکھے اسے بھی قدرکی نگاہ سے دیکھتاہوں۔

ایک صحابی کابیان ہے کہ میں نے رسول کریم کواس حال میں دیکھاہے کہ وہ ایک کندھے پرامام حسن کواورایک کندھے پرامام حسین کوبٹھائے ہوئے لیے جارہے ہیں اورباری باری دونوں کامنہ چومتے جاتے ہیں ایک صحابی کابیان ہے کہ ایک دن آنحضرت

نمازپڑھ رہے تھے اور حسنین آپ کی پشت پر سوار ہو گئے کسی نے روکنا چاہاتو حضرت نے اشارہ سے منع کردیا(اصابہ جلد ۲ ص ۱۲)
۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں اس دن سے امام حسن کو بہت زیادہ دوست رکھنے لگاہوں جس دن میں نے رسول کی آغوش میں بیٹھ کرانہیں ڈاڑھی سے کھیلتے دیکھا(نورالابصار ص ۱۱۹) ۔

ایک دن سرورکائنات امام حسن کوکاندھے پرسوار کئے ہوئے کہیں لیے جارہے تھے ایک صحابی نے کہاکہ اے صاحبزادے تمہاری سواری کس قدراچھی ہے یہ سن کرآنحضرت نے فرمایایہ کہوکہ کس قدراچھا سوارہے (اسدالغابہ جلد ۳ ص ۱۵ بحوالہ ترمذی)۔

امام بخاری اورامام مسلم لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول خداامام حسن کوکندھے پربٹھائے ہوئے فرمارہے تھے خدایامیں اسے دوست رکھتاہوں توبھی اس سے محبت کر ۔

حافظ ابونعیم ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت نمازجماعت پڑھارہے تھے کہ ناگاہ امام حسن آگئے اوروہ دوڑکرپشت رسول پرسوارہوگئے یہ دیکھ کررسول کریم نے نہایت نرمی کے ساتھ سراٹھایا،اختتام نمازپرآپ سے اس کاتذکرہ کیاگیاتوفرمایایہ میرا گل امید ہے“۔”ابنی ہذا سید“ یہ میرابیٹا سیدہے اوردیکھویہ عنقریب دوبڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

امام نسائی عبداللہ ابن شدادسے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نمازعشاء پڑھانے کے لیے آنحضرت تشریف لائے آپ کی آغوش میں امام حسن تھے آنحضرت نمازمیں مشغول ہوگئے ، جب سجدہ میں گئے تواتناطول دیاکہ میں یہ سمجھنے لگاکہ شاید آپ پروحی نازل ہونے لگی ہے اختتام نمازپرآپ سے اس کاذکرکیاگیاتوفرمایاکہ میرافرزندمیری پشت پرآگیاتھا میں نے یہ نہ چاہاکہ اسے اس وقت تک پشت سے اتاروں،جب تک کہ وہ خودنہ اترجائے ، اس لیے سجدہ کوطول دیناپڑا۔

حکیم ترمذی ،نسائی اورابوداؤدنے لکھاہے کہ آنحضرت ایک دن محوخطبہ تھے کہ حسنین آگئے اورحسن کے پاؤں دامن عبامیں اس طرح الجھے کہ زمین پرگرپڑے، یہ دیکھ کرآنحضرت نے خطبہ ترک کردیااورمنبرسے اترکرانہیں آغوش میں اٹھالیااورمنبرپرتشریف لے جاکرخطبہ شروع فرمایا(مطالب السؤل ص ۲۲۳)۔

امام حسن کی سرداری جنت

آل محمدکی سرداری مسلمات سے ہے علماء اسلام کااس پراتفاق ہے کہ سرورکائنات نے ارشادفرمایاہے ”الحسن والحسین سیداشباب اہل الجنۃ وابوہماخیرمنہما“ حسن اورحسین جوانان جنت کے سردارہیں اوران کے والدبزرگواریعنی علی بن ابی طالب ان دونوں سے بہترہیں۔

جناب حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت کو ایک دن بہت زیادہ مسرور پا کر عرض کی مولا آج افراط شادمانی کی کیا وجہ ہے ارشاد فرمایا کہ مجھے آج جبرئیل نے یہ بشارت دی ہے کہ میرے دونوں فرزند حسن و حسین جوانان بہشت کے سردار ہیں اور ان کے والد علی ابن ابی طالب ان سے بھی بہتر ہیں (کنز العمال ج ۷ ص ۱۰۷، صواعق محرقہ ص ۱۱۷) اس حدیث سے اس کی بھی وضاحت ہوگئی کہ حضرت علی صرف سید ہی نہ تھے بلکہ فرزندان سیادت کے باپ تھے۔

جذبہ اسلام کی فراوانی

مؤرخین کا بیان ہے کہ ایک دن ابو سفیان حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ آنحضرت سے سفارش کر کے ایک ایسا معاہدہ لکھوا دیجئے جس کی رو سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں آپ نے فرمایا کہ آنحضرت جو کچھ کہہ چکے ہیں اب اس میں سر مو فرق نہ ہوگا اس نے امام حسن سے شفارش کی خواہش کی، آپ کی عمر اگرچہ اس وقت صرف ۱۴ ماہ کی تھی لیکن آپ نے اس وقت ایسی جرائت کا ثبوت دیا جس کا تذکرہ زبان تاریخ پر ہے لکھا ہے کہ ابو سفیان کی طلب سفارش پر آپ نے دوڑ کر اس کی ڈاڑھی پکڑلی اور ناک مروڑ کر کہا کلمہ شہادت زبان پر جاری کرو، تمہارے لیے سب کچھ ہے یہ دیکھ کر امیر المومنین مسرور ہوگئے (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۴۶)۔

امام حسن اور ترجمانی وحی

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسن کا یہ وطیرہ تھا کہ آپ انتہائی کم سنی کے عالم میں اپنے نانا پر نازل ہونے والی وحی من وعن اپنی والدہ ماجدہ کو سنادیا کرتے تھے ایک دن حضرت علی نے فرمایا کہ اے بنت رسول میرا جی چاہتا ہے کہ میں حسن کو ترجمانی وحی کرتے ہوئے خود دیکھوں، اور سنوں، سیدہ نے امام حسن کے پہنچنے کا وقت بتادیا ایک دن امیر المومنین حسن سے پہلے داخل خانہ ہوگئے اور گوشئہ خانہ میں چھپ کر بیٹھ گئے امام حسن حسب معمول تشریف لائے اور ماں کی آغوش میں بیٹھ کر وحی سنانا شروع کردی لیکن تھوڑی دیر کے بعد عرض کی "یا اماہ قد تلجلج لسانی وکل بیانی لعل سیدی یرانی" مادر گرامی آج زبان وحی ترجمان میں لکنت اور بیان مقصد میں رکاوٹ ہورہی ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میرے بزرگ محترم مجھے دیکھ رہے ہیں یہ سن کر حضرت امیر المومنین نے دوڑ کر امام حسن کو آغوش میں اٹھا لیا اور بوسہ دینے لگے (بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۱۹۳)۔

حضرت امام حسن کا بچپن میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرنا

امام بخاری رقمطراز ہیں کہ ایک دن کچھ صدقہ کی کھجوریں ائی ہوئی تھیں امام حسن اورامام حسین اس کے ڈھیر سے کھیل رہے تھے اورکھیل ہی کھیل کے طورپر امام حسن نے ایک کھجوردہن اقدس میں رکھ لی، یہ دیکھ کرآنحضرت نے فرمایا اے حسن کیا تمہیں معلوم نہیں ہے ؟ کہ ہم لوگوں پرصدقہ حرام ہے (صحیح بخاری پارہ ۶ ص ۵۲) ۔

حضرت حجۃ الاسلام شہیدثالث قاضی نوراللہ شوشتری تحریرفرماتے ہیں کہ ”امام پراگرچہ وحی نازل نہیں ہوتی لیکن اس کوالہام ہوتاہے اوروہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتاہے جس پرعلامہ ابن حجرعسقلانی کا وہ قول دلالت کرتاہے جوانہوں نے صحیح بخاری کی اس روایت کی شرح میں لکھاہے جس میں آنخضرت نے امام حسن کے شیرخوارگی کے عالم میں صدقہ کی کھجورکے منہ میں رکھ لینے پراعتراض فرمایاتھا ”کخ کخ اماتعلم ان الصدقۃ علیناحرام “ تھوکوتھو، کیاتمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگوں پرصدقہ حرام ہے اورجس شخص نے یہ خیال کیاکہ امام حسن اس وقت دودھ پیتے تھے آپ پرابھی شرعی پابندی نہ تھی آنخضرت نے ان پرکیوں اعتراض کیا اس کاجواب علامہ عسقلانی نے اپنی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں دیاہے کہ امام حسن اوردوسرے بچے برابرنہیں ہوسکتے کیونکہ ان الحسن یطالع لوح المحفوظ امام حسن شیرخوارگی کے عالم میں بھی لوح محفوظ کامطالعہ کیاکرتے تھے(احقاق الحق ص ۱۲۷) ۔

امام حسن کابچپن اورمسائل علیہ

یہ مسلمات سے ہے کہ حضرت آئمہ معصومین علیہم السلام کوعلم لدنی ہواکرتاتھا وہ دنیامیں تحصیل علم کے محتاج نہیں ہواکرتے تھےیہی وجہ ہے کہ وہ بچپن میں ہی ایسے مسائل علیہ سے واقف ہوتے تھے جن سے دنیاکے عام علماء اپنی زندگی کے آخری عمرتک بے بہرہ رہتے تھے امام حسن جوخانوادہ رسالت کی ایک فرداکمل اورسلسلہ عصمت کی ایک مستحکم کڑی تھے، کے بچپن کے حالات وواقعات دیکھے جائیں تومیرے دعوی کاثبوت مل سکے گا:

۱ ۔ مناقب ابن شہرآشوب میں بحوالہ شرح اخبارقاضی نعمان مرقوم ہے کہ ایک سائل حضرت ابوبکرکی خدمت میں آیااوراس نے سوال کیاکہ میں نے حالت احرام میں شترمرغ کے چندانڈے بھون کرکھالیے ہیں بتائیے کہ مجھ پرکفارہ واجب الاداہوا۔ سوال کاجواب چونکہ ان کے بس کانہ تھا اس لیے عرق ندامت پیشانی خلافت پرآگیا ارشادہواکہ اسے عبدالرحمن بن عوف کے پاس لے جاؤ، جوان سے سوال دھرایاتووہ بھی خاموش ہوگئے اورکہاکہ اس کاحل توامیرالمومنین کرسکتے ہیں ۔

سائل حضرت علی کی خدمت میں لایاگیاآپ نے سائل سے فرمایاکہ میردوچھوٹے بچے جوسامنے نظرآرہے ہیں ان سے دریافت کرلے سائل امام حسن کی طرف متوجہ ہوا اورمسئلہ دہرایا امام حسن نے جواب دیاکہ تونے جتنے انڈے کھائے ہیں اتنی ہی عمدہ اونٹیاں لے کرانہیں حاملہ کرا اوران سے جوبچے پیداہوں انہیں راہ خدامیں ہدیہ خانہ کعبہ کردے ۔ امیرالمومنین نے ہنس کرفرمایاکہ بیٹا جواب توبالکل صحیح ہے لیکن یہ بتاؤکہ کیاایسانہیں ہے کہ کچھ حمل ضائع ہوجاتے ہیں اورکچھ بچے مرجاتے ہیں عرض کی باباجان

بالکل درست ہے مگر ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ کچھ انڈے بھی خراب ہاور گندے نکل جاتے ہیں یہ سن کر سائل پکار اٹھا کہ ایک مرتبہ اپنے عہد میں سلیمان بن داؤد نے بھی یہی جواب دیا تھا جیسا کہ میں نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے۔

۲۔ ایک روز امیر المومنین مقام رحبہ میں تشریف فرماتے تھے اور حسنین بھی وہاں موجود تھے ناگاہ ایک شخص آکر کہنے لگا کہ میں آپ کی رعایا اور اہل بلد (شہری) ہوں حضرت نے فرمایا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نہ میری رعایا میں سے ہے اور نہ میرے شہر کا شہری ہے بلکہ تو بادشاہ روم کا فرستادہ ہے تجھے اس نے معاویہ کے پاس چند مسائل دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس نے میرے پاس بھیجدیا ہے اس نے کہا یا حضرت آپ کا ارشاد بالکل درست ہے مجھے معاویہ نے پوشیدہ طور پر آپ کے پاس بھیجا ہے اور اس کا حال خداوند عالم کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے مگر آپ بہ علم امامت سمجھ گئے، آپ نے فرمایا کہ اچھا اب ان مسائل کے جوابات ان دو بچوں میں سے کسی ایک سے پوچھ لے وہ امام حسن کی طرف متوجہ ہوا چاہتا تھا کہ سوال کرے امام حسن نے فرمایا:

اے شخص تو یہ دریافت کرنے آیا ہے کہ ۱۔ حق و باطل کتنا فاصلہ ہے ۲۔ زمین و آسمان تک کتنی مسافت ہے ۳۔ مشرق و مغرب میں کتنی دوری ہے۔

۴۔ قوس قزح کیا چز ہے ۵۔ مخنث کسے کہتے ہیں ۶۔ وہ دس چیزیں کیا ہیں جن میں سے ہر ایک کو خداوند عالم نے دوسرے سے سخت اور فائق پیدا کیا ہے۔

سن، حق و باطل میں چار انگشت کا فرق و فاصلہ ہے اکثر و بیشتر جو کچھ آنکھ سے دیکھا حق ہے اور جو کان سے سنا باطل ہے (آنکھ سے دیکھا ہوا یقینی۔ کان سے سنا ہوا محتاج تحقیق)۔

زمین اور آسمان کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ مظلوم کی آہ اور آنکھ کی روشنی پہنچ جاتی ہے۔

مشرق و مغرب میں اتنا فاصلہ ہے کہ سورج ایک دن میں طے کرلیتا ہے۔

اور قوس و قزح اصل میں قوس خدا ہے اس لئے کہ قزح شیطان کا نام ہے۔ یہ فراوانی رزق اور اہل زمین کے لیے غرق سے امان کی علامت ہے اس لئے اگر یہ خشکی میں نمودار ہوتی ہے تو بارش کے حالات میں سے سمجھی جاتی ہے اور بارش میں نکلتی ہے تو ختم باران کی علامت میں سے شمار کی جاتی ہے۔

مخنث وہ ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت اور اس کے جسم میں دونوں کے اعضاء ہوں اس کا حکم یہ ہے کہ تا حد بلوغ انتظار کریں اگر محتلم ہو تو مرد اور حائض ہو اور پستان ابھرائیں تو عورت۔

اگر اس سے مسئلہ حل نہ ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اس کے پیشاب کی دھاریں سیدھی جاتی ہیں یا نہیں اگر سیدھی جاتی ہیں تو مرد، ورنہ عورت۔

اور وہ دس چیزیں جن میں سے ایک دوسرے پر غالب وقوی ہے وہ یہ ہیں کہ خدا نے سب سے زائد سخت قوی پتھر کو پیدا کیا ہے مگر اس سے زیادہ سخت لوہا ہے جو پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے اور اس سے زائد سخت قوی آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت قوی پانی ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے اور اس سے زائد سخت وقوی ابر ہے جو پانی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتا ہے اور اس سے زائد وقوی ہوا ہے جو ابر کو اڑائے پھرتی ہے اور ہوا سے زائد سخت وقوی فرشتہ ہے جس کی ہوا محکوم ہے اور اس سے زائد سخت وقوی ملک الموت ہے جو فرشتہ بادکی بھی روح قبض کرلیں گے اور موت سے زائد سخت وقوی حکم خدا ہے جو موت کو بھی ٹال دیتا ہے۔ یہ جوابات سن کر سائل پھڑک اٹھا۔

۳۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں خون آلود چھری ہے اور اسی جگہ ایک شخص ذبح کیا ہوا پڑا ہے جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے اسے قتل کیا ہے، تو اس نے کہا ہاں، لوگ اسے جسد مقتول سمیت جناب امیر المومنین کی خدمت میں لے چلے اتنے میں ایک اور شخص دوڑتا ہوا آیا، اور کہنے لگا کہ اسے چھوڑ دو اس مقتول کا قاتل میں ہوں۔ ان لوگوں نے اسے بھی ساتھ لے لیا اور حضرت کے پاس لے گئے سارا قصہ بیان کیا آپ نے پہلے شخص سے پوچھا کہ جب تو اس کا قاتل نہیں تھا تو کیا وجہ ہے کہ اپنے کو اس کا قاتل بیان کیا، اس نے کہا یا مولا میں قصاب ہوں گوسفند ذبح کر رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی، اس طرح خون آلود چھری میں لیے ہوئے اس خرابہ میں چلا گیا وہاں دیکھا کہ یہ مقتول تازہ ذبح کیا ہوا پڑا ہے اتنے میں لوگ آگئے اور مجھے پکڑ لیا میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس وقت جبکہ قتل کے سارے قرائن موجود ہیں میرے انکار کو کون باور کرے گا میں نے اقرار کرلیا۔

پھر آپ نے دوسرے سے پوچھا کہ تو اس کا قاتل ہے اس نے کہا جی ہاں، میں ہی اسے قتل کر کے چلا گیا تھا جب دیکھا کہ ایک قصاب کی ناحق جان چلی جائے گی تو حاضر ہو گیا آپ نے فرمایا میرے فرزند حسن کو بلاؤ وہی اس مقدمہ کا فیصلہ سنائیں گے امام حسن آئے اور سارا قصہ سنا، فرمایا دونوں کو چھوڑ دو یہ قصاب بے قصور ہے اور یہ شخص اگرچہ قاتل ہے مگر اس نے ایک نفس کو قتل کیا تو دوسرے نفس (قصاب) کو بچا کر اسے حیات دی اور اسکی جان بچالی اور حکم قرآن ہے کہ "من احیاہا فکانما احیا الناس جمیعا" یعنی جس نے ایک نفس کی جان بچائی اس نے گویا تمام لوگوں کی جان بچائی لہذا اس مقتول کا خون بہا بیت المال سے دیا جائے۔

۴۔ علی ابن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شاہ روم نے جب حضرت علی کے مقابلہ میں معاویہ کی چیرہ دستیوں سے آگاہی حاصل کی تو دونوں کو لکھا کہ میرے پاس ایک ایک نمائندہ بھیج دیں حضرت علی کی طرف سے امام حسن اور معاویہ کی طرف سے یزید کی روانگی عمل میں ائی یزید نے وہاں پہنچ کر شاہ روم کی دست بوسی کی اور امام حسن نے جاتے ہی کہا کہ خدا کا شکر ہے میں یہودی، نصرانی، مجوسی وغیرہ نہیں ہوں بلکہ خالص مسلمان ہوں شاہ روم نے چند تصاویر نکالیں یزید نے کہا میں ان سے ایک کو بھی

نہیں پہنچاتا اور نہ بتاسکتا ہوں کہ یہ کن حضرات کی شکلیں ہیں امام حسن نے حضرت آدم ،نوح، ابراہیم، اسماعیل، اورشعیب ویحی کی تصویریں دیکھ کرپہچان لیں اور ایک تصویردیکھ کرآپ رونے لگے بادشاہ نے پوچھا یہ کس کی تصویر ہے فرمایا میرے جدنامدار کی ،

اس کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ وہ کون سے جاندار ہیں جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے آپ نے فرمایا اے بادشاہ وہ سات جاندار ہیں :

۱ ۔ ۲ ۔آدم وحوا ۳ ۔ دنبہ ابراہیم ۴ ناقہ صالح ۵ ۔ ابلیس ۶ ۔ موسوی اژدھا ۷ ۔ وہ کوا جس نے قابیل کی دفن ہابیل کی طرف رہبری کی ۔

بادشاہ نے یہ تبحر علمی دیکھ کرآپ کی بڑی عزت کی اورتحائف کے ساتھ واپس کیا۔

امام حسن اورتفسیرقرآن

علامہ ابن طلحہ شافعی بحوالہ تفیروسیط واحدی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عباس اورابن عمر سے ایک آیت سے متعلق ”شاہدومشہود“ کے معنی دریافت کئے ابن عباس نے شاہد سےیوم جمعہ اور مشہود سےیوم عرفہ بتایا اورابن عمرنےیوم جمعہ اوریوم النحرکہا اس کے بعدوہ شخص امام حسن کے پاس پہنچا، آپ نے شاہد سے رسول خدااور مشہود سے یوم قیامت فرمایا اوردلیل میں آیت پڑھی :

۱ ۔ ﴿ یاایھاالنبی اناارسلناک شاھداومبشرا ونذیرا ﴾ ۔اےنبی ہم نے تم کوشاہد وبشر اورنذیر بنا کر بھیجا ہے ۔

۲ ۔ ﴿ ذالک یوم مجموع له الناس وذالک یوم مشھود ﴾ ۔ قیامت کاوہ دن ہوگا جس میں تمام لوگ ایک مقام پر جمع ہوں کردیے جائیں گے ، اوریہی یوم مشہود ہے ۔ سائل نے سب کاجواب سننے کے بعدکہا”فکان قول الحسن احسن“ امام حسن کا جواب دونوں سے کہیں بہترہے (مطالب السؤل ص ۲۲۵) ۔

امام حسن کی عبادت

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام زبردست عابد، بے مثل زاہد، افضل ترین عالم تھے آپ نے جب بھی حج فرمایاپیدل فرمایا، کبھی کبھی پابرہنہ حج کے لیے جاتے تھے آپ اکثرموت، عذاب، قبر، صراط اور بعثت ونشورکویادکرکے رویاکرتے تھے جب آپ وضوکرتے تھے توآپ کے چہرہ کارنگ زردہوجایاکرتاتھا اورجب نمازکے لیے کھڑے ہوتے تھے توبیدکی مثل کانپنے لگتے تھے آپ کامعمول تھاکہ جب دروازہ مسجدپرپہنچتے توخداکومخاطب کرکے کہتے میرے پالنے والے تیرا گنہگار بندہ تیری بارگاہ میں آیا ہے

اسے رحمن ورحیم اپنے اچھائیوں کے صدقہ میں مجھ جیسے برائی کرنے والے بندہ کو معاف کردے آپ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تھے تو اس وقت تک خاموش بیٹھے رہتے تھے جب تک سورج طالع نہ ہوجائے (روضۃ الواعظین بحارالانوار)۔

آپ کا زہد

امام شافعی لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے اکثر اپنا سارا مال راہ خدا میں تقسیم کردیا ہے اور بعض مرتبہ نصف مال تقسیم فرمایا ہے وہ عظیم وپرہیزگار تھے۔

آپ کی سخاوت

مورخین لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے کچھ مانگا دست سوال دراز ہونا تھا کہ آپ نے پچاس ہزار درہم اور پانچ سو اشرفیاں دے دیں اور فرمایا کہ مزدور لاکر اسے اٹھوا لے جا اس کے بعد آپ نے مزدور کی مزدوری میں اپنا چغا بخش دیا (مراۃ الجنان ص ۱۲۳)۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک سائل کو خدا سے دعا کرتے دیکھا خدایا مجھ دس ہزار درہم عطا فرما آپ نے گھر پہنچ کر مطلوبہ رقم بھجوا دی (نورالابصار ص ۱۲۲)۔

آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ تو فاقہ کرتے ہیں لیکن سائل کو محروم واپس نہیں فرماتے ارشاد فرمایا کہ میں خدا سے مانگنے والا ہوں اس نے مجھے دینے کی عادت ڈال رکھی ہے اور میں نے لوگوں کو دینے کی عادت ڈالی رکھی ہے میں ڈرتا ہوں کہ اگر اپنی عادت بدل دوں، تو کہیں خدا بھی نہ اپنی عادت بدل دے اور مجھے بھی محروم کردے (ص ۱۲۳)۔

توکل کے متعلق آپ کا ارشاد

امام شافعی کا بیان ہے کہ کسی نے امام حسن سے عرض کی کہ ابوذر غفاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تونگری سے زیادہ ناداری اور صحت سے زیادہ بیماری پسند ہے آپ نے فرمایا کہ خدا ابوذر پر رحم کرے ان کا کہنا درست ہے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص خدا کے قضا وقدر پر توکل کرے وہ ہمیشہ اسی چیز کو پسند کرے گا جسے خدا اس کے لیے پسند کرے (مراۃ الجنان جلد ۱ ص ۱۲۵)۔

امام حسن حلم اور اخلاق کے میدان میں

علامہ ابن شہرآشوب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام حسن علیہ السلام گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لیے جارہے تھے راستہ میں معاویہ کے طرف داروں کا ایک شامی سامنے آپڑا اس نے حضرت کو گالیاں دینی شروع کردیں آپ نے اس کا مطلق کوئی جواب نہ دیا جب وہ اپنی جیسی کرچکاتو آپ اس کے قریب گئے اور اس کو سلام کرکے فرمایا کہ بھائی شاید تو مسافر ہے، سن اگر تجھے سواری کی ضرورت ہوتو میں تجھے سوری دیدوں، اگر تو بھوکا ہے تو کھانا کھلادوں، اگر تجھے کپڑے درکارہوں تو کپڑے دیدوں، اگر تجھے رہنے کو جگہ چاہئے تو مکان کا انتظام کردوں، اگر دولت کی ضرورت ہے تو تجھے اتنا دیدوں کہ تو خوش حال ہوجائے یہ سن کر شامی بے انتہا شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین خدا پر اس کے خلیفہ ہیں مولا میں تو آپ کو اور آپ کے باپ دادا کو سخت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا لیکن آج آپ کے اخلاق نے مجھے آپ کا گردیدہ بنادیا اب میں آپ کے قدموں سے دور نہ جاؤں گا اور تاحیات آپ کی خدمت میں رہوں گا (مناقب جلد ۴ ص ۵۳، وکامل مبروج جلد ۲ ص ۸۶)۔

عہد امیرالمومنین میں امام حسن کی اسلامی خدمات

تواریخ میں ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو پچیس برس کی خانہ نشینی کے بعد مسلمانوں نے خلیفہ ظاہری کی حیثیت سے تسلیم کیا اور اس کے بعد جمل، صفین، نہروان کی لڑائیاں ہوئیں تو ہر ایک جہاد میں امام حسن علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ساتھ ہی نہیں رہے بلکہ بعض موقعوں پر جنگ میں آپ نے کارہائے نمایاں بھی کیے۔ سیر الصحابہ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ جنگ صفین کے سلسلہ میں جب ابوموسی اشعری کی ریشہ دوانیاں عریاں ہوچکیں تو امیرالمومنین نے امام حسن اور عماریاسر کو کوفہ روانہ فرمایا آپ نے جامع کوفہ میں ابوموسی کے افسون کو اپنی تقریر کرتریاق سے بے اثر بنادیا اور لوگوں کو حضرت علی کے ساتھ جنگ کے لیے جانے پرآمادہ کردیا۔ اخبار الطوال کی روایت کی بناپر نوہزار چھ سوپچاس افراد کا لشکر تیار ہوگیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جنگ جمل کے بعد جب عائشہ مدینہ جانے پرآمادہ نہ ہوئیں تو حضرت علی نے امام حسن کو بھیجا کہ انھیں سمجھا کر مدینہ روانہ کریں چنانچہ وہ اس سعی میں ممدوح کامیاب ہوگئے بعض تاریخوں میں ہے کہ امام حسن جنگ جمل وصفین میں علمدار لشکر تھے اور آپ نے معاہدہ تحکیم پر دستخط بھی فرمائے تھے اور جنگ جمل وصفین اور نہروان میں بھی سعی بلیغ کی تھی۔

فوجی کاموں کے علاوہ آپ کے سپرد سرکاری مہمان خانہ کا انتظام اور شاہی مہمانوں کی مدارات کا کام بھی تھا آپ مقدمات کے فیصلے بھی کرتے تھے اور بیت المال کی نگرانی بھی فرماتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت علی کی شہادت اور امام حسن کی بیعت

مورخین کا بیان ہے کہ امام حسن کے والدبزرگوار حضرت علی علیہ السلام کے سر مبارک پر بمقام مسجد کوفہ ۱۸/ رمضان ۴۹ ہجری بوقت صبح امیر معاویہ کی سازش سے عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لگائی جس کے صدمہ سے آپ نے ۲۱/ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو بوقت صبح شہادت پائی اس وقت امام حسن کی عمر ۳۷ سال چھ یوم کی تھی۔

حضرت علی کی تکفین وتدفین کے بعد عبداللہ ابن عباس کی تحریک سے بقول ابن اثیر قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری نے امام حسن کی بیعت کی اوران کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کرلی جن کی تعداد چالیس ہزار تھی یہ واقعہ ۲۱/ رمضان ۴۰ ھ یوم جمعہ کا ہے کفایۃ الاثر علامہ مجلسی میں ہے کہ اس وقت آپ نے ایک فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم میں ہر ایک یا تلوار کے گھاٹ اترے گا یا زہر دغا سے شہید ہوگا اس کے بعد آپ نے عراق، ایران، خراسان، حجاز، یمن اور بصرہ وغیرہ کے اعمال کی طرف توجہ کی اور عبداللہ ابن عباس کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ معاویہ کو جونہی یہ خبر پہنچی کی بصرہ کے حاکم ابن عباس مقرر کردیئے گئے ہیں تو اس نے دو جاسوس روانہ کیے ایک قبیلہ حمیر کا کوفہ کی طرف اور دوسرا قبیلہ قین کا بصرہ کی طرف، اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ امام حسن سے منحرف ہوکر میری طرف آجائیں لیکن وہ دونوں جاسوس گرفتار کرلیے گئے اور بعد میں انہیں قتل کردیا گیا۔

حقیقت ہے کہ جب عنان حکومت امام حسن کے ہاتھوں میں آئی تو زمانہ بڑا پر آشوب تھا حضرت علی جن کی شجاعت کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھے دنیا سے کوچ کر چکے تھے ان کی دفعۃ شہادت نے سوئے ہوئے فتنوں کو بیدار کردیا تھا اور ساری مملکت میں سازشوں کی کھچڑی پک رہی تھی خود کوفہ میں اشعث ابن قیس، عمر بن حریث، شیث ابن ربعی وغیرہ کھلم کھلا بر سر عناد اور آمادہ فساد نظر آتے تھے۔۔۔ معاویہ نے جا بجا جاسوس مقرر کردیئے تھے جو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتے تھے اور حضرت کے لشکر میں اختلاف وتشتت وافتراق کا بیج بوتے تھے اس نے کوفہ کے بڑے بڑے سرداروں سے سازشی ملاقات کیں اور بڑی بڑی رشوتیں دے کر انہیں توڑ لیا۔

بحارالانوار میں علل الشرائع کے حوالہ سے منقول ہے کہ معاویہ نے عمر بن حریث، اشعث بن قیس، حجر ابن الحجر، شبث ابن ربعی کے پاس علیحدہ علیحدہ یہ پیام بھیجا کہ جس طرح ہو سکے حسن ابن علی کو قتل کرادو، جو منچلا یہ کام کر گزرے گا اس کو دو لاکھ درہم نقد انعام دوں گا فوج کی سرداری عطا کروں گا اور اپنی کسی لڑکی سے اس کی شادی کردوں گا یہ انعام حاصل کرنے کے لیے لوگ شب وروز موقع کی تاک میں رہنے لگے حضرت کو اطلاع ملی تو آپ نے کپڑوں کے نیچے زرہ پہننی شروع کردی یہاں تک کہ نماز جماعت پڑھانے کے لیے باہر نکلتے تو زرہ پہن کر نکلتے تھے۔

معاویہ نے ایک طرف تو خفیہ توڑ جوڑ کئے دوسری طرف ایک بڑا لشکر عراق پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دیا جب حملہ آور لشکر حدود عراق میں دور تک آگے بڑھ آیا تو حضرت نے اپنے لشکر کو حرکت کرنے کا حکم دیا حجر ابن عدی کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ آگے بڑھنے کے لیے فرمایا آپ کے لشکر میں بھیڑ بھاڑ تو خاصی نظر آنے لگی تھی مگر سردار جو سپاہیوں کو لڑاتے ہیں کچھ تو معاویہ

کے ہاتھ بک چکے تھے کچھ عافیت کوشی میں مصروف تھے حضرت علی کی شہادت نے دوستوں کے حوصلے پست کردئیے تھے اوردشمنوں کوجرائت وہمت دلادی تھی۔

مورخین کا بیان ہے کہ معاویہ ۶۰ ہزار کی فوج لے کرمقام مسکن میں جا اترا جوبغداد سے دس فرسخ تکریت کی "جانب اوانا" کے قریب واقع ہے امام حسن علیہ السلام کوجب معاویہ کی پیشقدمی کا علم ہواتوآپ نے بھی ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوچ کردیااورکوفہ سے ساباط میں جاپہنچے اور ۱۲ ہزار کی فوج قیس ابن سعد کی ماتحتی میں معاویہ کی پیش قدمی روکنے کے لیے روانہ کردی پھرساباط سے روانہ ہوتے وقت آپ نے ایک خطبہ پڑھا ،جس میں آپ نے فرمایاکہ

"لوگوں! تم نے اس شرط پرمجھ سے بیعت کی ہے کہ صلح اورجنگ دونوں حالتوں میں میراساتھ دوگے" میں خداکی قسم کھاکرکہتاہوں کہ مجھے کسی شخص سے بغض وعداوت نہیں ہے میرے دل میں کسی کوستانے کاخیال نہیں میں صلح کوجنگ سے اور محبت کوعداوت سے کہیں بہتر سمجھتاہوں ۔"

لوگوں نے حضرت کے اس خطاب کامطلب یہ سمجھاکہ حضرت امام حسن، امیرمعاویہ سے صلح کرنے کی طرف مائل ہیں اورخلافت سے دستبرداری کاارادہ دل میں رکھتے ہیں اسی دوران میں معاویہ نے امام حسن کے لشکرکی کثرت سے متاثرہوکریہ مشورہ عمروعاص کچھ لوگوں کوامام حسن کے لشکروالے سازشیوں نے قیس کے لشکرمیں بھیج کرایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈاکرادیا۔ امام حسن کے لشکروالے سازشیوں نے قیس کے متعلق یہ شہرت دینی شروع کی کہ اس نے معاویہ سے صلح کرلی ہے اورقیس بن سعدکے لشکرمیں جوسازشی گھسے ہوئے تھے انہوں نے تمام لشکریوں میں یہ چرچاکردیاکہ امام حسن نے معاویہ سے صلح کرلی ہے۔

امام حسن کے دونوں لشکروں میں اس غلط افواہ کے پھیل جانے سے بغاوت اوربدگمانی کے جذبات ابھرنکلے امام حسن کے لشکرکاوہ عنصرجسے پہلے ہی سے شبہ تھاکہ یہ مائل بہ صلح ہیں کہ کہنے لگاکہ امام حسن بھی اپنے باپ حضرت علی کی طرح کافرہوگئے ہیں بالآخرفوجی آپ کے خیمہ پرٹوٹ پڑے آپ کاکل اسباب لوٹ لیاآپ کے نیچے سے مصلی تک گھسیٹ لیا،دوش مبارک پرسے ردابھی اتارلی اوربعض نمایاں قسم کے افرادنے امام حسن کومعاویہ کے حوالے کردینے کاپلان تیارکیا،آخرکارآپ ان بدبختیوں سے مایوس ہوکرمدائن کے گورنر، سعدیاسعیدکی طرف روانہ ہوگئے ، راستہ میں ایک خارجی نے جس کانام بروایت الاخبارالطوال ص ۳۹۳ "جراح بن قیصہ" تھاآپ کی ران پرکمین گاہ سے ایک ایساخنجرلگایاجس نے ہڈی تک محفوظ نہ رہنے دیاآپ نے مدائن میں مقیم رہ کرعلاج کرایا اوراچھے ہوگئے (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۱ ،تاریخ آئمہ ص ۳۳۳ فتح باری)۔

معاویہ نے موقع غنیمت جان کر ۲۰ ہزارکالشکرعبداللہ ابن عامرکی قیادت وماتحتی میں مدائن بھیج دیاامام حسن اس سے لڑنے کے لیے نکلنے ہی والے تھے کہ اس نے عام شہرت کردی کہ معاویہ بہت بڑالشکرلیے ہوئے آرہاہے میں امام حسن اوران کے لشکرسے درخواست کرتاہوں کہ مفت میں اپنی جان نہ دیں اورصلح کرلیں ۔

اس دعوت صلح اور پیغام خوف سے لوگوں کے دل بیٹھ گئے ہمتیں پست ہوگئیں اور امام حسن کی فوج بھاگنے کے لیے راستہ ڈھونڈنے لگی۔

صلح

مورخ معاصر علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ امیر شام کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی فوج کی حالت اور لوگوں کی بے وفائی کا حال معلوم ہوچکا تھا اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ امام حسن کے لیے جنگ ممکن نہیں ہے مگر اس کے ساتھ وہ بھی یقین رکھتے تھے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کتنے ہی بے بس اور بے کس ہوں، مگر علی و فاطمہ کے بیٹے اور پیغمبر کے نواسے ہیں اس لیے وہ ایسے شرائط پر ہرگز صلح نہ کریں گے جو حق پرستی کے خلاف ہوں اور جن سے باطل کی حمایت ہوتی ہو، اس کو نظر میں رکھتے ہوئے انہوں نے ایک طرف تو آپ کے ساتھیوں کو عبداللہ بن عامر کے ذریعہ پیغام دلوایا کہ اپنی جان کے پیچھے نہ پڑو، اور خون ریزی نہ ہونے دو۔ اس سلسلہ میں کچھ لوگوں کو رشوتیں بھی دی گئیں اور کچھ بزدلوں کو اپنی تعداد کی زیادتی سے خوف زدہ کیا گیا اور دوسری طرف حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ جن شرائط پر کہیں انہیں شرائط پر صلح کے لیے تیار ہوں۔

امام حسن یقینا اپنے ساتھیوں کی غداری کو دیکھتے ہوئے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ ضرور پیش نظر تھا کہ ایسی صورت پیدا ہو کہ باطل کی تقویت کا دھبہ میرے دامن پر نہ آنے پائے، اس گھرانے کو حکومت و اقتدار کی ہوس تو کبھی تھی ہی نہیں انھیں تو مطلب اس سے تھا کہ مخلوق خدا کی بہتری ہو اور حدود و حقوق الہی کا اجرا ہو، اب معاویہ نے جو آپ سے منہ مانگے شرائط پر صلح کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی تو اب مصالحت سے انکار کرنا شخصی اقتدار کی خواہش کے علاوہ اور کچھ نہیں قرار پا سکتا تھا اور یہ معاویہ صلح کی شرائط پر عمل نہ کریں گے، بعد کی بات تھی جب تک صلح نہ ہوتی یہ انجام سامنے آ کہاں سکتا تھا اور حجت تمام کیونکر ہو سکتی تھی پھر بھی آخری جواب دینے سے قبل آپ نے ساتھ والوں کو جمع کرلیا اور تقریر فرمائی

آگاہ رہو کہ تم میں وہ خون ریز لڑائیاں ہو چکی ہیں جن میں بہت لوگ قتل ہوئے کچھ مقتول صفین میں ہوئے جن کے لیے آج تک رو رہے ہو اور کچھ مقتول نہروان کے جن کا معاوضہ طلب کر رہے ہو، اب اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اس پیغام صلح کو قبول نہ کریں اور ان سے اللہ کے بھروسہ پر تلواروں سے فیصلہ کریں اور اگر زندگی کو عزیز رکھتے ہو تو ہم اس کو قبول کرلیں اور تمہاری مرضی پر عمل کریں۔

جواب میں لوگوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا ہم زندگی چاہتے ہیں ہم زندگی چاہتے ہیں آپ صلح کرلیجیے، اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے صلح کی شرائط مرتب کر کے معاویہ کے پاس روانہ کئے (ترجمہ ابن خلدون)۔

شرائط صلح

اس صلح نامہ کے مکمل شرائط حسب ذیل ہیں:

۱۔ معاویہ حکومت اسلام میں، کتاب خدااور سنت رسول پر عمل کریں گے۔ ۲۔ معاویہ کو اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔ ۳۔ شام وعراق وحجاز ویمن سب جگہ کے لوگوں کے لیے امان ہوگی۔ ۴۔ حضرت علی کے اصحاب اور شیعہ جہاں بھی ہیں ان کے جان ومال اورناموس اوراولاد محفوظ رہیں گے۔ ۵۔ معاویہ، حسن بن علی اوران کے بھائی حسین ابن علی اورخاندان رسول میں سے کسی کو بھی کوئی نقصان پہنچانے یاہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں گے نہ خفیہ طورپراورنہ اعلانیہ، اوران میں سے کسی کوکسی جگہ دھمکایااورڈرایانہیں جائے گا۔ ۶۔ جناب امیرالمومنین کی شان میں کلمات نازیباجواب تک مسجدجامع اورقنوت نمازمیں استعمال ہوتے رہے ہیں وہ ترک کردیئے جائیں، آخری شرط کی منظوری میں معاویہ کوعذرہواتویہ طے پایاکہ کم ازکم جس موقع پرامام حسن علیہ السلام موجودہوں اس جگہ ایسانہ کیاجائے، یہ معاہدہ ربیع الاول یاجمادی الاول ۴۱ ء ہجری کو عمل میں آیا۔

صلح نامہ پردستخط

۲۵/ ربیع الاول کوکوفہ کے قریب مقام انبارمیں فریقین کااجتماع ہوا اور صلح نامہ پردونوں کے دستخط ہوئے اورگواہیاں ثبت ہوئیں (نہایۃ الارب فی معرفتہ انساب العرب ص ۸۰)

اس کے بعد معاویہ نے اپنے لیے عام بیعت کااعلان کردیااوراس سال کانام سنت الجماعت رکھا پھرامام حسن کوخطبہ دینے پرمجبورکیاآپ منبرپرتشریف لے گئے اورارشادفرمایا:

”اےئ لوگوں خدائے تعالی نے ہم میں سے اول کے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی اورآخرکے ذریعہ سے تمہیں خونریزی سے بچایا معاویہ نے اس امرمیں مجھ سے جھگڑاکیاجس کامیں اس سے زیادہ مستحق ہوں لیکن میں نے لوگوں کی خونریزی کی نسبت اس امرکوترک کردینابہترسمجھا تم رنج وملال نہ کروکہ میں نے حکومت اس کے نااہل کودے دی اوراس کے حق کوجائے ناحق پررکھا، میری نیت اس معاملہ میں صرف امت کی بھلائی ہےیہاں تک فرمانے پائے تھے کہ معاویہ نے کہا”بس اےئ حضرت زیادہ فرمانے کی ضرورت نہیں ہے“ (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲۵)۔

تکمیل صلح کے بعدامام حسن نے صبرواستقلال اورنفس کی بلندی کے ساتھ ان تمام ناخوشگوارحالات کوبرداشت کیا اورمعاہدہ پرسختی کے ساتھ قائم رہے مگر ادھریہ ہواکہ امیرشام نے جنگ کے ختم ہوتے ہی اورسیاسی اقتدارکے مضبوط ہوتے ہی عراق میں داخل ہوکرنخیلہ میں جسے کوفہ کی سرحد سمجھنا چاہئے، قیام کیا اورجمعہ کے خطبہ کے بعداعلان کیاکہ میرامقصدجنگ سے یہ نہ تھاکہ تم لوگ نمازپڑھنے لگوروزے رکھنے لگو، حج کرویازکواۃ اداکرو، یہ سب توتم کرتے ہی ہومیرامقصدتویہ تھاکہ میری حکومت تم پرمسلم

ہوجائے اور یہ مقصد میرا حسن کے اس معاہدہ کے بعد پورا ہوگیا اور باوجود تم لوگوں کی ناگواری کے میں کامیاب ہوگیا رہ گئے وہ شرائط جو میں نے حسن کے ساتھ کئے ہیں وہ سب میرے پیروں کے نیچےہیں ان کا پورا کرنا یا نہ کرنا میرے ہاتھ کی بات ہے یہ سن کر مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا مگر اب کس میں دم تھا کہ اس کے خلاف زبان کھولتا۔

شرائط صلح کا حشر

مورخین کا اتفاق ہے کہ امیر معاویہ جو میدان سیاست کے کھلاڑی اور مکروزور کی سلطنت کے تاجدار تھے امام حسن سے وعدہ اور معاہدہ کے بعد ہی سب سے مکر گئے ''ولم یف لہ معاویۃ لشئی مما عاہد علیہ'' تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۶۲ میں ہے کہ معاویہ نے کسی ایک چیز کی بھی پرواہ نہ کی اور کسی پر عمل نہ کیا ، امام ابو الحسن علی بن محمد لکھتے ہیں کہ جب معاویہ کے لیے امر سلطنت استوار ہوگیا تو اس نے اپنے حاکموں کو جو مختلف شہروں اور علاقوں میں تھے یہ فرمان بھیجا کہ اگر کوئی شخص ابوتراب اور اس کے اہل بیت کی فضیلت کی روایت کرے گا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں ، جب یہ خبر تمام ملکوں میں پھیل گئی اور لوگوں کو معاویہ کا منشاء معلوم ہوگیا تو تمام خطیبوں نے منبروں پر سب و شتم اور منقصت امیر المومنین پر خطبہ دینا شروع کردیا کوفہ میں زیاد ابن ابیہ جو کئی برس تک حضرت علی علیہ السلام کے عہد میں ان کے عمال میں رہ چکا تھا وہ شیعیان علی کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ مردوں ، عورتوں ، جوانوں ، اور بوڑھوں سے اچھی طرح آگاہ تھا اسے ہر ایک رہائش اور کونوں اور گوشوں میں بسنے والوں کا پتہ تھا اسے کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر بنادیا گیا تھا۔

اس کے ظلم کی یہ حالت تھی کہ شیعیان علی کو قتل کرتا اور بعضوں کی آنکھوں کو پھوڑدیتا اور بعضوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیتا تھا اس ظلم عظیم سے سینکڑوں تباہ ہوگئے، ہزاروں جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے، بصرہ میں آٹھ ہزار آدمیوں کا قتل واقع ہوا جن میں بیالیس حافظ اور قاری قرآن تھے ان پر محبت علی کا جرم عاید کیا گیا تھا حکم یہ تھا کہ علی کے بجائے عثمان کے فضائل بیان کئے جائیں اور علی کے فضائل کے متعلق یہ فرمات تھا کہ ایک ایک فضیلت کے عوض دس دس منقصت ومذمت تصنیف کی جائیں یہ سب کچھ امیر المومنین سے بدلا لینے اور یزید کے لیے زمین خلافت ہموار کرنے کی خاطر تھا۔

کوفہ سے امام حسن کی مدینہ کو روانگی

صلح کے مراحل طے ہونے کے بعد امام حسن علیہ السلام اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ ابن جعفر اور اپنے اطفال وعیال کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین کی جلد ۱ ص ۳۴ میں ہے کہ جب آپ کوفہ سے مدینہ کے لیے

روانہ ہوئے تومعاویہ نے راستہ میں ایک پیغام بھیجا اوروہ یہ تھا کہ آپ خوارج سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوجائیں کیونکہ انہوں نے میری بیعت ہوتے ہی پھر سرنکالا ہے امام حسن نے جواب دیا کہ اگر خونریزی مقصود ہوتی تو میں تجھ سے صلح کیوں کرتا۔

جسٹس امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ خوارج حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو مانتے اور حضرت علی علیہ السلام اور عثمان غنی کو نہیں تسلیم کرتے تھے اور بنی امیہ کو مرتد کہتے تھے۔

صلح حسن اوراس کے وجوہ واسباب

استاذی العلام حضرت علامہ سید عدیل اختر اعلی اللہ مقامہ (سابق پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ) اپنی کتاب تسکین الفتن فی صلح الحسن کے ص ۱۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

امام حسن کی پالیسی بلکہ جیساکہ باربار لکھاجاچکاہے کل اہلبیت کی پالیسی ایک اور صرف ایک تھی (دراسات اللبیب ص ۲۴۹) ۔وہ یہ کہ حکم خدااور حکم رسول کی پابندی انہیں کے احکام کااجراء چاہیئے ، اس مطلب کے لیے جو برداشت کرناپڑے ، مذکورہ بالاحالات میں امام حسن کے لیے سوائے صلح کیاچارہ ہوسکتاتھا اس کو خود صاحبان عقل سمجھ سکتے ہیں کسی استدلال کی چنداں ضرورت نہیں ہے یہاں پر علامہ ابن اثیر کی یہ عبارت (جس کاترجمہ درج کیاجاتاہے) قابل غور ہے:

”کہاگیاہے کہ امام حسن نے حکومت معاویہ کواس لیے سپرد کی کہ جب معاویہ نے خلافت حوالے کرنے کے متعلق آپ کوخط لکھااس وقت آپنے خطبہ پڑھا اور خداکی حمدوثناکے بعد فرمایاکہ دیکھو ہم کوشام والوں سے اس لیے نہیں دبناپڑرہاہے (کہ اپنی حقیقت میں) ہم کوکوئی شک یاندامت ہے بات توفقط یہ ہے کہ ہم اہل شام سے سلامت اور صبر کے ساتھ لڑرہے تھے مگراب سلامت میں عداوت اور صبر میں فریاد مخلوط کردی گئی ہے جب تم لوگ صفین کوجارہے تھے اس وقت تمہارادین تمہاری دنیاپرمقدم تھا لیکن اب تم ایسے ہوگئے ہوکہ آج تمہاری دنیاتمہارے دین پرمقدم ہوگئی ہے اس وقت تمہارے دونوں طرف دوقسم کے مقتول ہیں ایک صفین کے مقتول جن پر رورہے ہودوسرے نہروان کے مقتول جن کے خون کابدلہ لیناچاہ رہے ہو خلاصہ یہ کہ جوباقی ہے وہ ساتھ چھوڑنے والاہے اور جورورہاہے وہ تو بدلہ لیناہی چاہتاہے خوب سمجھ لوکہ معاویہ نے ہم کوجس امرکی دعوت دی ہے نہ اس میں عزت ہے اور نہ انصاف ، لہذا اگرتم لوگ موت پرآمادہ ہوتو ہم اس کی دعوت کورد کردیں اور ہمارا اور اس کافیصلہ خداکے نزدیک بھی تلوارکی باڑھ سے ہوجائے اوراگرتم زندگی چاہتے ہوتوجواس نے لکھاہے مان لیاجائے اور جوتمہاری مرضی ہے ویساہوجائے ، یہ سنناتھاکہ ہرطرف سے لوگوں نے چلاناشروع کردیابقابقا، صلح صلح، (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۲) ۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ کیااب بھی امام حسن کے لیے یہ رائے ہے کہ صلح نہ کریں ان فوجیوں کے بل بوتے پر (اگرایسوں کہ فوج اوران کی قوتوں کوبل بوتاکہاجاسکے) لڑائی زیباہے ہرگزنہیں ایسے حالات میں صرف یہی چارہ تھاکہ صلح کرکے اپنی اوران تمام

لوگوں کی زندگی تو محفوظ رکھیں جو دین رسول کے نام لیوا اور حقیقی پیرو پابند تھے، اس کے علاوہ پیغمبر اسلام کی پیشین گوئی بھی صلح کی راہ میں مشعل کا کام کر رہی تھی (بخاری) علامہ محمد باقر لکھتے ہیں کہ حضرت کو اگرچہ کی وفائے صلح پر اعتماد نہیں تھا لیکن آپ نے حالات کے پیش نظر چاروناچار دعوت صلح منظور کرلی (دمعۂ ساکبہ)۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت

مورخین کا اتفاق ہے کہ امام حسن اگرچہ صلح کے بعد مدینہ میں گوشہ نیشین ہوگئے تھے، لیکن امیر معاویہ آپ کے درپئے آزار رہے انہوں نے باربار کوشش کی کسی طرح امام حسن اس دارفانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہوجائیں اور اس سے ان کا مقصد یزید کی خلافت کے لیے زمین ہموار کرنا تھی، چنانچہ انہوں نے ۵/ بار آپ کو زہر دلوایا، لیکن ایام حیات باقی تھے زندگی ختم نہ ہوسکی، بالاخرہ شاہ روم سے ایک زبردست قسم کا زہر منگوا کر محمد ابن اشعث یا مروان کے ذریعہ سے جعدہ بنت اشعث کے پاس امیر معاویہ نے بھیجا اور کہلادیا کہ جب امام حسن شہید ہوجائیں گے تب ہم تجھے ایک لاکھ درہم دیں گے اور تیرا عقد اپنے بیٹے یزید کے ساتھ کردیں گے چنانچہ اس نے امام حسن کو زہر دے کرے ہلاک کردیا، (تاریخ مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۳۰۳، مقاتل الطالبین ص ۵۱، ابو الفداء ج ۱ ص ۱۸۳، روضۃ الصفاج ۳ ص ۷، جبیب السیر جلد ۲ ص ۱۸، طبری ص ۶۰۴، استیعاب جلد ۱ ص ۱۴۴)۔

مفسر قرآن صاحب تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی رقمطراز ہیں کہ امام حسن مصالحہ معاویہ کے بعد مدینہ میں مستقل طور پر فروکش ہوگئے تھے آپ کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں رہنے والے محبان علی کے اوپر چند اوباشوں نے شبخون مار کران کے ۳۸ آدمی ہلاک کردیئے ہیں امام حسن اس خبر سے متاثر ہو کر بصرہ کے لیے روانہ ہوگئے آپ کے ہمراہ عبداللہ ابن عباس بھی تھے، راستے میں بمقام موصلی سعد موصلی جو جناب مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے چچا تھے کے وہاں قیام فرمایا اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر دمشق سے واپسی پر جب آپ موصل پہنچے تو باصرار شدید ایک دوسرے شخص کے ہاں مقیم ہوئے اور وہ شخص معاویہ کے فریب میں آچکا تھا اور مال ودولت کی وجہ سے امام حسن کو زہر دینے کا وعدہ کرچکا تھا چنانچہ دوران قیام میں اس نے تین بار حضرت کو کھانے میں زہر دیا، لیکن آپ بچ گئے۔

امام کے محفوظ رہ جانے سے اس شخص نے معاویہ کو خط لکھا کہ تین بار زہر دیے چکا ہوں مگر امام حسن ہلاک نہیں ہوئے یہ معلوم کرکے معاویہ نے زہر ہلاہل ارسال کیا اور لکھا کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی تو دے سکا تو یقینا امام حسن ہلاک ہوجائیں گے نامہ برزہر اور خط لیے ہوئے آرہا تھا کہ راستے میں ایک درخت کے نیچے کھانا کھا کر لیٹ گیا، اس کے پیٹ میں درد اٹھا کہ وہ برداشت نہ کرسکا ناگاہ ایک بھیڑیا برامد ہوا اور اسے لے کر رفوچکر ہوگیا، اتفاقا امام حسن کے ایک ماننے والے کا اس طرف سے گزرہوا، اس نے

ناقہ، اورزہر سے بھری ہوئی بوتل حاصل کرلی اورامام حسن کی خدمت میں پیش کیا، امام علیہ السلام نے اسے ملاحظہ فرما کرجانماز کے نیچے رکھ لیا حاضرین نے واقعہ دریافت کیا امام نے نہ بتایا۔

سعد موصلی نے موقع پاکرجانماز کے نیچے سے وہ خط نکال لیا جومعاویہ کی طرف سے امام کے میزبان کے نام سے بھیجا گیا تھا خط پڑھ کر سعد موصلی آگ بگولہ ہوگئے اورمیزبان سے پوچھا کیا معاملہ ہے، اس نے لاعلمی ظاہر کی مگراس کے عذرکوباورنہ کیا گیا اوراس کی زدوکوب کی گئی یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیا اس کے بعدآپ روانہ مدینہ ہوگئے۔

مدینہ میں اس وقت مروان بن حکم والی تھا اسے معاویہ کا حکم تھا کہ جس صورت سے ہوسکے امام حسن کوہلاک کردو مروان نے ایک رومی دلالہ جس کانام ”الیسونیہ“ تھا کوطلب کیا اوراس سے کہا کہ توجعدہ بنت اشعث کے پاس جاکراسے میرا یہ پیغام پہنچادے کہ اگرتوامام حسن کوکسی صورت سے شہید کردے گی توتجھے معاویہ ایک ہزاردینارسرخ اورپچاس خلعت مصری عطاکرے گا اوراپنے بیٹے یزید کے ساتھ تیرا عقد کردے گا اوراس کے ساتھ ساتھ سودینانقد بھیج دیئے دلالہ نے وعدہ کیا اورجعدہ کے پاس جاکراس سے وعدہ لے لیا، امام حسن اس وقت گھرمیں نہ تھے اوربمقام عقیق گئے ہوئے تھے اس لیے دلالہ کوبات چیت کا اچھا خاصا موقع مل گیا اوروہ جعدہ کوراضی کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

الغرض مروان نے زہربھیجا اورجعدہ نے امام حسن کوشہد میں ملاکر دیدیا امام علیہ السلام نے اسے کھاتے ہی بیمارہوگیے اورفوراروضہ رسول پرجاکر صحت یاب ہوئے زہرتوآپ نے کھالیا لیکن جعدہ سے بدگمان بھی ہوگئے، آپ کوشبہ ہوگیا جس کی بناپرآپ نے اس کے ہاتھ کا کھانا پینا چھوڑدیا اوریہ معمول مقررکرلیا کہ حضرت قاسم کی ماں یاحضرت امام حسین کے گھرسے کھانا منگاکرکھانے لگے۔

تھوڑے عرصہ کے بعدآپ جعدہ کے گھرتشریف لے گئے اس نے کہا کہ مولا حوالی مدینہ سے بہت عمدہ خرمے آئے ہیں حکم ہوتوحاضرکروں آپ چونکہ خرمے کوبہت پسند کرتے تھے فرمایا لے آ، وہ زہرآلودخرمے لے کرآئی اورپہچانے ہوئے دانے چھوڑکرخودساتھ کھانے لگی امام نے ایک طرف سے کھانا شروع کیا اوروہ دانے کھاگئے جن میں زہرتھا اس کے بعدامام حسین کے گھرتشریف لائے اورساری رات تڑپ کربسرکی، صبح کوروضۂ رسول پرجاکردعامانگی اور صحتیاب ہوئے۔

امام حسن نے باربار اس قسم کی تکلیف اٹھانے کے بعداپنے بھائیوں سے تبدیلی آب وہوا کے لیے موصل جانے کامشورہ کیا اورموصل کے لیے روانہ ہوگئے، آپ کے ہمراہ حضرت عباس اورچند ہواخواہان بھی گئے، ابھی وہاں چندیوم نہ گزرے تھے کہ شام سے ایک نابینا بھیج دیا گیا اوراسے ایک ایسا عصادیا گیا جس کے نیچے لوہا لگایا ہوا تھا جوزہرمیں بجھا ہوا تھا اس نابینا نے موصل پہنچ کر امام حسن کے دوستداران میں سے اپنے کوظاہرکیا اورموقع پاکر ان کے پیرمیں اپنے عصاکی نوک چبھودی زہرجسم میں دوڑگیا اورآپ علیل ہوگئے، جراح علاج کے لیے بلایا گیا، اس نے علاج شروع کیا، نابینا زخم لگاکر روپوش ہوگیا تھا، چودہ دن کے

بعد جب پندرہویں دن وہ نکل کر شام کی طرف روانہ ہوا تو حضرت عباس علمدار کی اس پر نظر جا پڑی آپ نے اس سے عصا چھین کر اس کے سر پر اس زور سے مارا کہ سر شگافتہ ہو گیا اور وہ اپنے کیفرو کردار کو پہنچ گیا۔

اس کے بعد جناب مختار اور ان کے چچا سعد موصلی نے اس کی لاش جلادی چند دنوں کے بعد حضرت امام حسن مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

مدینہ منورہ میں آپ ایام حیات گزار رہے تھے کہ "ایسونیہ" دلالہ نے پھر باشارئہ مروان جعدہ سے سلسلہ جنبائی شروع کر دی اور زہر ہلاہل اسے دے کر امام حسن کا کام تمام کرنے کی خواہش کی، امام حسن چونکہ اس سے بدگمان ہو چکے تھے اس لیے اس کی آمدورفت بند تھی اس نے ہر چند کوشش کی لیکن موقع نہ پا سکی بالآخر، شب بست و ہشتم صفر ۵۰ کو وہ اس جگہ جا پہنچی جس مقام پر امام حسن سو رہے تھے آپ کے قریب حضرت زینب و ام کلثوم سو رہی تھیں اور آپ کی پائیتی کنیزیں محو خواب تھیں، جعدہ اس پانی میں زہر ہلاہل ملا کر خاموشی سے واپس آئی جو امام حسن کے سرہانے رکھا ہوا تھا اس کی واپسی کے تھوڑی دیر بعد ہی امام حسن کی آنکھ کھلی آپ نے جناب زینب کو آوازدی اور کہا ائے بہن، میں نے ابھی ابھی اپنے نانا اپنے پدر بزرگوار اور اپنی مادر گرامی کو خواب میں دیکھا ہے وہ فرماتے تھے کہ اے حسن تم کل رات ہمارے پاس ہو گے، اس کے بعد آپ نے وضو کے لیے پانی مانگا اور خود اپنا ہاتھ بڑھا کر سرہانے سے پانی لیا اور پی کر فرمایا کہ اے بہن زینب "این چہ آپ بودکہ از سر حلقم تا بناقم پارہ پارہ شد" ہائے یہ کیسا پانی ہے جس نے میرے حلق سے ناف تک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اس کے بعد امام حسین کو اطلاع دی گئی وہ آئے دونوں بھائی بغل گیر ہو کر محو گریہ ہو گئے، اس کے بعد امام حسین نے چاہا کہ ایک کوزہ پانی خود پی کر امام حسن کے ساتھ نانا کے پاس پہنچیں، امام حسن نے پانی کے برتن کو زمین پر پٹک دیا وہ چور چور ہو گیا راوی کا بیان ہے کہ جس زمین پر پانی گرا تھا وہ ابلنے لگی تھی۔

الغرض تھوڑی دیر کے بعد امام حسن کو خون کی قے آنے لگی آپ کے جگر کے ستر ٹکڑے طشت میں آگئے آپ زمین پر تڑپنے لگے، جب دن چڑھا تو آپ نے امام حسین سے پوچھا کہ میرے چہرے کا رنگ کیسا ہے "سبز" ہے آپ نے فرمایا کہ حدیث معراج کا یہی مقتضی ہے، لوگوں نے پوچھا کہ مولا حدیث معراج کیا ہے فرمایا کہ شب معراج میرے نانا نے آسمان پر دو قصر ایک زمرد کا، ایک یاقوت سرخ کا دیکھا تو پوچھا کہ ائے جبرئیل یہ دونوں قصر کس کے لیے ہیں، انھوں نے عرض کی ایک حسن کے لیے اور دوسرا حسین کے لیے پوچھا دونوں کے رنگ میں فرق کیوں ہے؟ کہا حسن زہر سے شہید ہوں گے اور حسین تلوار سے شہادت پائیں گے یہ کہہ کر آپ سے لپٹ گئے اور دونوں بھائی رونے لگے اور آپ کے ساتھ در و دیوار بھی رونے لگے۔

اس کے بعد آپ نے جعدہ سے کہا افسوس تو نے بڑی بے وفائی کی، لیکن یاد رکھ کہ تو نے جس مقصد کے لیے ایسا کیا ہے اس میں کامیاب نہ ہو گی اس کے بعد آپ نے امام حسین اور بہنوں سے کچھ وصیتیں کیں اور آنکھیں بند فرمالیں پھر تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھول کر فرمایا ائے حسین میرے بال بچے تمہارے سپرد ہیں پھر بند فرما کر نانا کی خدمت میں پہنچ گئے "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

امام حسن کی شہادت کے فورا بعد مروان نے جعدہ کو اپنے پاس بلاکر دو عورتوں اور ایک مرد کے ساتھ معاویہ کے پاس بھیج دیا معاویہ نے اسے ہاتھ پاؤں بندھوا کر دریائے نیل میں یہ کہہ کر ڈلوادیا کہ تو نے جب امام حسن کے ساتھ وفا نہ کی، تو یزید کے ساتھ کیا وفا کرے گی (روضۃ الشہداء ص ۲۲۰ تا ۲۳۵ طبع بمبئی ۱۲۸۵ ءء و ذکر العباس ص ۵۰ طبع لاہور ۱۹۵۶ ءء۔

امام حسن کی تجہیز و تکفین

الغرض امام حسن کی شہادت کے بعد امام حسین نے غسل و کفن کا انتظام فرمایا اور نماز جنازہ پڑھی گئی امام حسن کی وصیت کے مطابق انہیں سرور کائنات کے پہلو میں دفن کرنے کے لیے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلے ابھی پہنچے ہی تھے کہ بنی امیہ خصوصا مروان وغیرہ نے آگے بڑھ کر پہلوئے رسول میں دفن ہونے سے روکا اور حضرت عایشہ بھی ایک خچر پر سوار ہو کر آپہنچیں ،اور کہنے لگیں یہ گھر میرا ہے میں تو ہرگز حسن کو اپنے گھر میں دفن نہ ہونے دوں گی (تاریخ ابو الفداء جلد ۱ ص ۱۸۳ ،روضۃ المناظر جلد ۱۱ ص ۱۳۳ ، یہ سن کر بعض لوگوں نے کہا اے عائشہ تمہارا کیا حال ہے کبھی اونٹ پر سوار ہو کر داماد رسول سے جنگ کرتی ہو کبھی خچر پر سوار ہو کر فرزند رسول کے دفن میں مزاحمت کرتی ہو تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ذکر العباس ص ۵۱) ۔

مگر وہ ایک نہ مانیں اور ضد پر اڑی رہیں ،یہاں تک کہ بات بڑھ گئی ،آپ کے ہوا خواہوں نے آل محمد پر تیر برسائے ۔

کتاب روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۷ میں ہے کہ کئی تیر تابوت میں پیوست ہو گئے ۔

کتاب ذکر العباس ص ۵۱ میں ہے کہ تابوت میں ستر تیر پیوست ہوئے تھے۔

(تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۸ میں ہے کہ ناچار نعش مبارک کو جنت البقیع میں لاکر دفن کر دیا گیا۔ تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۸۲ میں ہے کہ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔

آپ کی ازواج اور اولاد

آپ نے مختلف اوقات میں ۹ بیویاں کیں ، آپ کی اولاد میں ۸ بیٹے اور ۷ بیٹیاں تھیں ،یہی تعداد ارشاد مفید ص ۲۰۸ ،نور الابصار ص ۱۱۲ طبع مصر میں ہے ۔

علامہ طلحہ شافعی مطالب السؤل کے ص ۲۳۹ پر لکھتے ہیں کہ امام حسن کی نسل زید اور حسن مثنی سے چلی ہے امام شبلنجی کا کہنا ہے کہ آپ کے تین فرزند، عبد اللہ ،قاسم ، اور عمرو ، کربلا میں شہید ہوئے ہیں (نور الابصار ص ۱۱۲) ۔

جناب زید بڑے جلیل القدر اور صدقات رسول کے متولی تھے انہوں نے ۱۲۰ ھ میں بعمر ۹۰ سال انتقال فرمایا ہے ۔

جناب حسن مثنیٰ نہایت جلیل القدر فاضل متقی اور صدقات امیر المومنین کے متولی تھے آپ کی شادی امام حسین کی بیٹی جناب فاطمہ سے ہوئی تھی آپ نے کربلا کی جنگ میں شرکت کی تھی اور بے انتہا زخمی ہو کر مقتلوں میں دب گئے تھے جب سر کاٹے جا رہے تھے تب ان کے ماموں ابو احسان نے آپ کو زندہ پا کر عمر سعد سے لے لیا تھا آپ کو خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے ۹۷ھ میں زہر دیدیا تھا جس کی وجہ سے آپ نے ۵۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا آپ کی شہادت کے بعد آپ کی بیوی جناب فاطمہ ایک سال تک قبر پر خیمہ زن رہیں (ارشاد مفید ص ۲۱۱ و نور الابصار ص ۲۶۹)۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

آپ کی ولادت

حضرت امام حسن علیہ لسلام کی ولات کے بعدپچاس راتیں گزریں تھیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کانطفہ وجودبطن مادرمیں مستقرہواتھا حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام ارشادفرماتے ہیں کہ ولادت حسن اوراستقرارحمل حسین میں ایک طہرکافاصلہ تھا(اصابہ نزول الابرار واقدی)۔

ابھی آپ کی ولادت نہ ہونے پائی تھی کہ بروایتی ام الفضل بنت حارث نے خواب میں دیکھاکہ رسول کریم کے جسم کاایک ٹکڑا کاپ کرمیری آغوش میں رکھاگیاہے اس خواب سے وہ بہت گھبرائیں اوردوڑی ہوئی رسول کریم کی خدمت میں حاضرہوکرعرض پردازہوئیں کہ حضورآج ایک بہت براخواب دیکھاہے، حضرت نے خواب سن کرمسکراتے ہوئے فرمایاکہ یہ خواب تونہایت ہی عمدہ ہے اے ام الفضل کی تعبیریہ ہے کہ میری بیٹی فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیداہوگا جو تمہاری آغوش میں پرورش آئے گا
۔

آپ کے ارشادفرمانے کوتھوڑی ہی عرصہ گزراتھاکہ خصوصی مدت حمل صرف چھ ماہ گزرکرنورنظررسول امام حسین بتاریخ ۳/ شعبان ۴ ء ہجری بمقام مدینہ منورہ بطن مادرسے آغوش مادرمیں آگئے۔ (شواہدالنبوت ص ۱۳ ، انوارحسینہ جلد ۳ ص ۴۳ بحوالہ صافی ص ۲۹۸ ،جامع عباسی ص ۵۹ ، بحارالانوارومصاح طوسی ابن نما ص ۲ وغیرہ)۔

ام الفضل کابیان ہے کہ میں حسب الحکم ان کی خدمت کرتی رہی ،ایک دن میں بچہ کولے کرآنحضرت کی خدمت میں حاضرہوئی آپ نے آغوش محبت میں لے کرپیارکیااورآپ رونے لگے میں نے سبب دریافت کیاتوفرمایاکہ ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے وہ بتلاگئے ہیں کہ یہ بچہ امت کے ہاتھوں نہایت ظلم وستم کے ساتھ شہیدہوگا، اوراے ام الفضل وہ مجھے اس کی قتل گاہ کی سرخ مٹی بھی دے گئے ہیں (مشکواۃ جلد ۸ ص ۱۴۰ طبع لاہور)۔

اورمسندالامام رضاص ۳۸ میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایادیکھویہ واقعہ فاطمہ سے کوئی نہ بتلائے ورنہ وہ سخت پریشان ہوں گی ،ملاجامی لکھتے ہیں کہ ام سلمہ نے بیان کیاکہ ایک دن رسول خدامیرے گھراس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے سرمبارک کے بال بکھرے ہوئے تھے، اورچہرہ پرگردپڑی ہوئی تھی، میں نے اس پریشانی کودیکھ کرپوچھاکیابات ہے فرمایامجھے ابھی ابھی جبرئیل عراق کے مقام کربلامیں لے گئے تھے وہاں میں نے جائے قتل حسین دیکھی ہے اوریہ مٹی لایاہوں ائے ام سلمہ اسے اپنے پاس محفوظ رکھوجب یہ خون ہوجائے توسمجھناکہ میراحسین شہیدہوگیا۔ الخ(شواہدالنبوت ص ۱۷۴)۔

آپ کا اسم گرامی

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ولادت کے بعد سرورکائنات صلعم نے امام حسین کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور اپنی زبان ان کے منہ میں دے کر بڑی دیر تک چسایا، اس کے بعد داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، پھر دعائے خیر فرما کر حسین نام رکھا (نورالابصار ص ۱۱۳)۔

علماء کا بیان ہے کہ یہ نام اسلام سے پہلے کسی کا بھی نہیں تھا، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نام خود خداوندعالم کا رکھا ہوا ہے (ارجح المطالب وروضۃ الشہداء ص ۲۳۶)۔

کتاب اعلام الوری طبرسی میں ہے کہ یہ نام بھی دیگر آئمہ کے ناموں کی طرح لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

آپ کا عقیقہ

امام حسین کا نام رکھنے کے بعد سرورکائنات نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ بیٹی جس طرح حسن کا عقیقہ کیا گیا ہے اسی طرح اسی کے عقیقہ کا بھی انتظام کرو، اور اسی طرح بالوں کے ہم وزن چاندی تصدق کرو، جس طرح اس کے بھائی حسن کے لیے کر چکی ہو، الغرض ایک مینڈھا منگوایا گیا، اور رسم عقیقہ ادا کر دی گئی (مطالب السؤل ص ۲۴۱)۔

بعض معاصرین نے عقیقہ کے ساتھ ختنہ کا ذکر کیا ہے جو میرے نزدیک قطعا ناقابل قبول ہے کیونکہ امام کا مختون پیدا ہونا مسلمات سے ہے۔

کنیت والقاب

آپ کی کنیت صرف ابوعبداللہ تھی، البتہ القاب آپ کے بے شمار ہیں جن میں سید وصبط اصغر، شہید اکبر، اور سید الشہداء زیادہ مشہور ہیں۔ علامہ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ سبط اور سید خود رسول کریم کے معین کردہ القاب ہیں (مطالب السؤل ص ۳۱۲)
۔

آپ کی رضاعت

اصول کافی باب مولد الحسین ص ۱۱۴ میں ہے کہ امام حسین نے پیدا ہونے کے بعد نہ حضرت فاطمہ زہرا کا شیر مبارک نوش کیا اور نہ کسی اور دائی کا دودھ پیا، ہوتا یہ تھا کہ جب آپ بھوکے ہوتے تھے تو سرورکائنات تشریف لا کر زبان مبارک دہن اقدس میں دے دیتے تھے اور امام حسین اسے چوسنے لگتے تھے، یہاں تک کہ سیر وسیر آب ہو جاتے تھے، معلوم ہونا چاہئے کہ اسی سے امام حسین

کا گوشت پوست بنا اور لعاب دہن رسالت سے حسین پرورش پا کر کار رسالت انجام دینے کی صلاحیت کے مالک بنے یہی وجہ ہے کہ آپ رسول کریم سے بہت مشابہ تھے (نور الابصار ص ۱۱۳)۔

خداوند عالم کی طرف سے ولادت امام حسین کی تہنیت اور تعزیت

علامہ حسین واعظ کاشفی رقمطراز ہیں کہ امام حسین کی ولادت کے بعد خلاق عالم نے جبرئیل کو حکم دیا کہ زمین پر جا کر میرے حبیب محمد مصطفی کو میری طرف سے حسین کی ولادت پر مبارک باد دیدو اور ساتھ ہی ساتھ ان کی شہادت عظمی سے بھی مطلع کر کے تعزیت ادا کر دو، جناب جبرئیل بحکم رب جلیل زمین پر وارد ہوئے اور انہوں نے آنحضرت کی خدمت میں شہادت حسینی کی تعزیت بھی منجانب اللہ ادا کی جاتی ہے، یہ سن کر سرور کائنات کا ماتھا ٹھنکا اور آپ نے پوچھا، جبرئیل ماجرا کیا ہے تہنیت کے ساتھ تعزیت کی تفصیل بیان کرو، جبرئیل نے عرض کی کہ مولا ایک وہ دن ہوگا جس دن آپ کے چہیتے فرزند "حسین" کے گلوئے مبارک پر خنجر آبدار رکھا جائے گا اور آپ کا یہ نور نظر بے یار و مددگار میدان کربلا میں یکہ و تنہا تین دن کا بھوکا پیاسا شہید ہوگا یہ سن کر سرور عالم محو گریہ ہو گئے آپ کے رونے کی خبر جونہی امیر المومنین کو پہنچی وہ بھی رونے لگے اور عالم گریہ میں داخل خانہ سیدہ ہو گئے۔

جناب سیدہ نے جو حضرت علی کو روتا دیکھا دل بے چین ہو گیا، عرض کی ابو الحسن رونے کا سبب کیا ہے فرمایا بنت رسول ابھی جبرئیل آئے ہیں اور وہ حسین کی تہنیت کے ساتھ ساتھ اس کی شہادت کی بھی خبر دے گئے ہیں حالات سے باخبر ہونے کے بعد فاطمہ کے گریہ گلوگیر ہو گیا، آپ نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی بابا جان یہ کب ہوگا، فرمایا جب میں نہ ہوں گا نہ تو ہو گی نہ علی ہوں گے نہ حسن ہوں گے فاطمہ نے پوچھا بابا میرا بچہ کس خطا پر شہید ہوگا فرمایا فاطمہ بالکل بے جرم و خطا صرف اسلام کی حمایت میں شہادت ہو گی، فاطمہ نے عرض کی بابا جان جب ہم میں سے کوئی نہ ہوگا تو پھر اس پر گریہ کون کرے گا اور اس کی صف ماتم کون بچھائے گا، راوی کا بیان ہے کہ اس سوال کا حضرت رسول کریم ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ ہاتف غیبی کی آواز آئی، اے فاطمہ غم نہ کرو تمہارے اس فرزند کا غم ابد الآباد تک منایا جائے گا اور اس کا ماتم قیامت تک جاری رہے گا ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا نے فاطمہ کے جواب میں یہ فرمایا تھا کہ خدا کچھ لوگوں کو ہمیشہ پیدا کرتا رہے گا جس کے بوڑھے بوڑھوں پر اور جوان جوانوں پر اور بچے بچوں پر اور عورتیں عورتوں پر گریہ و زاری کرتے رہیں گے۔

فطرس کا واقعہ

علامہ مذکور بحوالہ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ اسی تہنیت کے سلسلہ میں جناب جبرئیل بے شمار فرشتوں کے ساتھ زمین کی طرف آ رہے تھے کہ ناگاہ ان کی نظر زمین کے ایک غیر معروف طبقہ پر پڑی دیکھا کہ ایک فرشتہ زمین

پرپڑاہوازاروقطارروراہاہے آپ اس کے قریب گئے اور آپ نے اس سے ماجراپوچھااس نے کہااے جبرئیل میں وہی فرشتہ ہوں جوپہلے آسمان پرسترہزارفرشتوں کی قیادت کرتاتھا میرانام فطرس ہے جبرئیل نےپوچھا تجھے کس جرم کی یہ سزاملی ہے اس نے عرض کی ،مرضی معبودکے سمجھنے میں ایک پل کی دیرکی تھی جس کی یہ سزابھگت رہاہوں بال وپرجل گئے ہیں یہاں کنج تنہائی میں پڑاہوں ۔

اےئے جبرئیل خدارامیری کچھ مددکرواَبھی جبرئیل جواب نہ دینے پائے تھے کہ اس نے سوال کیااے روح الامین آپ کہاں جارہے ہیں انہوں نے فرمایاکہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفی صلعم کےیہاں ایک فرزندپیداہواہے جس کانام حسین ہے میں خداکی طرف سے اس کی ادائے تہنیت کے لیے جارہاہوں ، فطرس نے عرض کی اے جبرئیل خداکے لیے مجھے اپنے ہمراہ لیتے چلو مجھے اسی درسے شفااورنجات مل سکتی ہے جبرئیل اسے ساتھ لے کر حضورکی خدمت میں اس وقت پہنچے جب کہ امام حسین آغوش رسول میں جلوہ فرماتھے جبرئیل نے عرض حال کیا،سرورکائنات نے فرمایاکہ فطرس کے جسم کوحسین کے بدن سے مس کردو ،شفاہوجائے گی جبرئیل نے ایساہی کیا اورفطرس کے بال وپراسی طرح روئیدہ ہوگیے جس طرح پہلے تھے ۔

وہ صحت پانے کے بعد فخرومباہات کرتاہوااپنی منزل ”اصلی“ آسمان سوم پرجاپہنچا اورمثل سابق سترہزارفرشتوں کی قیادت کرنے لگا ،بعدازشہادت حسین چوں برآں قضیہ مطلع شد“یہاں تک کہ وہ زمانہ آیاجس میں امام حسین نے شہادت پائی اوراسے حالات سے آگاہی ہوئی تواس نے بارگاہ احدیت میں عرض کی مالک مجھے اجازت دی جائے کہ مین زمین پرجاکردشمنان حسین سے جنگ کروں ارشادہواکہ جنگ کی ضرورت نہیں البتہ توسترہزارفرشتے لے کرزمین پرجا اوران کی قبرمبارک پرصبح وشام گریہ ماتم کیاکراوراس کاجوثواب ہواسے ان کے رونے والوں کے لیے ہبہ کردے چنانچہ فطرس زمین کربلاپرجاپہنچا اورتا قیام قیامت شب وروزروتارہے گا(روضۃ الشہداازص ۲۳۶ تاص ۲۳۸ طبع بمبئی ۱۳۸۵ ھ وغنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادرجیلانی)۔

امام حسین سینہ رسول پر

صحابی رسول ابوہریرہ راوی حدیث کابیان ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھاہے کہ رسول کریم لیٹے ہوئے اورامام حسین نہایت کمسنی کے عالم میں ان کے سینہ مبارک پرہیں ، ان کے دونوں ہاتھوں کوپکڑے ہوئے فرماتے ہیں اے حسین تومیرے سینے پرکودچنانچہ امام حسین آپ کے سینہ مبارک پرکودنے لگے اس کے بعدحضور صلعم نے امام حسین کامنہ چوم کرخداکی بارگاہ میں عرض کی اے میرے پالنے والے میں اسے بے حدچاہتاہوں توبھی اسے محبوب رکھ ، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت امام حسین کالعاب دہن اوران کی زبان اس طرح چوستے تھے جس طرح کھجورکوئی چوسے (ارجح المطالب ص ۳۵۹ وص ۳۶۱ ، استیعاب ج ۱ ص ۱۴۴ ، اصابہ جلد ۲ ص ۱۱ ، کنزالعمال جلد ۷ ص ۱۰۴ ، کنوزالحقائق ص ۵۹) ۔

جنت کے کپڑے اور فرزندان رسول کی عید

امام حسن اور امام حسین کا بچپنا ہے عید آنے والی ہیا وران اسخیائے عالم کے گھر میں نیئے کپڑے کا کیا ذکر پرانے کپڑے بلکہ نان جویں تک نہیں ہے بچوں نے ماں کے گلے میں بانہیں ڈال دیں مادر گرامی اطفال مدینہ عید کے دن زرق برق کپڑے پہن کر نکلیں گے اور ہمارے پاس بالکل لباس نو نہیں ہے ہم کس طرح عید منائیں گے ماں نے کہا بچو گھبراؤ نہیں، تمہارے کپڑے درزی لائے گا عید کی رات آئی بچوں نے ماں سے پھر کپڑوں کا تقاضا کیا، ماں نے وہی جواب دے کر نونہالوں کو خاموش کر دیا۔

ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ ایک شخص نے دق الباب کیا، دروازہ کھٹکھٹایا فضہ دروازہ پر گئیں ایک شخص نے ایک بقچہ لباس دیا، فضہ نے سیدۂ عالم کی خدمت میں اسے پیش کیا اب جو کھولا تو اس میں دو چھوٹے چھوٹے عمامے دو قبائیں، دو عبائیں غرضیکہ تمام ضروری کپڑے موجود تھے ماں کا دل باغ باغ ہو گیا وہ تو سمجھ گئیں کہ یہ کپڑے جنت سے آئے ہیں لیکن منہ سے کچھ نہیں کہا بچوں کو جگایا کپڑے دیئے صبح ہوئی بچوں نے جب کپڑوں کے رنگ کی طرف توجہ کی تو کہا مادر گرامی یہ تو سفید کپڑے ہیں اطفال مدینہ رنگین کپڑے پہنے ہوں گے، امام جان ہمیں رنگین کپڑے چاہئیں۔

حضور انور کو اطلاع ملی، تشریف لائے، فرمایا گھبراؤ نہیں تمہارے کپڑے ابھی ابھی رنگین ہو جائیں گے اتنے میں جبرئیل آفتابہ لیے ہوئے آپہنچے انہوں نے پانی ڈالا محمد مصطفی کے ارادے سے کپڑے سبز اور سرخ ہو گئے سبز جوڑا حسن نے پہنا سرخ جوڑا حسین نے زیب تن کیا، ماں نے گلے لگا لیا باپ نے بوسے دیئے نانا نے اپنی پشت پر سوار کر کے مہار کے بدلے زلفیں ہاتھوں میں دیدیں اور کہا، میرے نونہالو، رسالت کی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں ہے جدھر چاہو موڑ دو اور جہاں چاہو لے چلو (روضۃ الشہداء ص ۱۸۹ بحار الانوار)۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ سرور کائنات بچوں کو پشت پر بٹھا کر دونوں ہاتھوں اور پیروں سے چلنے لگے اور بچوں کی فرمائش پر اونٹ کی آواز منہ سے نکالنے لگے (کشف المحجوب)۔

امام حسین ک ا سردار جنت ہونا

پیغمبر اسلام کی یہ حدیث مسلمات اور متواترات سے ہے کہ "الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ وابوہما خیر منہما" حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے پدر بزرگوار ان دنوں سے بہتر ہیں (ابن ماجہ) صحابی رسول جناب حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سرور کائنات صلعم کو بے انتہا مسرور دیکھ کر پوچھا حضور، افراط مسرت کی کیا وجہ ہے فرمایا اے حذیفہ آج ایک ایسا ملک نازل ہوا ہے جو میرے پاس اس سے قبل کبھی نہیں ایا تھا اس نے مجھے میرے بچوں کی سرداری جنت پر مبارک دی ہے اور کہا ہے کہ "ان فاطمۃ سیدۃ نساء اہل الجنۃ وان الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ" فاطمۃ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں

اور حسنین جنت کے مردوں کے سردار ہیں (کنز العمال جلد ۷ ص ۱۰۷ ، تاریخ الخلفاص ۱۲۳ ، اسد الغابہ ص ۱۲ ، اصابہ جلد ۲ ص ۱۲ ، ترمذی شریف ، مطالب السول ص ۲۴۲ ، صواعق محرقہ ص ۱۱۴) ۔

اس حدیث سے سیادت علویہ کا مسئلہ بھی حل ہوگیا قطع نظر اس سے کہ حضرت علی میں مثل نبی سیادت کا ذاتی شرف موجو تھا اور خود سرور کائنات نے بار بار آپ کی سیادت کی تصدیق سید العرب ، سید المتقین ، سید المومنین وغیرہ جیسے الفاظ سے فرمائی ہے حضرت علی کا سرداران جنت امام حسن اور امام حسین سے بہتر ہونا واضح کرتا ہے کہ آپ کی سیادت مسلم ہی نہیں بلکہ بہت بلند درجہ رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ میرے نزدیک جملہ اولاد علی سید ہیں یہ اور بات ہے کہ بنی فاطمہ کے برابر نہیں ہیں ۔

امام حسین عالم نمازیں پشت رسول پر

خدا نے جو شرف امام حسن اور امام حسین کو عطا فرمایا ہے وہ اولاد رسول اور فرزندان علی میں آل محمد کے سوا کسی کو نصیب نہیں ان حضرات کا ذکر عبادت اور ان کی محبت عبادت ، یہ حضرات اگر پشت رسول پر عالم نمازیں سوار ہو جائیں ، تو نمازیں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ یہ نونہالان رسالت پشت پر عالم نمازیں سوار ہو جایا کرتے تھے اور جب کوئی منع کرنا چاہتا تھا تو آپ اشارہ سے روک دیا کرتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ سجدہ میں اس وقت تک مشغول ذکر رہا کرتے تھے جب تک بچے آپ کی پشت سے خود نہ اتر آئیں آپ فرمایا کرتے تھے خدایا میں انہیں دوست رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر؟ کبھی ارشاد ہوتا تھا اے دنیا والو! اگر مجھے دوست رکھتے ہو تو میرے بچوں سے بھی محبت کرو (اصابہ ص ۱۲ جلد ۲ و مستدرک امام حاکم و مطالب السؤل ص ۲۲۳) ۔

حدیث حسین منی

سرور کائنات نے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے دنیا والو! بس مختصر یہ سمجھ لو کہ "حسین منی وانامن الحسین" حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں ۔ خدا اسے دوست رکھے جو حسین کو دوست رکھے (مطالب السؤل ص ۲۴۲ ، صواعق محرقہ ص ۱۱۴ ، نور الابصار ص ۱۱۳ ، صحیح ترمذی جلد ۶ ص ۳۰۷ ، مستدرک امام حاکم جلد ۳ ص ۱۷۷ و مسند احمد جلد ۴ ص ۹۷۲ ، اسد الغابہ جلد ۲ ص ۹۱ ، کنز العمال جلد ۴ ص ۲۲۱) ۔

مکتوبات باب جنت

سرورکائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشادفرماتے ہیں کہ شب معراج جب میں سیر آسمانی کرتا ہوا جنت کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ باب جنت پر سونے کے حروف میں لکھا ہوا ہے۔

”لاالہ الااللہ محمدحبیب اللہ علی ولی اللہ وفاطمة امةاللہ والحسن والحسین صفوة اللہ ومن ابغضھم لعنہ اللہ“

ترجمہ: خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں علی، اللہ کے ولی ہیں۔ فاطمہ اللہ کی کنیز ہیں، حسن اور حسین اللہ کے برگزیدہ ہیں اور ان سے بغض رکھنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے(ارجح المطالب باب ۳ ص ۳۱۳ طبع لاہور ۱۲۵۱)

امام حسین اور صفات حسنہ کی مرکزیت

یہ تو معلوم ہی ہے کہ امام حسین حضرت محمد مصطفی صلی علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، حضرت علی وفاطمہ کے بیٹے اور امام حسن کے بھائی تھے اور انہیں حضرات کو پنجتن پاک کہا جاتا ہے اور امام حسین پنجتن کے آخری فرد ہیں یہ ظاہر ہے کہ آخر تک رہنے والے اور ہر دور سے گزرنے والے کے لیے اکتساب صفات حسنہ کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، امام حسین ۳/ شعبان ۴ ہجری کو پیدا ہوکر سرورکائنات کی پرورش وپرداخت اور آغوش مادرمیں رہے اور کسب صفات کرتے رہے، ۲۸/ صفر ۱۱ ہجری کو جب آنحضرت شہادت پاگئے اور ۳/ جمادی الثانیہ کو ماں کی برکتوں سے محروم ہوگئے تو حضرت علی نے تعلیمات الہیہ اور صفات حسنہ سے بہرہ ور کیا، ۲۱/ رمضان ۴۰ ہجری کو آپ کی شہادت کے بعد امام حسن کے سر پر ذمہ داری عائد ہوئی، امام حسن ہر قسم کی استمداد واستعانت خاندانی اور فیضان باری میں برابر کے شریک رہے، ۲۸/ صفر ۵۰ ہجری کو جب امام حسن شہید ہوگئے تو امام حسین صفات حسنہ کے واحد مرکز بن گئے، یہی وجہ ہے کہ آپ میں جملہ صفات حسنہ موجود تھے اور آپ کے طرزحیات میں محمد وعلی وفاطمہ اور حسن کا کردار نمایاں تھا اور آپ نے جو کچھ کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا، کتب مقاتل میں ہے کہ کربلا میں حب امام حسین رخصت آخری کے لیے خیمہ میں تشریف لائے تو جناب زینب نے فرمایا تھا کہ ائے خامس آل عبا آج تمہاری جدائی کے تصور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد مصطفی، علی مرتضی، فاطمۃالزہراء، حسن مجتبی ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔

حضرت عمر کا اعتراف شرف آل محمد

عہد عمری میں اگرچہ پیغمبر اسلام کی آنکھیں بند ہوچکی تھی اور لوگ محمد مصطفی کی خدمت اور تعلیمات کو پس پشت ڈال چکے تھے لیکن پھر بھی کبھی کبھی ”حق برزبان جاری“ کے مطابق عوام سچی باتیں سن ہی لیا کرتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر منبر رسول پر خطبہ فرمارہے تھے ناگاہ حضرت امام حسین کا ادھر سے گزر ہوا آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت عمر کی طرف مخاطب ہوکر بولے ”انزل عن منبرابی“ میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے اور جائیے اپنے باپ کے منبر پر بیٹھے آپ نے کہا کہ میرے

باپ کاتوکوئی منبرنہیں ہے اس کے بعدمنبرسے اترکرامام حسین کواپنے ہمراہ گھرلے گئے اوروہاں پہنچ کرپوچھاکہ صاحب زادے تمہیں یہ بات کس نے سکھائی ہے توانہوں نے فرمایاکہ میں نے اپنے سے کہاہے ،مجھے کسی نے سکھایانہیں اس کے بعدانہوں نے کہاکہ میرے ماں باپ تم پرفداہوں ، کبھی کبھی آیاکروآپ نے فرمایابہترہے ایک دن آپ تشریف لے گئے توحضرت عمرکومعاویہ سے تنہائی میں محوگفتگوپاکوواپس چلے گئے ۔۔۔۔جب اس کی اطلاع حضرت عمرکوہوئی توانہوں نے محسوس کیااورراستے میں ایک دن ملاقات پرکہاکہ آپ واپس کیوں چلے آئے تھے فرمایاکہ آپ محوگفتگوتھے اس لیے میں نے عبداللہ (ابن عمر) کے ہمراہ واپس آیاحضرت عمرنے کہاکہ "فرزندرسول میرے بیٹے سے زیادہ تمہاراحق ہے" فانما انت ماتری فی روسنااللہ ثم انتم" اس سے انکارنہیں کیاجاسکتاکہ میراوجودتمہارے صدقہ میں ہے اورمیرارواں تمہارے طفیل سے اگاہے (اصابہ ج ۲ ص ۲۵ ،کنزالعمال جلد ۷ ص ۱۰۷ ،ازالۃالخفاء)۔

ابن عمرکااعتراف شرف حسینی

ابن حریب راوی ہیں کہ ایک دن عبداللہ ابن عمرخانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کررہے تھے کہ اتنے میں حضرت امام حسین علیہ السلام سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے ابن عمرنے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکرکہاکہ یہ شخص یعنی امام حسین اہل آسمان کے نزدیک تمام اہل زمین سے زیادہ محبوب ہیں ۔

کرم حسین کی ایک مثال

امام فخرالدین رازی تفسیرکبیرمیں زیرآیۃ "علم آدم الاسماء کلہا" لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی نے خدمت امام حسین میں حاضرہوکرکچھ مانگا اورکہاکہ میں نے آپ کے جدنامدارسے سناہے کہ جب کچھ مانگناہوتوچارقسم کے لوگوں سے مانگو : ۱ ۔ شریف عرب سے ۲ ۔ کریم حاکم سے ۳ ۔ حامل قرآن سے ۴ ۔ حسین شکل والے سے ۔
میں آپ میں یہ جملہ صفات پاتاہوں اس لیے مانگ رہاہوں آپ شریف عرب ہیں آپ کے ناناعربی ہیں آپ کریم ہیں ،کیونکہ آپ کی سیرت ہی کرم ہے، قرآن پاک آپ کے گھرمیں نازل ہواہے آپ صبیح وحسین ہیں ، رسول خداکاارشادہے کہ جومجھے دیکھناچاہے وہ حسن اورحسین کودیکھے، لہذاعرض ہے کہ مجھے عطیہ سے سرفرازفرمائیے، آپ نے فرمایاکہ جدنامدارنے فرمایاہے کہ "المعروف بقدرالمعرفۃ" معرفت کے مطابق عطیہ دیناچاہئے، تومیرے سوالات کاجواب دے ۔ بتا:

سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ پر ایمان لانا۔ ۲ ۔ ہلاکت سے نجات کا ذریعہ ہے؟ اس نے کہا اللہ پر بھروسہ کرنا۔ ۳۔ مرد کی زینت کیا ہے؟ کہا "علم معه حلم" ایسا علم جس کے ساتھ حلم ہو، آپ نے فرمایا درست ہے اس کے بعد آپ ہنس پڑے۔ ورمی بالصرۃ الیہ اور ایک بڑا کیسہ اس کے سامنے ڈال دیا۔ (فضائل الخمسۃ من الصحاح الستہ جلد ۳ ص ۲۶۸)۔

امام حسین کی نصرت کے لیے رسول کریم کا حکم

انس بن حارث کا بیان ہے جو کہ صحابی رسول اور اصحاب صفہ میں سے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ایک دن رسول خدا کی گود میں تھے اور وہ ان کو پیار کر رہے تھے، اسی دوران میں فرمایا، ان ابنی ہذا یقتل بارض یقال لہا کربلاء فمن شہد ذالک منکم فلینصرہ" کہ میرا یہ فرزند حسین اس زمین پر قتل کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے دیکھو تم میں سے اس وقت جو بھی موجود ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مدد کرے۔

راوی کا بیان ہے کہ اصل راوی اور چشم دید گواہ انس بن حارث جو کہ اس وقت موجود تھے وہ امام حسین کے ہمراہ کربلا میں شہید ہو گئے تھے (اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۲۳ و ۳۴۹، اصابہ جل ۱ ص ۶۸، کنز العمال جلد ۶ ص ۲۲۳، ذخائر العقبی محب طبری ص ۱۴۶)۔

امام حسین علیہ السلام کی عبادت

علماء و مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام زبردست عبادت گزار تھے آپ شب و روز میں بے شمار نمازیں پڑھتے تھے اور انواع و اقسام عبادات سے سرفراز ہوتے تھے آپ نے پچس حج پاپیادہ کئے اور یہ تمام حج زمانہ قیام مدینہ منورہ میں فرمائے تھے، عراق میں قیام کے دوران آپ کو اموی ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے کسی حج کا موقع نہیں مل سکا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۷)۔

امام حسین کی سخاوت

مسند امام رضا ص ۳۵ میں ہے کہ سخی دنیا کے لوگوں کے سردار اور متقی آخرت کے لوگوں کے سردار ہوتے ہیں امام حسین سخی ایسے تھے جن کی نظیر نہیں اور متقی ایسے تھے کہ جن کی مثال نہیں، علماء کا بیان ہے کہ اسامہ ابن زید صحابی رسول علیل تھے امام حسین انھیں دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے محسوس کیا کہ وہ بے حد رنجیدہ ہیں، پوچھا، ائے میرے نانا کے صحابی کیا بات

ہے "واغماہ" کیوں کہتے ہو، عرض کی مولا، ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں آپ نے فرمایا کہ گھبراو نہیں اسے میں ادا کر دوں گا چنانچہ آپ نے ان کی زندگی میں ہی انہیں قرضے کے بارسے سبکدوش فرمادیا۔

ایک دفعہ ایک دیہاتی شہر میں آیا اور اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہاں سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ لوگوں نے امام حسین کا نام لیا، اس نے حاضر خدمت ہوکر بذریعہ اشعار سوال کیا، حضرت نے چار ہزار اشرفیاں عنایت فرمادیں، اس نے شعیب خزاعی کا کہنا ہے کہ شہادت امام حسین کے بعد آپ کی پشت پر بار برداری کے گھٹے دیکھے گئے جس کی وضاحت امام زین العابدین نے یہ فرمائی تھی کہ آپ اپنی پشت پر لاد کر اشرفیاں اور غلوں کے گٹھر بیواؤں اور یتیموں کے گھرات کے وقت پہنچایا کرتے تھے کتابوں میں ہے کہ آپ کے ایک غیر معصوم فرزند کو عبدالرحمن سلمی نے سورہ حمد کی تعلیم دی، آپ نے ایک ہزار اشرفیاں اور ایک ہزار قیمتی خلعتیں عنایت فرمائیں (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۷۴)۔

امام شلبجی اور علامہ محمد ابن طلحہ شافعی نے نورالابصار اور مطالب السؤل میں ایک اہم واقعہ آپ کی صفت سخاوت کے متعلق تحریر کیا ہے جسے ہم امام حسن کے حال میں لکھ آئے ہین کیونکہ اس واقعہ سخاوت میں وہ بھی شریک تھے۔

جنگ صفین میں امام حسین کی جدوجہد

اگرچہ مورخین کا تقریبا اس پر اتفاق ہے کہ امام حسین عہد امیرالمومنین کے ہر معرکہ میں موجود رہے، لیکن محض اس خیال سے کہ یہ رسول اکرم کی خاص امانت ہیں انہیں کسی جنگ میں لڑنے کی اجازت نہیں دی گئی (نورالحسینہ ص ۴۴)۔

لیکن علامہ شیخ مہدی مازندرانی کی تحقیق کے مطابق آپ نے بندش آپ توڑنے کے لیے مقام صفین میں نبرآزمائی فرمائی تھی (شجرۂ طوبی طبع نجف اشرف ۱۳۵۴ ھ و بحارالانوار جلد ۱۰ ص ۲۵۷ طبع ایران)۔

علامہ باقر خراسانی لکھتے ہیں کہ اس موقع پر امام حسین کے ہمراہ حضرت عباس بھی تھے (کبریت الاحمر ص ۲۵ و ذکرالعباس ص ۲۶)۔

حضرت امام حسین علیہ السلام گرداب مصائب میں

واقعہ کربلا کا آغاز

حضرت امام حسین علیہ السلام جب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلعم کی زندگی کے آخری لمحات سے لے کر امام حسن کی حیات کے آخری ایام تک بحر مصائب وآلام کے ساحل سے کھیلتے ہوئے زندگی کے اس عہد میں داخل ہوئے جس کے بعد آپ کے علاوہ پنجتن میں کوئی باقی نہ رہا تو آپ کا سفینہ حیات خود گرداب مصائب میں آگیا امام حسن کی شہادت کے بعد سے معاویہ کی تمام

ترجدوجہدیہی رہی کہ کسی طرح امام حسین کاچراغ زندگی بھی اسی طرح گل کردے، جس طرح حضرت علی اورامام حسن کی شمع حیات بجھاچکاہے اوراس کے لیے وہ ہر قسم کاداؤں کرتارہا اوراس سے کامقصدصرف یہ تھاکہ یزیدکی خلافت کے منصوبہ کوپروان چڑھائے، بالآخراس نے ۵۶ ء میں ایک ہزارکی جمیعت سمیت یزیدکے لیے بیعت لینے کی غرض سے حجازکاسفراختیارکیا اور مدینہ منورہ پہنچا۔

وہاں امام حسین سے ملاقات ہوئی اس نے بیعت یزیدکاذکرکیا،آپ نے صاف لفظوں میں اس کی بدکرداری کاحوالہ دے کرانکارکردیا، معاویہ کوآپ کاانکار کھلاتوبہت زیادہ لیکن چنداُلٹے سیدھے الفاظ کہنے کے سوااورکچھ کرنہ سکا اس کے بعدمدینہ اورپھرمکہ میں بیعت یزید لے کرشام کوواپس چلاگیا۔ علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ امیرمعاویہ نے جب مدینہ میں بیعت کاسوال اٹھایاتوحسین بن علی، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیرنے بیعت یزید سے انکارکردیا اس نے بڑی کوشش کی لیکن یہ لوگ نہ مانے اوررفع فتنہ کے لیے امام حسین کے علاوہ سب مدینہ سے چلے گئے۔

معاویہ ان کے پیچھے مکہ پہنچا اوروہاں ان پردباؤڈالا لیکن کامیاب نہ ہوا،آخرکارشام واپس چلاگیا (روضۃ الشہداء ص ۲۳۴)۔

معاویہ بڑی تیزکی ساتھ بیعت لیتارہا اوربقول علامہ ابن قتیبہ اس سلسلہ میں اس نے ٹکوں میں لوگوں کے دین بھی خریدلیے، الغرض رجب ۶۰ ھ میں معاویہ رخت سفرباندھ کر دنیا سے چلاگیا،یزیدجواپنے باپ کے مشن کوکامیاب کرناضروری سمجھتا تھا سب سے پہلے مدینہ کی طرف متوجہ ہوگیا اوراس نے وہاں کے والی ولیدبن عقبہ کولکھاکہ امام حسین، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیرسے میری بیعت لے لے، اوراگریہ انکارکریں توان کے سرکاٹ کرمیرے پاس بھیج دے، ابن عقبہ نے مروان سے مشورہ کیااس نے کہاکہ سب بیعت کرلیں گے لیکن امام حسین ہرگزبیعت نہ کریں گے اورتجھے ان کے ساتھ پوری سختی کابرتاؤ کرناپڑے گا۔

صاحب تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ ولیدنے ایک شخص (عبدالرحمن بن عمربن عثمان) کوامام حسین اورابن زبیرکوبلانے کے لیے بھیجا، قاصد جس وقت پہنچادونوں مسجدمیں محوگفتگوتھے آپ نے ارشادفرمایاکہ تم چلوہم آتے ہیں، قاصدواپس چلاگیا اوریہ دونوں آپ میں بلانے کے سبب پرتبادلہ خیالات کرنے لگے امام حسین نے فرمایاکہ میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں یہ سمجھتاہوں کہ معاویہ نے انتقال کیااوریہ ہمیں بیعت یزیدکے لیے بلارہاہے ابھی یہ حضرات جانے نہ پائے تھے کہ قاصدپھرآگیا اوراس نے کہاکہ ولیدآپ حضرات کے انتظارمیں ہے امام حسین نے فرمایاکہ جلدی کیاہے جاکرکہہ دوکہ ہم تھوڑی دیرمیں آجائیں گے۔

اس کے بعدامام حسین دولت سرامیں تشریف لائے اور ۳۰ بہادروں کوہمراہ لے کرولیدسے ملنے کاقصد فرمایا آپ داخل دربارہوگئے اوربہادران بنی ہاشم بیرون خانہ درباری حالات کامطالعہ کرتے رہے ولیدنے امام حسین کی مکمل تعظیم کی اورخبرمرگ معاویہ سنانے

کے بعد بیعت کا ذکر کیا ، آپ نے فرمایا کہ مسئلہ سوچ بچار کا ہے تم لوگوں کو جمع کرو اور مجھے بھی بلا لو میں ''علی روس الاشھاد'' یعنی عام مجمع میں اظہار خیال کروں گا۔

ولید نے کہا بہتر ہے ، پھر کل تشریف لائیے گا ابھی آپ جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ مروان بول اٹھا اے ولید اگر حسین اس وقت تیرے قبضہ سے نکل گئے تو پھر ہاتھ نہ آئیں گے ان کو اسی وقت مجبور کر دے اور ابھی ابھی بیعت لے لے اور اگر یہ انکار کریں تو حکم یزید کے مطابق سر تن سے اتار لے یہ سننا تھا کہ امام حسین کو جلال آگیا آپ نے فرمایا ''یا ابن الزرقا'' کس میں دم ہے کہ حسین کو ہاتھ لگا سکے، تجھے نہیں معلوم کہ ہم آل محمد ہیں فرشتے ہمارے گھروں میں آتے رہتے ہیں ہمیں کیونکر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ ہم یزید جیسے فاسق و فاجر اور شرابی کی بیعت کر لیں ، امام حسین کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ بہادران بنی ہاشم داخل دربار ہو گئے اور قریب تھا کہ زبردست ہنگامہ برپا کر دیں لیکن امام حسین نے انہیں سمجھا بجھا کر خاموش کر دیا اس کے بعد امام حسین واپس دولت سرا تشریف لے گئے ولید نے سارا واقعہ یزید کو لکھ کر بھیج دیا اس نے جواب میں لکھا کہ اس خط کے جواب میں امام حسین کا سر بھیج دو، ولید نے یزید کا خط امام حسین کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ فرزند رسول ، میں یزید کے کہنے پر کسی صورت سے عمل نہیں کر سکتا لیکن آپ کو باخبر کرتا ہوں اور بتانا چاہتا ہوں کہ یزید آپ کے خون بہانے کے درپے ہے۔

امام حسین نے صبر کے ساتھ حالات پر غور کیا اور نانا کے روضہ پر جا کر درد دل بیان فرمایا اور بے انتہا روئے ، صبح صادق کے قریب مکان واپس آئے دوسری رات کو پھر روضہ رسول پر تشریف لے گئے اور مناجات کے بعد روتے روتے سو گئے خواب میں آنحضرت کو دیکھا کہ آپ حسین کی پیشانی کا بوسہ لے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے نور نظر عنقریب امت تمہیں شہید کر دے گی بیٹا تم بھوکے پیاسے ہوگے تم فریاد کرتے ہوگے اور کوئی تمہاری فریاد رسی نہ کرے گا امام حسین کی آنکھ کھل گئی آپ دولت سرا واپس تشریف لائے اور اپنے اعزا کو جمع کر کے فرمانے لگے کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ میں مدینہ کو چھوڑ دوں ، ترک وطن کا فیصلہ کرنے کے بعد روضہ امام حسن اور مزار جناب سیدہ پر تشریف لے گئے بھائی سے رخصت ہوئے ماں کو سلام کیا قبر سے جواب سلام آیا، نانا کے روضہ پر رخصت آخری کے لیے تشریف لے گئے روتے روتے سو گئے سرور کائنات نے خواب میں صبر کی تلقین کی اور فرمایا بیٹا ہم تمہارے انتظار میں ہیں۔

علماء کا بیان ہے کہ امام حسین ۲۸/ رجب ۶۰ ھ یوم سہ شنبہ کو مدینہ منورہ سے بارادہ مکہ معظمہ روانہ ہوئے علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ ''نفرلمکتہ خوفا علی نفسہ'' امام حسین جان کے خوف سے مکہ تشریف لے گئے (صواعق محرقہ ص ۴۷)۔

آپ کے ساتھ تمام مخدرات عصمت و طہارت اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے البتہ آپ کی ایک صاحبزادی جن کا نام فاطمہ صغری تھا اور جن کی عمر اس وقت ۷/ سال تھی بوجہ علالت شدیدہ ہمراہ نہ جا سکیں امام حسین نے آپ کی تیمارداری کے لیے حضرت عباس کی ماں جناب ام البنین کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا تھا اور کچھ فریضہ خدمت ام المومنین جناب ام سلمہ کے سپرد کر دیا تھا، آپ ۳/ شعبان

۶۰ھ یوم جمعہ کو مکہ معظمہ پہنچ گئے آپ کے پہنچتے ہی والی مکہ سعید ابن عاص مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلا گیا اور وہاں سے یزید کو مکہ کے تمام حالات لکھے اور بتایا کہ لوگوں کا رجحان امام حسین کی طرف اس تیزی سے بڑھ رہا ہے جس کا جواب نہیں ، یزید نے یہ خبر پاتے ہی مکہ میں قتل حسین کی سازش پر غور کرنا شروع کر دیا۔

امام حسین مکہ معظمہ میں چار ماہ شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ مقیم رہے یزید جو بہر صورت امام حسین کو قتل کرنا چاہتا تھا اس نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ حسین اگر مدینہ سے بچ کر نکل گئے ہیں تو مکہ میں قتل ہو جائیں اور اگر مکہ سے بچ نکلیں تو کوفہ پہنچ کر شہید ہو سکیں ، یہ انتظام کیا کہ کوفے سے ۱۲ ہزار خطوط دوران قیام مکہ میں بھجوائے کیونکہ دشمنوں کو یہ یقین تھا کہ حسین کوفہ میں آسانی سے قتل کئے جاسکیں گے ، نہ یہاں کے باشندوں میں عقیدہ کا سوال ہے اور نہ عقیدت کا یہ فوجی لوگ ہیں ان کی عقلیں بھی موٹی ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ شہادت حسین سے قبل جب تک جتنے افسر بھیجے گئے وہ محض اس غرض سے بھیجے جاتے رہے کہ حسین کو گرفتار کر کے کوفہ لے جائیں (کشف الغمہ ص ۶۸)۔

اور ایک عظیم لشکر مکہ میں شہید کئے جانے کے لیے ارسال کیا اور ۳۰/ خارجیوں کو حاجیوں کے لباس میں خاص طور پر بھجوا دیا جس کا قائد عمر ابن سعد تھا (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۱ ، منتخب طریحی خلاصۃ المصائب ص ۱۵۰ ،ذکر العباس ص ۱۲۲)

۔

عبد الحمید خان ایڈیٹر رسالہ مولوی دہلی لکھتے ہیں کہ "اس کے علاوہ ایک سازش یہ بھی کی گئی کہ ایام حج میں تین سو شامیوں کو بھیج دیا گیا کہ وہ گروہ حجاج میں شامل ہو جائیں اور جہاں جس حال میں بھی حضرت امام حسین کو پائیں قتل کر ڈالیں (شہید اعظم ص ۷۱)۔

خطوط جو کوفہ سے آئے تھے انہیں شرعی رنگ دیا گیا تھا اور وہ ایسے لوگوں کے نام سے بھیجے گئے تھے جن سے امام حسین متعارف تھے شاہ عبد العزیز دہلوی کا کہنا ہے کہ یہ خطوط "من کل طائفة وجماعة" ہر طائفہ اور جماعت کی طرف سے بھجوائے گئے تھے (سر الشہادتین ص ۶۷)۔ علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ خطوط بھیجنے والے عام اہل کوفہ تھے (صواعق محرقہ ص ۱۱۷) ابن جریر کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں کوفہ میں ایک دو گھر کے علاوہ کوئی شیعہ نہ تھا (طبری) حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تفحص حالات کی خاطر جناب مسلم ابن عقیل کو کوفہ روانہ کر دیا۔

مکہ معظمہ میں امام حسین کی جان نہ بچ سکی

یہ واقعہ ہے کہ امام حسین مدینہ منورہ سے اس لے عازم مکہ ہوئے تھے کہ یہاں ان کی جان بچ جائے گی لیکن آپ کی جان لینے پر ایسا سفاک دشمن تلا ہوا تھا جس نے مکہ معظمہ اور کعبہ محترمہ میں بھی آپ کو محفوظ نہ رہنے دیا اور وہ وقت آگیا کہ امام حسین مقام امن کو محل خوف سمجھ کر مکہ معظمہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور قریب تھا کہ آپ کو عالم حج وطواف میں قتل کر دیں۔

امام حسین کو جیسے ہی سازش کا پتہ لگا، آپ نے فوراً حج کو عمرہ منفردہ سے بدلا اور ۸/ ذی الحجہ ۶۰ ء کو جناب مسلم کے خط پر بھروسہ کر کے عازم کوفہ ہو گئے ابھی آپ روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ اعزاء و اقربا نے کمال ہمدردی کے ساتھ التوائے سفر کوفہ کی درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ گر چیونٹی کے بل میں بھی چھپ جاؤں تو بھی ضرور قتل کیا جاؤں گا اور سنو میرے نانا نے فرمایا ہے کہ حرمت مکہ ایک دنبہ کے قتل سے برباد ہوگی میں ڈرتا ہوں کہ وہ دنبہ میں ہی نہ قرار پاؤں میری خواہش ہے کہ میں مکہ سے باہر چاہے ایک ہی بالشت پر کیوں نہ ہوں قتل کیا جاؤں گا (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۲۰ ،ینابع المودۃ ص ۲۳۷ ، صواعق محرقہ ص ۱۱۷) ۔

یہ واقعہ ہے کہ یزید کا ارادہ بہر صورت امام حسین کو قتل کرنا اور استیصال بنی فاطمہ تھا۔ (کشف الغمہ ص ۸۷) ۔

یہی وجہ ہے کہ جب امام حسین کے مکہ معظمہ سے روانہ ہونے کی اطلاع والی مکہ عمر بن سعید کو ہوئی تو اس نے پوری طاقت سے آپ کو واپس لانے کی سعی کی اور اسی سلسلہ میں اسی نے یحی بن سعید ابن العاص کو ایک گروہ کے ساتھ آپ کو روکنے کے لیے بھیج دیا "فقالوا له انصرف این تذهب" ان لوگوں نے آپ کو روکا اور کہا کہ آپ یہاں سے کہاں نکلے جا رہے ہیں فوراً لوٹیے، آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوگا، یہ روکنا معمولی نہ تھا بلکہ ایسا تھا جس میں مارپیٹ کی بھی نوبت آئی (دمعۃ ساکبۃ ص ۳۱۶) مقصد یہ ہے کہ والی مکہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ امام حسین اسکے حدود اقتدار سے نکل جائیں اور یزید کے منشاء کو پورا نہ کر سکے کیونکہ اس کے پیش نظر والی مدینہ کی برطرفی یا تعطل تھا، وہ دیکھ چکا تھا کہ حسین کے مدینہ سے سالم نکل آنے پر والی مدینہ برطرف کر دیا گیا تھا۔

امام حسین کی مکہ سے روانگی

الغرض امام حسین اپنے جملہ اعزاء و اقرباء اور انصار جان نثار کو ہمراہ لے کر جن کی تعداد بقول امام شبلنجی ۸۲ تھی مکہ سے روانہ ہو گئے آپ جس وقت منزل صفاح پہنچے تو فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی وہ کوفہ سے آ رہا تھا استفسار پر اس نے بتایا کہ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہوں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں آپ نے اپنی روانگی کے وجوہ بیان فرمائے اور آپ وہاں سے آگے بڑھے پھر منزل حاجز کے ایک چشمہ پر اترے وہاں عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی کوفیوں کی بے پروائی کا ذکر کیا، اسکے بعد آپ منزل بطن الرمہ پہنچے اور وہاں سے منزل ذات العرق میں ڈیرہ ڈالا، وہاں شخص بشیر بن غالب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی کوفیوں کی غداری کا تذکرہ کیا۔

پھر آپ وہاں سے آگے بڑھے ایک مقام پر ایک خیمہ نصب دیکھا پوچھا اس جگہ کون ٹھہرا ہے معلوم ہو کہ زہیر ابن القین، آپ نے انہیں بلوا بھیجا، جب وہ آئے تو آپ نے اپنی حمایت کا ذکر کیا انہوں نے قبول کر کے اپنی بیوی کو بروایتے اپنے بھائی کے ہمراہ گھر روانہ کر دیا اور خود امام حسین کے ساتھ ہو گئے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر منزل "زبالہ" میں پہنچے وہاں آپ کو حضرت مسلم وہانی اور محمد بن کثیر اور عبداللہ بن یقطر جیسے دلیروں کی شہادت کی خبر ملی آپ نے اناللہ وانا الیہ راجعون فرمایا اور داخل خیمہ ہو کر حضرت

مسلم کی بچیوں کو کمال محبت کے ساتھ پیار کیا اور بے انتہا روئے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرا قتل یقینی ہے، میں تم لوگوں کی گردنوں سے طوق بیعت اتارے لیتا ہوں تمہارا جدھر جی چاہے چلے جاؤ، دنیا دار تو واپس ہو گئے، لیکن سب دیندار ہم رکاب ہی رہے۔

پھر وہاں سے روانہ ہو کر منزل قصر بنی مقاتل پر اترے وہاں عبد اللہ ابن حر جعفی سے ملاقات ہوئی آپ کے اصرار کے باوجود وہ بقول واعظ کاشفی آپ کے ہمرکاب نہ ہوا پھر منزل ثعلبیہ پر پہنچے، وہاں جناب زینب کی آغوش میں سر رکھ کے سو گئے خواب میں رسول خدا کو دیکھا کہ وہ بلا رہے ہیں آپ رو پڑے، ام کلثوم نے سبب گریہ پوچھا آپ نے خواب کا حوالہ دیا اور خاندان کی تباہی کا تاثر ظاہر فرمایا، علی اکبر نے عرض کی بابا ہم حق پر ہیں ہمیں موت سے ڈر نہیں۔

اس کے بعد آپ نے منزل قطقطانیہ پر خطبہ دیا اور وہاں سے روانہ ہو کر قبیلہ بنی سکون میں ٹھہرے آپ کی یہاں سکونت کی اطلاع ابن زیادہ کو دی گئی اس نے ایک ہزار یا دو ہزار کے لشکر سمیت حر بن یزید ریاحی کو امام حسین کی گرفتاری کے لیے روانہ کر دیا امام حسین اپنی قیام گاہ سے نکل کر کوفہ کی طرف بدستور روانہ ہو گئے راستے میں بنی عکرمہ کا ایک شخص ملا، اس نے کہا قادسیہ سے غدیب تک ساری زمین لشکر سے پٹی پڑی ہے آپ نے اسے دعائے خیر دی اور خود آگے بڑھ کر "منزل شراف" پر قیام کیا وہاں آپ نے محرم ۶۱ ھ کا چاند دیکھا اور آپ رات گذار کر علی الصباح روانہ ہو گئے۔

حر بن یزید ریاحی

صبح کا وقت گزرا دوپہر آئی لشکر حسین بادیہ پیمائی کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک صحابی حسین نے تکبیر کہی لوگوں نے سبب پوچھا، اس نے جواب دیا کہ مجھے کوفہ کی سمت خرمے اور کیلے کے درخت جیسے نظر آ رہے ہیں یہ سن کر لوگ یہ خیال کرتے ہوئے کہ س جنگل میں درخت کہاں، اس طرف غور سے دیکھنے لگے، تھوڑی دیر میں گھوڑوں کی کنوتیاں نظر آئیں امام نے فرمایا کہ دشمن آ رہے ہیں لہذا منزل ذو خشب یا ذو حسم کی طرف مڑ چلو، لشکر حسین نے رخ بدلا اور لشکر حر نے تیز رفتاری اختیار کی بالآخر سامنے آپہنچا اور بروایتے لجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا یہ دیکھ کر حضرت عباس آگے بڑھے اور فرمایا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے ''ماترید'' کیا چاہتا ہے (مائتین) ص ۱۸۳)۔

مورخین کا بیان ہے کہ چونکہ لشکر حر پیاس سے بے چین تھا اس لیے ساقی کوثر کے فرزند نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ حر کے سواروں اور سواری کے جانوروں کو اچھی طرح سیراب کر دو، چنانچہ اچھی طرح سیرابی کر دی گئی اس کے بعد نماز ظہر کی اذان ہوئی حر نے امام حسین کی قیادت میں نماز ادا کی اور یہ بتایا کہ ہمیں آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ ہم

آپ کو ابن زیاد کے دربار میں حاضر کریں ، امام حسین نے فرمایا کہ میرے جیتے جی یہ ناممکن ہے کہ میں گرفتار ہو کر خاموشی کے ساتھ کوفہ میں قتل کر دیا جاؤں۔

پھر اس نے تنہائی میں رائے دی کہ چپکے سے رات کے وقت کسی طرف نکل جائیے آپ نے اس کی رائے کو پسند کیا اور ایک راستے پر آپ چل پڑے جب صبح ہوئی تو پھر حر کو تعاقب کرتے دیکھے اور پوچھا کہ اب کیا بات ہے اس نے کہا مولا کسی جاسوس نے ابن زیاد سے غمازی کر دی ہے چنانچہ اب اس کا حکم یہ آگیا ہے کہ میں آپ کو بے آب وگیاہ جنگل میں روک لوں گفتگو کے ساتھ ساتھ رفتار بھی جاری تھی کہ ناگاہ امام حسین کے گھوڑے نے قدم روکے، آپ نے لوگوں سے پوچھا اس زمین کو کیا کہتے ہیں کہا گیا کربلا آپ نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ یہیں پر ڈیرے ڈال دو اور یہیں خیمے لگادو کیونکہ قضائے الٰہی یہیں ہمارے گلے ملے گی (نورالابصار ص ۱۱۷ ، مطالب السؤل ص ۲۵۷ ، طبری جلد ۳ ص ۴۰۷ ، کامل جلد ۴ ص ۲۶ ، ابوالفداء ج ۲ ص ۲۰۱ ، دمعۃ ساکبۃ ص ۳۳۰ اخبار الطوال ص ۲۵۰ ، ابن الوردی جلد ۱ ص ۱۷۲ ، ناسخ جلد ۶ ص ۲۱۹ ، بحارالانوار جلد ۱۰ ص ۲۸۶)۔

کربلا میں ورود

۲/ محرم الحرام ۶۱ ھ یوم پنجشنبہ کو امام حسین علیہ السلام وارد کربلا ہو گئے نور العین ص ۴۶ حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۵۱ مطالب السؤل ص ۲۵۰ ، ارشاد مفید، دمعۃ ساکبۃ ص ۳۲۱ ۔

واعظ کاشفی اور علامہ اربلی کا بیان ہے کہ جیسے ہی امام حسین نے زمین کربلا پر قدم رکھا زمین کربلا زرد ہو گئی اور ایک ایسا غبار اٹھا جس سے آپ کے چہرۂ مبارک پر پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے ، یہ دیکھ کر اصحاب ڈر گئے اور جناب ام کلثوم رونے لگیں (کشف الغمہ ص ۶۹ روضۃ الشہداء ص ۳۰۱) ۔

صاحب مخزن البکا لکھتے ہیں کہ کربلا پر ورود کے فوراً بعد جناب ام کلثوم نے امام حسین سے عرض کی ، بھائی جان یہ کیسی زمین ہے کہ اس جگہ ہمارے دل دہل رہے ہیں امام حسین نے فرمایا بس یہ وہی مقام ہے جہاں بابا جان نے صفین کے سفر میں خواب دیکھا تھا یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمارا خون بہے گا ، کتاب مائین میں ہے کہ اسی دن ایک صحابی نے ایک بیری کے درخت سے مسواک کے لیے شاخ کاٹی تو اس سے خون تازہ جاری ہو گیا۔

امام حسین کا خط اہل کوفہ کے نام

کربلا پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے اتمام حجت کے لیے اہل کوفہ کے نام قیس ابن مسہر کے ذریعہ سے ایک ارسال فرمایا ، جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تمہاری دعوت پر میں کربلا تک آگیا ہوں ، الخ۔ قیس خط لیے جا رہے تھے کہ راستے میں گرفتار کر لیے گئے

اورانہیں ابن زیاد کے سامنے کوفہ لے جاکرپیش کردیاگیا، ابن زیادنے خط مانگا قیس نے بروایتے چاک کرکے پھینک دیا اوربروایتے خط کوکھالیا ابن زیادنے انہیں بضرب تازیانہ شہیدکردیا(روضۃ الشہداء ص ۳۰۱، کشف الغمہ ص ۶۶)۔

عبیداللہ ابن زیادکاخط امام حسین کے نام

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ امام حسین کے کربلاپہنچنے کے بعدحرنے ابن زیادکوآپ کی رسیدگی کربلاکی خبردی اس نے امام حسین کوفوراایک خط ارسال کیاجس میں لکھاکہ مجھے یزیدنے حکم دیاہے کہ میں آپ سے اس کے لیے بیعت لے لوں، یاآپ کوقتل کردوں، امام حسین نے اس خط کاجواب نہ دیا "القاه من یده" اوراسے زمین پرپھینک دیا(مطالب السؤل ص ۲۵۷، نورالابصار ص ۱۱۷)۔

اس کے بعدآپ نے محمدبن حنفیہ کواپنے کربلاپہنچنے کی ایک خط کے ذریعہ سے اطلاع دی اورتحریرفرمایاکہ میں نے زندگی سے ہاتھ دھولیاہے اورعنقریب عروس موت سے ہم کنارہوجاؤں گا(جلاء العیون ص ۱۹۶)۔

حضرت امام حسین میدان جنگ میں

جب آپ کے بہتراصحاب وانصاراوربنی ہاشم قربان گاہ اسلام پرچڑھ چلے توآپ خوداپنی قربانی پیش کرنے لیے میدان کارزارمیں آپہنچے، لشکریزیدجوہزاروں کی تعدادمیں تھا، اصحاب باوفااوربہادران بنی ہاشم کے ہاتھوں واصل جہنم ہوچکاتھا امام حسین جب میدان میں پہنچے تودشمنوں کے لشکرمیں تیس ہزارسوارو پیادے باقی تھے، یعنی صرف ایک پیاسے کوتیس ہزاردشمنوں سے لڑناتھا (کشف الغمہ)۔میدان میں پہنچنے کے بعدآپ نے سب سے پہلے دشمنوں کومخاطب کرکے ایک خطبہ اراشادفرمایاآپ نے کہا:

"اے ظالمو! میرے قتل سے بازآؤ، میرے خون سے ہاتھ نہ رنگو، تم جانتے ہومیں تمہارے نبی کانواسہ ہوں، میرے باباعلی سابق الاسلام ہیں، میری ماں فاطمۃ الزہراتمہارے نبی کی بیٹی ہیں اورتم جانتے ہوکہ میرے نانا رسول اللہ نے مجھے اورمیرے بھائی حسن کوسردارجوانان بہشت فرمایاہے، افسوس تم اپنے نبی کی ذریت اوراپنے رسول کی آل کا خون بہاتے ہواورمیرے خون ناحق پرآمادہ ہوتے ہو، حالانکہ نہ میں نے کسی کوقتل کیاہے نہ کسی کامال چھیناہے کہ جس کے بدلے میں تم مجھ کوقتل کرتے ہو، میں تودنیا سے بے تعلق اپنے نانارسول کی قبرپرمجاوربیٹھاتھا تم نے مجھے ہدایت کے لیے بلایااورمجھے نہ ناناکی قبرپربیٹھنے دیا نہ خداکے گھرمیں رہنے دیا، سنواب بھی ہوسکتاہے کہ مجھے اس کاموقع دے دو، کہ میں ناناکی قبرپرجابیٹھوں یاخانہ خدامیں پناہ لے لوں۔

اس کے بعدآپ نے اتمام حجت کے لیے عمرسعدکوبلایا اوراس سے فرمایا تم میرے قتل سے بازآؤ ۲۔مجھے پانی دیدو ۳۔اگریہ منظورنہ ہوتوپھرمیرے مقابلہ کے لیے ایک ایک شخص کوبھیجو۔

اس نے جواب دیا آپ کی تیسری درخواست منظور کی جاتی ہے اور آپ سے لڑنے کے لیے ایک ایک شخص مقابلہ میں آئے گا۔(روضۃ الشہداء)۔

امام حسین کی نبرد آزمائی

معاہدہ کے مطابق آپ سے لڑنے کے لیے شام سے ایک ایک شخص آنے لگا اور آپ اسے فنا کے گھاٹ اتارنے لگے سب سے پہلے جو شخص مقابلہ کے لیے نکلا وہ تمیم ابن قحطبہ تھا آپ نے اس پر برق خاطف کی طرف حملہ کیا اور اسے تباہ وبرباد کر ڈالا، یہ سلسلہ جنگ تھوڑی دیر جاری رہا اور مدت قلیل میں کشتوں کے پشتے الگ گئے اور مقتولین کی تعداد حد شمار سے باہر ہوگئی یہ دیکھ کر عمر سعد نے لشکر والوں کو پکار کر کہا کیا دیکھتے ہو سب مل کر یکبارگی حملہ کردو، یہ علی کا شیر ہے اس سے انفرادی مقابلہ میں کامیابی قطعا ناممکن ہے ،عمر سعد کی اس آواز نے لشکر کے حوصلے بلند کردیئے اور سب نے مل کر یکبارگی حملہ کا فیصلہ کیا آپ نے لشکر کے میمنہ اور میسرہ کو تباہ کردیا آپ کے پہلے حملہ میں ایک ہزار نو سو پچاس دشمن قتل ہوئے اور میدان خالی ہوگیا ابھی آپ سکون نہ لینے پائے تھے کہ اٹھائیس ہزار دشمنوں نے پھر حملہ کردیا، اس تعداد میں چار ہزار کمانڈر تھے اب صورت یہ ہوئی کہ سورا، پیادے اور کمانڈروں نے ہم آہنگ وعمل ہو کر مسلسل اور متواتر حملے شروع کردیئے اس موقع پر آپ نے جو شجاعت کا جوہر دکھلایا اس کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ سر برسنے لگے دھڑ گرنے لگے ، اور آسمان تھرتھرایا زمین کانپی، صفیں الٹیں ، پرے درہم برہم ہوگئے۔

اللہ رے حسین کا وہ آخری جہاد
ہر وار پر علی ولی دے رہے تھے داد

کبھی یسرہ کو الٹتے ہیں، کبھی میمنہ کو توڑتے ہیں، کبھی قلب لشکر میں در آتے ہیں کبھی جناح لشکر پر حملہ فرماتے ہیں شامی کٹ رہے ہیں کوفی گر رہے ہیں لاشوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں حملے کرتے ہوئے فوجوں کو بھگاتے ہوئے نہر کی طرف پہنچ جاتے ہیں بھائی کی لاش ترائی میں پڑی نظر آتی ہے آپ پکار کر کہتے ہیں اے عباس تم نیہ حملے نہ دیکھے، یہ صف آرائی نہ دیکھی افسوس کہ تم نے میری تنہائی نہ دیکھی علامہ اسفرائنی کا کہنا ہے کہ امام حسین دشمنوں پر حملہ کرتے تھے، تو لشکر اس طرح سے بھاگتا تھا جس طرح ٹڈیاں منتشر ہوجاتی ہیں نور العین میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ امام حسین بہادر شیر کی طرح حملہ فرماتے اور صفوں کو درہم برہم کردیتے تھے اور دشمنوں کو اس طرح کاٹ کر پھینک دیتے تھے جس طرح تیز دھار آلہ سے کھیتی کٹتی ہے۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ آنحضرت حملہ گراں افگندہرکہ بادکوشید شربت مرگ نوشیدوبہرجانب کہ تاخت گردہے را بخاک انداخت ،کہ آپ عظیم الشان حملہ کی کوئی تاب نہ لاسکتا تھا جوآپ کے سامنے آتا تھا ،شربت مرگ سے سیراب ہوتا تھا اورآپ جس جانب حملہ کرتے تھے گروہ کے گروہ کوخاک میں ملادیتے تھے (کشف الغمہ ص ۷۸) ۔

مورخ ابن اثیرکا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کویوم عاشورادا ہنے اوربائیں دونوں جانب سے گھیرلیاگیاتوآپ نے دائیں جانب حملہ کرکے سب کوبھگادیا پھرپلٹ کربائیں جانب حملہ کرتے ہوئے آئے توسب کومارکرہٹادیا خداکی قسم حسین سے بڑھ کرکسی شخص کوایساقوی دل ثابت قدم، بہادرنہیں دیکھاگیاجوشکستہ دل ہو،صدمہ اٹھائے ہوئے ،بیٹوں ،عزیزوں اوردوست، احباب کے داغ بھی کھائے ہوئے ہو، اورپھرحسین کی سی ثابت قدمی اوربے جگری سے جنگ کرسکے، بخدادشمنوں کی فوج کے سواراورپیادے حسین کے سامنے اس طرح بھاگتے تھے جس طرح بھیڑبکریوں کے گلے شیرکے حملہ سے بھاگتے ہیں حسین جنگ کررہے تھے ”اذاخرجت زینب“کہ جب جناب زینب خیمہ سے نکل آئیں اورفرمایاکاش آسمان زمین پرگرپڑتا اے عمرسعدتودیکھ رہا ہے اورعبداللہ قتل کئے جارہے ہیں ،یہ سن کرعمرسعد روپڑا، آنسوڈاڑھی پربہنے لگے ،اوراس نے منہ پھیرلیا، امام حسین اس وقت خزکاجبہ پہنے ہوئے تھے سرپرعمامہ باندھاہواتھا اوروسمہ کاخضاب لگائے ہوئے تھے ،حسین نے گھوڑے سے گرکربھی اسی طرح جنگ فرمائی جس طرح جنگ جوبہادرسوارجنگ کرتے ہیں تیروں کامقابلہ کرتے تھے حملوں کوروکتے تھے اورسواورں کے پیروں پرحملہ کرتے تھے اورکہتے تھے ، اے ظالمو! میرے قتل پرتم نے ایکا کرلیاہے قسم خداکی تم میرے قتل سے ایساگناہ کررہے ہوجس کے بعدکسی کے قتل سے بھی اتنے گنہگارنہ ہوگے تم مجھے ذلیل کررہے ہواورخدمجھے عزت دے رہاہے اورسنووہ دن دورنہیں کہ میراخداتم سے اچانک میرابدلہ لے گا، تمہیں تباہ کردے گاتمہاراخون بہائے گاتمہیں سخت عذاب میں بتلاکرے گا۔(تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۰) ۔

مسٹرجسٹس کارکرن امام حسین کی بہادری کاذکرکرتے ہوئے واقعہ کربلاکے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ”دنیامیں رستم کانام بہادری میں مشہورہے لیکن کئی شخص ایسے گزرے گئے ہیں کہ ان کے سامنے رستم کانام لینے کے قابل نہیں ،چنانچہ اول درجہ میں حسین بن علی ہیں کیونکہ میدان کربلامیں گرم ریت پر اورگرسنگی میں جس شخص نے ایساایساکام کیاہو،اس کے سامنے رستم کانام وہی شخص لیتاہے جوتاریخ سے واقف نہیں ہے کسی کے قلم کوقدرت ہے کہ امام حسین کاحال لکھے کس کی زبان میں طاقت ہے کہ ان بہتربزرگواروں کی ثبات قدمی اورتہودوشجاعت اورہزروں خونخوارسواروں کے جواب دینے اورایک ایک کے ہلاک ہوجانے کے باب میں ایسی مدح کرے جیسی ہونی چاہئے کس کے بس کی بات ہے جوان پرواقع ہونے والے حالات کاتصورکرسکے، لشکریں گھرجانے کے بعد سے شہادت تک کے حالات عجیب وغریب قسم کی بہادری کوپیش کرتے ہیں ، یہ سچ ہے کہ ایک کی دوا، دومشہورہے اورمبالغہ کی یہی حدہے کہ جب کسی کے حال میں یہ کہاجاتاہے کہ تم نے چارطرف سے گھیرلیا لیکن حسین اوربہترتن کوآٹھ قسم کے دشمنوں نے تنگ کیاتھا چارطرف سے یزیدی فوج جوآندھی کی طرح تیربرسارہی تھی ،پانچواں دشمن عرب کی دھوپ

،چھٹادشمن ریگ گرم جوتنور کے ذرات کی مانند لودے رہی تھی، اور ساتواں اور آٹھواں دشمن بھوک اور پیاس جودغاباز ہمراہی کے مانند جان لیوا حرکتیں کررہے تھے پس جنہوں نے ایسے معرکہ میں ہزاروں کافروں کامقابلہ کیا ہو ان پربہادری کا خاتمہ ہوچکا، ایسے لوگوں سے بہادری میں کوئی فوقیت نہیں رکھتا (تاریخ چین دفتر دوم باب ۱۶ جلد ۲)۔

امام حسین عرش زین سے فرش زمین پر

آپ پر مسلسل وار ہوتے رہے تھے کہ ناگاہ ایک پتھر پیشانی اقدس پر لگا اس کے فورا بعد ابوالحتوف جعفی ملعون نے جبین مبارک پر تیر مارا آپ نے اسے نکال کر پھینک دیا اور پوچھنے کے لیے آپ اپنادامن اٹھاناہی چاہتے تھے کہ سینہ اقدس پر ایک تیر سہ شعبہ پیوست ہوگیا، جوزہر میں بجھا ہوا تھا اس کے بعد صالح ابن وہب لعین نے آپ کے پہلو پر اپنی پوری طاقت سے ایک نیزہ مارا جس کی تاب نہ لاکرزمین گرم پر داہنے رخسار کے بل گرے، زمین پر گرنے کے بعد آپ پھر کھڑے ہوئے ورعہ ابن شریک لعین نے آپ کے داہنے شانے پر تلوار لگائی اور دوسرے ملعون نے داہنے طرف وار کیا آپ پھر زمین پر گرپڑے، اتنے میں سنان بن انس نے حضرت کے ''ترقوہ'' ہنسلی پر نیزہ مارا اور اس کو کھینچ کر دوسری دفعہ سینہ اقدس پر لگایا، پھر اسی نے ایک تیر حضرت کے گلوئے مبارک پر مارا۔

ان پیہم ضربات سے حضرت کمال بے چینی میں اٹھ بیٹھے اور آپ نے تیر کو اپنے ہاتھوں سے کھینچا اور خون ریش مبارک پر ملا، اس کے بعد مالک بن نسر کندی لعین نے سرپر تلوار لگائی اور درعہ ابن شریک نے شانہ پر تلوار کا وار کیا، حصین بن نمیر نے دہن اقدس پر تیر مارا، ابویوب غنوی نے حلق پر حملہ کیا نصر بن حرشہ نے جسم پر تیر لگائی صالح ابن وہب نے سینہ مبارک پر نیزہ مارا۔

یہ دیکھ کر عمر سعد نے آواز دی اب دیر کیا ہے ان کا سر کاٹ لو، سر کاٹنے کے لیے شیث ابن ربیع بڑھا، امام حسین نے اس کے چہرہ پر نظر کی اس نے حسین کی آنکھوں میں رسول اللہ کی تصویر دیکھی اور کانپ اٹھا، پھر سنان ابن انس آگے بڑھا اس کے جسم میں رعشہ پڑگیا وہ بھی سر مبارک نہ کاٹ سکا یہ دیکھ کر شمر ملعون نے کہا یہ کام صرف مجھ سے ہوسکتا ہے اور وہ خنجر لیے ہوئے امام حسین کے قریب آکر سینہ مبارک پر سوار ہوگیا آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں شمر ہوں، فرمایا تو مجھے نہیں پہچانتا، اس نے کہا، ''اچھی طرح جانتا ہوں'' تم علی وفاطمہ کے بیٹے اور محمد کے نواسے ہو، آپ نے فرمایا پھر مجھے کیوں ذبح کرتا ہے اس نے جواب دیا اس لیے کہ مجھے یزید کی طرف سے مال ودولت ملے گا (کشف الغمہ ص ۷۹)۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دوستوں کو یاد فرمایا اور سلام آخری کے جملے ادا کئے۔

جب آپ اس کی شقی القلبی کی وجہ سے مایوس ہوگئے تو فرمانے لگے ائے شمر مجھے اجازت دیدے کہ میں اپنے خالق کی آخری نماز عصر ادا کرلوں اس نے اجازت دی آپ سجدہ میں تشریف لے گئے (روضۃ الشہداء ص ۳۷۷) ریال

اور شمر نے آپ کے گلو مبارک کو خنجر کے بارہ ضربوں سے قطع کر کے سر اقدس کو نیزہ پر بلند کر دیا حضرت زینب خیمہ سے نکل پڑیں ،زمین کانپنے لگی، عالم میں تاریکی چھا گئی ، لوگوں کے بدن میں کپکپی پڑ گئی، آسمان خون کے آنسو رونے لگا جو شفق کی صورت سے رہتی دنیا تک قائم رہے گا(صواعق محرقہ ص ۱۱۶) ۔

اس کے بعد عمر سعد نے خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ہاتھوں سر مبارک کربلا سے کوفہ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا (الحسین از عمر بن نصر ص ۱۵۴) امام حسین کی سر بریدگی کے بعد آپ کا لباس لوٹا گیا، اخنس بن مرثد عمامہ لے گیا اسحاق ابن حشوہ قمیص، پیراہن لے گیا ، ابحر بن کعب پائجامہ لے گیا اسود بن خالد نعلین لے گیا عبد اللہ ابن اسید کلاہ لے گیا، بجدل بن سلیم انگشتری لے گیا قیس بن اشعث پٹکا لے گیا عمر بن سعد زرہ لے گیا جمیع بن خلق ازدی تلوار لے گیا اللہ رے ظلم ایک کمر بند کے لیے جمال معلون نے ہاتھ قطع کر دیا ایک انگوٹھی کے لیے بجدل نے انگلی کاٹ ڈالی۔

اس کے بعد دیگر شہداء کے سر کاٹے گئے اور لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کے لیے عمر سعد نے لشکریوں کو حکم دیا دس افراد اس اہم جرم خدائی کے لیے تیار ہو گئے جن کے نام یہ ہیں کہ اسحاق بن حویہ، اطنس بن مرثد، حکیم بن طفیل، عمرو بن صبیح ، رجا بن منقذ، سالم بن خثیمہ صالح بن وہب، واعظ بن تاغم ،ہانی ثبت، اسید بن مالک ،تواریخ میں ہے کہ ”فداسوا الحسین بحوافر خیولھم حتی رضواظھرہ وصدرہ “ امام حسین کی لاش کو اس طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا کہ آپ کا سینہ اور آپ کی پشت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی بعض مورخین کا کہنا ہے کہ جب ان لوگوں نے چاہا کہ جسم کو اس طرح پامال کر دیں کہ بالکل ناپید ہو جائے تو جنگل سے ایک شیر نکلا اور اس نے بچا لیا (دمعۃ ساکبۃ ص ۳۵۰) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے فوراً بعد وہ مٹی جو رسول خدا مدینہ میں ام سلمہ کو دے گئے تھے خون ہو گئی (صواعق محرقہ ۱۱۵) اور رسول خدا، ام سلمہ کے خواب میں مدینے پہنچے ان کی حالت یہ تھی وہ بال بکھرائے ہوئے خاک سر پر ڈالے ہوئے تھے ام سلمہ نے پوچھا کہ آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا ”شھدت قتل الحسین انفا“ میں ابھی ابھی حسین کے قتل گاہ میں تھا اور اپنی آنکھوں سے اسے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہے (صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۳۰۶ ، مستدرک حاکم جلد ۴ ص ۱۹ ، تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۵۶ ،ذخائر العقبی ص ۱۴۸) ۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

آپ بتاریخ ۱۵/ جمادی الثانی ۳۸ھ یوم جمعہ بقولے ۱۵/ جمادی الاول ۳۸ھ یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے (اعلام الوری ص ۱۵۱ و مناقب جلد ۴ ص ۱۳۱)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب جناب شہربانو ایران سے مدینہ کے لیے روانہ ہو رہی تھیں تو جناب رسالت مآب نے عالم خواب میں ان کا عقد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ پڑھ دیا تھا (جلاء العیون ص ۲۵۶)۔ اور جب آپ وارد مدینہ ہوئیں تو حضرت علی علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کے سپرد کر کے فرمایا کہ یہ وہ عصمت پرور بی بی ہے کہ جس کے بطن سے تمہارے بعد افضل اوصیاء اور افضل کائنات ہونے والا بچہ پیدا ہوگا چنانچہ حضرت امام زین العابدین متولد ہوئے لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ اپنی ماں کی آغوش میں پرورش پانے کا لطف اٹھا نہ سکے "ماتت فی نفاسہا بہ" آپ کے پیدا ہوتے ہی "مدت نفاس" میں جناب شہربانو کی وفات ہو گئی (قمقام جلاء العیون)۔ عیون اخبار رضا دمعۃ ساکبۃ جلد ۱ ص ۴۲۶)۔

کامل مبرد میں ہے کہ جناب شہربانو، بادشاہ ایران یزدجرد بن شہریار بن شیرویہ ابن پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں عادل "کسری" کی بیٹی تھیں (ارشاد مفید ص ۳۹۱، فصل الخطاب) علامہ طریحی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے شہربانو سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے تو انہوں نے کہا "شاہ جہاں" حضرت نے فرمایا نہیں اب "شہربانو" ہے (مجمع البحرین ص ۵۷۰)

نام، کنیت، القاب

آپ کا اسم گرامی "علی" کنیت ابو محمد۔ ابو الحسن اور ابو القاسم تھی، آپ کے القاب بیشمار تھے جن میں زین العابدین، سید الساجدین، ذو الثفنات، اور سجاد و عابد زیادہ مشہور ہیں (مطالب السؤل ص ۲۶۱، شواہد النبوت ص ۱۷۶، نور الابصار ص ۱۲۶، الفرع النامی نواب صدیق حسن ص ۱۵۸)۔

لقب زین العابدین کی توجیہ

علامہ شبلنجی کا بیان ہے کہ امام مالک کا کہنا ہے کہ آپ کو زین العابدین کثرت عبادت کی وجہ سے کہا جاتا ہے (نور الابصار ص ۱۲۶)۔

علماء فریقین کا ارشاد ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ایک شب نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان اژدھے کی شکل میں آپ کے قریب آگیا اور اس نے آپ کے پائے مبارک کے انگوٹھے کو منہ میں لے کاٹنا شروع کیا، امام جوہمہ تن مشغول عبادت تھے اور آپ کا رجحان کامل بارگاہ ایزدی کی طرف تھا، وہ ذرا بھی اس کے اس عمل سے متاثر نہ ہوئے اور بدستور نماز میں منہمک ومصروف ومشغول رہے بالآخر وہ عاجز آگیا اور امام نے اپنی نماز بھی تمام کرلی اس کے بعد آپ نے اس شیطان ملعون کو طمانچہ مارکر دور ہٹادیا اس وقت ہاتف غیبی نے انت زین العابدین کی تین بار صدادی اور کہا بے شک تم عبادت گزاروں کی زینت ہو، اسی وقت آپ کا یہ لقب ہوگیا (مطالب السؤل ص ۲۶۲ ،شواہد النبوت ص ۱۷۷) ۔

علامہ ابن شہرآشوب لکھتے ہیں کہ اژدھے کے دس سر تھے اور اس کے دانت بہت تیز اور اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ مصلی کے قریب سے زمین پھاڑ کے نکلا تھا (مناقب جلد ۴ ص ۱۰۸) ایک روایت میں اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قیامت میں آپ کو اسی نام سے پکارا جائے گا (دمعۃ ساکبۃ ص ۴۲۶) ۔

لقب سجاد کی توجیہ

ذہبی نے طبقات الحفاظ میں بحوالہ امام محمد باقر علیہ السلام لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو سجاد اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ تقریبا ہر کار خیر پر سجدہ فرمایا کرتے تھے جب آپ خدا کی کسی نعمت کا ذکر کرتے تو سجدہ کرتے جب کلام خدا کی آیت "سجدہ" پڑھتے تو سجدہ کرتے جب دو شخصوں میں صلح کراتے تو سجدہ کرتے اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے مواضع سجود پر اونٹ کے گھٹوں کی گھٹے پڑجاتے تھے پھر انہیں کٹوانا پڑتا تھا۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی نسبی بلندی

نسب اور نسل باپ اور ماں کی طرف سے دیکھے جاتے ہیں ، امام علیہ السلام کے والد ماجد حضرت امام حسین اور دادا حضرت علی اور دادی حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ کی والدہ جناب شہر بانو بنت یزدجرد ابن شہریار ابن کسری ہیں ،یعنی آپ حضرت پیغمبر اسلام علیہ السلام کے پوتے اور نوشیرواں عادل کے نواسے ہیں ، یہ وہ بادشاہ ہے جس کے عہد میں پیدا ہونے پر سرور کائنات نے اظہار مسرت فرمایا ہے ، اس سلسلہ نسب کے متعلق ابو الاسود دوئلی نے اپنے اشعار میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اس سے بہتر اور سلسلہ ناممکن ہے اس کا ایک شعر یہ ہے۔

وان غلاما بين كسرى وهاشم

لاكرم من ينطت عليه التمائم

اس فرزند سے بلند نسب کوئی اور نہیں ہو سکتا جو نوشیرواں عادل اور فخر کائنات حضرت محمد مصطفی کے دادا ہاشم کی نسل سے ہو(اصول کافی ص ۲۵۵)۔

شیخ سلیمان قندوزی اور دیگر علماء اہل اسلام لکھتے ہیں کہ نوشیرواں کے عدل کی برکت تودیکھو کہ اسی کی نسل کو آل محمد کے نور کی حامل قراردیا اور آئمہ طاہرین کی ایک عظیم فرد کو اس لڑکی سے پیدا کیا جو نوشیرواں کی طرف منسوب ہے ،پھر تحریر کرتے ہیں کہ امام حسین کی تمام بیویوں میں یہ شرف صرف جناب شہر بانو کو نصیب ہو جو حضرت امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ ہیں (ینابیع المودۃ ص ۳۱۵،وفصل الخطاب ص ۲۶۱)۔

علامہ عبیداللہ بحوالہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جناب شہر بانو شاہان فارس کے آخری بادشاہ یزدجرد کی بیٹی تھیں اور آپ ہی سے امام زین العابدین متولد ہوئے ہیں جن کو ”ابن الخیرتین “کہاجاتاہے کیونکہ حضرت محمد مصطفی فرمایا کرتے تھے کہ خداوند عالم نے اپنے بندوں میں سے دو گروہ عرب اور عجم کو بہترین قراردیاہے اور میں نے عرب سے قریش اور عجم سے فارس کو منتخب کرلیاہے ،چونکہ عرب اور عجم کا اجتماع امام زین العابدین میں ہے اسی لیے آپ کو ”ابن الخیرتین “ سے یاد کیا جاتا ہے (ارجح المطالب ص ۴۳۴)۔

علاہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جناب شہر بانو کو ”سیدۃ النساء “کہاجاتاہے (مناقب جلد ۴ ص ۱۳۱)۔

امام زین العابدین کے بچپن کا ایک واقعہ

علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ ایک دن امام زین العابدین جب کہ آپ کا بچپن تھا بیمار ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ”بیٹا“ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے اور تم کوئی چیز چاہتے ہوتو بیان کروتاکہ میں تمہاری خواہش کے مطابق اسے فراہم کرنے کی سعی کروں آپ نے عرض کیا باباجان اب خدا کے فضل سے اچھا ہوں میری خواہش صرف یہ ہے کہ خداوند عالم میرا شماران لوگوں میں کرے جو پروردگار عالم کے قضاوقدر کے خلاف کوئی خواہش نہیں رکھتے ،یہ سن کر امام حسین علیہ السلام خوس ومسرور ہوگئے اور فرمانے لگے بیٹا،تم نے بڑا مسرت افزا اور معرفت خیز جواب دیاہے تمہارا جواب بالکل حضرت ابراہیم کے جواب سے ملتا جلتاہے ،حضرت ابراہیم کو جب منجیق میں رکھ کر آگ کی طرف پھینکا گیا تھا اور آپ فضامیں ہوتے ہوئے آگ کی طرف جارہے تھے تو حضرت جبرئیل نے آپ سے پوچھا ”ہل لک حاجۃ“ آپ کی کوئی حاجت وخواہش ہے اس وقت انہوں نے جواب

دیا تھا "نعم اما الیک فلا" بیشک مجھے حاجت ہے لیکن تم سے نہیں اپنے پالنے والے سے ہے (بحارالانوار جلد ۱۱ ص ۲۱ طبع ایران)۔

آپ کے عہد حیات کے بادشاہان وقت

آپ کی ولادت بادشاہ دین وایمان حضرت علی علیہ السلام کے عہد عصمت مہد میں ہوئی پھر امام حسن علیہ السلام کا زمانہ رہا پھر بنی امیہ کی خالص دنیاوی حکومت ہوگئی، صلح امام حسن کے بعد سے ۶۰ھ تک معاویہ بن ابی سفیان بادشاہ رہا، اس کے بعد اس کا فاسق وفاجر بیٹا یزید ۶۴ھ تک حکمران رہا ۶۴ھ میں معاویہ بن یزید ابن معاویہ اور مروان بن حکم حاکم رہے ۶۵ھ سے ۸۶ھ تک عبدالملک بن مروان حاکم اور بادشاہ رہا پھر ۸۶ھ سے ۹۶ھ تک ولیدبن عبدالملک نے حکمرانی کی اور اسی نے ۹۵ھ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو زہر دغا سے شہید کردیا (تاریخ آئمہ ۳۹۲، وصواعق محرقہ ص ۱۲، نورالابصار ص ۱۲۸)۔

امام زین العابدین کا عہد طفولیت اور حج بیت اللہ

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن اوہم کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حج کے لیے جاتا ہوا قضائے حاجت کی خاطر قافلہ سے پیچھے رہ گیا ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ایک نوعمر لڑکے کو اس جنگل میں سفر پیما دیکھا اسے دیکھ کر پھر ایسی حالت میں کہ وہ پیدل چل رہا تھا اور اس کے ساتھ کوئی سامان نہ تھا اور نہ اس کا کوئی ساتھی تھا، میں حیران ہوگیا فورا اس کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوا "صاحبزادے" یہ لق ودق صحرا اور تم بالکل تنہا، یہ معاملہ کیا ہے، ذرا مجھے بتاؤ تو سہی کہ تمہارا زاد راہ اور تمہارا راحلہ کہاں ہے اور تم کہاں جارہے ہو؟ اس نوخیز نے جواب دیا "زادي تقوي وراحلتي رجلاء وقصدي مولاي" میرا زاد راہ تقوی اور پرہیزگاری ہے اور میری سواری میرے دونوں پیر ہیں اور میرا مقصد میرا پالنے والا ہے اور میں حج کے لے جارہا ہوں، میں نے کہا کہ آپ تو بالکل کمسن ہیں حج تو ابھی آپ پر واجب نہیں ہے اس نوخیز نے جواب دیا بے شک تمہارا کہنا درست ہے لیکن اے شیخ میں دیکھا کرتا ہوں کہ مجھ سے چھوٹے بچے بھی مرجاتے ہیں اس لیے حج کو ضروری سمجھتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فریضہ کی ادائیگی سے پہلے مرجاؤں میں نے پوچھا اے صاحبزادے تم نے کھانے کا کیا انتظام کیا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ساتھ کھانے کا بھی کوئی معقول انتظام نہیں ہے، اس نے جواب دیا اے شیخ کیا جب تم نے کسی کے یہاں مہمان جاتے ہو تو کھانا اپنے ہمراہ لے جاتے ہو؟ میں نے کہا نہیں پھر اس نے فرمایا سنو میں تو خدا کا مہمان ہوکر جارہا ہوں کھانے کا انتظام اس کے ذمہ ہے میں نے کہا اتنے لمبے سفر کو پیدل کیوں کر طے کروگے اس نے جواب دیا کہ میرا کام کوشش کرنا ہے اور خدا کا کام منزل مقصود پہنچانا ہے۔

ہم ابھی باہمی گفتگوہی میں مصروف تھے کہ ناگاہ ایک خوبصورت جوان سفید لباس پہنے ہوئے آپہنچا اوراس نے اس نوخیزکو گلے سے لگالیا، یہ دیکھ کر میں نے اس جوان رعنا سے دریافت کیاکہ یہ نوعمرفرزندکون ہے؟ اس نوجوان نے کہاکہ یہ حضرت امام زین العابدین بن امام حسین بن علی بن ابی طالب ہیں، یہ سن کر میں اس جوان رعناکے پاس سے امام کی خدمت میں حاضرہوا اورمعذرت خواہی کے بعدان سے پوچھاکہ یہ خوبصورت جوان جنہوں نے آپ کو گلے سے لگایا یہ کون ہیں ؟ انہوں نے فرمایاکہ یہ حضرت خضرنبی ہیں ان کافرض ہے کہ روزانہ ہماری زیارت کے لیے آیاکریں اس کے بعدمیں نے پھرسوال کیااورکہاکہ آخرآپ اس طویل اور عظیم سفرکوبلازاداورراحلہ کیونکہ طے کریں گے توآپ نے فرمایاکہ میں زادارراحلہ سب کچھ رکھتاہوں اوروہ یہ چارچیزیں ہیں :

۱ ۔ دنیااپنی تمام موجودات سمیت خداکی مملکت ہے۔

۲ ۔ ساری مخلوق اللہ کے بندے اورغلام ہیں ۔ ۳ ۔ اسباب اورارزاق خداکے ہاتھ میں ہے۔

۴ ۔ قضائے خداہرزمین میں نافذہے ۔

یہ سن کرمیں نے کہاخداکی قسم آپ ہی کازادوراحلہ صحیح طورپرمقدس ہستیوں کاسامان سفر ہے (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۴۳۷) علماء کابیان ہے کہ آپ نے ساری عمرمیں ۲۵ حج پاپیادہ کئے ہیں آپ نے سواری پرجب بھی سفرکیاہے اپنے جانورکوایک کوڑابھی نہیں مارا

آپ کاحلیہ مبارک

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ آپ کارنگ گندم گوں (سانولا) اورقدمیانہ تھا آپ نحیف اورلاغرقسم کے انسان تھے (نورالابصار ص ۱۲۶ ، اخبارالاول ص ۱۰۹) ۔

ملامبین تحریرفرماتے ہیں کہ آپ حسن وجمال ، صورت وکمال میں نہایت ہی ممتازتھے، آپ کے چہرہ مبارک پرجب کسی کی نظرپڑتی تھی تووہ آپ کااحترام کرنے اورآپ کی تعظیم کرنے پرمجبورہوجاتاتھا (وسیلۃ النجات ص ۲۱۹) محمدبن طلحہ شافعی رقمطرازہیں کہ آپ صاف کپڑے پہنتے تھے اورجب راستہ چلتے تھے تونہایت خشوع کے ساتھ راہ روی میں آپ کے ہاتھ زانو سے باہرنہیں جاتے تھے (مطالب السؤل ص ۲۶۴،۲۲۶) ۔

حضرت امام زین العابدین کی شان عبادت

جس طرح آپ کی عبادت گزاری میں پیروی ناممکن ہے اسی طرح آپ کی شان عبادت کی رقم طرازی بھی دشوار ہے ایک وہ ہستی جس کا مطمع نظر معبود کی عبادت اور خالق کی معرفت میں استغراق کامل ہو اور جو اپنی حیات کا مقصد اطاعت خداوندی ہی کو سمجھتا ہو اور علم و معرفت میں حد درجہ کمال رکھتا ہو اس کی شان عبادت کی سطح قرطاس پر کیونکر لایا جاسکتا ہے اور زبان قلم میں کس طرح کامیابی حاصل کرسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کی بے انتہا کاہش و کاوش کے باوجود آپ کی شان عبادت کا مظاہرہ نہیں ہوسکا "قدبلغ من العبادة مالم یبلغہ احد" آپ عبادت کی اس منزل پر فائز تھے جس پر کوئی بھی فائز نہیں ہوا (دمعہ ساکبہ ص ۴۳۹) ۔

اس سلسلہ میں ارباب علم اور صاحبان قلم جو کچھ کہہ اور لکھ سکے ہیں ان میں سے بعض واقعات و حالات یہ ہیں :

آپ کی حالت وضو کے وقت

وضو نماز کے لیے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے ، اور اسی پر نماز کا دارومدار ہوتا ہے ، امام زین العابدین علیہ السلام جس وقت مقدمہ نماز یعنی وضو کا ارادہ فرماتے تھے آپ کے رگ و پے میں خوف خدا کے اثرات نمایاں ہوجاتے تھے ، علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جب آپ وضو کا قصد فرماتے تھے اور وضو کے لیے بیٹھتے تھے تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہوجایا کرتا تھا یہ حالت بار بار دیکھنے کے بعد ان کے گھر والوں نے پوچھا کہ بوقت وضو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد کیوں پڑجایا کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرا تصور کامل اپنے خالق و معبود کی طرف ہوتا ہے اس لیے اس کی جلالت کے رعب سے میرا یہ حال ہوجایا کرتا ہے (مطالب السؤل ص ۲۶۲) ۔

عالم نماز میں آپ کی حالت

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کو عبادت گزاری میں امتیاز کامل حاصل تھا رات بھر جاگنے کی وجہ سے آپ کا سارا بدن زرد رہا کرتا تھا اور خوف خدا میں روتے روتے آپ کی آنکھیں پھول جایا کرتی تھیں اور نماز میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے (اعلام الوری ص ۱۵۳) اور پیشانی پر گھٹے رہا کرتے تھے اور آپ کی ناک کا سرا زخمی رہا کرتا تھا (دمعہ ساکبہ ص ۴۳۹) علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جب آپ نماز کے لے مصلی پر کھڑے ہوا کرتے تھے تو لرزہ براندام ہوجایا کرتے تھے لوگوں نے بدن میں کپکپی اور جسم میں تھرتھری کا سبب پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت خدا کی بارگاہ میں ہوتا ہوں اور اس کی جلالت مجھے از خود رفتہ کردیتی ہے اور مجھ پر ایسی حالت طاری کردیتی ہے (مطالب السؤل ص ۲۲۶) ۔ ایک مرتبہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی اور آپ نماز میں مشغول تھے اہل محلہ اور گھر والوں نے بے حد شور مچایا اور حضرت کو پکارا حضور آگ لگی ہوئی ہے مگر آپ نے سرنیاز سجدئہ بے

نیاز سے نہ اٹھایا، آگ بجھادی گئی اختتام نماز پر لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حضور آگ کا معاملہ تھا ہم نے اتنا شور مچایا لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔

آپ نے ارشاد فرمایا "ہاں" مگر جہنم کی آگ کے ڈر سے نماز توڑ کر اس آگ کی طرف متوجہ نہ ہوسکا (شواہد النبوت ص ۱۷۷)۔

علامہ شیخ صبان مالکی لکھتے ہیں کہ جب آپ وضو کے لیے بیٹھتے تھے تب ہی سے کانپنے لگتے تھے اور جب تیز ہوا چلتی تھی تو آپ خوف خدا سے لاغر ہوجانے کی وجہ سے گر گر بے ہوش ہوجایا کرتے تھے (اسعاف الراغبین برحاشیہ نورالابصار ۲۰۰)۔

ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت زین العابدین علیہ السلام نماز شب سفر و حضر دونوں میں پڑھا کرتے تھے اور کبھی اسے قضا نہیں ہونے دیتے تھے (مطالب السؤل ص ۲۶۳)۔

علامہ محمد باقر بحوالہ بحارالانوار تحریر فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام ایک دن نماز میں مصروف و مشغول تھے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کنوئیں میں گر پڑے بچہ کے گہرے کنویں میں گرنے سے ان کی ماں بے چین ہوکر رونے لگیں اور کنویں کے گرد پیٹ پیٹ کر چکر لگانے لگیں اور کہنے لگیں، ابن رسول اللہ محمد باقر غرق ہوگئے امام زین العابدین نے بچے کے کنویں میں گرنے کی کوئی پرواہ نہ کی اور اطمینان سے نماز تمام فرمائی اس کے بعد آپ کنویں کے قریب آئے اور اگر پانی کی طرف دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر بلا رسی کے گہرے کنوئیں سے بچے کو و نکال لیا بچہ ہنستا ہوا برآمد ہوا، قدرت خداوندی دیکھیے اس وقت نہ بچے کے کپڑے بھیگے تھے اور نہ بدن تر تھا (دمعہ ساکبہ ص ۴۳۰، مناقب جلد ۴ ص ۱۰۹)۔

امام شبلنجی تحریر فرماتے ہیں کہ طاؤس راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب حجر اسود کے قریب جا کر دیکھا کہ امام زین العابدین بارگاہ خالق میں سجدہ ریزی کر رہے ہیں، میں اسی جگہ کھڑا ہوگیا میں نے دیکھا کہ آپ نے ایک سجدہ کو بے حد طول دیدیا ہے یہ دیکھ کر میں نے کان لگایا تو سنا کہ آپ سجدہ میں فرماتے ہیں "عبدک بفنائک مسکینک بفنائک سائلک بفنائک فقیرک بفنائک" یہ سن کر میں نے بھی انہیں کلمات کے ذریعہ سے دعا مانگی فوراً قبول ہوئی (نورالابصار ص ۱۲۶ طبع مصر، ارشاد مفید ص ۲۹۶)۔

امام زین العابدین کی شبانہ روز ایک ہزار رکعتیں

علماء کا بیان ہے کہ آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے (صواعق محرقہ ص ۱۱۹، مطالب السؤل ۲۶۷)۔

چونکہ آپ کے سجدوں کا کوئی شمار نہ تھا اسی لیے آپ کے اعضائے سجود "ثغنہ بعیر" کے گھٹے کی طرح ہوجایا کرتے تھے اور سال میں کئی مرتبہ کاٹے جاتے تھے (الفرع النامی ص ۱۵۸، دمعہ ساکبہ کشف الغمہ ص ۹۰)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ کے مقامات سجود کے گھٹے سال میں دوبار کاٹے جاتے تھے اور ہر مرتبہ پانچ تہ نکلتی تھی (بحارالانوار جلد ۲ ص ۳) علامہ دمیری مورخ ابن عساکر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ دمشق میں حضرت امام زین العابدین کے نام سے موسوم ایک مسجد ہے جسے "جامع دمشق" کہتے ہیں (حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۱۲۱)۔

امام زین العابدین علیہ السلام منصب امامت پر فائز ہونے سے پہلے

اگرچہ ہمارا عقیدہ ہے کہ امام بطن مادر سے امامت کی تمام صلاحیتیوں سے بھرپور آتا ہے تاہم فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری اسی وقت ہوتی ہے جب وہ امام زمانہ کی حیثیت سے کام شروع کرے یعنی ایسا وقت آجائے جب کائنات ارضی پر کوئی بھی اس سے افضل و اعلم برتر و اکمل نہ ہو، امام زین العابدین اگرچہ وقت ولادت ہی سے امام تھے لیکن فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری آپ پر اس وقت عائد ہوئی جب آپ کے والدماجد حضرت امام حسین علیہ السلام درجہ شہادت پر فائز ہو کر حیات ظاہری سے محروم ہو گئے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت ۳۸ھ میں ہوئی جبکہ حضرت علی علیہ السلام امام زمانہ تھے دو سال ان کی ظاہری زندگی میں آپ نے حالت طفولیت میں ایام حیات گزارے پھر ۵۰ھ تک امام حسین علیہ السلام کا زمانہ رہا پھر عاشورا، ۶۱ھ تک امام حسین علیہ السلام فرائض امامت کی انجام دہی فرماتے رہے عاشور کی دوپہر کے بعد سے ساری ذمہ داری آپ پر عائد ہو گئی اس عظیم ذمہ داری سے قبل کے واقعات کا پتہ صراحت کے ساتھ نہیں ملتا، البتہ آپ کی عبادت گزاری اور آپ کے اخلاقی کارنامے بعض کتابوں میں ملتے ہیں بہر صورت حضرت علی علیہ السلام کے آخری ایام حیات کے واقعات اور امام حسن علیہ السلام کے حالات سے متاثر ہونا ایک لازمی امر ہے پھر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تو ۲۳ - ۲۲ سال گزارے تھے یقینا امام حسین علیہ السلام کے جملہ معاملات میں آپ نے بڑے بیٹے کی حیثیت سے ساتھ دیا ہی ہوگا لیکن مقصد حسین کے فروغ دینے میں آپ نے اپنے عہد امامت کے آغاز ہونے پر انتہائی کمال کر دیا۔

واقعہ کربلا کے سلسلہ میں امام زین العابدین کا شاندار کردار

۲۸/ رجب ۶۰ھ کو آپ حضرت امام حسین کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچے چار ماہ قیام کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر ۲/ محرم الحرام کو وارد کربلا ہوئے، وہاں پہنچتے ہی یا پہنچنے سے پہلے آپ علیل ہو گئے اور آپ کی علالت نے اتنی شدت اختیار کی کہ آپ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت تک اس قابل نہ ہو سکے کہ میدان میں جا کر درجہ شہادت حاصل کرتے، تاہم فراہم موقع پر آپ نے جذبات نصرت کو بروئے کار لانے کی سعی کی جب کوئی آواز استغاثہ کان کان میں آئی آپ اٹھ بیٹھے اور میدان کارزار میں شدت مرض کے باوجود جا پہنچنے کی سعی بلیغ کی، امام کے استغاثہ پر تو آپ خیمہ سے بھی نکل آئے اور ایک چوب خیمہ لے کر میدان

کا عزم کر دیا، ناگاہ امام حسین کی نظر آپ پر پڑ گئی اور انہوں نے جنگاہ سے بقول ے حضرت زینب کو آوازدی "بہن سید سجاد کو روکو ورنہ نسل رسول کا خاتمہ ہو جائے گا" حکم امام سے زینب نے سید سجاد کو میدان میں جانے سے روک لیا یہی وجہ ہے کہ سیدوں کا وجود نظر آرہا ہے اگر امام زین العابدین علیل ہو کر شہید ہونے سے نہ بچ جاتے تو نسل رسول صرف امام محمد باقر میں محدود رہ جاتی ، امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ مرض اور علالت کی وجہ سے آپ درجہ شہادت پر فائز نہ ہو سکے (نور الابصار ص ۱۲۶) ۔

شہادت امام حسین کے بعد جب خیموں میں آگ لگائی گئی تو آپ انہیں خیموں میں سے ایک خیمہ میں بدستور پڑے ہوئے تھے ، ہماری ہزار جانیں قربان ہو جائیں ، حضرت زینب پر کہ انہوں نے اہم فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں سب سے پہلا فریضہ امام زین العابدین علیہ السلام کے تحفظ کا ادا فرمایا اور امام کو بچا لیا الغرض رات گزاری اور صبح نمودار ہوئی ، دشمنوں نے امام زین العابدین کو اس طرح جھنجوڑا کہ آپ اپنی بیماری بھول گیے آپ سے کہا گیا کہ ناقوں پر سب کو سوار کرو اور ابن زیاد کے دربار میں چلو ، سب کو سوار کرنے کے بعد آل محمد کا ساربان پھوپھیوں ، بہنوں اور تمام مخدرات کو لئے ہوئے داخل دربار ہوا حالت یہ تھی کہ عورتیں اور بچے رسیوں میں بندھے ہوئے اور امام لوہے میں جکڑے ہوئے دربار میں پہنچ گئے آپ چونکہ ناقہ کی برہنہ پشت پر سنبھل نہ سکتے تھے اس لیے آپ کے پیروں کو ناقہ کی پشت سے باندھ دیا گیا تھا دربار کوفہ میں داخل ہونے کے بعد آپ اور مخدرات عصمت قید خانہ میں بند کر دیئے گئے ، سات روز کے بعد آپ سب کو لیے ہوئے شام کی طرف روانہ ہوئے اور ۱۹ منزلیں طے کر کے تقریبا ۳۶/ یوم میں وہاں پہنچے کامل بھائی میں ہے کہ ۱۶/ ربیع الاول ۶۱ھ کو بدھ کے دن آپ دمشق پہنچے ہیں اللہ رے صبر امام زین العابدین بہنوں اور پھوپھیوں کا ساتھ اور لب شکوہ پر سکوت کی مہر ۔

حدود شام کا ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ، پیروں میں بیڑی اور گلے میں خاردار طوق آہنی پڑا ہوا تھا اس پر مستزادیہ کو لوگ آپ پر برسا رہے تھے اسی لیے آپ نے بعد واقعہ کربلا ایک سوال کے جواب میں "الشام الشام الشام" فرمایا تھا (تحفہ حسینہ علامہ بسطامی) ۔

شام پہنچنے کے کئی گھنٹوں یا دنوں کے بعد آپ آل محمد کو لیے ہئوے سرہائے شہدا سمیت داخل دربار ہوئے پھر قید خانہ میں بند کر دیئے گئے تقریبا ایک سال قید کی مشقتیں جھیلیں ۔

قید خانہ بھی ایسا تھا کہ جس میں تمازت آفتابی کی وجہ سے ان لوگوں کے چہروں کی کھالیں متغیر ہو گئی تھیں (لہوف) مدت قید کے بعد آپ سب کو لیے ہوئے ۲۰/ صفر ۶۲ھ کو وارد ہوئے آپ کے ہمراہ سر حسین بھی کر دیا گیا تھا ، آپ نے اسے اپنے پدر بزرگوار کے جسم مبارک سے ملحق کیا (ناسخ التواریخ) ۔

۸/ ربیع الاول ۶۲ھ کو آپ امام حسین کا لٹا ہوا قافلہ ہوئے مدینہ منورہ پہنچے ، وہاں کے لوگوں نے آہ وزاری اور کمال رنج و غم سے آپ کا استقبال کیا ۔ ۱۵ شبانہ و روز نوحہ و ماتم ہوتا رہا (تفصیلی واقعات کے لیے کتب مقاتل و سیر ملاحظہ کی جائیں ۔

اس عظیم واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ زینب کے بال اس طرح سفید ہوگئے تھے کہ جاننے والے انہیں پہچان نہ سکے (احسن القصص ص ۱۸۲ طبع نجف) رباب نے سایہ میں بیٹھنا چھوڑ دیا امام زین العابدین تاحیات گریہ فرماتے رہے (جلاء العیون ص ۲۵۶) اہل مدینہ یزید کی بیعت سے علیحدہ ہو کر باغی ہوگئے بالآخر واقعہ حرہ کی نوبت آگئی۔

واقعہ کربلا اور حضرت امام زین العابدین کے خطبات

معرکہ کربلا کی غم آگیں داستاں تاریخ اسلام ہی نہیں تاریخ عالم کا افسوسناک سانحہ ہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اول سے اخر تک اس ہوش ربا اور روح فرسا واقعہ میں اپنے باپ کے ساتھ رہے اور باپ کی شہادت کے بعد خود اس المیہ کے ہیرو بنے اور پھر جب تک زندہ رہے اس سانحہ کا ماتم کرتے رہے۔

۱۰/ محرم ۶۱ھ کا واقعہ یہ اندوہناک حادثہ جس میں ۱۸/ بنی ہاشم اور بہتر اصحاب و انصار کام آئے حضرت امام زین العابدین کی مدت العمر گھلاتا رہا اور مرتے دم تک اس کی یاد فراموش نہ ہوئی اور اس کا صدمہ جانکاہ دور نہ ہوا، آپ یوں تو اس واقعہ کے بعد تقریبا چالیس سال زندہ رہے مگر لطف زندگی سے محروم رہے اور کسی نے آپ کو بشاش اور فرحناک نہ دیکھا، اس جانکاہ واقعہ کربلا کے سلسلہ میں آپ نے جو جابجا خطبات ارشاد فرمائے ہیں ان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

کوفہ میں آپ کا خطبہ

کتاب لہوف ص ۶۸ میں ہے کہ کوفہ پہنچنے کے بعد امام زین العابدین نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا، سب خاموش ہوگئے، آپ کھڑے ہوئے خدا کی حمد وثناء کی، حضرت نبی کا ذکر کیا، ان پر صلوات بھیجی پھر ارشاد فرمایا ائے لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے جو نہیں جانتا اسے میں بتاتا ہوں میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس کی بے حرمتی کی گئی جس کا سامان لوٹا گیا جس کے اہل وعیال قید کردیئے گئے میں اس کا فرزند ہوں جو ساحل فرات پر ذبح کردیا گیا، اور بغیر کفن ودفن چھوڑ دیا گیا اور (شہادت حسین) ہمارے فخر کے لیے کافی ہے اے لوگو! تمہارا برا ہو کہ تم نے اپنے لیے ہلاکت کا سامان مہیا کرلیا، تمہاری رائیں کس قدر بری ہیں تم کن آنکھوں سے رسول صلعم کو دیکھو گے جب رسول صلعم تم سے بازپرس کریں گے کہ تم لوگوں نے میری عترت کو قتل کیا اور میرے اہل حرم کو ذلیل کیا "اس لیے تم میری امت میں نہیں"۔

مسجد دمشق (شام) میں آپ کا خطبہ

مقتل ابی مخنف ص ۱۳۵ ، بحارالانوار جلد ۱۰ ص ۲۳۳ ، ریاض القدس جلد ۲ ص ۳۲۸ ، اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اہل حرم سمیت دربار یزید میں داخل کئے گئے اور ان کو منبر پر جانے کا موقع ملا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور انبیاء کی طرح شیریں زبان میں نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ خطبہ ارشاد فرمایا :

ائے لوگو! تم سے جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، اور جو نہیں پہچانتا میں اسے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں ؟ سنو، میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں ، میں اس کا فرزند ہوں جس نے حج کئے ہیں اس کا فرزند ہوں جس نے طواف کعبہ کیا ہے اور سعی کی ہے ، میں پسر زمزم وصفا ہوں ، میں فرزند فاطمہ زہرا ہوں ، میں اسکا فرزند جس پس گردن سے ذبح کیا گیا، میں اس پیاسے کا فرزند ہوں جو پیاسا ہی دنیا سے اٹھا، میں اس کا فرزند ہوں جس پر لوگوں نے پانی بند کردیا، حالانکہ تمام مخلوقات پر پانی کو جائز قرار دیا، میں محمد مصطفی صلعم کا فرزند ہوں ، میں اس کا فرزند ہوں جو کربلا میں شہید کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے انصار زمین میں آرام کی نیند سو گئے میں اسکا پسر ہوں جس کے اہل حرم قید کردئے گئے میں اس کا فرزند ہوں جس کے بچے بغیر جرم وخطا ذبح کرڈالے گئے ، میں اس کا بیٹا ہوں جس کے خیموں میں آگ لگادی گئی، میں اس کا فرزند ہوں جس کا سر نوک نیزہ پر بلند کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہل حرم کی کربلا میں بے حرمتی کی گئی، میں اس کا فرزند ہوں جس کا جسم کربلا کی زمین پر چھوڑ دیا گیا اور سر دوسرے مقامات پر نوک نیزہ پر بلند کر کے پھرایا گیا میں اس کا فرزند ہوں جس کے ارد گرد سوائے دشمن کے کوئی اور نہ تھا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہل حرم کو قید کر کے شام تک پھرایا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جو بے یار و مددگار تھا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا لوگو! خدا نے ہم کو پانچ فضیلت بخشی ہیں :

۱ ۔ خدا کی قسم ہمارے ہی گھر میں فرشتوں کی آمدورفت رہی اور ہم ہی معدن نبوت ورسالت ہیں ۔

۲ ۔ ہماری شان میں قرآن کی آیتیں نازل کیں ، اور ہم نے لوگوں کی ہدایت کی۔

۳ ۔ شجاعت ہمارے ہی گھر کی کنیز ہے ، ہم کبھی کسی کی قوت وطاقت سے نہیں ڈرے اور فصاحت ہمارا ہی حصہ ہے، جب فصحاء فخر ومباہات کریں ۔

۴ ۔ ہم ہی صراط مستقیم اور ہدایت کا مرکز ہیں اور اس کے لیے علم کا سرچشمہ ہیں جو علم حاصل کرنا چاہے اور دنیا کے مومنین کے دلوں میں ہماری محبت ہے۔

۵ ۔ ہمارے ہی مرتبے آسمانوں اور زمینوں میں بلند ہیں ، اگر ہم نہ ہوتے تو خدا دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا، ہر فخر ہمارے فخر کے سامنے پست ہے، ہمارے دوست (روز قیامت) سیر وسیراب ہوں گے اور ہمارے دشمن روز قیامت بدبختی میں ہوں گے۔

جب لوگوں نے امام زین العابدین کاکلام سناتو چیخ مار کر رونے اورپیٹنے لگے اوران کی آوازیں بے ساختہ بلند ہونے لگیں یہ حال دیکھ کر یزید گھبرا اٹھا کہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہوجائے اس نے اس کے رد عمل میں فورا موذن کو حکم دیا(کہ اذان شروع کرکے) امام کے خطبہ کو منقطع کردے، موذن (گلدستہ اذان پر گیا)۔

اور کہا" اللہ اکبر" (خدا کی ذات سب سے بزرگ وبرتر ہے) امام نے فرمایا تونے ایک بڑی ذات کی بڑائی بیان کی اورایک عظیم الشان ذات کی عظمت کا اظہار کیا اور جو کچھ کہا" حق" ہے۔پھر موذن نے کہا" اشہد ان لاالہ الااللہ (میں گواہی دیتاہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں) امام نے فرمایا میں بھی اس مقصد کی ہر گواہ کے ساتھ گواہی دیتاہوں اورہر انکار کرنے والے کے خلاف اقرار کرتاہوں۔

پھر موذن نے کہ" اشہدان محمدارسول اللہ" (میں گواہی دیتاہوں کہ محمد مصطفی اللہ کے رسول ہیں) فبکی علی، یہ سن کر حضرت علی ابن الحسین روپڑے اور فرمایا اے یزید میں تجھ سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتاہوں بتا حضرت محمد مصطفی میرے نانا تھے یا تیرے ، یزید نے کہا آپ کے، آپ نے فرمایا، پھر کیوں تونے ان کے اہلبیت کو شہید کیا، یزید نے کوئی جواب نہ دیا اوراپنے محل میں یہ کہتاہوا چلا گیا۔ "لاحاجة لی بالصلواۃ" مجھے نماز سے کوئی واسطہ نہیں، اس کے بعد منہال بن عمر کھڑے ہوگئے اور کہا فرزند رسول آپ کا کیا حال ہے، فرمایا اے منہال ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جس کا باپ (نہایت بے دردی سے) شہید کردیا گیاہو، جس کے مددگار ختم کردئیے گئے ہوں جو اپنے چاروں طرف اپنے اہل حرم کو قیدی دیکھ رہاہو، جن کانہ پردہ رہ گیانہ چادریں رہ گئیں، جن کانہ کوئی مددگار ہے نہ حامی، تم تودیکھ رہے ہو کہ میں مقید ہوں، ذلیل ورسوا کیا گیاہوں، نہ کوئی میرا ناصر ہے، نہ مددگار، میں اور میرے اہل بیت لباس کہنہ مین ملبوس ہیں ہم پرنئے لباس حرام کردئیے گئے ہیں اب جو تم میرا حال پوچھتے ہو تو میں تمہارے سامنے موجود ہوں تم دیکھ ہی رہے ہو، ہمارے دشمن ہمیں برا بھلا کہتے ہیں اور ہم صبح وشام موت کا انتظار کرتے ہیں۔

پھر فرمایا عرب وعجم اس پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفی ان میں سے تھے، اور قریش عرب پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم قریش میں سے تھے اور ہم ان کے اہلبیت ہیں لیکن ہم کو قتل کیا گیا، ہم پر ظلم کیا گیا، ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے اور ہم کو قید کرکے دربدر پھرایا گیا، گویا ہمارا حسب بہت گراہوا ہے اور ہمارا نسب بہت ذلیل ہے، گویا ہم عزت کی بلندیوں پر نہیں چڑھے اوربزرگوں کے فرش پر جلوہ افروز نہیں ہوئے آج گویا تمام ملک یزید اوراس کے لشکر کا ہوگیا اور آل مصطفی صلعم یزید کی ادنی غلام ہوگئی ہے، یہ سنناتھا کہ ہر طرف سے رونے پیٹنے کی صدائیں بلند ہوئیں۔

یزید بہت خائف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہوجائے اس نے اس شخص سے کہا جس نے امام کو منبر پر تشریف لے جانے کے لیے کہا تھا "ویحک اردت بصعودہ زوال ملکی" تیرا برا ہوتوان کو منبر پر بٹھا کر میری سلطنت ختم کرنا چاہتاہے اس نے جواب دیا، بخدا میں یہ نہ جانتاتھا کہ یہ لڑکا اتنی بلند گفتگو کرے گا یزید نے کہا کیا تو نہیں جانتا کہ یہ اہلبیت نبوت اورمعدن رسالت کی ایک فرد ہے، یہ سن

کرموذن سے نہ رہاگیا اوراس نے کہا اے یزید "اذاکان کذالک فلماقتلت اباہ" جب تو یہ جانتا تھا توتونے ان کے پدربزرگوار کوکیوں شہید کیا، موذن کی گفتگو سن کریزید برہم ہوگیا، "فامر بضرب عنقہ" اورموذن کی گردن ماردینے کا حکم دیدیا۔

مدینہ کے قریب پہنچ کرآپ کا خطبہ

مقتل ابی مخنف ص ۸۸ میں ہے (ایک سال تک قیدخانہ شام کی صعوبت برداشت کرنے کے بعدجب اہل بیت رسول کی رہائی ہوئی اوریہ قافلہ کربلاہوتاہوامدینہ کی طرف چلاتوقریب مدینہ پہنچ کرامام علیہ السلام نے لوگوں کوخاموش ہوجانے کااشارہ کیا، سب کے سب خاموش ہوگئے آپ نے فرمایا:

حمداس خداکی جوتمام دنیاکاپروردگارہے، روزجزاء کامالک ہے، تمام مخلوقات کاپیداکرنے والاہے جواتنادورہے کہ بلندآسمان سے بھی بلندہے اوراتناقریب ہے کہ سامنے موجودہے اورہماری باتوں کاسنتاہے، ہم خداکی تعریف کرتے ہیں اوراس کاشکربجالاتے ہیں عظیم حادثوں، زمانے کی ہولناک گردشوں، دردناک غموں، خطرناک آفتوں، شدیدتکلیفوں، اورقلب وجگرکوہلادینے والی مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت اے لوگو! خدااورصرف خداکے لیے حمدہے، ہم بڑے بڑے مصائب میں بتلاکئے گئے، دیواراسلام میں بہت بڑارخنہ (شگاف) پڑگیا، حضرت ابوعبداللہ الحسین اوران کے اہل بیت شہیدکردیے گئے، ان کی عورتیں اوربچے قیدکردیئے گئے اور(لشکریزیدنے) ان کے سرہائے مبارک کوبلندنیزوں پررکھ کرشہروں میں پھرایا، یہ وہ مصیبت ہے جس کے برابرکوئی مصیبت نہیں، اے لوگو! تم سے کون مردہے جوشہادت حسین کے بعدخوش رہے یاکونسادل ہے جوشہادت حسین سے غمگین نہ ہویاکونسی آنکھ ہے جوآنسوؤں کوروک سکے، شہادت حسین پرساتوں آسمان روئے، سمندراوراس کی شاخیں روئیں، مچھلیاں اورسمندرکے گرداب روئے ملائکہ مقربین اورتمام آسمان والے روئے، اے لوگو! کون ساقلب ہے جوشہادت حسین کی خبرسن کرنہ پھٹ جائے، کونساقلب ہے جومحزون نہ ہو، کونساکان ہے جواس مصیبت کوسن کرجس سے دیواراسلام میں رخنہ پڑا، بہرہ نہ ہو، اے لوگو! ہماری یہ حالت تھی کہ ہم کشاں کشاں پھرائے جاتے تھے، دربدرٹھکرائے جاتے تھے ذلیل کئے گئے شہروں سے دورتھے، گویاہم کواولادترک وکابل سمجھ لیاگیاتھا، حالانکہ نہ ہم نے کوئی جرم کیاتھا نہ کسی برائی کاارتکاب کیاتھا نہ دیواراسلام میں کوئی رخنہ ڈالاتھا اورنہ ان چیزوں کے خلاف کیاتھاجوہم نے اپنے اباؤاجدادسے سناتھا، خداکی قسم اگرحضرت نبی بھی ان لوگوں (لشکریزید) کوہم سے جنگ کرنے کے لیے منع کرتے (تویہ نہ مانتے) جیساکہ حضرت نبی نے ہماری وصایت کااعلان کیا(اوران لوگوں نے مانا) بلکہ جتنا انہوں نے کیاہے اس سے زیادہ سلوک کرتے، ہم خداکے لیے ہیں اورخداکی طرف ہماری بازگشت ہے"۔

روضہ رسول پرامام علیہ السلام کی فریاد

مقتل ابی مخنف ص ۱۴۳ میں ہے کہ جب یہ لٹا ہوا قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت ام کلثوم گریہ وبکا کرتی ہوئی مسجد نبوی میں داخل ہوئیں اور عرض کی، اے نانا آپ پر میرا اسلام ہو"انی ناعیۃ الیک ولدک الحسین" میں آپ کو آپ کے فرزند حسین کی خبر شہادت سناتی ہوں ، یہ کہنا تھا کہ قبر رسول سے گریہ کی صدا بلند ہوئی اور تمام لوگ رونے لگے پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے نانا کی قبر مبارک پر تشریف لائے اور اپنے رخسار قبر مطہر سے رگڑتے ہوئے یوں فریاد کرنے لگے :

اناجیک یاجداہ یاخیرمرسل
اناجیک محزوناعلیک موجلا

سبیناکماتسبی الاماء ومسنا
حبیبک مقتول ونسلک ضائع

اسیرا ومالی حامیا ومدافع
من الضرمالاتحمله الاصابع

ترجمہ: میں آپ سے فریاد کرتا ہوں اے نانا، اے تمام رسولوں میں سب سے بہتر، آپ کا محبوب "حسین" شہید کردیا گیا اور آپ کی نسل تباہ وبرباد کردی گئی، اے نانا میں رنج وغم کا مارا آپ سے فریاد کرتا ہوں مجھے قید کیا گیا میرا کوئی حامی ومددگار نہ تھا اے نانا ہم سب کو اس طرح قید کیا گیا، جس طرح (لاوارث) کنیزوں کو قید کیا جاتا ہے، اے نانا ہم پر اتنے مصائب ڈھائے گئے جو انگلیوں پر گنے نہیں جاسکتے۔

امام زین العابدین اور خاک شفا

مصباح المتہجد میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس ایک کپڑے میں بندھی ہوئی تھوڑی سی خاک شفاء کرتی تھی (مناقب جلد ۲ ص ۳۲۹ طبع ملتان)۔

حضرت کے ہمراہ خاک شفاء کا ہمیشہ رہنا تین حال سے خالی نہ تھا یا اسے تبرکا رکھتے تھے یا اس پر نماز میں سجدہ کرتے تھے یا اسے بحیثیت محافظ رکھتے تھے اور لوگوں کو یہ بتانا مقصود رہتا تھا کہ جس کے پاس خاک شفاء ہو وہ جملہ مصائب وآلام سے محفوظ رہتا ہے اور اس کا مال چوری نہیں ہوتا جیسا کہ احادیث سے واضح ہے۔

امام زین العابدین اور محمد حنفیہ کے درمیان حجر اسود کا فیصلہ

آل محمد کے مدینہ پہنچنے کے بعد امام زین العابدین کے چچا محمد حنفیہ نے بروایت اہل اسلام امام سے خواہش کی کہ مجھے تبرکات امامت دیدو، کیونکہ میں بزرگ خاندان اور امامت کا اہل و حقدار ہوں آپ نے فرمایا کہ حجر اسود کے پاس چلو وہ فیصلہ کردے گا جب یہ حضرات اس کے پاس پہنچے تو وہ بحکم خدا یوں بولا "امامت زین العابدین کا حق ہے" اس فیصلہ کو دونوں نے تسلیم کرلیا (شواہد النبوت ص ۱۷۶)۔

کامل مبرد میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے محمد حنفیہ، امام زین العابدین کی بڑی عزت کرتے تھے ایک دن ابو خالد کابلی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ حجر اسود نے خلافت کا ان کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے اور یہ امام زمانہ ہیں یہ سنکر وہ مذہب امامیہ کا قائل ہو گیا (مناقب جلد ۲ ص ۳۲۶)۔

ثبوت امامت میں امام زین العابدین کا کنکری پر مہر فرمانا

اصول کافی میں ہے کہ ایک عورت جس کی عمر ۱۱۳ سال کی ہو چکی تھی ایک دن امام زین العابدین کے پاس آئی اس کے پاس وہ کنکری تھی جس پر حضرت علی امام حسن، امام حسین کی مہر امامت لگی ہوئی تھی اس کے آتے ہی بلا کہے ہوئے آپ نے فرمایا کہ وہ کنکری لا جس پر میرے آباؤ اجداد کی مہریں لگی ہوئی ہیں اس پر میں بھی مہر کردوں چنانچہ اس نے کنکری دیدی آپ نے اسے مہر کرکے واپس کردی، اور اس کی جوانی بھی پلٹادی، وہ خوش وخرم واپس چلی گئی (دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۳۶)۔

واقعہ حرہ اور امام زین العابدین علیہ السلام

مستند تواریخ میں ہے کہ کربلا کے بے گناہ قتل نے اسلام میں ایک تہلکہ ڈال دیا خصوصا ایران میں ایک قوی جوش پیدا کردیا، جس نے بعد میں بنی عباس کو بنی امیہ کے غارت کرنے میں بڑی مدددی چونکہ یزید تارک الصلواۃ اور شارب الخمر تھا اور بیٹی بہن سے نکاح کرتا اور کتوں سے کھیلتا تھا، اس کی ملحدانہ حرکتوں اور امام حسین کے شہید کرنے سے مدینہ میں اس قدر جوش پھیلا کر ۶۲ھ میں اہل مدینہ نے یزید کی معطلی کا اعلان کردیا اور عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا سردار بنا کر یزید کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیا، سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتا ہے کہ غسیل الملائکہ (حنظلہ) کہتے ہیں کہ ہم نے اس وقت یزید کی خلافت سے انکار نہیں کیا جب تک ہمیں یہ یقین نہیں ہو گیا کہ آسمان سے پتھر برس پڑیں گے غضب ہے کہ لوگ ماں بہنوں، اور بیٹیوں سے نکاح کریں۔ علانیہ شرابیں پئیں اور نماز چھوڑ بیٹھیں۔

یزید نے مسلم بن عقبہ کو جو خونریزی کی کثرت کے سبب "مسرف" کے نام سے مشہور ہے، فوج کثیر دے کر اہل مدینہ کی سرکوبی کو روانہ کیا اہل مدینہ نے باب الطیبہ کے قریب مقام "حرہ" پر شامیوں کا مقابلہ کیا، گھمسان کا رن پڑا، مسلمانوں کی تعداد شامیوں سے بہت کم تھی باوجودیکہ انہوں نے دادِ مردانگی دی، مگر آخر شکست کھائی، مدینہ کے چیدہ چیدہ بہادر رسول اللہ کے بڑے بڑے صحابی انصار و مہاجر اس ہنگامہ آفت میں شہید ہوئے، شامی شہر میں گھس گئے مزارات کو ان کی زینت و آرایش کی خاطر مسمار کر دیا، ہزاروں عورتوں سے بدکاری کی ہزاروں باکرہ لڑکیوں کا ازالہ بکارت کر ڈالا، شہر کو لوٹ لیا، تین دن قتل عام کرایا، دس ہزار سے زائد باشندگان مدینہ جن میں سات سو مہاجر و انصار اور اتنے ہی حاملان و حافظان قران علماء و صلحاء و محدث تھے اس واقعہ میں مقتول ہوئے ہزاروں لڑکے لڑکیاں غلام بنائی گئیں اور باقی لوگوں سے بشرط قبول غلامی یزید کی بیعت لی گئی۔

مسجد نبوی اور حضرت کے حرم محترم میں گھوڑے بندھوائے گئے یہاں تک کہ لید کے انبار لگ گئے یہ واقعہ جو تاریخ اسلام میں واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے۔ ۲۷/ ذی الحجہ ۶۳ھ کو ہوا تھا اس واقعہ پر مولوی امیر علی لکھتے ہیں کہ کفر و بت پرستی نے پھر غلبہ پایا، ایک فرنگی مورخ لکھتا ہے کہ کفر کا دوبارہ جنم لینا لسلام کے لیے سخت خوفناک اور تباہی بخش ثابت ہوا بقیہ تمام مدینہ کو یزید کا غلام بنایا گیا، جس نے انکار کیا اس کا سر اتار لیا گیا، اس رسوائی سے صرف دو آدمی بچے "علی بن الحسین" اور علی بن عبداللہ بن عباس ان سے یزید کی بیعت بھی نہیں لی گئی۔

مدارس شفاخانے اور دیگر رفاہ عام کی عمارتیں جو خلفاء کے زمانے میں بنائی گئیں تھی یا تو بند کر دی گئیں یا مسمار اور عرب پھر ایک ویرانہ بن گیا، اس کے چند مدت بعد علی بن الحسین کے پوتے جعفر صادق نے اپنے جد امجد علی مرتضی کا مکتب خانہ پھر مدینہ میں جاری کیا، مگر یہ صحرا میں صرف ایک ہی سچا نخلستان تھا اس کے چاروں طرف ظلمت و ضلالت چھائی ہوئی تھی، مدینہ پھر کبھی نہ سنبھل سکا، بنی امیہ کے عہد میں مدینہ ایسی اجڑی بستی ہو گیا کہ جب منصور عباس زیارت کو مدینہ میں آیا تو اسے ایک رہنما کی ضرورت پڑی جو اس کو وہ مکانات بتائے جہاں ابتدائی زمانہ کے بزرگان اسلام رہا کرتے تھے (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۳۶، تاریخ ابو الفداء جلد ۱ ص ۱۹۱، تاریخ فخری ص ۸۶، تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۹، صواعق محرقہ ص ۱۳۲)۔

واقعہ حرہ اور آپ کی قیام گاہ

تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک چھوٹی سی جگہ "منبع" نامی تھی جہاں کھیتی باڑی کا کام ہوتا تھا واقعہ حرہ کے موقع پر آپ شہر مدینہ سے نکل کر اپنے گاؤں چلے گئے تھے (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۵) یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت علی خلیفہ عثمان کے عہد میں قیام پذیر تھے (عقد فرید جلد ۲ ص ۲۱۶)۔

خاندانی دشمن مروان کے ساتھ آپ کی کرم گستری

واقعہ حرہ کے موقع پر جب مروان نے اپنی اوراہل وعیال کی تباہی وبربادی کایقین کرلیاتوعبداللہ بن عمر کے پاس جاکرکہنے لگاکہ ہماری محافظت کرو، حکومت کی نظرمیری طرف سے بھی پھری ہوئی ہے ،میں جان اورعورتوں کی بے حرمتی سے ڈرتاہوں ، انہوں نے صاف انکارکردیا، اس وقت وہ امام زین العابدین کے پاس آیااوراس نے اپنی اوراپنے بچوں کی تباہی وبربادی کاحوالہ دے کرحفاظت کی درخواست کی حضرت نے یہ خیال کیے بغیرکہ یہ خاندانی ہمارادشمن ہے اوراس نے واقعہ کربلاکے سلسلہ میں پوری دشمنی کامظاہرہ کیاہے آپ نے فرمادیابہترہے کہ اپنے بچوں کومیرے پاس بمقام منبع بھیجدو، جہاں میرے بچے رہیں گے تمہارے بھی رہیں گے چنانچہ وہ اپنے بال بچوں کوجن میں حضرت عثمان کی بیٹی عائشہ بھی تھیں آپ کے پاس پہنچاگیااورآپ نے سب کی مکمل حفاظت فرمائی (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۵) ۔

دشمن ازلی حصین بن نمیرکے ساتھ آپ کی کرم نوازی

مدینہ کوتباہ وبربادکرنے کے بعد مسلم بن عقبہ ابتدائے ۶۴ ھ میں مدینہ سے مکہ کوروانہ ہوگیااتفاقا راہ میں بیمارہوکروہ گمراہ راہی جہنم ہوگیا،مرتے وقت اس نے حصین بن نمیرکواپناجانشین مقررکردیااس نے وہاں پہنچ کرخانہ کعبہ پرسنگ باری کی اوراس میں آگ لگادی، اس کے بعد مکمل محاصرہ کرکے عبداللہ ابن زبیرکوقتل کرناچاہا اس محاصرہ کوچالیس دن گزرے تھے کہ یزیدپلیدواصل جہنم ہوگیا، اس کے مرنے کی خبرسے ابن زبیرنے غلبہ حاصل کرلیااوریہ وہاں سے بھاگ کرمدینہ جاپہنچا۔

مدینہ کے دوران قیام میں اس معلون نے ایک دن بوقت شب چندسواروں کولے کرفوج کے غذائی سامان کی فراہمی کے لیے ایک گاؤں کی راہ پکڑی ،راستہ میں اس کی ملاقات حضرت امام زین العابدین سے ہوگئی ،آپ کے ہمراہ کچھ اونٹ تھے جن پرغذائی سامان لداہواتھا اس نے آپ سے وہ غلہ خریدناچاہا، آپ نے فرمایاکہ اگرتجھے ضرورت ہے تویونہی لے لے ہم اسے فروخت نہیں کرسکتے (کیونکہ میں اسے فقراء مدینہ کے لیے لایاہوں) اس نے پوچھاکہ آپ کانام کیاہے، آپ نے فرمایامجھے ”علی بن الحسین“ کہتے ہیں پھرآپ نے اس سے نام دریافت کیاتواس نے کہامیں حصین بن نمیرہوں ، اللہ رے، آپ کی کرم نوازی، آپ جاننے کہ باوجودکہ یہ میرے باپ کے قاتلوں میں سے ہے اسے ساراغلہ مفت دیدیا(اورفقراء کے لیے دوسرا بندوبست فرمایا) اس نے جب آپ کی یہ کرم گستری دیکھی اوراچھی طرح پہچان بھی لیاتوکہنے لگاکہ یزیدکاانتقال ہوچکاہے آپ سے زیادہ مستحق خلافت کوئی نہیں ، آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں ، میں آپ کو تخت خلافت پربٹھاؤں گا،آپ نے فرمایاکہ میں خداوندعالم سے عہدکرچکاہوں کہ ظاہری خلافت قبول نہ کروں گا، یہ فرماکرآپ اپنے دولت سراکوتشریف لے گئے(تاریخ طبری فارسی ص ۶۴۴) ۔

امام زین العابدین اور فقراء مدینہ کی کفالت

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فقراء مدینہ کے سو گھروں کی کفالت فرماتے تھے اور سارا سامان ان کے گھر پہنچایا کرتے تھے جنہیں آپ یہ بھی معلوم نہ ہونے دیتے تھے کہ یہ سامان خوردونوش رات کو کون دے جاتاہے آپ کا اصول یہ تھا کہ بوریاں پشت پرلادکر گھروں میں روٹی اورآٹا وغیرہ پہنچاتے تھے اور یہ سلسلہ تا بحیات جاری رہا، بعض معززین کا کہناہے کہ ہم نے اہل مدینہ کو یہ کہتے ہوئے سناہے کہ امام زین العابدین کی زندگی تک ہم خفیہ غذائی رسد سے محروم نہیں ہوئے۔ (مطالب السؤل ص ۲۶۵ ،نورالابصار ص ۱۲۶)۔

امام زین العابدین اور بنیاد کعبہ محترمہ ونصب حجر اسود

۷۱ھ میں عبدالملک بن مروان نے عراق پر لشکر کشی کر کے مصعب بن زبیر کو قتل کیا پھر ۷۲ھ میں حجاج بن یوسف کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنے کے لیے مکہ معظمہ روانہ کیا۔ (ابو الفداء)۔

وہاں پہنچ کر حجاج نے ابن زبیر سے جنگ کی ابن زبیر نے زبردست مقابلہ کیا اوربہت سی لڑائیاں ہوئیں، آخرمیں ابن زبیر محصور ہو گئے اور حجاج نے ابن زبیر کو کعبہ سے نکالنے کے لیے کعبہ پر سنگ باری شروع کردی، یہی نہیں بلکہ اسے کھدواڈالا، ابن زبیر جمادی الآخر ۷۳ھ میں قتل ہوا (تاریخ ابن الوردی)۔ اور حجاج جو خانہ کعبہ کی بنیاد تک خراب کرچکا تھا اس کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ علامہ صدوق کتاب علل الشرائع میں لکھتے ہیں کہ حجاج کے ہدم کعبہ کے موقع پر لوگ اس کی مٹی تک اٹھا کرلے گئے اور کعبہ کو اس طرح لوٹ لیا کہ اس کی کوئی پرانی چیز باقی نہ رہی، پھر حجاج کو خیال پیدا ہوا کہ اس کی تعمیر کرانی چاہئے چنانچہ اس نے تعمیر کا پروگرام مرتب کرلیا اور کام شروع کرادیا، کام کی ابھی بالکل ابتدائی منزل تھی کہ ایک اژدھا برآمد ہو کر ایسی جگہ بیٹھ گیا جس کے ہٹے بغیر کام آگے نہیں بڑھ سکتا تھا لوگوں نے اس واقعہ کی اطلاع حجاج کو دی، حجاج گھبرا اٹھا اور لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے جب لوگ اس کا حل نکالنے سے قاصر رہے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ آج کل فرزند رسول حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یہاں آئے ہوئے ہیں، بہتر ہو گا کہ ان سے دریافت کرایا جائے یہ مسئلہ ان کے علاوہ کوئی حل نہیں کرسکتا، چنانچہ حجاج نے آپ کو زحمت تشریف آوری دی، آپ نے فرمایا کہ اے حجاج تو نے خانہ کعبہ کو اپنی میراث سمجھ لیا ہے تو نے تو بنائے ابراہیم علیہ السلام کو اکھڑوا کر راستہ میں ڈلوادیا ہے "سن" تجھے خدا اس وقت تک کعبہ کی تعمیر میں کامیاب نہ ہونے دیے گا جب تک تو کعبہ کا لٹا ہوا سامان واپس نہ منگائے گا، یہ سن کر اس نے اعلان کیا کہ کعبہ سے متعلق جو شے بھی کسی کے پاس ہو وہ جلد سے جلد واپس کرے، چنانچہ لوگوں نے پتھر مٹی وغیرہ جمع کردی جب آپ اس کی بنیاد استوار کی اور حجاج سے فرمایا کہ اس کے اوپر تعمیر کراؤ "فلذالک صار البیت مرتفعا" پھر اسی بنیاد پر خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی (کتاب الخرائج والجرائح میں علامہ قطب راوندی

لکھتے ہیں کہ جب تعمیر کعبہ اس مقام تک پہنچی جس جگہ حجر اسود نصب کرنا تھا تو یہ دشواری پیش ہوئی کہ جب کوئی عالم، زاہد، قاضی اسے نصب کرتا تھا تو "یتزلزل ویضطرب ولایستقر" حجر اسود متزلزل اور مضطرب رہتا اور اپنے مقام پر ٹھہرتا نہ تھا بالآخر امام زین العابدین علیہ السلام بلائے گئے اور آپ نے بسم اللہ کہہ کر اسے نصب کردیا، یہ دیکھ کر لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا (دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۳۷)۔

علماء و مورخین کا بیان ہے کہ حجاج بن یوسف نے یزید بن معاویہ ہی کی طرح خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر وغیرہ پھنکوائے تھے۔

امام زین العابدین اور عبدالملک بن مروان کا حج

بادشاہ دنیا عبدالملک بن مروان اپنے عہد حکومت میں اپنے پایہ تخت سے حج کے لیے روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچا اور بادشاہ دین حضرت امام زین العابدین بھی مدینہ سے روانہ ہو کر پہنچ گئے مناسک حج کے سلسلہ میں دونوں کا ساتھ ہو گیا، حضرت امام زین العابدین آگے آگے چل رہے تھے اور بادشاہ پیچھے چل رہا تھا عبدالملک بن مروان کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے آپ سے کہا کیا میں نے آپ کے باپ کو قتل کیا ہے جو آپ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے، آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اس نے اپنی دنیا و آخرت خراب کر لی ہے کیا تو بھی یہی حوصلہ رکھتا ہے اس نے کہا نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ آپ میرے پاس ائیں تاکہ میں آپ سے کچھ مالی سلوک کروں، آپ نے ارشاد فرمایا مجھے تیرے مال دنیا کی ضرورت نہیں ہے مجھے دینے والا خدا ہے یہ کہہ کر آپ نے اسی جگہ زمین پر ردائے مبارک ڈال دی اور کعبہ کی طرف اشارہ کر کے کہا، میرے مالک اسے بھر دے، امام کی زبان سے الفاظ کا نکلنا تھا کہ ردائے مبارک موتیوں سے بھر گئی، آپ نے اسے راہ خدا میں دیدیا (دمعہ ساکبہ، جنات الخلود ص ۲۳)۔

امام زین العابدین علیہ السلام اخلاق کی دنیا میں

امام زین العابدین علیہ السلام چونکہ فرزند رسول تھے اس لئے آپ میں سیرت محمدیہ کا ہونا لازمی تھا علامہ محمد ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو برا بھلا کہا، آپ نے فرمایا بھائی میں نے تو تیرا کچھ نہیں بگاڑا، اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو بتا تاکہ میں پوری کروں، وہ شرمندہ ہو کر آپ کے اخلاق کا کلمہ پڑھنے لگا (مطالب السؤل ص ۲۶۷)۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں، ایک شخص نے آپ کی برائی آپ کے منہ پر کی آپ نے اس سے بے توجہی برتی، اس نے مخاطب کر کر کے کہا، میں تم کو کہہ رہا ہوں، آپ نے فرمایا، میں حکم خدا "واعرض عن الجاہلین" جاہلوں کی بات کی پرواہ نہ کرو پر عمل کر رہا ہوں (صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔ علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے آکر کہا کہ فلاں شخص آپ کی برائی کر رہا تھا

آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے پاس لے چلو، جب وہاں پہنچے تو اس سے فرمایا بھائی جو بات تو نے میرے لیے کہی ہے، اگرمیں نے ایسا کیا ہو تو خدا مجھے بخشے اور اگر نہیں کیا تو خدا تجھے بخشے کہ تو نے بہتان لگایا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ مسجد سے نکل کر چلے تو ایک شخص آپ کو سخت الفاظ میں گالیاں دینے لگا آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو میں پوری کروں، "اچھا لے" یہ پانچ ہزار درہم، وہ شرمندہ ہوگیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ پر بہتان باندھا، آپ نے فرمایا میرے اور جہنم کے درمیان ایک گھاٹی ہے، اگرمیں نے اسے طے کرلیا تو پرواہ نہیں جو جی چاہے کہو اور اگر اسے پار نہ کرسکا تو میں اس سے زیادہ برائی کا مستحق ہوں جو تم نے کی ہے (نورالابصار ص ۱۲۷ - ۱۲۶)۔

علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ ایک شامی حضرت علی کو گالیاں دے رہا تھا، امام زین العابدین نے فرمایا بھائی تم مسافر معلوم ہوتے ہو، اچھا میرے ساتھ چلو، میرے یہاں قیام کرو، اور جو حاجت رکھتے ہو بتاؤ تاکہ میں پوری کروں وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا (حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۱۲۱)۔ علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے بیان کیا کہ فلاں شخص آپ کو گمراہ اور بدعتی کہتا ہے، آپ نے فرمایا افسوس ہے کہ تم نے اس کی ہمنشینی اور دوستی کا کوئی خیال نہ کیا، اور اسکی برائی مجھ سے بیان کردی، دیکھو یہ غیبت ہے، اب ایسا کبھی نہ کرنا (احتجاج ص ۳۰۴)۔

جب کوئی سائل آپ کے پاس آتا تھا تو خوش و مسرور ہوجاتے تھے اور فرماتے تھے خدا تیرا بھلا کرے کہ تو میرا زادراہ آخرت اٹھانے کے لیے آگیا ہے (مطالب السؤل ص ۲۶۳)۔ امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ کاملہ میں فرماتے ہیں خداوند میرا کوئی درجہ نہ بڑھا، مگر یہ کہ اتنا ہی خود میرے نزدیک مجھ کو گھٹا اور میرے لیے کوئی ظاہری عزت نہ پیدا کر مگر یہ کہ خود میرے نزدیک اتنی ہی باطنی لذت پیدا کردے۔

امام زین العابدین اور صحیفہ کاملہ

کتاب صحیفہ کاملہ آپ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے اس میں بے شمار علوم وفنون کے جوہر موجو ہیں یہ پہلی صدی کی تصنیف ہے (معالم العلماء ص ۱ طبع ایران)۔

اسے علماء اسلام نے زبور آل محمد اور انجیل اہلبیت کہا ہے (ینابیع المودۃ ص ۴۹۹، فہرست کتب خانہ طہران ص ۳۶)۔ اور اس کی فصاحت وبلاغت معانی کو دیکھ کر اسے کتب سماویہ اور صحف لوحیہ وعرشیہ کا درجہ دیا گیا ہے (ریاض السالکین ص ۱) اس کی چالیس شرحیں ہیں جن میں میرے نزدیک ریاض السالکین کو فوقیت حاصل ہے۔

امام زین العابدین عمر بن عبد العزیز کی نگاہ میں

۸۶ھ میں عبدالملک بن مروان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک خلیفہ بنایا گیا یہ حجاج بن یوسف کی طرح نہایت ظالم وجابر تھا اسی کے عہد ظلمت مین عمر بن عبدالعزیز جو کہ ولید کا چچازاد بھائی تھا حجاز کا گورنر ہوا یہ برامنصف مزاج اورفیاض تھا ، اسی کے عہد گورنری کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ۸۷ھ میں سرورکائنات کے روضہ کی ایک دیوار گرگئی تھی جب اس کی مرمت کا سوال پیدا ہوا، اوراس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی مقدس ہستی کے ہاتھ سے اس کی ابتداء کی جائے تو عمر بن عبدالعزیز نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہی کو سب پر ترجیح دی (وفاء الوفاء جلد ۱ ص ۳۸۶) ۔

اسی نے فدک واپس کیا تھا اور امیرالمومنین پر سے تبراء کی وہ بدعت جو معاویہ نے جاری کی تھی، بند کرائی تھی۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت

آپ اگرچہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر فرمارہے تھے لیکن آپ کے روحانی اقتدار کی وجہ سے بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دیدیا، اور آپ بتاریخ ۲۵/ محرم الحرام ۹۵ھ مطابق ۷۱۴ کو درجہ شہادت پرفائز ہوگئے امام محمد باقر علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ مدینہ کے جنت البقیع میں دفن کردیئے گئے علامہ شبلنجی ،علامہ ابن حجر،علامہ ابن صباغ مالکی، علامہ سبط ابن جوزی تحریر فرماتے ہیں کہ "وان الذی سمہ الولیدبن عبدالملک" جس نے آپ کو زہر دے کر شہید کیا، وہ ولید بن عبدالملک خلیفہ وقت ہے (نورالابصار ص ۱۲۸ ،صواعق محرقہ ص ۱۲۰ ،فصول المہمہ، تذکرہ سبط ابن جوزی، ارجح المطالب ص ۴۴۴ ، مناقب جلد ۴ ص ۱۳۱) ۔

ملاجامی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کا ناقہ قبر پر نالہ و فریاد کرتا ہوا تین روز میں مرگیا (شواہد النبوت ص ۱۷۹ ، شہادت کے وقت آپ کی عمر ۵۷/ سال کی تھی۔

آپ کی اولاد

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ نے گیارہ لڑکے اورچار لڑکیاں چھوڑیں ۔(صواعق محرقہ ص ۱۲۰ ،وارجح المطالب ص ۴۴۴) ۔

علامہ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ان پندرہ اولاد کے نام یہ ہیں ۱ ۔ حضرت امام محمد باقر آپ کی والدہ حضرت امام حسن کی بیٹی ام عبداللہ جناب فاطمہ تھیں ۔ ۲ ۔ عبداللہ ۳ ۔ حسن ۴ ۔زید ۵ ۔ عمر ۶ ۔ حسین ۷ ۔عبدالرحمن ۸ ۔ سلیمان ۹ ۔علی ۱۰ ۔ محمد اصغر ۱۱ ۔حسین اصغر ۱۲ ۔خدیجہ ۱۳ ۔فاطمۃ، ۱۴ ۔علیہ ۱۵ ۔ ام کلثوم (ارشاد مفید فارسی ص ۴۰۱) ۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام بتاریخ یکم رجب المرجب ۵۷ ھ یوم جمعہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے (اعلام الوری ص ۱۵۵ ،جلاء العیون ص ۲۶۰ ،جنات الخلود ص ۲۵) ۔

علامہ مجلسی تحریرفرماتے ہیں کہ جب آپ بطن مادرمیں تشریف لائے توآباؤ اجدادکی طرح آپ کے گھرمیں آوازغیب آنے لگی اورجب نوماہ کے ہوئے توفرشتوں کی بے انتہاآوازیں آنے لگیں اورشب ولادت ایک نورساطع ہوا،ولادت کے بعدقبلہ روہوکرآسمان کی طرف رخ فرمایا،اور(آدم کی مانند) تین باچھینکنے کے بعدحمدخدا بجالائے،ایک شبانہ روزدست مبارک سے نورساطع رہا،آپ ختنہ کردہ ،ناف بریدہ، تمام آلائشوں سے پاک اورصاف متولدہوئے۔ (جلاء العیون ص ۲۵۹) ۔

اسم گرامی ،کنیت اورالقاب

آپ کااسم گرامی ”لوح محفوظ“ کے مطابق اورسرورکائنات کی تعیین کے موافق ”محمد“تھا آپ کی کنیت ”ابوجعفر“تھی، اورآپ کے القاب کثیرتھے،جن میں باقر،شاکر،ہادی زیادہ مشہورہیں (مطالب السؤل ص ۳۶۹ ،شواہدالنبوت ص ۱۸۱) ۔

باقرکی وجہ تسمیہ

باقر،بقرہ سے مشتق ہے اوراسی کااسم فاعل ہے اس کے معنی شق کرنے اوروسعت دینے کے ہیں ، (المنجد ص ۴۱) ۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کواس لقب سے اس لیے ملقب کیاگیاتھاکہ آپ نے علوم ومعارف کونمایاں فرمایااورحقائق احکام وحکمت ولطائف کے وہ سربستہ خزانے ظاہرفرمادئیے جولوگوں پرظاہروہویدانہ تھے(صواعق محرقہ،ص ۱۲۰ ،مطالب السؤل ص ۶۶۹ ،شواہدالنبوت صذ ۱۸۱) ۔

جوہری نے اپنی صحاح میں لکھاہے کہ ”توسع فی العلم “کوبقرہ کہتے ہیں ، اسی لیے امام محمدبن علی کوباقرسے ملقب کیاجاتاہے ،علامہ سبط ابن جوزی کاکہناہے کہ کثرت سجودکی وجہ سے چونکہ آپ کی پیشانی وسیع تھی اس لیے آپ کوباقرکہاجاتاہے اورایک وجہ یہ بھی ہے کہ جامعیت علمیہ ک کی وجہ سے آپ کویہ لقب دیاگیاہے ،شہیدثالث علامہ نوراللہ شوشتری کاکہناہے کہ آنحضرت نے ارشادفرمایاہے کہ امام محمدباقرعلوم ومعارف کواس طرح شگافتہ کردیں گے جس طرح زراعت کے لیے زمین شگافتہ کی جاتی ہے۔(مجالس المومنین ص ۱۱۷) ۔

بادشاہان وقت

آپ ۵۷ھ میں معاویہ بن ابی سفیان کے عہد میں پیدا ہوئے ۶۰ھ میں یزید بن معاویہ بادشاہ وقت رہا، ۶۴ھ میں معاویہ بن یزید اور مروان بن حکم بادشاہ رہے ۶۵ھ تک عبد الملک بن مروان خلیفہ وقت رہا پھر ۸۶ھ سے ۹۶ھ تک ولید بن عبد الملک نے حکمرانی کی، اسی نے ۹۵ھ میں آپ کے والد ماجد کو درجہ شہادت پر فائز کردیا، اسی ۹۵ھ سے آپ کی امامت کا آغاز ہوا، اور ۱۱۴ھ تک آپ فرائض امامت ادا فرماتے رہے، اسی دروان میں ولید بن عبد الملک کے بعد سلیمان بن عبد الملک، عمر بن عبد العزیز، یزید بن عبد الملک اور ہشام بن عبد الملک بادشاہ وقت رہے (اعلام الوری ص ۱۵۶)۔

واقعہ کربلا میں امام محمد باقر علیہ السلام کا حصہ

آپ کی عمر ابھی ڈھائی سال کی تھی، کہ آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ وطن عزیز مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا، پھر مدینہ سے مکہ اور وہاں سے کربلا تک کی صعوبتیں سفر برداشت کرنا پڑی اس کے بعد واقعہ کربلا کے مصائب دیکھے، کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں کا حال دیکھا ایک سال شام میں قید رہے، پھر وہاں سے چھوٹ کر ۸/ ربیع الاول ۶۲ھ کو مدینہ منورہ واپس ہوئے۔

جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی، تو آپ ایک دن کنویں میں گر گئے، لیکن خدا نے آپ کو ڈوبنے سے بچا لیا (اور جب آپ پانی سے برآمد ہوئے تو آپ کے کپڑے اور آپ کا بدن تک بھیگا ہوا نہ تھا (مناقب جلد ۴ ص ۱۰۹)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور جابر بن عبد اللہ انصاری کی باہمی ملاقات

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت امام محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی کے اختتام پر امام محمد باقر کی ولادت سے تقریبا ۴۶/ سال قبل جابر بن عبد اللہ انصاری کے ذریعہ سے امام محمد باقر علیہ السلام کو سلام کہلایا تھا، امام علیہ السلام کا یہ شرف اس درجہ ممتاز ہے کہ آل محمد میں سے کوئی بھی اس کی ہمسری نہیں کرسکتا (مطالب السؤل ص ۲۷۲)۔

مورخین کا بیان ہے کہ سرورکائنات ایک دن اپنی آغوش مبارک میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو لئے ہوئے پیار کررہے تھے ناگاہ آپ کے صحابی خاص جابر بن عبد اللہ انصاری حاضر ہوئے حضرت نے جابر کو دیکھ کر فرمایا، اے جابر! میرے اس فرزند کی نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو علم و حکمت سے بھرپور ہوگا، اے جابر تم اس کا زمانہ پاؤ گے، اور اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک وہ سطح ارض پر آنہ جائے۔

اے جابر! دیکھو، جب تم اس سے ملنا تو اسے میرا اسلام کہہ دینا، جابر نے اس خبر اور اس پیشین گوئی کو کمال مسرت کے ساتھ سنا، اور اسی وقت سے اس بہجت آفرین ساعت کا انتظار کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ چشم انتظار پتھرا گئیں اور آنکھوں کا نور جاتا رہا۔

جب تک آپ بینا تھے ہر مجلس و محفل میں تلاش کرتے رہے اور جب نور نظر جاتا رہا تو زبان سے پکارنا شروع کر دیا، آپ کی زبان پر جب ہر وقت امام محمد باقر کا نام رہنے لگا تو لوگ یہ کہنے لگے کہ جابر کا دماغ ضعف پیری کی وجہ سے از کار رفتہ ہو گیا ہے لیکن بہر حال وہ وقت آہی گیا کہ آپ پیغام احمدی اور سلام محمدی پہنچانے میں کامیاب ہو گئے راوی کا بیان ہے کہ ہم جناب جابر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے، آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام بھی تھے امام علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا کہ چچا جابر بن عبد اللہ انصاری کے سر کا بوسہ دو، انہوں نے فوراً تعمیل ارشاد کیا، جابر نے ان کو اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا کہ ابن رسول اللہ آپ کو آپ کے جدنامدار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام فرمایا ہے۔

حضرت نے کہا اے جابر ان پر اور تم پر میری طرف سے بھی سلام ہو، اس کے بعد جابر بن عبد اللہ انصاری نے آپ سے شفاعت کے لیے ضمانت کی درخواست کی، آپ نے اسے منظور فرمایا اور کہا کہ میں تمہارے جنت میں جانے کا ضامن ہوں (صواعق محرقہ ص ۱۲۰ ، وسیلہ النجات ص ۳۳۸ ، مطالب السؤل ، ۳۷۳ ، شواہد النبوت ص ۱۸۱ ، نور الابصار ص ۱۴۳ ، رجال کشی ص ۲۷ ، تاریخ طبری جلد ۳ ، ص ۹۶ ، مجالس المومنین ص ۱۱۷ ۔

علامہ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "ان بقائک بعدرویته یسیر" کہ اے جابر میرا پیغام پہنچانے کے بعد بہت تھوڑا زندہ رہو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا (مطالب السؤل ص ۲۷۳) ۔

سات سال کی عمر میں امام محمد باقر کا حج خانہ کعبہ

علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ راوی بیان کرتا ہے کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا، راستہ پر خطر اور انتہائی تاریک تھا جب میں لق ودق صحرا میں پہنچا تو ایک طرف سے کچھ روشنی کی کرن نظر آئی میں اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ ناگاہ ایک سات سال کا لڑکا میرے قریب آپہنچا، میں نے سلام کا جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں ؟ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے، اور آپ کے پاس زادراہ کیا ہے اس نے جواب دیا، سنو میں خدا کی طرف سے آرہا ہوں اور خدا کے طرف سے آرہا ہوں اور خدا کی طرف جا رہا ہوں، میرا زادراہ "تقوی" ہے میں عربی النسل، قریشی خاندان کا علوی نژاد ہوں ، میرا نام محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہے، یہ کہہ کر وہ دونوں سے غائب ہو گئے اور مجھے پتہ نہ چل سکا کہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے یا زمین میں سما گئے (شواہد النبوت ص ۱۸۳) ۔

حضرت امام محمدباقر علیہ السلام اوراسلام میں سکے کی ابتدا

مورخ شہیر ذاکر حسین تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۴۲ میں لکھتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے ۷۵ھ میں امام محمدباقر علیہ السلام کی صلاح سے اسلامی سکہ جاری کیا اسے سے پہلے روم وایران کا سکہ اسلامی ممالک میں بھی جاری تھا۔

اس واقعہ کی تفصیل علامہ دمیری کے حوالہ سے یہ ہے کہ ایک دن علامہ کسائی سے خلیفہ ہارون رشید عباسی نے پوچھا کہ اسلام میں درہم ودینار کے سکے، کب اورکیونکر رائج ہوئے انہوں نے کہا کہ سکوں کا اجرا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کیا ہے لیکن اس کی تفصیل سے ناواقف ہوں اورمجھے نہیں معلوم کہ ان کے اجراء اورایجاد کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، ہارون الرشید نے کہا کہ بات یہ ہے کہ زمانہ سابق میں جو کاغذ وغیرہ ممالک اسلامیہ میں مستعمل ہوتے تھے وہ مصر میں تیار ہوا کرتے تھے جہاں اس وقت نصرانیوں کی حکومت تھی، اوروہ تمام کے تمام بادشاہ روم کے مذہب پر تھے وہاں کے کاغذ پر جو ضرب یعنی (ٹریڈ مارک) ہوتا تھا، اس میں بزبان روم(اب،ابن،روح القدس لکھاھواتھا ،فلم یزل ذلک کذالک فی صدرالاسلام کلہ بمعنی علوما کان علیہ ،الخ)

اوریہی چیز اسلام میں جتنے دور گذرے تھے سب میں رائج تھی یہاں تک کہ جب عبدالملک بن مروان کا زمانہ آیا، توچونکہ وہ بڑا ذہین اورہوشیار تھا، لہذا اس نے ترجمہ کراکے گورنر مصر کو لکھا کہ تم رومی ٹریڈ مارک کو موقوف ومتروک کردو، یعنی کاغذ کپڑے وغیرہ جو تیار ہوں ان میں یہ نشانات نہ لگنے دوبلکہ ان پر یہ لکھوادو " ﴿ شھداللہ انہ لاالہ الاھو ﴾ "چنانچہ اس حکم پر عمل درآمد کیا گیا جب اس نئے مارک کے کاغذوں کا جن پر کلمہ توحید ثبت تھا، رواج پایا توقیصر روم کو بے انتہا ناگوار گزرا اس نے تحفہ تحائف بھیج کر عبدالملک بن مروان خلیفہ وقت کو لکھا کہ کاغذ وغیرہ پر جو "مارک " پہلے تھا وہی بدستور جاری کرو، عبدالملک نے ہدایا لینے سے انکار کردیا اورسفیر کو تحائف وہدایا سمیت واپس بھیج دیا اوراس کے خط کا جواب تک نہ دیا قیصر روم نے تحائف کو دوگنا کرکے پھر بھیجا اورلکھا کہ تم نے میرے تحائف کو کم سمجھ کرواپس کردیا، اس لیے اب اضافہ کرکے بھیج رہا ہوں اسے قبول کرلو اورکاغذ سے نیا "مارک " ہٹادو، عبدالملک نے پھرہدایا واپس کردیا اورمثل سابق کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد قیصر روم نے تیسری مرتبہ خط لکھا اورتحائف وہدایا بھیجے اورخط میں لکھا کہ تم نے میرے خطوط کے جوابات نہیں دیئے ، اورنہ میری بات قبول کی اب میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اب بھی رومی ٹریڈ مارک کو ازسرنورواج نہ دیا اورتوحید کے جملے کاغذ سے نہ ہٹائے تومیں تمہارے رسول کو گالیاں ،سکہ درہم ودینار پر نقش کراکے تمام ممالک اسلامیہ میں رائج کردوں گا اورتم کچھ نہ کرسکوگے دیکھو اب جومیں نے تم کو لکھا ہے اسے پڑھ کر ارفص جبینک عرقا، اپنی پیشانی کا پسینہ پوچھ ڈالو اورجومیں کہتا ہوں اس پر عمل کروتاکہ ہمارے اورتمہارے درمیان جورشتہ محبت قائم ہے بدستور باقی رہے۔

عبدالملک ابن مروان نے جس وقت اس خط کوپڑھااس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ،ہاتھ کے طوطے اڑگئے اورنظروں میں دنیاتاریک ہوگئی اس نے کمال اضطراب میں علماء فضلاء اہل الرائے اورسیاست دانوں کوفوراجمع کرکے ان سے مشورہ طلب کیا اورکہاکہ کوئی ایسی بات سوچوکہ سانپ بھی مرجائے اورلاٹھی بھی نہ ٹوٹے یاسراسراسلام کامیاب ہوجائے، سب نے سرجوڑکربہت دیرتک غورکیا لیکن کوئی ایسی رائے نہ دے سکے جس پرعمل کیاجاسکتا ”فلم یجد عنداحد منہم رایایعمل بہ“ جب بادشاہ ان کی کسی رائے سے مطمئین نہ ہوسکاتواورزیادہ پریشان ہوااوردل میں کہنے لگامیرے پالنے والے اب کیاکروں ابھی وہ اسی ترددمیں بیٹھاتھاکہ اس کاوزیراعظم ”ابن زنباع“ بول اٹھا،بادشاہ تویقیناجانتاہے کہ اس اہم موقع پراسلام کی مشکل کشائی کون کرسکتاہے، لیکن عمدا اس کی طرف رخ نہیں کرتا،بادشاہ نے کہا”ویحک من“ خداتجھے سمجھے،توبتاتوسہی وہ کون ہے؟ وزیراعظم نے عرض کی ”علیک بالباقرمن اہل بیت النبی“ میں فرزندرسول امام محمدباقرعلیہ السلام کی طرف اشارہ کررہاہوں اوروہی اس آڑے وقت میں تیرے کام آسکتاہیں، عبدالملک بن مروان نے جونہی آپ کانام سناقال صدقت کہے لگاخداکی قسم تم نے سچ کہااورصحیح رہبری کی ہے۔

اس کے بعداسی وقت فورااپنے عامل مدینہ کولکھاکہ اس وقت اسلام پرایک سخت مصیبت آگئی ہے اوراس کادفع ہونا امام محمدباقرکے بغیرناممکن ہے، لہذاجس طرح ہوسکے انھیں راضی کرکے میرے پاس بھیجدو،دیکھواس سلسلہ میں جومصارف ہوں گے،وہ بذمہ حکومت ہوں گے۔

عبدالملک نے دوخواست طلبی، مدینہ ارسال کرنے کے بعدشاہ روم کے سفیرکونظربندکردیا،اورحکم دیاکہ جب تک میں اس مسئلہ کوحل نہ کرسکوں اسے پایہ تخت سے جانے نہ دیاجائے۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کی خدمت میں عبدالملک بن مروان کاپیغام پہنچااورآپ فوراعازم سفرہوگئے اوراہل مدینہ سے فرمایاکہ چونکہ اسلام کاکام ہے لہذامیں تمام اپنے کاموں پراس سفرکوترجیح دیتاہوں الغرض آپ وہاں سے روانہ ہوکرعبدالملک کے پاس جاپہنچے، بادشاہ چونکہ سخت پریشان تھا،اس لیے اسے نے آپ کے استقبال کے فورابعدعرض مدعاکردیا،امام علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا”لایعظم ہذاعلیک فانہ لیس بشئی“ اے بادشاہ سن، مجھے بعلم امامت معلوم ہے کہ خدائے قادروتواناقیصرروم کواس فعل قبیح پرقدرت ہی نہ دے گا اورپھرایسی صورت میں جب کہ اس نے تیرے ہاتھوں میں اس سے عہدہ برآہونے کی طاقت دے رکھی ہے بادشاہ نے عرض کی یابن رسول اللہ وہ کونسی طاقت ہے جومجھے نصیب ہے اورجس کے ذریعہ سے میں کامیابی حاصل کرسکتاہوں ۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام نے فرمایاکہ تم اسی وقت حکاک اورکاریگروں کوبلاؤ اوران سے درہم ودینارکے سکے ڈھلواؤ اورممالک اسلامیہ میں رائج کردو، اس نے پوچھاکہ ان کی کیاشکل وصورت ہوگی اوروہ کس طرح ڈھلیں گے؟ امام علیہ السلام نے فرمایاکہ سکہ کے ایک طرف کلمہ توحیددوسری طرف پیغمراسلام کانام نامی اورضرب سکہ کاسن لکھاجائے اس کے بعداس کے اوزان

بتائے آپ نے کہاکہ درہم کے تین سکے اس وقت جاری ہیں ایک بغلی جودس مثقال کے دس ہوتے ہیں دوسرے سمری خفاف جوچھ مثقال کے دس ہوتے ہیں تیسرے پانچ مثقال کے دس، یہ کل ۲۱/ مثقال ہوئے اس کوتین پر تقسیم کرنے پر حاصل تقسیم ۷/ مثقال ہوئے، اسی سات مثقال کے دس درہم بنوا، اوراسی سات مثقال کی قیمت سونے کے دینار تیار کر جس کا خوردہ دس درہم ہو، سکہ کا نقش چونکہ فارسی میں ہے اس لیے اسی فارسی میں رہنے دیا جائے، اوردینار کا سکہ رومی حرفوں میں ہے لہٰذا اسے رومی ہی حرفوں میں کندہ کرایا جائے اورڈھالنے کی مشین (سانچہ) شیشے کا بنوایا جائے تاکہ سب ہم وزن تیار ہوسکیں۔

عبدالملک نے آپ کے حکم کے مطابق تمام سکے ڈھلوالیے اورسب کام درست کرلیا اس کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ اب کیا کروں؟ ”امرہ محمدبن علی“ آپ نے حکم دیا کہ ان سکوں کو تمام ممالک اسلامیہ میں رائج کردے، اورساتھ ہی ایک سخت حکم نافذ کردے جس میں یہ ہوکہ اسی سکہ کو استعمال کیا جائے اوررومی سکے خلاف قانون قراردیئے گئے اب جوخلاف ورزی کرے گا اسے سخت سزادی جائے گی، اور بوقت ضرورت اسے قتل بھی کیا جاسکے گا۔

عبدالملک بن مروان نے تعمیل ارشاد کے بعد سفیر روم کو رہا کرکے کہاکہ اپنے بادشاہ سے کہناکہ ہم نے اپنے سکے ڈھلوا کر رائج کردیے اورتمہارے سکہ کو غیرقانونی قراردے دیا اب تم سے جوہوسکے کرلو۔

سفیر روم یہاں سے رہا ہوکر جب اپنے قیصر کے پاس پہنچا اوراس سے ساری داستان بتائی تووہ حیران رہ گیا، اورسرڈال کر دیر تک خاموش بیٹھا سوچتا رہا، لوگوں نے کہا بادشاہ تونے جویہ کہا تھا کہ میں مسلمانوں کے پیغمبر کوسکوں پر گالیاں کندا کرادوں گا اب اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اس نے کہاکہ اب گالیاں کندا کرکے کیا کروں گا اب توان کے ممالک میں میرا سکہ ہی نہیں چل رہا اورلین دین ہی نہیں ہورہا (حیواۃ الحیوان دمیری المتوفی ۹۰۸ ھ جلد ۱ طبع مصر ۱۳۵۶ ھ)۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کی علمی حیثیت

کسی معصوم کی علمی حیثیت پرروشنی ڈالنی بہت دشوارہے، کیونکہ معصوم اورامام زمانہ کو علم لدنی ہوتاہے، وہ خدا کی بارگاہ سے علمی صلاحیتوں سے بھرپور متولد ہوتاہے، حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام چونکہ امام زمانہ اور معصوم ازلی تھے اس لیے آپ کے علمی کمالات، علمی کارنامے اورآپ کی علمی حیثیت کی وضاحت ناممکن ہے تاہم میں ان واقعات میں سے مستثنی ازخروارے، لکھتاہوں جن پر علماء عبور حاصل کرسکے ہیں۔

علامہ ابن شہرآشوب لکھتے ہیں کہ حضرت کا خودارشاد ہے کہ” ﴿ علمنامنطق الطیرواوتینامن کل شئی ﴾ “ہمیں طائروں تک کی زبان سکھائی گئی ہے اورہمیں ہرچیز کا علم عطا کیا گیاہے (مناقب شہرآشوب جلد ۵ ص ۱۱)۔

روضۃ الصفاء میں ہے کہ بخدا سوگند کہ ماخازنان خدائیم درآسمان زمین لخ خدا کی قسم ہم زمین اورآسمان میں خداوندعالم کے خازن علم ہیں اورہم یہ شجرہ نبوت اورمعدن حکمت ہیں، وحی ہمارے یہاں آتی رہی اورفرشتے ہمارے یہاں آتے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیاکے ظاہری ارباب اقتدارہم سے جلتے اورحسد کرتے ہیں، لسان الواعظین میں ہے کہ ابومریم عبدالغفار کاکہناہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کی خدمت میں حاضرہوکرعرض پردازہواکہ :

۱ ۔ مولاکونسا لسلام بہترہے جس سے اپنے برادر مومن کوتکلیف نہ پہنچے

۲۔ کونسا خلق بہترہے فرمایاصبراورمعاف کردینا ۳ ۔ کون سا مومن کامل ہے فرمایا جس کے اخلاق بہترہوں ۴ ۔ کون ساجہادبہترہے ، فرمایا ج س میں اپناخون بہہ جائے ۵ ۔ کونسی نمازبہترہے ، فرمایاجس کاقنوت طویل ہو، ۶ ۔ کون سا صدقہ بہترہے، فرمایاجس سے نافرمانی سے نجات ملے، ۷ ۔ بادشاہان دنیاکے پاس جانے میں آپ کی کیارائے ہے، فرمایامیں اچھانہیں سمجھتا، پوچھاکیوں ؟ فرمایاکہ اس لیے کہ بادشاہوں کے پاس کی آمدورفت سے تین باتیں پیداہوتی ہیں : ۱ ۔ محبت دنیا، ۲ ۔فراموشی مرگ، ۳ ۔ قلت رضائے خدا۔

پوچھاپھرمیں نہ جاؤں ،فرمایا میں طلب دنیاسے منع نہیں کرتا، البتہ طلب معاصی سے روکتاہوں ۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے اوراس کی شہرت عامہ ہے کہ آپ علم وزہداورشرف میں ساری دنیاسے فوقیت لے گئے ہیں آپ سے علم القرآن، علم الآثار، علم السنن اورہر قسم کے علوم ، حکم،آداب وغیرہ کے مظاہرہ میں کوئی نہیں ہوا،بڑے بڑے صحابہ اورنمایاں تابعین،اورعظیم القدرفقہاء آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے رہے آپ کوآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابربن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے سلام کہلایاتھا اوراس کی پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہ میرافرزند”باقرالعلوم“ ہوگا،علم کی گتھیوں کوسلجھائے گاکہ دنیاحیران رہ جائے گی(اعلام الوری ص ۱۵۷ ،علامہ شیخ مفید۔

علامہ شبلنجی فرماتے ہیں کہ علم دین، علم احادیث، علم سنن اورتفسیرقرآن وعلم السیرت وعلوم وفنون ،ادب وغیرہ کے ذخیرے جس قدرامام محمدباقرعلیہ السلام سے ظاہرہوئے اتنے امام حسین اورامام حسین کی اولادمیں سے کسی سے ظاہرنہیں ہوئے ۔ ملاحظہ ہوکتاب الارشادص ۲۸۶ ،نورالابصار ص ۱۳۱ ، ارجح المطالب ص ۴۴۷ ۔

علامہ ابن حجرمکی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کے علمی فیوض وبرکات اورکمالات واحسانات سے اس شخص کے علاوہ جس کی بصیرت زائل ہوگئی ہو، جس کادماغ خراب ہوگیاہواورجس کی طینت وطبیعت فاسد ہوگئی ہو،کوئی شخص انکارنہیں کرسکتا،اسی وجہ سے آپ کے بارے میں کہاجاتاہے کہ آپ ”باقرالعلوم“ علم کے پھیلانے والے اورجامع العلوم ہیں ، آپ کادل صاف، علم وعمل روشن وتابندہ نفس پاک اورخلقت شریف تھی، آپ کے کل اوقات اطاعت خداوندی میں بسرہوتے تھے۔

عارفوں کے قلوب میں آپ کے آثارراسخ اورگہرے نشانات نمایاں ہوگئے تھے، جن کے بیان کرنے سے وصف کرنے والوں کی زبانیں گونگی اورعاجزوماندہ ہیں آپ کے ہدایات وکلمات اس کثرت سے ہیں کہ ان کااحصاء اس کتاب میں ناممکن ہے(صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ امام محمدباقرعلامہ زمان اورسردارکبیرالشان تھے آپ علوم میں بڑے تبحراوروسیع الاطلاق تھے (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۴۵۰) علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ آپ بنی ہاشم کے سرداراورمتبحر علمی کی وجہ سے باقرمشہورتھے آپ علم کی تہ تک پہنچ گئے تھے، اورآپ نے اس کے وقائق کواچھی طرح سمجھ لیاتھا(تذکرۃالحفاظ جلد ۱ ص ۱۱۱)۔

علامہ شبراوی لکھتے ہیں کہ امام محمدباقرکے علمی تذکرے دنیامیں مشہورہوئے اورآپ کی مدح وثناء میں بکثرت شعرلکھے گئے، مالک جہنی نے یہ تین شعرلکھے ہیں:

ترجمہ: جب لوگ قرآن مجیدکاعلم حاصل کرناچاہیں توپوراقبیلہ قریش اس کے بتانے سے عاجزرہے گا،کیونکہ وہ خودمحتاج ہے اوراگرفرزندرسول امام محمدباقرکے منہ سے کوئی بات نکل جائے توبے حدوحساب مسائل وتحقیقات کے ذخیرے مہیاکردیں گے یہ حضرات وہ ستارے ہیں جوہرقسم کی تاریکیوں میں چلنے والوں کے لیے چمکتے ہیں اوران کے انوار سے لوگ راستے پاتے ہیں (الاتحاف ص ۵۲ ،وتاریخ الائمہ ص ۴۱۳)۔

علامہ ابن شہرآشوب کابیان ہے کہ صرف ایک راوی محمدبن مسلم نے آپ سے تیس ہزارحدیثیں روایت کی ہیں (مناقب جلد ۵ ص ۱۱)۔

آپ کے بعض علمی ہدایات وارشادات

علامہ محمدبن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جابرجعفی کابیان ہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام سے ملاتوآپ نے فرمایا اے جابرمیں دنیا سے بالکل بے فکرہوں کیونکہ جس کے دل میں دین خالص ہووہ دنیاکوکچھ نہیں سمجھتا،اور تمہیں معلوم ہوناچاہئے کہ دنیاچھوڑی ہوئی سواری اتاراہواکپڑا اوراستعمال کی ہوئی عورت ہے مومن دنیاکی بقا سے مطمئن نہیں ہوتا اوراس کی دیکھی ہوئی چیزوں کی وجہ سے نورخدااس سے پوشیدہ نہیں ہوتا مومن کوتقوی اختیارکرناچاہئے کہ وہ ہروقت اسے متنبہ اوربیداررکھتاہے سنودنیاایک سرائے فانی ہے نزلت بہ وارتحلت منہ " اس میں آناجانالگارہتاہے آج آئے اورکل گئے اوردنیاایک خواب ہے جوکمال کے مانندیکھی جاتی ہے اورجب جاگ اٹھے توکچھ نہیں

آپ نے فرمایاتکبربہت بری چیزہے ،یہ جس قدرانسان میں پیداہوگا اسی قدراس کی عقل گھٹے گی ،کمینے شخص کاحربہ گالیاں بکناہے ۔

ایک عالم کی موت کو ابلیس نوے عابدوں کے مرنے سے بہتر سمجھتا ہے ایک ہزار عابد سے وہ ایک عالم بہتر ہے جو اپنے علم سے فائدہ پہنچا رہا ہو۔

میرے ماننے والے وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت کریں آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے رونے والا بخشا جاتا ہے اور جس رخسار پر آنسو جاری ہوں وہ ذلیل نہیں ہوتا۔

سستی اور زیادہ تیزی برائیوں کی کنجی ہے۔

خدا کے نزدیک بہترین عبادت پاک دامنی ہے انسان کو چاہئے کہ اپنے پیٹ اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔

دعا سے قضا بھی ٹل جاتی ہے۔ نیکی بہترین خیرات ہے

بدترین عیب یہ ہے کہ انسان کو اپنی آنکھ کی شہتیر دکھائی نہ دے، اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آئے، یعنی اپنے بڑے گناہ کی پرواہ نہ ہو، اور دوسروں کے چھوٹے عیب اسے بڑے نظر آئیں اور خود عمل نہ کرے، صرف دوسروں کو تعلیم دے۔

جو خوشحالی میں ساتھ دے اور تنگ دستی میں دور رہے، وہ تمہارا بھائی اور دوست نہیں ہے (مطالب السؤل ص ۲۷۲)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی نعمت ملے تو کہو الحمدللہ اور جب کوئی تکلیف پہنچے تو کہو "لاحول ولاقوة الا باللہ" اور جب روزی تنگ ہو تو کہو استغفر اللہ۔

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے، جتنی محبت تمہارے دل میں ہوگی، اتنی ہی تمہارے بھائی اور دوست کے دل میں بھی ہوگی

تین چیزیں خدا نے تین چیزوں میں پوشیدہ رکھی ہیں:

۱۔ اپنی رضا اپنی اطاعت میں، کسی فرمانبرداری کو حقیر نہ سمجھو شاید اسی میں خدا کی رضا ہو۔

۲۔ اپنی ناراضی اپنی معصیت میں کسی گناہ کو معمولی نہ جانو تو شاید خدا اسی سے ناراض ہو جائے۔

۳۔ اپنی دوستی یا اپنے ولی، مخلوقات میں کسی شخص کو حقیر نہ سمجھو، شاید وہی ولی اللہ ہو (نورالابصار ص ۱۳۱، اتحاف ص ۹۳)

۔

احادیث آئمہ میں ہے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں انسان کو جتنی عقل دی گئی ہے اسی کے مطابق اس سے قیامت میں حساب و کتاب ہوگا۔

ایک نفع پہنچانے والا عالم ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے، عالم کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے

خدا ان علماء پر رحم و کرم فرمائے جو احیاء علم کرتے اور تقوی کو فروغ دیتے ہیں۔

علم کی زکواۃ یہ ہے کہ مخلوق خدا کو تعلیم دے جائے۔ قرآن مجید کے بارے میں تم جتنا جانتے ہو اتنا ہی بیان کرو۔

بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ جو جانتا ہو اسے بتائے اور جو نہ جانتا ہو اس کے جواب میں خاموش ہو جائے ۔ علم حاصل کرنے کے بعد اسے پھیلاو، اس لیے کہ علم کو بند رکھنے سے شیطان کا غلبہ ہوتا ہے ۔

معلم اور متعلم کا ثواب برابر ہے ۔ جس کی تعلیم کی غرض یہ ہو کہ وہ علماء سے بحث کرے ، جہلا پر رعب جمائے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے وہ جہنمی ہے ، دینی راستہ دکھلانے والا اور راستہ پانے والا دونوں ثواب کی میزان کے لحاظ سے برابر ہیں ۔ جو دینی راستہ دکھلانے والا اور راستہ پانے والا دونوں ثواب کی میزان کے لحاظ سے برابر ہیں ۔

جو دینیات میں غلط کہتا ہو اسے صحیح بنا دو، ذات الہی وہ ہے، جو عقل انسانی میں نہ سما سکے اور حدود میں محدود نہ ہو سکے ۔

اس کی ذات فہم و ادراک سے بالاتر ہے خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، خدا کی ذات کے بارے میں بحث نہ کرو، ورنہ حیران ہو جاؤ گے ۔ اجل کی دو قسمین ہیں ایک اجل محتوم، دوسرے اجل موقوف، دوسری سے خدا کے سوا کوئی واقف نہیں ، زمین حجت خدا کے سوا کوئی واقف نہیں ، زمین حجت خدا کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی۔

امت بے امام کی مثال بھیڑ کے اس گلے کی ہے، جس کا کوئی بھی نگران نہ ہو۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روح کی حقیقت اور ماہیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ روح ہوا کی مانند متحرک ہے اور یہ ریح سے مشتق ہے ، ہم جنس ہونے کی وجہ سے اسے روح کہا جاتا ہے یہ روح جو جانداروں کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے ، وہ تمام ریحوں سے پاکیزہ تر ہے۔

روح مخلوق اور مصنوع ہے اور حادث اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی ہے۔

وہ ایسی لطیف شئے ہے جس میں نہ کسی قسم کی گرانی اور سنگینی ہے نہ سبکی، وہ ایک باریک اور رقیق شئے ہے جو قالب کثیف میں پوشیدہ ہے، اس کی مثال اس مشک جیسی ہے جس میں ہوا بھر دو، ہوا بھرنے سے وہ پھول جائے گی لیکن اس کے وزن میں اضافہ نہ ہوگا۔ ۔ روح باقی ہے اور بدن سے نکلنے کے بعد فنا نہیں ہوتی، یہ نفخ صور کے وقت ہی فنا ہوگی۔

آپ سے خداوند عالم کے صفات بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، کہ وہ سمیع و بصیر ہے اور آلہ سمع و بصر کے بغیر سنتا اور دیکھتا ہے، رئیس معتزلہ عمر بن عبید نے آپ سے دریافت کیا کہ "من یحال علیہ غضبی" ابو خالد کابلی نے آپ سے پوچھا کہ قول خدا "فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا" میں ، نور سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا "واللہ النور الائمۃ من آل محمد" خدا کی قسم نور سے ہم آل محمد مراد ہیں ۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ یوم ندعوا کل اناس بامامھم سے کون لوگ مراد ہیں آپ نے فرمایا وہ رسول اللہ ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد سے آئمہ ہوں گے ، انہیں کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے جو انہیں دوست رکھے گا اور ان کی تصدیق کرے گا وہی نجات پائے گا اور جو ان کی مخالفت کرے گا جہنم میں جائے گا ، ایک مرتبہ طاؤس یمانی نے حضرت کی خدمت مین حاضر ہو کر یہ سوال کیا کہ وہ

کونسی چیز ہے جس کا تھوڑا استعمال حلال تھا اور زیادہ استعمال حرام، آپ نے فرمایا کہ وہ نہر طالوت کا پانی تھا جس کا صرف ایک چلو پینا حلال تھا اور اس سے زیادہ حرام پوچھا وہ کون سا روزہ تھا جس میں کھانا پینا جائز تھا، فرمایا وہ جناب مریم کا روزہ صمت تھا جس میں صرف نہ بولنے کا روزہ تھا، کھانا پینا حلال تھا، پوچھا وہ کون سی شئے ہے جو صرف کرنے سے کم ہوتی ہے بڑھتی نہیں، فرمایا کہ وہ عمر ہے۔ پوچھا وہ کون سی شئے ہے جو بڑھتی ہے گھٹتی نہیں، فرمایا وہ سمندر کا پانی ہے، پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو صرف ایک بار اڑی پھر نہ اڑی، فرمایا وہ کوہ طور ہے جو ایک بار حکم خدا سے اڑ کر بنی اسرائیل کے سروں پر آگیا تھا۔ پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کی سچی گواہی خدا نے جھوٹی قرار دی، فرمایا وہ منافقوں کی تصدیق رسالت ہے جو دل سے نہ تھی۔

پوچھا بنی آدم کا ۱/۳ حصہ کب ہلاک ہوا، فرمایا ایسا کبھی نہیں ہوا، تم یہ پوچھو کہ انسان کا ۱/۴ حصہ کب ہلاک ہوا تو میں بتاؤں کہ یہ اس وقت ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، کیونکہ اس وقت چار آدمی تھے آدم، حوا، ہابیل اور قابیل، پوچھا پھر نسل انسانی کس طرح بڑھی فرمایا جناب شیش سے جو قتل ہابیل کے بعد بطن حوا سے پیدا ہوئے۔

آپ کی عبادت گذاری اور آپ کے عام حالات

آپ آباؤ اجداد کی طرح بے پناہ عبادت کرتے تھے ساری رات نماز پڑھنی اور سارا دن روزہ سے گزارنا آپ کی عادت تھی آپ کی زندگی زاہدانہ تھی، بوریئے پر بیٹھتے تھے ہدایا جو آتے تھے اسے فقراء و مساکین پر تقسیم کردیتے تھے غریبوں پر بے حد شفقت فرماتے تھے تواضع اور فروتنی، صبر و شکر غلام نوازی صلہ رحم وغیرہ میں اپنی آپ نظیر تھے آپ کی تمام آمدنی فقراء پر صرف ہوتی تھی آپ فقیروں کی بڑی عزت کرتے تھے اور انہیں اچھے نام سے یاد کرتے تھے (کشف الغمہ ص ۹۵۔

آپ کے ایک غلام افلح کا بیان ہے کہ ایک دن آپ کعبہ کے قریب تشریف لے گئے، آپ کی جیسے ہی کعبہ پر نظر پڑی آپ چیخ مار کر رونے لگے میں نے کہا کہ حضور سب لوگ دیکھ رہے ہیں آپ آہستہ سے گریہ فرمائیں ارشاد کیا، اے افلح شاید خدا بھی انہیں لوگوں کی طرح میری طرف دیکھ لے اور میری بخشش کا سہارا ہو جائے، اس کے بعد آپ سجدہ میں تشریف لے گئے اور جب سر اٹھایا تو ساری زمین آنسوؤں سے تر تھی (مطالب السؤل ص ۲۷۱)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور ہشام بن عبد الملک

تواریخ میں ہے ۹۶ھ میں ولید بن عبد الملک فوت ہوا (ابو الفداء) اور اس کا بھائی سلیمان بن عبد الملک خلیفہ مقرر کیا گیا (ابن الوردی) ۹۹ھ میں عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا ابن الوردی اس نے خلیفہ ہوتے ہی اس بدعت کو جو ۴۱ھ سے بن امیہ نے حضرت علی

پر سب و شتم کی صورت میں جاری کررکھی تھی حکما روک دیا (ابوالفداء) اور رقوم خمس بنی ہاشم کو دینا شروع کیا (کتاب الخرائج ابویوسف)۔

یہ وہ زمانہ تھا جس میں علی کے نام پر اگر کسی بچے کا نام ہوتا تھا تو وہ قتل کردیا جاتا تھا اور کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑا جاتا تھا (تدریب الراوی سیوطی) اس کے بعد ۱۰۱ ھ میں یزیدبن عبدالملک خلیفہ بنایا گیا (ابن الوردی) ۱۰۵ ھ میں ہشام بن عبدالملک بن مروان بادشاہ وقت مقرر ہوا (ابن الوردی)۔

ہشام بن عبدالملک، چست، چالاک، کنجوس و متعصب، چال باز، سخت مزاج، کجرو، خودسر، حریص، کانوں کا کچا تھا اور حددرجہ کا شکی تھا کبھی کسی کا اعتبار نہ کرتا تھا اکثر صرف شبہ بر سلطنت کے لائق لائق ملازموں کو قتل کرادیتا تھا یہ عہدوں پر انہیں کو فائز کرتا تھا جو خوشامدی ہوں، اس نے خالدبن عبداللہ قسری کو ۱۰۵ ھ سے ۱۲۰ ھ تک عراق کا گورنر تھا قسری کا حال یہ تھا کہ ہشام کو رسول اللہ سے افضل بتاتا اور اسی کا پروپیگنڈہ کیا کرتا تھا (تاریخ کامل جلد ۵ ص ۱۰۳)۔

ہشام آل محمد کا دشمن تھا اسی نے زید شہید کو نہایت جری طرح قتل کیا تھا، تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۴۹) اسی نے اپنے زمانہ ولیعہدی میں فرزدق شاعر کو امام زین العابدین کی مدح کے جرم میں بمقام عسقلان قید کیا تھا۔(صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

ہشام کا سوال اور اس کا جواب

تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد ہشام بن عبدالملک حج کے لیے گیا وہاں اس نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو پند و نصائح سے بہرہ ور کررہے ہیں یہ دیکھ کر ہشام کی دشمنی نے کروٹ لی اور اس نے دل میں سوچا کہ انہیں ذلیل کرنا چاہئے اور اسی ارادہ سے اس نے ایک شخص سے کہا کہ جا کر ان سے کہو کہ خلیفہ پوچھ رہے ہیں کہ حشر کے دن آخری فیصلہ سے قبل لوگ کیا کھائیں اور پئیں گے اس نے جا کر امام علیہ السلام کے سامنے خلیفہ کا سوال پیش کیا آپ نے فرمایا جہاں حشر و نشر ہوگا وہاں میوے دار درخت ہوں گے، وہ لوگ انہیں چیزوں کو استعمال کریں گے بادشاہ نے جواب سن کر کہا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حشر میں لوگ مصیبتوں اور اپنی پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے ان کو کھانے پینے کا ہوش کہاں ہوگا؟ قاصد نے بادشاہ کا گفتہ نقل کردیا، حضرت نے قاصد سے فرمایا کہ جاؤ اور بادشاہ سے کہو کہ تم نے قران بھی پڑھا ہے یا نہیں، قرآن میں یہ نہیں ہے کہ "جہنم" کے لوگ جنت والوں سے کہیں گے کہ ہمیں پانی اور کچھ نعمتیں دیدو کہ پی اور کھالیں اس وقت وہ جواب دیں گے کہ کافروں پر جنت کی نعمتیں حرام ہیں (پ ۸، رکوع ۱۳) تو جب جہنم میں بھی لوگ کھانا پینا نہیں بھولیں گے تو حشر و نشر میں کیسے بھول جائیں گے جس میں جہنم سے کم سختیاں ہوں گی اور وہ امید و بیم اور جنت و دوزخ کے درمیان ہوں گے یہ سن کر ہشام شرمندہ ہوگیا (ارشاد مفید ص ۴۰۸ ،تاریخ آئمہ ص ۴۱۴)۔

حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کی دمشق میں طلبی

علامہ مجلسی اورسیدابن طاؤس رمقطرازہیں کہ ہشام بن عبدالملک اپنے عہدحکومت کے آخری ایام میں حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ میں پہنچاوہاں حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام اورحضرت امام جعفرصادق علیہ السلام بھی موجودتھے ایک دن حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے مجمع عام میں ایک خطبہ ارشادفرمایاجس میں اورباتوں کے علاوہ یہ بھی کہاکہ ہمیں روئے زمین پرخداکے خلیفہ اوراسکی حجت ہیں، ہمارادشمن جہنم میں جائے گا،اورہمارادوست نعمات جنت سے متنعم ہوگا۔

اس خطبہ کی اطلاع ہشام کودی گئی، وہ وہاں توخاموش رہا، لیکن دمشق پہنچنے کے بعدوالی مدینہ کوفرمان بھیجاکہ محمدبن علی اورجعفربن محمدکومیرے پاس بھیجدے، چنانچہ آپ حضرات دمشق پہنچے وہاں ہشام نے آپ کوتین روزتک اذن حضورنہیں دیاچوتھے روزجب اچھی طرح دربارکوسجالیا،توآپ کوبلوابھیجاآپ حضرات جب داخل دربارہوئے توآپ کوذلیل کرنے کے لیے آپ سے کہاکہ ہمارے تیراندازوں کی طرح آپ بھی تیراندازی کریں حضرت امام محمدباقرنے فرمایاکہ میں ضعیف ہوگیاہوں مجھے اس سے معاف رکھ، اس نے بہ قسم کہاکہ یہ ناممکن ہے پھرایک کمان آپ کودلوایاآپ نے ٹھیک نشانہ پرتیرلگائے، یہ دیکھ کروہ حیران رہ گیا اس کے بعدامام نے فرمایا، بادشاہ ہم معدن رسالت ہیں، ہمارامقابلہ کسی امرمیں کوئی نہیں کرسکتا، یہ سن کرہشام کوغصہ آگیا، وہ بولاکہ آب لوگ بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں آپ کے دادعلی بن ابی طالب نے غیب کادعوی کیاہے آپ نے فرمایابادشاہ قرآن مجیدمیں سب کچھ موجودہے اورحضرت علی امام مبین تھے انہیں کیانہیں معلوم تھا(جلاء العیون)۔

ثقۃالاسلام علامہ کلینی تحریرفرماتے ہیں کہ ہشام نے اہل دربارکوحکم دیاتھاکہ میں محمدبن علی(امام محمدباقرعلیہ السلام) کوسردربارذلیل کروں گاتم لوگ یہ کرناکہ جب میں خاموش ہوجاؤں توانہیں کلمات ناسزاکہنا،چنانچہ ایساہی کیاگیاآخرمیں حضرت نے فرمایا، بادشاہ یادرکھ ہم ذلیل کرنے ذلیل نہیں ہوسکتے، خداوندعالم نے ہمیں عزت دی ہے،اس میں ہم منفردہیں یادرکھ عاقبت کی شاہی متقین کے لیے ہے یہ سن کرہشام نے فامربہ الی الحبس آپ کوقیدکرنے کاحکم دیدیا،چنانچہ آپ قیدکردیئے گئے۔

قیدخانہ میں داخل ہونے کے بعدآپ نے قیدیوں کے سامنے ایک معجزنماتقریرکی جس کے نتیجہ میں قیدخانہ کے اندرکہرام عظیم برپاہوگیا، بالآخرقیدخانہ کے داروغہ نے ہشام سے کہاکہ اگرمحمدبن علی زیادہ دنوں قیدرہے توتیری مملکت کانظام منقلب ہوجائے گاان کی تقریرقیدخانہ سے باہربھی اثرڈال رہی ہے اورعوام میں ان کے قیدہونے سے بڑاجوش ہے یہ سن کرہشام ڈرگیااوراس نے آپ کی رہائی کاحکم دیااورساتھ یہ بھی اعلان کرادیاکہ نہ آپ کوکوئی مدینہ پہنچانے جائے اورنہ راستے میں آپ کوکوئی کھاناپانی دے، چنانچہ آپ تین روزکے بھوکے پیاسے داخل مدینہ ہوئے۔

وہاں پہنچ کرآپ نے کھانے پینے کی سعی، لیکن کسی نے کچھ نہ دیا، بازارہشام کے حکم سے بند تھے یہ حال دیکھ کرآپ ایک پہاڑی پرگئے اورآپ نے اس پرکھڑے ہوکرعذاب الہی کاحوالہ دیایہ سن کرایک پیرمردبازارمیں کھڑاہوکرکہنے لگا بھائیو!سنو،یہی وہ جگہ ہے جس جگہ حضرت شعیب نبی نے کھڑے ہوکرعذاب الہی کی خبردی تھی اور عظیم ترین عذاب نازل ہواتھا میری بات مانواوراپنے کوعذاب میں بتلانہ کرویہ سن کرسب لوگ حضرت کی خدمت میں حاضرہوگئے اورآپ کے لیے ہوٹلوں کے دروازے کھول دئیے (اصول کافی)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعدہشام نے والی مدینہ ابراہیم بن عبدالملک کولکھاکہ امام محمدباقرکوزہرسے شہید کردے (جلاء العیون ص ۲۶۲)۔

کتاب الخرائج والجرائح میں علامہ راوندی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعدہشام بن عبدالملک نے زیدبن حسن کے ساتھ باہمی سازش کے ذریعہ امام علیہ السلام کودوبارہ دمشق میں طلب کرناچاہا لیکن والی مدینہ کی ہمنوائی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ارادہ سے بازآیا اس نے تبرکات رسالت جبرا طلب کئے اورامام علیہ السلام نے بروایتے ارسال فرمادئیے۔

دمشق سے روانگی اورایک راہب کا مسلمان ہونا

علامہ مجلسی تحریرفرماتے ہیں کہ حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام قیدخانہ دمشق سے رہاہوکرمدینہ کوتشریف لئے جارہے تھے کہ ناگاہ راستے میں ایک مقام پر مجمع کثیرنظرآیا،آپ نے تفحص حال کیاتومعلوم ہواکہ نصاری کاایک راہب ہے جوسال میں صرف ایک باراپنے معبدسے نکلتاہے آج اس کے نکلنے کادن ہے حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام اس مجمع میں عوام کے ساتھ جاکربیٹھ گئے ،راہب جوانتہائی ضعیف تھا،مقررہ وقت پربرامدہوا،اوراس نے چاروں طرف نظردوڑانے کے بعدامام علیہ السلام کی طرف مخاطب ہوکر بولا:

۱۔ کیاآپ ہم میں سے ہیں فرمایامیں امت محمدیہ سے ہوں۔

۲۔آپ علماء سے ہیں یاجہلاسے فرمایامیں جاہل نہیں ہوں۔

۳۔آپ مجھ سے کچھ دریافت کرنے کے لیے آئے ہیں فرمایانہیں۔

۴۔جب کہ آپ عالموں میں سے ہیں کیا؟میں آپ سے کچھ پوچھ سکتاہوں ، فرمایاضرورپوچھیے۔

یہ سن کرراہب نے سوال کیا ۱۔ شب وروزمیں وہ کونساوقت ہے،جس کاشمار نہ دن میں ہے اورنہ رات میں ، فرمایاوہ سورج کے طلوع سے پہلے کاوقت ہے جس کاشماردن اوررات دونوں میں نہیں،وہ وقت جنت کے اوقات میں سے ہے اورایسا متبرک

ہے کہ اس میں بیماروں کو ہوش آجاتا ہے درد کو سکون ہوتا ہے جو رات بھر نہ سو سکے اسے نیند آتی ہے یہ وقت آخرت کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لیے خاص الخاص ہے۔

۲۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ جنت میں پیشاب وپاخانہ کی ضرورت نہ ہوگی؟ کیا دنیا میں اس کی مثال ہے؟ فرمایا بطن مادر میں جو بچے پرورش پاتے ہیں ان کا فضلہ خارج نہیں ہوتا۔

۳۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کھانے سے بہشت کا میوہ کم نہ ہوگا اس کی یہاں کوئی مثال ہے، فرمایا ہاں ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جاتے ہیں تب بھی پہلے چراغ کی روشنی میں کمی نہ ہوگی۔

۴۔ وہ کون سے دو بھائی ہیں جو ایک ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ مرے لیکن ایک کی عمر پچاس سال کی ہوئی اور دوسرے کی ڈیڑھ سو سال کی، فرمایا "عزیز اور عزیر پیغمبر ہیں یہ دونوں دنیا میں ایک ہی روز پیدا ہوئے اور ایک ہی روز مرے پیدائش کے بعد تیس برس تک ساتھ رہے پھر خدا نے عزیر نبی کو مار ڈالا (جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے) اور سو برس کے بعد پھر زندہ فرمایا اس کے بعد وہ اپنے بھائی کے ساتھ اور زندہ رہے اور پھر ایک ہی روز دونوں نے انتقال کیا۔

یہ سن کر راہب اپنے ماننے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ جب تک یہ شخص شام کے حدود میں موجود ہے میں کسی کے سوال کا جواب نہ دوں گا سب کو چاہئے کہ اسی عالم زمانہ سے سوال کرے اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا (جلاء العیون ص ۲۶۱ طبع ایران ۱۳۰۱ھ۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت

آپ اگرچہ اپنے علمی فیوض وبرکات کی وجہ سے اسلام کو برابر فروغ دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود ہشام بن عبدالملک نے آپ کو زہر کے ذریعہ سے شہید کرا دیا اور آپ بتاریخ ۷/ ذی الحجہ ۱۱۴ھ یوم دوشنبہ مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے اس وقت آپ کی عمر ۵۷/ سال کی تھی آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے (کشف الغمہ ص ۹۳، جلاء العیون ص ۲۶۴، جنات الخلود ص ۲۶، دمعہ ساکبہ ص ۴۴۹، انوار الحسینہ ص ۴۸، شواہد النبوت ص ۱۸۱، روضۃ الشہداء ص ۴۳۴)۔

علامہ شبلنجی اور علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں "مات مسموما کابیہ" آپ اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام کی طرح زہر سے شہید کر دیئے گئے (نور الابصار ص ۳۱، صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

آپ کی شہادت ہشام کے حکم سے ابراہیم بن ولید والی مدینہ کی زہر خورانی کے ذریعہ واقع ہوئی ہے ایک روایت میں ہے کہ خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک کی مرسلہ زہر آلود زین کے ذریعہ سے واقع ہوئی تھی (جنات الخلود ص ۲۶، دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۷۸)۔

شہادت سے قبل آپ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت سی چیزوں کے متعلق وصیت فرمائی اور کہا کہ بیٹا میرے کانوں میں میرے والد ماجد کی آوازیں آرہی ہیں وہ مجھے جلد بلا رہے ہیں (نورالابصار ص ۱۳۱) ۔ آپ نے غسل و کفن کے متعلق خاص طور سے ہدایت کی کیونکہ امام راجز امام نشوید امام کو امام ہی غسل دے سکتا ہے (شواہد النبوت ص ۱۸۱) ۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی وصیتوں میں یہ بھی کہا کہ ۸۰۰/ درہم میری عزاداری اور میرے ماتم پر صرف کرنا اور ایسا انتظام کرنا کہ دس سال تک منی میں بزمانہ حج میرے مظلومیت کا ماتم کیا جائے (جلاء العیون ص ۲۶۴) ۔

علماء کا بیان ہے کہ وصیتوں میں یہ بھی تھا کہ میرے بند ہائے کفن قبر میں کھول دینا اور میری قبر چار انگل سے زیادہ اونچی نہ کرنا (جنات الخلود ص ۲۷) ۔

ازواج اولاد

آپ کی چار بیویاں تھیں اور انہیں سے اولاد ہوئیں ۔ ام فروہ، ام حکیم، لیلی، اور ایک اور بیوی ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر جن سے حضرات امام جعفر صادق علیہ السلام اور عبداللہ افطح پیدا ہوئے اور ام حکیم بنت اسد بن مغیرہ ثقفی سے ابراہیم و عبداللہ اور لیلی سے علی اور زینب پیدا ہوئے اور چوتھی بیوی سے ام سلمی متولد ہوئے (ارشاد مفید ص ۲۹۴ ، مناقب جلد ۵ ص ۱۹ ،نورالابصار ص ۱۳۲) ۔

علامہ محمد باقر بہبھانی ، علامہ محمد رضا آل کاشف الغطاء اور علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ حضرت امام باقر علیہ السلام کی نسل صرف امام جعفر صادق علیہ السلام سے بڑھی ہے ان کے علاوہ کسی کی اولاد زندہ اور باقی نہیں رہی (دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۷۹ ،انوار الحسینیہ جلد ۲ ص ۴۸ ، روضۃ الشہداء ص ۴۳۴ طبع لکھنؤ ۱۲۸۵ ءء) ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

آپ بتاریخ ۱۷ / ربیع الاول ۸۳ھ مطابق ۷۰۲ ءیوم دوشنبہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے (ارشادمفیدفارسی ص ۴۱۳، اعلام الوری ص ۱۵۹، جامع عباسی ص ۶۰ وغیرہ)۔

آپ کی ولادت کی تاریخ کو خداوندعالم نے بڑی عزت دے رکھی ہے احادیث میں ہے کہ اس تاریخ کو روزہ رکھنا ایک سال کے روزہ کے برابر ہے ولادت کے بعد ایک دن حضرت امام محمدباقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا یہ فرزندان چند مخصوص افراد میں سے ہے جن کے وجود سے خدا نے بندوں پر احسان فرمایا ہے اور یہی میرے بعد میرا جانشین ہوگا (جنات الخلوج ص ۲۷)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ جب آپ بطن مادر میں تھے تب کلام فرمایا کرتے تھے ولادت کے بعد آپ نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری فرمایا آپ بھی ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے ہیں (جلاء العیون ص ۲۶۵)۔ آپ تمام نبوتوں کے خلاصہ تھے۔

اسم گرامی، کنیت، القاب

آپ کا اسم گرامی جعفر، آپ کی کنیت ابوعبداللہ، ابواسماعیل اورآپ کے القاب صادق، صابروفاضل، طاہر وغیرہ ہیں علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ آنحضرت نے اپنی ظاہری زندگی میں حضرت جعفر بن محمد کو لقب صادق سے موسوم وملقب فرمایا تھا اور اس کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ اہل آسمان کے نزدیک آپ کا لقب پہلے ہی سے صادق تھا (جلاء العیون ص ۲۶۴)۔

علامہ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ صدق مقال کی وجہ سے آپ کے نام نامی کا جزو "صادق" قرار پایا ہے (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۰۵)۔

جعفر کے متعلق علماء کا بیان ہے کہ جنت میں جعفر نامی ایک شیرین نہر ہے اسی کی مناسبت سے آپ کا یہ لقب رکھا گیا ہے چونکہ آپ کا فیض عام نہر جاری کی طرح تھا اسی لیے اس لقب سے ملقب ہوئے (ارجح المطالب ص ۳۶۱، بحوالہ تذکرۃ الخواص الامۃ)۔

امام اہل سنت علامہ وحید الزمان حیدرآبادی تحریر فرماتے ہیں، جعفر، چھوٹی نہر یا بڑی واسع (کشادہ) امام جعفر صادق، مشہور امام ہیں بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ اور فقیہ اور حافظ تھے امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے شیخ (حدیث) ہیں اور امام بخاری کو نہیں معلوم کیا شبہ ہوگیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایتیں نہیں کرتے اور یحیی بن سعید قطان نے بڑی بے ادبی کی ہے جو کہتے ہیں کہ میں "فی منہ شئی ومجالد احب الی منہ" میرے دل میں امام جعفر صادق کی طرف سے خلش ہے، میں ان سے بہتر مجالد کو سمجھتا ہوں

،حالانکہ مجالد کو امام صاحب کے سامنے کیا رتبہ ہے؟ ایسی ہی باتوں کی وجہ سے اہل سنت بدنام ہوتے ہین کہ ان کو آئمہ اہل بیت سے کچھ محبت اور اعتقاد نہیں ہے۔

اللہ تعالی امام بخاری پر رحم کرے کہ مروان اور عمران بن خطان اور کئی خوارج سے تو انہوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق سے جو ابن رسول اللہ ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں (انوار اللغتہ پارہ ۵ ص ۴۷ طبع حیدر آباد دکن)۔

علامہ ابن حجر مکی اور علامہ شبلنجی رقمطراز ہیں کہ اعیان آئمہ میں سے ایک جماعت مثل یحی بن سعیدبن جریح، امام مالک، امام سفیان ثوری بن عینیہ، امام ابوحنیفہ، ایوب سجستانی نے آپ سے حدیث اخذکی ہے، ابوحاتم کاقول ہے کہ امام جعفر صادق ایسے ثقہ میں لایسئل عنہ مثلہ کہ آپ ایسے شخصوں کی نسبت کچھ تحقیق اور استفسار وتفحص کی ضرورت ہی نہیں، آپ ریاست کی طلب سے بے نیاز تھے اور ہمیشہ عبادت گزاری میں بسر کرتے رہے، عمر ابن مقدام کا کہنا ہے کہ جب میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھتا ہوں تو مجھے معا خیال ہوتا ہے کہ یہ جوہر رسالت کی اصل وبنیاد ہیں (صواعق محرقہ ص ۱۲۰ ،نورالابصار، ص ۱۳۱ ، حلیۃ الابرار تاریخ آئمہ ص ۴۳۳)۔

بادشاہان وقت

آپ کی ولادت ۸۳ھ میں ہوئی ہے اس وقت عبدالملک بن مروان بادشاہ وقت تھا پھر ولید، سلیمان، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک ،ہشام بن عبدالملک، ولیدبن یزیدبن عبدالملک ،یزید الناقص، ابراہیم ابن ولید، اورمروان الحمار، علی الترتیب خلیفہ مقرر ہوئے مروان الحمار کے بعد سلطنت بنی امیہ کاچراغ گل ہوگیا اوربن عباس نے حکومت پر قبضہ کرلیا،بنی عباس کاپہلابادشاہ ابوالعباس ،سفاح اوردوسرا منصور دوانقی ہوا ہے۔ملاحظہ ہو(اعلام الوری) تاریخ ابن الوردی ،تاریخ ائمہ ص ۴۳۶)۔

اسی منصور نے اپنی حکومت کے دوسال گزرنے کے بعدامام جعفر صادق علیہ السلام کو زہر سے شہید کردیا(انوار الحسینہ جلد ۱ ص ۵۰)۔

عبدالملک بن مروان کے عہدمیں آپ کاایک مناظرہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بے شمار علمی مناظرے فرمائے ہیں آپ نے دہریوں ، قدریوں ،کافروں اوریہودیوں ونصاری کوہمیشہ شکست فاش دی ہے کسی ایک مناظرہ میں بھی آپ پرکوئی غلبہ حاصل نہیں کرسکا،عہدعبدالملک بن مروان کاذکرہے کہ ایک قدریہ مذہب کامناظراس کے دربارمیں آکرعلماء سے مناظرہ کاخوہشمندہوا،بادشاہ نے حسب عادت اپنے علماء کوطلب کیااوران سے کہاکہ اس قدریہ مناظرسے مناظرہ کروعلماء نے اس سے کافی زورآزمائی کی مگروہ میدان مناظرہ کاکھلاڑی ان

سے نہ ہارسکا، اورتمام علماء عاجز آگئے اسلام کی شکست ہوتے ہوئے دیکھ کر عبدالملک بن مروان نے فوراایک خط حضرت امام محمدباقرعلیہ السلام کی خدمت میں مدینہ روانہ کیااوراس میں تاکیدکی کہ آپ ضرورتشریف لائیں حضرت امام محمدباقرکی خدمت میں جب اس کاخط پہنچاتوآپ نے اپنے فرزندحضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے فرمایاکہ بیٹامیں ضعیف ہوچکاہوں تم مناظرہ کے لیے شام چلے جاؤ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام اپنے پدربزرگوارکے حسب الحکم مدینہ سے روانہ ہوکرشام پہنچ گئے۔

عبدالملک بن مروان نے جب امام محمدباقرعلیہ السلام کے بجائے امام جعفرصادق علیہ السلام کودیکھاتوکہنے لگاکہ آپ ابھی کم سن ہیں اوروہ بڑاپرانامناظر ہے، ہوسکتاہے کہ آپ بھی اورعلماء کی طرح شکست کھاجائیں، اس لیے مناسب نہیں کہ مجلس مناظرہ منعقدکی جائے حضرت نے ارشادفرمایا، بادشاہ توگھبرا نہیں، اگرخدانے چاہاتومیں صرف چندمنٹ میں مناظرہ ختم کردوں گاآپ کے ارشادکی تائیددرباریوں نے بھی کی اورموقعہ مناظرہ پرفریقین آگیے۔

چونکہ قدریوں کااعتقادہے کہ بندہ ہی سب کچھ ہے، خداکوبندوں کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں، اورنہ خداکچھ کرسکتاہے یعنی خداکے حکم اورقضاوقدرواراده کوبندوں کے کسی امرمیں دخل نہیں لہذا حضرت نے اس کی پہلی کرنے کی خواہش پرفرمایاکہ میں تم سے صرف ایک بات کہنی چاہتاہوں اوروہ یہ ہے کہ تم "سورہ حمد" پڑھو، اس نے پڑھناشروع کیا جب وہ "ایاک نعبدوایاک نستعین" پرپہنچاجس کاترجمہ یہ ہے کہ میں صرف تیری عبادت کرتاہوں اوربس تجھی سے مددچاہتاہوں توآپ نے فرمایا، ٹھہرجاؤ اورمجھے اس کاجواب دوکہ جب خداکوتمہارے اعتقادکے مطابق تمہارے کسی معاملہ میں دخل دینے کاحق نہیں توپھرتم اس سے مددکیوں مانگتے ہو، یہ سن کروہ خاموش ہوگیااورکوئی جواب نہ دے سکا، بالآخرمجلس مناظرہ برخواست ہوگئی اوربادشاہ نے بے حدخوش ہوا(تفسیربرہان جلد ۱ ص ۳۳)۔

ابوشاکردیصانی کاجواب

ابوشاکردیصانی جولامذہب تھا حضرت سے کہنے لگاکہ کیاآپ خداکاتعارف کراسکتے ہیں اوراس کی طرف میری رہبری فرماسکتے ہیں آپ نے ایک طاؤس کا انڈاہاتھ میں لے کرفرمایادیکھواس کی بالائی ساخت پرغورکرو، اوراندرکی بہتی ہوئی زردی اورسفیدی کابنظرغائردیکھواوراس پرتوجہ دوکہ اس میں رنگ برنگ کے طائرکیوں کرپیداہوجاتے ہیں کیاتمہاری عقل سلیم اس کوتسلیم نہیں کرتی کہ اس انڈے کااچھوتے اندازمیں بنانے والااوراس سے پیداکرنے والاکوئی ہے، یہ سن کروہ خاموش ہوگیااوردہریت سے بازآیا۔

اسی دیصانی کاواقعہ ہے کہ اس نے ایک دفعہ آپ کے صحابی ہشام بن حکم کے ذریعہ سے سوال کیاکہ کیایہ ممکن ہے؟ کہ خداساری دنیاکوایک انڈے میں سمودے اورنہ انڈابڑھے اورنہ دنیاگھٹے آپ نے فرمایابے شک وہ ہرچیزپرقادرہے اس نے کہاکوئی مثال؟

فرمایا مثال کے لیے مردمک چشم آنکھ کی چھوٹی پتلی کافی ہے اس میں ساری دنیا سما جاتی ہے ، نہ پتلی بڑھتی ہے نہ دنیا گھٹتی ہے (اصول کافی ص ۴۳۳ ، جامع الاخبار)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اور حکیم ابن عیاش کلبی

ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہد حیات کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حکیم بن عیاش کلبی آپ لوگوں کی ہجو کرتا ہے حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تجھ کو اس کا کچھ کلام یاد ہو تو بیان کر اس نے دو شعر سنائے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے زید کو شاخ درخت خرمہ پر سولی دیدی ، حالانکہ ہم نے نہیں دیکھا، کوئی مہدی دار پر چڑھایا گیا ہو اور تم نے اپنی بیوقوفی سے علی کو عثمان کے ساتھ قیاس کر لیا حالانکہ علی سے عثمان بہتر اور پاکیزہ تھا یہ سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام نے دعا کی بار الہا اگر یہ حکیم کلبی جھوٹا ہے تو اس پر اپنی مخلوق میں کسی درندے کو مسلط فرما چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی اور حکیم کلبی کو راہ میں شیر نے ہلاک کر دیا (اصابہ ابن حجر عسقلانی جلد ۲ ص ۸۰) ۔

ملا جامی تحریر کرتے ہیں کہ جب حکیم کلبی کے ہلاک ہونے کی خبر امام جعفر صادق علیہ السلام کو پہنچی تو انہوں نے سجدہ میں جاکر کہا اس خدائے برتر کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے جو وعدہ فرمایا اسے پورا کیا (شواہد النبوت ، صواعق محرقہ ص ۱۲۱ ، نور الابصار ص ۱۴۷) ۔

۱۱۳ ھ میں امام جعفر صادق کا حج

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۱۳ ہمیں حج کیا اور وہاں خدا سے دعا کی، خدا نے بلا فصل انگور اور دو بہترین ردائیں بھیجیں آپ نے انگور خود بھی کھایا اور لوگوں کو بھی کھلایا اور ردائیں ایک سائل کو دیدیں ۔

اس وقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ بعث بن سعد سنہ مذکورہ میں حج کے لیے گئے وہ نماز عصر پڑھ کر ایک دن کوہ ابو قبیس پر گئے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک نہایت مقدس شخص مشغول نماز ہے، پھر نماز کے بعد وہ سجدہ میں گیا اور یا رب یا رب کہہ کر خاموش ہو گیا، پھر یا حی یا حی کہا اور چپ ہو گیا، پھر یا رحیم یا رحیم کہا اور خاموش ہو گیا پھر یا ارحم الراحمین کہہ کر چپ ہو گیا پھر بولا خدایا مجھے انگور چاہئے اور میری ردا بوسیدہ ہو گئی ہے دو ردائیں درکار ہیں ۔

راوی حدیث بعث کہتا ہے کہ یہ الفاظ ابھی تمام نہ ہوئے تھے کہ ایک تازہ انگوروں سے بھری ہوئی زنبیل آموجود ہوئی در اس پر دو بہترین چادریں رکھی ہوئی تھیں اس عابد نے جب انگور کھانا چاہا تو میں نے عرض کی حضور میں امین کہہ رہا تھا مجھے بھی کھلائیے ، انہوں نے حکم دیا میں نے کھانا شروع کیا، خدا کی قسم ایسے انگور ساری عمر خواب میں بھی نہ نظر آئے تھے پھر آپ نے ایک چادر مجھے

دی میں نے کہا مجھے ضرورت نہیں ہے اس کے بعد آپ نے ایک چادر پہن لی اور ایک اوڑھ لی پھر پہاڑ سے اتر کر مقام سعی کی طرف گئے میں ان کے ہمراہ تھا راستے میں ایک سائل نے کہا، مولا مجھے چادر دیجئے خدا آپ کو جنت لباس سے آراستہ کرے گا آپ نے فوراً دونوں چادریں اس کے حوالے کر دیں میں نے اس سائل سے پوچھا یہ کون ہیں ؟ اس نے کہا امام زمانہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام یہ سن کر میں ان کے پیچھے دوڑا کہ ان سے مل کر کچھ استفادہ کروں لیکن پھر وہ مجھے نہ مل سکے (صواعق محرقہ ص ۱۲۱ ،کشف الغمہ ص ۶۶ ، مطالب السؤل ص ۲۷۷) ۔

امام ابو حنیفہ کی شاگردی کا مسئلہ

یہ تاریخی مسلمات سے ہے کہ جناب امام ابو حنیفہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے لیکن علامہ تقی الدین ابن تیمیہ نے ہمعصر ہونے کی وجہ سے اس میں منکرانہ شبہ ظاہر کیا ہے ان کے شبہ کو شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی نے رد کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے "ابو حنیفہ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا امام صاحب نے ان کے فرزند رشید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا، جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے معاصر اور ہمعصر تھے اس لیے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے امام ابو حنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت جعفر صادق سے کیا نسبت ، حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے ہیں "وصاحب البیت ادری بمافیہا" گھر والے ہی گھر کی تمام چیزوں سے واقف ہوتے ہیں (سیرۃ النعمان ص ۴۵ ، طبع آگرہ)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعض نصائح و ارشادات

علامہ شبلنجی تحریر فرماتے ہیں :

۱ ۔ سعید وہ ہے جو تنہائی میں اپنے کو لوگوں سے بے نیاز اور خدا کی طرف جھکا ہوا پائے ۔

۲ ۔ جو شخص کسی برادر مومن کا دل خوش کرتا ہے خداوند عالم اس کے لیے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اس کی طرف سے عبادت کرتا ہے اور قبر میں مونس تنہائی ، قیامت میں ثابت قدمی کا باعث ، منزل شفاعت میں شفیع اور جنت میں پہنچانے مین رہبر ہو گا۔

۳ ۔ نیکی کا تکلمہ یعنی کمال یہ ہے کہ اس میں جلدی کرو، اور اسے کم سمجھو، اور چھپا کے کرو۔

۴ ۔ عمل خیر نیک نیتی سے کرنے کو سعادت کہتے ہیں ۔

۵ ۔ توبہ میں تاخیر نفس کا دھوکہ ہے۔ ۶ ۔ چار چیزیں ایسی ہیں جن کی قلت کو کثرت سمجھنا چاہئے ۱ ۔ آگ، ۲ ۔ دشمنی، ۳ ۔ فقیر، ۴ ۔ مرض

۷ ۔ کسی کے ساتھ بیس دن رہنا عزیزداری کے مترادف ہے ۔ ۸ ۔ شیطان کے غلبہ سے بچنے کے لیے لوگوں پر احسان کرو۔

۹ ۔ جب اپنے کسی بھائی کے وہاں جاؤ تو صدر مجلس میں بیٹھنے کے علاوہ اس کی ہر نیک خواہش کو مان لو۔

۱۰ ۔ لڑکی (رحمت) نیکی ہے اور لڑکا نعمت ہے خدا ہر نیکی پر ثواب دیتا ہے اور ہر نعمت پر سوال کرے گا۔

۱۱ ۔ جو تمہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے تم بھی اس کی عزت کرو، اور جو ذلیل سمجھے اس سے خودداری رتو۔ ۱۲ ۔ بخشش سے روکنا خدا سے بدظنی ہے۔

۱۳ ۔ دنیا میں لوگ باپ دادا کے ذریعہ سے متعارف ہوتے ہیں اور آخرت میں اعمال کے ذریعہ سے پہچانے جائیں گے۔

۱۴ ۔ انسان کے بال بچے اس کے اسیر اور قیدی ہیں نعمت کی وسعت پر انہیں وسعت دینی چاہئے ورنہ زوال نعمت کا اندیشہ ہے۔

۱۵ ۔ جن چیزوں سے عزت بڑھتی ہے ان میں تین یہ ہیں: ظالم سے بدلہ نہ لے، اس پر کرم گستری جو مخالف ہو، جو اس کا ہمدرد نہ ہو اس کے ساتھ ہمدردی کرے۔ ۱۶ ۔ مومن وہ ہے جو غصہ میں جادہ حق سے نہ ہٹے اور خوشی سے باطل کی پیروی نہ کرے ۔ ۱۷ ۔ جو خدا کی دی ہوئی نعمت پر قناعت کرے گا، مستغنی رہے گا۔ ۱۸ ۔ جو دوسروں کی دولت مندی پر للچائی نظریں ڈالے گا وہ ہمیشہ فقیر رہے گا۔ ۱۹ ۔ جو راضی برضائے خدا نہیں وہ خدا پر اتہام تقدیر لگا رہا ہے۔

۲۰ ۔ جو اپنی لغزش کو نظر انداز کرے گا وہ دوسروں کی لغزش کو بھی نظر میں نہ لائے گا ۔ ۲۱ ۔ جو کسی پر ناحق تلوار کھینچے گا تو نتیجہ میں خود مقتول ہوگا ۲۲ ۔ جو کسی کو بے پردہ کرنے کی سعی کرے گا خود برہنہ ہوگا ۲۳ ۔ جو کسی کے لیے کنواں کھودے گا خود اس میں گر جائے گا "چاہ کن را چاہ درپیش"

۲۴ ۔ جو شخص بے وقوفوں سے راہ و رسم رکھے گا، ذلیل ہوگا، جو علماء کی صحبت حاصل کرے گا عزت پائے گا، جو بری جگہ دیکھے گا، بدنام ہوگا۔

۲۵ ۔ حق گوئی کرنی چاہئے خواہ وہ اپنے لیے مفید ہو یا مضر،۔ ۲۶ ۔ چغل خوری سے بچو کیونکہ یہ لوگوں کے دلوں میں دشمنی اور عدوات کا بیج بوتی ہے۔

۲۷ ۔ اچھوں سے ملو، بروں کے قریب نہ جاو، کیونکہ وہ ایسے پتھر ہیں جن میں جونک نہیں لگتی، یعنی ان سے فائدہ نہیں ہو سکتا (نور الابصار ص ۱۳۴) ۔

۲۸ ۔ جب کوئی نعمت ملے تو بہت زیادہ شکر کرو تاکہ اضافہ ہو۔ ۲۹ ۔ جب روزی تنگ ہو تو استغفار زیادہ کیا کرو کہ ابواب رزق کھل جائیں ۔

۳۰ ۔ جب حکومت یا غیر حکومت کی طرف سے کوئی رنج پہنچے تو لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم زیادہ کہو تاکہ رنج دور ہو، غم کافور ہو، اور خوشی کا وفور ہو (مطالب السول ص ۲۷۴،۲۵۷) ۔

آپ کے اخلاق اورعادات واوصاف

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو کسی کام سے بازار بھیجا جب اس کی واپسی میں بہت دیر ہوئی تو آپ اس کو تلاش کرنے کے لیے نکل پڑے، دیکھا ایک جگہ لیٹا ہوا سو رہا ہے آپ اسے جگانے کے بجائے اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور پنکھا جھلنے لگے جب وہ بیدار ہوا تو آپ نے فرمایا یہ طریقہ اچھا نہیں ہے رات سونے کے لیے اور دن کام کاج کرنے کے لیے ہے آئندہ ایسا نہ کرنا (مناقب جلد ۵ ص ۵۲) ۔

علامہ معاصر مولانا علی نقی مجتہد العصر قمطراز ہیں، آپ اسی سلسلہ عصمت کی ایک کڑی تھے جسے خداوند عالم نے نوع انسانی کے لیے نمونہ کامل بنا کر پیدا کیا ان کے اخلاق واوصاف زندگی کے ہر شعبہ میں معیاری حیثیت رکھتے تھے خاص خاص اوصاف جن کے متعلق مورخین نے مخصوص طور پر واقعات نقل کیے ہیں مہمان نوازی، خیر وخیرات، مخفی طریقہ پر غربا کی خبرگیری، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک عفو جرائم، صبر وتحمل وغیرہ ہیں ۔

ایک مرتبہ ایک حاجی مدینہ میں وارد ہوا اور مسجد رسول میں سو گیا، آنکھ کھلی تو اسے شبہ ہوا کہ اس کی ایک ہزار کی تھیلی موجود نہیں ہے اس نے ادھر ادھر دیکھا، کسی کو نہ پایا ایک گوشہ مسجد میں امام جعفر صادق علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کو بالکل نہ پہنچانتا تھا آپ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میری تھیلی تم نے لی ہے حضرت نے پوچھا اس میں کیا تھا اس نے کہا ایک ہزار دینار، حضرت نے فرمایا، میرے ساتھ میرے مکان تک آؤ، وہ آپ کے ساتھ ہو گیا بیت الشرف میں تشریف لا کر ایک ہزار دینار اس کے حوالے کر دئیے ، وہ مسجد میں واپس آگیا اور اپنا اسباب اٹھانے لگا، تو خود اس کی دیناروں کی تھیلی اسباب میں نظر آئی ، یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور دوڑتا ہوا امام کی خدمت میں آیا اور عذر خواہی کرتے ہوئے وہ ہزار دینار واپس کرنا چاہا، حضرت نے فرمایا ہم جو کچھ دیدیتے ہیں وہ پھر واپس نہیں لیتے۔

موجودہ زمانے میں یہ حالات سب ہی کی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں کہ جب یہ اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ اناج مشکل سے ملے گا تو جس کو جتنا ممکن ہو وہ اناج خرید کر رکھ لیتا ہے مگر امام جعفر صادق علیہ السلام کے کردار کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے آپ کے وکیل معقب نے کہا کہ ہمیں اس گرانی اور قحط کی تکلیف کا کوئی اندیشہ نہیں ہے، ہمارے پاس غلہ کا اتنا ذخیرہ ہے جو بہت

عرصہ تک کے لے کافی ہوگا حضرت نے فرمایا یہ تمام غلہ فروخت کرڈالو اس کے بعد جو حال سب کا ہوگا، وہی ہمارا بھی ہوگا جب غلہ فروخت کردیا گیا تو فرمایا اب خالص گیہوں کی روٹی نہ پکا کرے، بلکہ آدھے گیہوں اور آدھے جو کی پکائی جائے، جہاں تک ممکن ہو ہمیں غریبوں کا ساتھ دینا چاہئیے۔

آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ مالداروں سے زیادہ غریبوں کی عزت کرتے تھے مزدوروں کی بڑی قدر فرماتے تھے خود بھی تجارت فرماتے تھے اور اکثر اپنے باغوں میں بہ نفس نفیس محنت بھی کرتے تھے ایک مرتبہ آپ بیلچہ ہاتھ میں لیے باغ میں کام کررہے تھے اور پسینہ سے تمام جسم تر ہوگیا تھا، کسی نے کہا، یہ بیلچہ مجھے عنایت فرمائیے کہ میں یہ خدمت انجام دوں حضرت نے فرمایا، طلب معاش میں دھوپ اور گرمی کی تکلیف سہنا عیب کی بات نہیں، غلاموں اور کنیزوں پر وہی مہربانی رہتی تھی جو اس گھرانے کی امتیازی صفت تھی۔

اس کا ایک حیرت انگیز نمونہ یہ ہے کہ جسے سفیان ثوری نے بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہے، میں نے سبب دریافت کیا، تو فرمایا میں نے منع کیا تھا کہ کوئی مکان کے کوٹھے پر نہ چڑھے، اس وقت جو میں گھر آیا تو دیکھا کہ ایک کنیز جو ایک بچہ کی پرورش پر متعین تھی اسے گود میں لیے ہوئے زینہ سے اوپر جارہی تھی مجھے دیکھا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ بدحواسی میں بچہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، اور اس صدمہ سے جاں بحق تسلیم ہوگیا مجھے بچہ کے مرنے کا اتنا صدمہ نہیں جتنا اس کا رنج ہے کہ اس کنیز پر اتنا رعب وہراس کیوں طاری ہوا، پھر حضرت نے اس کنیز کو پکار کر فرمایا، ڈرو نہیں میں نے تم کو راہ خدا میں آزاد کردیا، اس کے بعد حضرت بچہ کی تجہیز وتکفین کی طرف متوجہ ہوئے (صادق آل محمد ص ۱۲، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۵۴)۔

کتاب مجانی الادب جلد ۱ ص ۶۷ میں ہے کہ حضرت کے یہاں کچھ مہمان آئے تھے حضرت نے کھانے کے موقع پر اپنی کنیز کو کھانا لانے کا حکم دیا، وہ سالن کا بڑا پیالہ لے کر جب دسترخوان کے قریب پہنچی تو اتفاقاً پیالہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرگیا، اس کے گرنے سے امام علیہ السلام اور دیگر مہمانوں کے کپڑے خواب ہوگئے، کنیز کانپنے لگی اور آپ نے غصہ کے بجائے اسے راہ خدا میں یہ کہہ کر آزاد کردیا کہ تو جو میرے خوف سے کانپتی ہے شاید یہی آزاد کرنا کفارہ ہوجائے۔

پھر اسی کتاب کے ص ۶۹ میں ہے کہ ایک غلام آپ کا ہاتھ دھلا رہا تھا کہ دفعتہ لوٹا چھوٹ کر طشت میں گرا اور پانی اڑ کر حضرت کے منہ پر پڑا، غلام گھبرا اٹھا حضرت نے فرمایا ڈر نہیں، جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کردیا۔

کتاب تحفہ الزائر علامہ مجلسی میں ہے کہ آپ کے عادات میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے جانا داخل تھا، آپ عہد سفاح اور زمانہ منصور میں بھی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے کربلا کی آبادی سے تقریباً چار سو قدم شمال کی جانب، نہر علقمہ کے کنارے باغوں میں "شریعہ صادق آل محمد اسی زمانہ سے بنا ہوا ہے (تصویر عزا ص ۶۰ طبع دہلی ۱۹۱۹ ئ)۔

کتاب اہلیلجیہ

علامہ مجلسی نے کتاب بحارالانوار کی جلد ۲ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کتاب اہلیلجیہ کو مکمل طور پر نقل فرمایا ہے اس کتاب کے تصنیف کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ ایک ہندوستانی فلسفی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے الہیات اور مابعد الطبیعات پر حضرت سے تبادلہ خیال کرنا چاہا حضرت نے اس سے نہایت مکمل گفتگو کی اور علم کلام کے اصول پردہریت اور مادیت کو فنا کر چھوڑا، اس آخر میں کہنا پڑا کہ آپ نے اپنے دعوی کو اس طرح ثابت فرمادیا ہے کہ ارباب عقل کو مانے بغیر چارہ نہیں، تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہندی فلسفی سے جو گفتگو کی تھی اسے کتاب کی شکل میں مدون کر کے باب اہلبیت کے مشہور متکلم جناب مفضل بن عمر الجعفی کے پاس بھیج دیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ:

اے مفضل میں نے تمہارے لیے ایک کتاب لکھی ہے جس میں منکرین خدا کی ردکی ہے، اور اس کے لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ میرے پاس ہندوستان سے ایک طبیب (فلسفی) آیا تھا اور اس نے مجھ سے مباحثہ کیا تھا، میں نے جو جواب اسے دیا تھا، اسی کو قلم بند کر کے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔

حضرت صادق آل محمد کے فلک وقار شاگرد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں کا شمار مشکل ہے بہت ممکن ہے کہ آئندہ سلسلہ تحریر میں اپ کے بعض شاگردوں کا ذکر آتا جائے، عام مورخین نے بعض ناموں کو خصوصی طور پر پیش کر کے آپ کی شاگردی کی سلک میں پرو کر انہیں معزز بتایا ہے۔

مطالب السؤل، صواعق محرقہ، نورالابصار وغیرہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ، یحی بن سعید انصاری، ابن جریح، امام مالک ابن انس ، امام سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ، ایوب سجستانی وغیرہ کا آپ کے شاگردوں میں خاص طور پر ذکر ہے(تاریخ ابن خلکان جلد ۱ ص ۱۳۰ ، خیرالدین زرکلی کی الاعلام ص ۱۸۳ ، طبع مصر محمد فرید وجدی کی ادارہ معارف القرآن کی جلد ۳ ص ۱۰۹ / طبع مصر میں ہے وکان تلمیذہ ابو موسی جابر بن حیان الصوفی الطرسوسی آپ کے شاگردوں میں جابر بن حیان صوفی طرسوسی بھی ہیں۔

آپ کے بعض شاگردوں کی جلالت قدر اور ان کی تصانیف اور علمی خدمات پر روشنی ڈالنی تو بے انتہا دشوار ہے اس لیے اس مقام پر صرف جابر بن حیان طرسوسی جو کہ انتہائی باکمال ہونے کے باوجود شاگرد امام کی حیثیت سے عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہیں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

امام الکیمیا جناب جابر ابن حیان طرسوسی۔

آپ کا پورا نام ابو موسی جابر بن حیان بن عبد الصمد الصوفی الطرسوسی الکوفی ہے آپ ۷۴۲ ءء میں پیدا ہوئے اور ۸۰۳ ءء میں انتقال فرما گئے بعض محققین نے آپ کی وفات ۸۱۳ ءء بتائی ہے لیکن ابن ندیم نے ۷۷۷ ءء لکھا ہے انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک ہسٹری میں ہے کہ استاد اعظم جابر بن حیان بن عبد اللہ ، عبد الصمد کوفہ میں پیدا ہوئے وہ طوسی النسل تھے اور آزادنامی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے خیالات میں صوف تھا اور یمن کا رہنے والا تھا، اوئل عمر میں علم طبیعیات کی تعلیم اچھی طرح حاصل کر لی اور امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر کی فیض صحبت سے امام الفن ہوگیا۔

تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جابر بن حیان نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے کہ ساری کائنات میں کوئی ایسا نہیں جو امام کی طرح سارے علوم پر بول سکے الخ۔

تاریخ آئمہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک کتاب کیمیا جفر رمل پر لکھی تھی حضرت کے شاگرد مشہور و معروف کیمیا گر جابر بن حیان جو یورپ میں جبر کے نام سے مشہور ہیں جابر صوفی کا لقب دیا گیا تھا اور ذوالنون مصری کی طرح وہ بھی علم باطن سے ذوق رکھتے تھے، ان جابر ابن حیان نے ہزاروں ورق کی ایک کتاب تالیف کی تھی جس میں حضرت امام جعفر صادق کے پانچ سو رسالوں کو جمع کیا تھا، علامہ ابن خلکان کتاب وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۳۰ طبع مصر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے مقالات علم کیمیا اور علم جفر و فال میں موجود ہیں اور جابر بن حیان طرسوسی آپ کے شاگرد تھے، جنہوں نے ایک ہزار ورق کی کتاب تالیف کی تھی، جس میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پانچ سو رسالوں کو جمع کیا تھا ، علامہ خیر الدین زرکلی نے بھی الاعلام جلد ۱ ص ۱۸۲ طبع مصر میں یہی کچھ لکھا ہے ، اس کے بعد تحریر کیا ہے کہ ان کی بے شمار تصانیف ہیں جن کا ذکر ابن ندیم نے اپنی فہرست میں کیا ہے علامہ محمد فرید وجدی نے دائرئہ معارف القرآن الرابع عشر کی ج ۳ ص ۱۰۹ طبع مصر میں بھی لکھا ہے کہ جابر بن حیان نے امام جعفر صادق کے پانچ سو رسائل کو جمع کر کے ایک کتاب ہزار صفحے کی تالیف کی تھی ، علامہ ابن خلدون نے بھی مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر ص ۳۸۵ میں علم کیمیا میں علم کیمیا کا ذکر کرتے ہوئے جابر بن حیان کا ذکر کیا ہے اور فاضل ہنسوی نے اپنی ضخیم کتاب اور کتاب خانہ غیر مطبوعہ میں بحوالہ مقدمہ ابن خلدون ص ۵۷۹ طبع مصر میں لکھا ہے کہ جابر بن حیان علم کیمیا کے مدون کرنے والوں کا امام ہے، بلکہ اس علم کے ماہرین نے اس کو جابر سے اتنا مخصوص کر دیا ہے کہ اس علم کا نام ہی "علم جابر" رکھ دیا ہے (الجواد شمارہ ۱۱ جلد ۱ ص ۹)۔

مورخ ابن القطفی لکھتے ہیں کہ جابربن حیان کو علم طبیعات اور کیمیا میں تقدم حاصل ہے ان علوم میں اس نے شہرۂ افاق کتابیں تالیف کی ہیں ان کے علاوہ علوم فلسلہ وغیرہ میں شرف کمال پر فائز تھے اور یہ تمام کمالات سے بھرپور ہونا علم باطن کی پیروی کا نتیجہ تھا ملاحظہ ہو (طبقات الامم ص ۹۵ واخبار الحکماص ۱۱۱ طبع مصر)۔

پیام اسلام جلد ۷ ص ۱۵ میں ہے کہ یہ وہی خوش قسمت مسلمان ہے جسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شاگردی کا شرف حاصل تھا، اس کے متعلق جنوری ۲۵ء میں سائنس پروگریس نوشتہ جے ہولم یارڈایم ائے ایف آئی سی آفیسر اعلی شعبۂ سائنس کفٹن کالج برسٹل نے لکھاہے کہ علم کیمیا کے متعلق زمانہ وسطی کی اکثر تصانیف ملتی ہیں جن میں گیبر کاذکر آتاہے اور عام طور پر گیبر ابن حین اور بعض دفعہ گیبر کی بجائے جیبر بھی دیکھا گیاہے اور گیبر یاجیبر دراصل جابر ہے، چنانچہ جہاں کہیں بھی لاطینی کتب میں گیبر کاذکر آتاہے وہاں مراد عربی ماہر کیمیاجابربن حیان ہی ہے جیسے() کے بجائے() کا آناجانا آسانی سے سمجھ میں آجاتاہے لاطینی میں جے کے مترادف کوئی آواز اور بعض علاقوں مثلا مصر وغیرہ میں جے کو اب بھی بطور (جی) یعنی (گ) استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں سائنس کیمسٹری وغیرہ کا چرچہ بہت ہوچکاہے اور اس علم کے جاننے والے دنیا کے گوشہ گوشہ سے کھینچ کر دربار خلافت سے منسلک ہورہے تھے جابربن حیان کازمانہ بھی کم وبیش اس ہی دور میں پھیلا تھا پچھلے بیس پچیس سال میں انگلستان اور جرمنی میں جابر کے متعلق بہت سی تحقیقات ہوئی ہیں لاطینی زبان میں علم کیمیا کے متعلق چند کتب سینکڑوں سال سے اس مفکر کے نام سے منسوب ہیں جس میں مخصوص ۱۔ سما ۲۔ برفیکشن ۳۔ ڈی انویسٹی پرفیکشن ۴۔ڈی انویسٹی گیشن ورٹیلس ۵۔ ٹٹیابہن لیکن ان کتابوں کے متعلق اب تک ایک طولانی بحث ہے اور اس وقت مفکرین یورپ انہیں اپنے یہاں کی پیداوار بتاتے ہیں اس لیے انہیں اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جابر کو حرف (جی)(گ) سے پکاریں اور بجائے عربی النسل کے اسے یورپین ثابت کریں۔

حالانکہ سما کے کئی طبع شدہ ایڈیشنوں میں گیبر کو عربی ہی کہا گیاہے رسل کے انگریزی ترجمہ میں اسے ایک مشہور عربی شہزادہ اور منطقی کہاگیاہے ۱۵۴۱ء میں کی نورن برگ کے ایڈیشن میں وہ صرف عرب ہے اسی طرح اور بہت سے قلمی نسخے ایسے مل جاتے ہیں جن میں کہیں اسے ایرانیوں کے بادشاہ سے یاد کیا گیاہے کسی جگہ اسے شاہ بند کہا گیاہے ان اختلافات سے سمجھ میں آتاہے کہ جابر براعظم ایشیا سے نہ تھا بلکہ اسلامی عرب کاایک درخشندہ ستارہ تھا۔

انسائکلوپیڈیا آف اسلامک کیمسٹری کے مطابق جعفر برمکی کے ذریعہ سے جابربن حیان کا خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں آناجانا شروع ہوگیا چنانچہ انہوں نے خلیفہ کے نام سے علم کیمیا میں ایک کتاب لکھی جس کانام "شگوفہ" رکھا اس کتاب میں اس نے علم کیمیا کے جلی وخفی پہلوؤں کے متعلق نہایت مختصر طریقے نہایت ستھرا طریق عمل اور عجیب وغریب تجربات بیان کئے جابر کی وجہ ہی سے قسطنطنیہ سے دوسری دفعہ یونانی کتب بڑی تعداد میں لائی گئیں۔

منطق میں علامہ دہر مشہور ہوگیا اورنوے سال سے کچھ زائد عمر میں اس نے تین ہزار کتابیں لکھیں اوران کتابوں میں سے وہ بعض پرناز کرتا تھا اپنی کسی تصنیف کے بارے میں اس نے لکھا ہے کہ ”روئے زمین پرہماری اس کتاب کے مثل ایک کتاب بھی نہیں ہے نہ آج تک ایسی کتاب لکھی گئی ہے اورنہ قیامت تک لکھی جائے گی (سرفراز ۲/ دسمبر ۱۹۵۲ ء)۔

فاضل ہنسوی اپنی کتاب ”وکتاب خانہ“ میں لکھتے ہیں کہ جابر کے انتقال کے بعد دوبرس بعد عزالدودولہ ابن معزالدولہ کے عہد میں کوفہ کے شارع باب الشام کے قریب جابر کی تجربہ گاہ کا انکشاف ہواچکا تھا جس کو کھودنے کے بعد بعض کیمیاوی چیزیں اورآلات بھی دستیاب ہوئے ہیں (فہرست ابن الندیم ۴۹۹)۔

جابر کے بعض قدیمی مخطوطات برٹش میوزیم میں اب تک موجود ہیں جن میں سے کتاب الخواص قابل ذکر ہے اسی طرح قرون وسطی میں بعض کتابوں کا ترجمہ لاطینی میں کیا گیا منجملہ ”ان تراجم کے کتاب“ سبعین بھی ہے جوناقص وناتمام ہے اسی طرح ”البحث عن الکمال“ کا ترجمہ بھی لاطینی میں کیا جاچکا ہے یہ کتاب لاطینی زبان میں کیمیاپریورپ کی زبان میں سب سے پہلی کتاب ہے اسی طرح اوردوسری کتابیں بھی مترجم ہوئیں جابر نے کیمیا کے علاوہ طبیعیات، ہیئت، علم رویا، منطق، طب اوردوسرے علوم پربھی کتابیں لکھیں اس کی ایک کتاب سمیات پربھی ہے۔

یوسف الیاس سرکس صاحب معجم المطبوعات بتلاتے ہیں کہ جابربن حیان کی ایک نفیس کتاب سمیات بربھی ہے جوکتب خانہ تیموریہ قاہرہ مصر میں بہ ضمن مخطوطات ہے ان میں چند ایسے مقالات کو جوبہت مفید تھے بعد کرئہ حروف نے رسالہ مقتطف جلد ۵۸،۵۹ میں شائع کیا ہے ملاحظہ ہو (معجم المطبوعات العربیہ المعربہ جلد ۳ حرف جیم ص ۶۶۵)۔

جابر بحیثیت ایک طبیب کے کام کرتا تھا لیکن اس کی طبی تصانیف ہم تک نہ پہنچ سکیں، حالانکہ اس مقالہ کا لکھنے والا یعنی ڈاکٹر ماکس می یرہاف نے جابر کی کتاب کو جوسموم پر ہے حال ہی میں معلوم کرلیا ہے۔

جابر کی ایک کتاب جس کو مع متن عربی اورترجمہ فرانسیسی پول کراؤ متشرق نے ۱۹۳۵ ء میں شائع کیا ہے ایسی بھی ہے جس میں اس نے تاریخ انتشار آراوعقائد وافکارہندی، یونانی اوران تغیرات کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں نے کئے ہیں اس کتاب کا نام ”اخراج مافی القوة الی الفعل“ ہے (الجوادج ۹،۱۰ ص ۱۰ طبع بنارس)۔

صادق آل محمد کے علمی فیوض وبرکات

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام جنہیں راسخین فی العلم میں ہونے کا شرف حاصل ہے اورجو علم اولین وآخرین سے آگاہ اوردنیاکی تمام زبانوں سے واقف ہیں جیساکہ مورخین نے لکھا ہے میں ان کے تمام علمی فیوض وبرکات پرتھوڑے اوراق میں کیا روشنی ڈال سکتا ہوں میں نے آپ کے حالات کی چھان بین کی ہے اوریقین رکھتا ہوں کہ اگرمجھے فرصت ملے، توتقریبا چھ ماہ میں

آپ کے علوم اورفضائل وکمالات کاکافی ذخیرہ جمع کیاجاسکتاہے آپ کے متعلق امام مالک بن انس لکھتے ہیں میری آنکھوں نے علم وفضل وروع وتقوی میں امام جعفرصادق سے بہتردیکھاہی نہیں جیساکہ اوپرگذراوہ بہت بڑے لوگوں میں سے تھے اوربہت بڑے زاہدتھے خدا سے بے پناہ ڈرتے تھے ، بے انتہاحدیث بیان کرتے تھے ،بڑی پاک مجلس والے اورکثیرالفوائد تھے، آپ سے مل کر بے انتہاء فائدہ اٹھایاجاتاتھا(مناقب ابن شہرآشوب جلد ۵ ص ۵۲ طبع بمبئی)۔

علمی فیوض رسانی کا موقع

یوں توہمارے تمام آئمہ اہلبیت علمی فیوض وبرکات سے بھرپورتھے اورعلم اولین وآخرین کے مالک، لیکن دنیاوالوں نے ان سے فائدہ اٹھانے کے بجائے انہیں قیدوبندمیں رکھ کرعلوم وفنون کے خزانے پر ہتھکڑیوں اوربیڑیوں کے ناگ بٹھادیئے تھے اس لیے ان حضرات کے علمی کمالات کماحقہ، منظرعام پرنہ آسکے ورنہ آج دنیاکسی علم میں خاندان رسالت مآب کے علاوہ کسی کی محتاج نہ ہوتی فاضل معاصر مولاناسبط الحسن صاحب ہنسوی لکھتے ہیں کہ امام جعفرصادق علیہ السلام المتوفی ۱۴۸ ھ کاعہدمعارف پروری کے لحاظ سے ایک زرین عہدتھا،وہ رکاوٹیں جوآپ سے قبل آئمہ اہل بیت کے لیے پیش آیاکرتی تھیں ان میں کسی حدتک کمی تھی ،اموی حکومت کی تباہی اورعباسی سلطنت کااستحکام آپ کے لیے سکون وامن کاسبب بنااس لیے حضرت کومذہب اہلبیت کی اشاعت اورعلوم وفنون کی ترویج کاایک بہترین موقع ملالوگوں کوبھی ان عالمان ربانی کی طرف رجوع کرنے میں اب کوئی خاص زحمت نہ تھی جس کی وجہ سے آپ کی خدمت میں علاوہ حجازکے دوردرازمقامات مثل عراق ،شام،خراسان، کابل سندھ ہند اوربلادروم ،فرنگ کے طلباء وشائقین علم حاضرہوکر مستفیدہوتے تھے حضرت کے حلقہ درس میں چارہزاراصحاب تھے علامہ شیخ مفیدعلیہ الرحمہ کتاب الارشادمیں فرماتے ہیں :

ترجمہ : لوگوں نے آپ کے علوم کونقل کیاجنہیں تیزسوارمنازل بعیدہ کی طرف لے گئے اورآوازہ آپ کے کمال کاتمام شہروں میں پھیل گیااورعلماء نے اہل بیت میں کسی سے بھی اتنے علوم وفنون کونہیں نقل کیاہے جوآپ سے روایت کرتے ہیں اورجن کی تعدادچارہزاہے غیرعرب طالبان علم سے ایک رومی النسل بزرگ زرارہ بن اعین متوفی ۱۵۰ ھ قابل ذکرہیں جن کے داداسنسن بلادردم کے ایک مقدس راہب (Nonk) تھے زرارہ اپنی خدمات علیہ کے اعتبارسے اسلامی دنیامیں کافی شہرت رکھتے تھے اورصاحب تصانیف تھے (کتاب الاستطاعت والجبران کی مشہورتصنیف ہے (منہج المقال ص ۱۴۲ ،مولفواالشیعۃفی صدر اسلام ص ۵۱)۔

کتب اصول اربعمایۃ

حضرت کے اصحاب میں چارسو اییس مصنفین تھے جنہوں نے علاوہ دیگر علوم وفنون کے کلام مصوم کو ضبط کرکے چارسو کتب اصول مدون کیں اصل سے مراد مجموعہ احادیث اہلبیت کی وہ کتابیں ہیں جن میں جامع نے خودبراہ راست معصوم سے روایت کرکے احادیث کو ضبط تحریر کیاہے یا ایسے راوی سے سناہے جو خود معصوم سے روایت کرتاہے اس قسم کی کتاب میں جامع کی دوسری کتاب یارویت سے معنعنا (عن فلاں عن فلاں) کے ساتھ نہیں نقل کرتا جس کی سند میں اوروسائط کی ضرورت ہواس لیے کتب اصول میں خطاوغلط سہوونسیان کا احتمال بہ نسبت اوردوسری کتابوں کے بہت کم ہے کتب اصول کے زمانہ تالیف کا انحصار عہد امیرالمومنین سے لے کرامام حسن عسکری کے زمانہ تک ہے حس میں اصحاب معصوین نے بالمشاذ معصوم سے روایت کرکے احادیث کو جمع کیاہے یاکسی ایسے ثقہ راوی سے حدیث معصوم کواخذ کیاہے جوبراہ راست معصوم سے روایت کرتا ہے شیخ ابوالقاسم جعفربن سعید المعروف بالمحقق الحلی اپنی کتاب المعبر میں فرماتے ہیں کہ امام جعفرصادق علیہ السلام کے جوابات مسائل کوچارسو مصنفین اصحاب امام نے تحریر کرکے چارسو تصانیف مکمل کی ہیں ۔

صادق آل محمد کے اصحاب کی تعداداوران کی تصانیف

آگے چل کر فاضل معاصر الجوادمیں بحوالہ کتاب وکتب خانہ لکھتے ہیں کتب رجال میں جن اصحاب آئمہ کے حالات وتراجم مذکورہیں ، ان کی مجموعی تعدادچار ہزارپانچ سو اصحاب ہیں جن میں سے صرف چارہزاراصحاب حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کے ہیں سب کاتذکرہ ابوالعباس احمدبن محمدبن سعیدبن عقدہ نے اپنی کتاب رجال میں کیاہے اور شیخ الطائفہ ابوجعفرالطوسی نے بھی ان سب کا احصاء اپن ی کتاب رجال میں کیاہے ۔

معصوین علیہم السلام کے تمام اصحاب میں سے مصنفین کی جملہ تعداد ایک ہزارتین سوسے زائد نہیں ہے جنہوں نے سینکڑوں کی تعدادمیں کتب اصول اورہزاروں کی تعدادمیں دوسری کتابیں تالیف اور تصنیف کی ہیں جن میں سے بعض مصنفین اصحاب آئمہ تو ایسے تھے جنہوں نے تنہا سینکڑوں کتابیں لکھیں ۔

فضل بن شاذان نے ایک سواسی کتابیں تالیف کی ہیں ، ابن دول نے سوکتابیں لکھیں ہیں اسی طرح برقی نے بھی تقریبا سوکتابیں لکھیں ، ابن عمیر نے نوے کتابیں لکھیں اوراکثراصحاب آئمہ ایسے تھے جنہوں نے تیس یاچالیس سے زیادہ کتابیں تالیف کی ہیں غرضیکہ ایک ہزارتین سو مصنفین اصحاب آئمہ نے تقریبا پانچ ہزارتصانیف کیں ، مجمع البحرین میں لفظ جبر کے ماتحت ہے کہ صرف ایک جابرالجعفی، امام جعفرصادق علیہ السلام کے سترہزاراحادیث کے حافظ تھے۔

تاریخ اسلام جلد ۵ ص ۳ میں ہے کہ ابان بن تغلب بن رباح (ابوسعید) کوفی صرف امام جعفرصادق علیہ السلام کی تیس ہزاراحادیث کے حافظ تھے ان کی تصانیف میں تفسیرغریب القرآن کتاب المفرد، کتاب الفضائل، کتاب الصفین قابل ذکرہیں ، یہ

قاری فقیہ لغوی محدث تھے، انہیں حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا ۱۴۱ ہ میں انتقال کیا۔

حضرت صادق آل محمد اور علم طب

علامہ ابن بابویہ انقمی کتاب الخصائل جلد ۲ باب ۱۹ ص ۹۷،۹۹ طبع ایران میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہندوستان کا ایک مشہور طبیب منصور دوانقی کے دربار میں طلب کیا گیا، بادشاہ نے حضرت سے اس کی ملاقات کرائی، امام جعفر صادق علیہ السلام نے علم تشریح الاجسام اور افعال الاعضاء کے متعلق اس سے انیس سوالات کئے وہ اگرچہ اپنے فن میں پورا کمال رکھتا تھا لیکن جواب نہ دے سکا بالاخر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا، علامہ ابن شہرآشوب لکھتے ہیں کہ اس طبیب سے حضرت نے بیس سوالات کئے تھے اور اس انداز سے پراز معلومات تقریر فرمائی کہ وہ بول اٹھا "من این لک ہذا العلم" اے حضرت یہ بے پناہ علم آپ نے کہاں سے حاصل فرمایا؟ آپ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ دادا سے، انہوں نے محمد مصطفی صلعم سے، انہوں نے جبرئیل سے، انہوں نے خداوند عالم سے اسے حاصل کیا ہے، جس نے اجسام و ارواح کو پیدا کیا ہے "فقال الھندی صدقت۔" اس نے کہا بے شک آپ نے سچ فرمایا، اس کے بعد اس نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا اور کہا "انک اعلم اہل زمانہ" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ عہد حاضر کے سب سے بڑے عالم ہیں (مناقب ابن شہرآشوب جلد ۱ ص ۴۵ طبع بمبئی)۔

حضرت صادق آل محمد کا علم القرآن

مختصر یہ کہ آپ کے علمی فیوض و برکات پر مفصل روشنی ڈالنی تو دشوار ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے، البتہ صرف یہ عرض کردینا چاہتا ہوں کہ علم القرآن کے بارے میں دمعہ ساکبہ ص ۴۸۷ پر آپ کا قول موجود ہے وہ فرماتے ہیں خدا کی قسم میں قرآن مجید کو اول سے آخر تک اس طرح جانتا ہوں گویا میرے ہاتھ میں آسمان و زمین کی خبریں ہیں، اور وہ خبریں بھی ہیں جو ہوچکی ہیں، اور ہو رہی ہیں اور جو ہونے والی ہیں اور کیوں نہ ہو جبکہ قرآن مجید میں ہے کہ اس پر ہر چیز عیاں ہے ایک مقام پر آپ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء اور رسل کے علوم کے وارث ہیں (دمعہ ساکبہ ص ۴۸۸)۔

علم النجوم

علم النجوم کے بارے میں اگر آپ کے کمالات دیکھنا ہوں تو کتب طوال کا مطالعہ کرنا چاہئے آپ نے نہایت جلیل علماء علم النجوم سے مباحثہ اور مناظرہ کرکے انہیں انگشت بدندان کردیا ہے، بحار الانوار، مناقب شہرآشوب، دمعہ ساکبہ، وغیرہ میں آپ کے

مناظرے موجودہیں علماء کافیصلہ ہے کہ علم نجوم حق ہے لیکن اس کا صحیح علم آئمہ اہلبیت کے علاوہ کسی کونصیب نہیں ،یہ دوسری بات ہے کہ حلقہ گوشان مودت نورہدایت سے کسب ضیا کرلیں ۔

علم منطق الطیر

صادق آل محمددیگرآئمہ کی طرح منطق الطیرسے بھی باقاعدہ واقف تھے، جوپرندہ یاکوئی جانورآپس میں بات چیت کرتا تھا اسے آپ سمجھ لیاکرتے تھے اوربوقت ضرورت اس کی زبان میں تکلم فرمایاکرتے تھے مثال کے لیے ملاحظہ ہو،کتاب تفسیرلباب التاویل جلد ۵ ص ۱۱۳ ،معالم التنزیل ص ۱۱۳ ، عجائب القصص ص ۱۰۵ ، نورالابصارص ۳۱۱ ، طبع ایران میں ہے کہ صادق آل محمدنے قبرنامی پرندہ جس کو (چکور) یاچنڈول کہتے ہیں کہ بولتے ہوئے اصحاب سے فرمایاکہ تم جانتے ہے یہ کیاکہتاہے اصحاب نے صراحت کی خواہش کی توفرمایایہ کہتاہے ”اللھم العن مبغضی محمدوآل محمد“ خدایامحمد،آل محمدسے بغض رکھنے والوں پرلعنت کر،فاختہ کی آوازپرآپ نے کہاکہ اسے گھرمیں نہ رہنے دو،یہ کہتی ہے کہ ”فقدتم فقدتم“ خداتمہیں نیست ونابودکرے، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام اورعلم الاجسام

مناقب بن شہرآشوب اوربحارالانوارجلد ۱۴ میں ہے کہ ایک عیسائی نے حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے علم طب کے متعلق سوالات کرتے ہوئے جسم انسان کی تفصیل پوچھی آپ نے ارشادفرمایاکہ خداوندعالم نے انسان کے جسم میں ۱۲ وصل دوسواڑتالیس ہڈیاں اورتین سوساٹھ رگیں خلق فرمائی ہیں ، رگیں تمام جسم کوسیراب کرتی ہیں ،ہڈیاں جسم کو،گوشت ہڈیوں کواوراعصاب گوشت کوروکے رہتے ہیں ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کی انجام بینی اوردوراندیشی

مورخین لکھتے ہیں کہ جب بنی عباس اس بات پرآمادہ ہوگئے کہ بنی امیہ کوختم کردیں ،توانہوں نے یہ خیال کیاکہ آل رسول کی دعوت کاحوالہ دئیے بغیرکام چلنا مشکل ہے لہذاوہ امدادوانتقام آل محمدکی طرف دعوت دینے لگے اوریہی تحریک کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے جس سے عام طورپرآل محمدیعنی بنی فاطمہ کی اعانت سمجھی جاتی تھی ،اسی وجہ سے شیعیان بنی فاطمہ کوبھی ان سے ہمدردی پیداہوگئی تھی اوروہ ان کے معاون ہوگئے تھے اوراسی سلسلہ میں ابوسلمہ جعفربن سلیمان کوفی آل محمدکی طرف سے وزیرتجویزکئے گئے تھے یعنی یہ گماشتہ کے طورپرتبلیغ کرتے تھے انہیں امام وقت کی طرف سے کوئی اجازت حاصل نہ تھی ،یہ بنی کے مقابلہ

میں بڑی کامیابی سے کام کررہے تھے جب حالات زیادہ سازگار نظر آئے توانہوں نے امام جعفرصادق علیہ السلام اور ابو محمدعبداللہ بن حسن کوالگ الگ ایک ایک خط لکھاکہ آپ یہاں آجائیں تاکہ آپ کی بیعت کی جائے۔

قاصداپنے اپنے خطوط لیے کرمنزل تک پہنچے، مدینہ میں جس وقت قاصدپہنچا وہ رات کاوقت تھا،قاصدنے عرض کی مولاامیں ،ابو سلمہ کاخط لایاہوں حضوراسے ملاحظہ فرماکرجواب عنایت فرمائیں ۔

یہ سن کرحضرت نے چراغ طلب کیااورخط لے کراسی وقت پڑھے بغیرنذرآتش کردیااورقاصد سے فرمایاکہ ابوسلمہ سے کہناکہ تمہارے خط کایہی جواب تھا۔

ابھی وہ قاصدمدینہ پہنچابھی نہ تھاکہ ۳/ ربیع الاول ۱۲۳ ھ کوجمعہ کے دن حکومت کافیصلہ ہوگیااورسفاح عباسی خلیفہ بنایاجاچکاتھا(مروج الذہب مسعودی برحاشیہ کامل جلد۸ ص ۳۰ ،تاریخ الخلفاء ص ۲۷۲ ،حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۷۴ ،تاریخ آئمہ ص ۴۳۳ ،)۔

امام جعفرصادق علیہ السلام کادربار منصورمیں ایک طبیب ہندی سے تبادلہ خیالات

علامہ رشیدالدین ابوعبداللہ محمدبن علی بن شہرآشوب مازندرانی المتوفی ۵۸۸ ء نے دربار منصورکاایک اہم واقعہ نقل فرمایاہے جس میں مفصل طورپریہ واضح کیاہے کہ ایک طبیب جس کواپنی قابلیت پربڑابھروسہ اورغرورتھا وہ امام جعفرصادق علیہ السلام کے سامنے کس طرح سپرانداختہ ہوکرآپ کے کمالات کامعترف ہوگیاہم موصوف کی عربی عبارت کاترجمہ اپنے فاضل معاصرکے الفاظ میں پیش کرتے ہیں :

ایک بارحضرت امام جعفرصادق علیہ السلام منصوردوانقی کے دربارمیں تشریف فرماتھے،وہاں ایک طبیب ہندی کی باتیں بیان کررہاتھا اورحضرت خاموش بیٹھے سن رہے تھے جب وہ کہہ چکاتوحضرت سے مخاطب ہوکرکہنے لگا اگرکچھ پوچھناچاہیں توشوق سے پوچھیں ، آپ نے فرمایا،میں کیاپوچھوں ،مجھے تجھ سے زیادہ معلوم ہے (طبیب اگریہ بات ہے تومیں بھی کچھ سنوں ۔

امام : جب کسی مرض کاغلبہ ہوتواس کاعلاج ضد سے کرناچاہئے یعنی حارگرم کاعلاج سرد سے ترکاخشک سے ،خشک کاتر سے اورہرحالت میں اپنے خداپربھروسہ رکھے یادرکھ معدہ تمام بیماریوں کاگھرہے اورپرہیزسودواں کی ایک دواہے جس چیزکاانسان عادی ہوجاتاہے اس کے مزاج کے موافق اوراسکی صحت کاسبب بن جاتی ہے ۔

طبیب: بے شک آپ نے جوبیان فرمایاہے اصلی طب ہے۔

امام : اچھامیں چندسوال کرتاہوں ،ان کاجواب دے : آنسووں اوررطوبتوں کی جگہ سرمیں کیوں ہے؟ سرپربال کیوں ہے؟ پیشانی بالوں سے خالی کیوں ہے؟ پیشانی پرخط اورشکن کیوں ہے؟ دونوں پلکیں آنکھوں کے اوپرکیوں ہیں ؟ ناک کاسوراخ نیچے کی طرف

کیوں ہے؟ منہ پر دو ہونٹ کیوں بنائے گئے ہیں ؟ سامنے کے دانت تیز اور ڈاڑھ چوڑی کیوں ہے؟ اور ان دونوں کے درمیان میں لمبے دانت کیوں ہیں ؟ دونوں ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہیں ؟

مردوں کے ڈاڑھی کیوں ہوتی ہے؟ ناخن اور بالوں میں جان کیوں نہیں ؟ دل صنوبری شکل کا کیوں ہوتا ہے؟ پھیپڑے کے دو ٹکڑے کیوں ہوتے ہیں ، اور وہ اپنی جگہ حرکت کیوں کرتا ہے ؟ جگر کی شکل محدب کیوں ہے ، گردے کی شکل لوبئے کے دانے کی طرح کیوں ہوتی ہے گھٹنے آگے کو جھکتے ہیں پیچھے کو کیوں نہیں جھکتے؟ دونوں پاوں کے تلوے بیچ سے خالی کیوں ہیں ؟

طبیب: میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔

امام : بفضل خدا میں ان سب باتوں کا جواب جانتا ہوں ۔ طبیب بیان فرمائیے۔

امام علیہ السلام : ۱ ۔ سر اگر آنسوؤں اور رطوبتوں کا مرکز نہ ہوتا تو خشکی کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

۲ ۔ بال اس لیے سر پر ہیں کہ ان کی جڑوں سے تیل وغیرہ دماغ تک پہنچتا رہے اور بہت سے دماغی انجرے نکلتے رہیں دماغ گرمی اور زیادہ سردی سے محفوظ رہے۔

۳ ۔ پیشانی اس لیے بالوں سے خالی ہے کہ اس جگہ سے آنکھوں میں نور پہنچتا ہے۔

۴ ۔ پیشانی میں خطوط اور شکن اس لیے ہیں کہ سر سے جو پسینہ گرے وہ آنکھوں میں نہ پڑ جائے ، جب شکنوں میں پسینہ جمع ہو تو انسان اسے پونچھ کر پھینک دے جس طرح زمین پر پانی جاری ہوتا ہے تو گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔

۵ ۔ پلکیں اس لیے آنکھوں پر قرار دی گئی ہیں کہ آفتاب کی روشنی اسی قدر ان پر پڑے جتنی کہ ضرورت ہے اور بوقت ضرورت بند ہو کر مردمک چشم کی حفاظت کر سکیں نیز سونے میں مدد دے سکیں ، تم نے دیکھا ہو گا کہ جب انسان زیادہ روشنی میں بلندی کی طرف کسی طرف کسی چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو ہاتھ کو آنکھوں کے اوپر رکھ کر سایہ کر لیتا ہے۔

۶ ۔ ناک دونوں آنکھوں کے بیچ میں اس لیے قرار دیا ہے کہ مجمع نور سے روشنی تقسیم ہو کر برابر دونوں آنکھوں کو پہنچے۔

۷ ۔ آنکھوں کو بادامی شکل کا اس لیے بنایا ہے کہ بوقت ضرورت سلائی کے ذریعہ سے دوا (سرمہ وغیرہ) اس میں آسانی سے پہنچ جائے ، اگر آنکھ چوکور یا گول ہوتی تو سلائی کا اس میں پھرنا مشکل ہوتا دوا اس میں بخوبی نہ پہنچ سکتی اور بیماری دفع نہ ہوتی۔

۸ ۔ ناک کا سوراخ نیچے کو اس لیے بنایا کہ دماغی رطوبتیں آسانی سے نکل سکیں ، اگر اوپر کو ہوتا تو یہ بات نہ ہوتی اور دماغ تک کسی چیز کی بو بھی جلدی نہ پہنچ سکتی

۹ ۔ ہونٹ اس لیے منہ پر لگائے گئے کہ جو رطوبتیں دماغ سے منہ میں آئیں وہ رکی رہیں اور کھانا بھی انسان کے اختیار میں رہے جب چاہے پھینک اور تھوک دے۔

۱۰ ۔ داڑھی مردوں کو اس لیے دی کہ مرد اور عورت میں تمیز ہو جائے ۔

۱۱ ۔ اگلے دانت اس لیے تیز ہیں کہ کسی چیز کا کاٹنا یا کھٹکھٹا سہل ہو، اور ڈاڑھ کو چوڑا اس لیے بنایا کہ غذا پیسنا اور چبانا آسان ہو، ان دونوں کے درمیان لمبے دانت اس لیے بنائے کہ ان دونوں کے استحکام کے باعث ہوں، جس طرح مکان کی مضبوطی کے لیے ستون (کھمبے) ہوتے ہیں ۔

۱۲ ۔ ہتھیلوں پر بال اس لیے نہیں کہ کسی چیز کو چھونے سے اس کی نرمی سختی، گرمی، سردی وغیرہ آسانی سے معلوم ہو جائے، بالوں کی صورت میں یہ بات حاصل نہ ہوتی۔

۱۳ ۔ بال اور ناخن میں جان اس لیے نہیں ہے کہ ان چیزوں کا بڑھنا برا معلوم ہوتا ہے اور نقصان رساں ہے، اگر ان میں جان ہوتی تو کاٹنے میں تکلیف ہوتی

۱۴ ۔ دل صنوبری شکل یعنی سر پتلا اور دم چوڑی (نچلا حصہ) اس لیے ہے کہ بآسانی پھیپڑے میں داخل ہو سکے اور اس کی ہوا سے ٹھنڈک پاتا رہے تاکہ اس کے بخارات دماغ کی طرف چڑھ کر بیماریاں پیدا نہ کرے۔

۱۵ ۔ پھیپڑے کے دو ٹکڑے اس لیے ہوے کہ دل ان کے درمیان ہے اور وہ اس کو ہوا دیں ۔

۱۶ ۔ جگر محدب اس لیے ہوا ہے کہ اچھی طرح معدے کے اوپر جگہ پکڑے اور اپنی گرانی اور گرمی سے غذا کو ہضم کرے۔

۱۷ ۔ گردہ لوبئے کے دانہ کی شکل کا اس لیے ہوا کہ (منی) یعنی نطفہ انسانی پشت کی جانب سے اس میں آتا ہے اور اس کے پھیلنے اور سکڑنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ نکلتا ہے جو سبب لذت ہے۔

۱۸ ۔ گھٹنے پیچھے کی طرف اس لیے نہیں جھکتے کہ چلنے میں آسانی میں ہوا گر ایسا نہ ہوتا تو آدمی چلتے وقت گر گر پڑتا، آگے چلنا آسان نہ ہوتا۔

۱۹ ۔ دونوں پیروں کے تلوے بیچ میں سے اس لیے خالی ہیں کہ دونوں کناروں پر بوجھ پڑنے سے باسانی پیر اٹھ سکیں اگر ایسا نہ ہوتا اور پورے بدن کا بوجھ پیروں پر پڑتا تو سارے بدن کا بوجھ اٹھانا دشوار ہوتا۔

یہ جوابات سن کر ہندوستانی طبیب حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے یہ علم کس سے سیکھا ہے فرمایا اپنے دادا سے انہوں نے رسول خدا سے حاصل کیا تھا اور انہوں نے خدا سے سیکھا ہے اس نے کہا "اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ و عبدہ" میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد اس کے رسول اور عبد خاص ہیں، "وانک اعلم اہل زمانہ" اور آپ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم ہیں (مناقب جلد ۵ ص ۴۶ طبع بمبئی و سوانح چہاردہ معصومین حصہ ۲ ص ۲۵) ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو بال بچوں سمیت جلا دینے کا منصوبہ

طبیب ہندی سے گفتگو کے بعد امام علیہ السلام کا عام شہرہ ہوگیا اور لوگوں کے قلوب پہلے سے زیادہ آپ کی طرف مائل ہوگئے، دوست اور دشمن آپ کے علمی کمالات کا ذکر کرنے لگے یہ دیکھ کر منصور کے دل میں آگ لگ گئی، اور وہ اپنی شرارت کے تقاضوں سے مجبور ہو کر یہ منصوبہ بنانے لگا کہ اب

جلد سے جلد انہیں ہلاک کر دینا چاہئے، چنانچہ اس نے ظاہری قدر و منزلت کے ساتھ آپ کو مدینہ روانہ کر کے حاکم مدینہ حسین بن زید کو حکم دیا۔

ان احرق جعفر بن محمد فی دارہ " امام جعفر صادق علیہ السلام کو بال بچوں سمیت گھر کے اندر جلا دیا جائے، یہ حکم پا کر والی مدینہ نے چند غنڈوں کے ذریعہ سے رات کے وقت جبکہ سب محو خواب تھے آپ کے مکان میں آگ لگوا دی، اور گھر جلنے لگا آپ کے اصحاب اگرچہ اسے بجھانے کی پوری سعی کر رہے تھے، لیکن بجھنے کو نہ آتی تھی، بالاخرہ آپ انہیں شعلوں میں کہتے ہوئے کہ "انا ابن اعراق الثری انا ابن ابراہیم الخلیل" اے آگ میں وہ ہوں جس کے آباو اجداد زمین آسمان کی بنیادوں کے سبب ہیں اور میں خلیل خدا ابراہیم نبی کا فرزند ہوں، نکل پڑے۔

اپنی عبا کے دامن سے آگ بجھا دی، (تذکرۃ المصومین ص ۱۸۱ بحوالہ اصول کافی آقائے کلینی علیہ الرحمۃ)۔

۱۴۷ ھ میں منصور کا حج اور امام جعفر صادق کے قتل کا عزم بالجزم

علامہ شبلنجی اور علامہ محمد بن طلحہ شافعی رقمطراز ہیں کہ ۱۴۷ ھ میں منصور حج کو گیا، اسے چونکہ امام کے دشمنوں کی طرف سے برابر یہ خبر دی جا چکی تھی کہ امام جعفر صادق تیری مخالفت کرتے رہتے ہیں، اور تیری حکومت کا تختہ پلٹنے کی سعی میں ہیں، لہذا اس نے حج سے فراغت کے بعد مدینہ کا قصد کیا اور وہاں پہنچ کر اپنے مصاحب خاص، ربیع سے کہا کہ جعفر بن محمد کو بلوادو، ربیع نے وعدہ کے باوجود ٹال مٹول کی اس نے پھر دوسرے دن سختی کے ساتھ کہا کہ انہیں بلواو، میں کہتا ہوں کہ خدا مجھے قتل کرے اگر میں انہیں قتل نہ کرسکوں، ربیع نے امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، مولا آپ کو منصور بلا رہا ہے، اور اس کے تیور بہت خراب ہیں، مجھے یقین ہے کہ وہ اس ملاقات میں آپ کو قتل کر دے گا، حضرت نے فرمایا "لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم" یہ اس دفعہ ناممکن ہے غرضکہ ربیع آنحضرت کو لے کر حاضر دربار ہوا، منصور کی نظر جیسے ہی آپ پر پڑی تو آگ بگولہ ہو کر بولا "یاعدو اللہ" اے دشمن خدا تم کو اہل عراق امام مانتے ہیں اور تمہیں زکواۃ اموال وغیرہ دیتے ہیں اور میری طرف ان کا کوئی دھیان نہیں، یاد رکھو، میں آج تمہیں قتل کر کے چھوڑوں گا اور اس کے لیے میں نے قسم کھالی ہے ہے یہ رنگ دیکھ کر امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا اے امیر جناب سلیمان کو عظیم سلطنت دی گئی تو انہوں نے شکر کیا، جناب ایوب بلا میں بتلا کیا گیا تو انہوں نے صبر کیا، جناب یوسف

پر ظلم کیا گیا تو انہوں نے ظالموں کو معاف کردیا، اے بادشاہ یہ سب انبیاء تھے اور انہیں کی طرف تیرا نسب بھی پہنچتا ہے تجھے توان کی پیروی لازم ہے، یہ سن کر اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا (نورالابصار ص ۱۲۳ ، مطالب السول ص ۲۶۷) ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ بتاریخ ۱۵ / شوال ۱۴۸ ھ بعمر ۶۵ سال آپ نے اس دارفانی سے بطرف ملک جاودانی رحلت فرمائی ہے، ارشاد مفید ص ۴۱۳ ، اعلام الوری ص ۱۵۹ ، نورالابصار ص ۱۲۳ ، مطالب السول ص ۲۷۷ ، یوم وفات دوشنبہ تھا اور مقام دفن جنت البقیع ہے۔

علامہ ابن حجر علامہ علامہ ابن جوزی علامہ شبلنجی علامہ ابن طلحہ شافعی تحریر رقمطراز ہیں کہ مات مسموما ایام المنصور، منصور کے زمانہ میں آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں (صواعق محرقہ ص ۱۲۱ ، تذکرۃ خواص الامتہ ، نورالابصار ص ۱۳۳ ، ارجح المطالب ص ۴۵۰) ۔

علماء اہل تشیع کا اتفاق ہے کہ آپ کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کرایا تھا، اور نماز حضرت امام موسی کاظم علیہ اسلام نے پڑھائی تھی علامہ کلینی اور علامہ مجلسی کا ارشاد ہے کہ آپ کو نہایت کفن دیا گیا اور آپ کے مقام وقات پر ہر شب چراغ جلایا جاتا رہا۔ کتاب کافی وجلاء العیون مجلسی ص ۲۶۹ ۔

آپ کی اولاد

آپ کے مختلف بیویوں سے دس اولاد تھیں جن میں سے سات لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں لڑکوں کے نام یہ ہیں :

۱ ۔ جناب اسماعیل ۲ ۔ حضرت امام موسی کاظم ۳ ۔ عبداللہ ۴ ۔ اسحاق ۵ ۔ محمد ۶ ۔ عباس ۷ ۔ علی ۔ اور لڑکیوں کے اسماء یہ ہیں : ۱ ۔ ام فروہ ۲ ۔ اسماء ۳ ۔ فاطمہ (ارشاد وجنات الخلود) علامہ شبلنجی نے سات اولاد تحریر کیا ہے جن میں صرف ایک لڑکی کا حوالہ دیا ہے جس کا نام "ام فروہ" تھا (نورالابصار ص ۱۳۳) ۔

آپ ہی کی اولاد سے خلفاء فاطمیہ گزرے ہیں جن کی سلطنت ۲۹۷ ئسے ۵۶۷ ء تک دوسوستر سال قائم رہی، ان کی تعداد چودہ تھی۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بتاریخ ۷/ صفر المظفر ۱۲۸ ھ مطابق ۷۴۵ ءیوم شنبہ بمقام ابواجومکہ اورمدینہ کے درمیان واقع ہے پیداہوئے (انوارالنعمانیہ ص ۱۲۶ ،واعلام الوری ص ۱۷۱ ،جلاء العیون ص ۲۶۹ ،شواہدالنبوت ص ۱۹۲ ،روضۃ الشہداء ص ۴۳۶)۔

علامہ مجلسی تحریرفرماتے ہیں کہ پیداہوتے ہی آپ نے ہاتھوں کوزمین پرٹیک کرآسمان کی طرف رخ کیااورکلمہ شہادتین زبان پرجاری فرمایا آپ نے یہ عمل بالکل اسی طرح کیا،جس طرح حضرت رسول خدا صلعم نے ولادت کے بعدکیاتھاآپ کے داہنے بازوپرکلمہ تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لکھاہواتھا آپ علم اولین وآخرین سے بہرہ ورمتولدہوئے تھے آپ کی ولادت سے حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کو بیحد مسرت ہوئی تھی اورآپ نے مدینہ جاکراہل مدینہ کودعوت طعام دی تھی (جلاء العیون ص ۲۷۰)۔
آپ دیگرآئمہ کی طرح مختون اورناف بریدہ متولدہوئے تھے۔

اسم گرامی، کنیت، القاب

آپ کے والدماجدحضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے خداوندمتعال کے معین کردہ نام ”موسی“ سے موسوم کیاعلامہ محمدرضالکھتے ہیں کہ موسی، قبطی لفظ ہے اورمواورسی سے مرکب ہے موکے معنی پانی اور”سی“ کے معنی درخت کے ہیں اس نام سے سب سے پہلے حضرت کلیم اللہ موسوم کئے گئے تھے۔

اوراس کی وجہ یہ تھی کہ خوف فرعون سے مادرموسی نے آپ کواس صندوق میں رکھ کردریامیں بہایاتھاجو”حبیب نجار“ کابنایاہواتھا اوربعدمیں ”تابوت سکینہ“ قرارپایا،تووہ صندوق بہہ کرفرعون اورجناب آسیہ تک پانی کے ذریعہ سے ان درختوں سے ٹکراتاہواجوخاص باغ میں تھے پہنچاتھا لہذا پانی اوردرخت کے سبب سے ان کانام موسی قرارپایاتھا (جنات الخلودص ۲۹)۔
آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوابراہیم، ابوعلی ابوعبداللہ تھی اورآپ کے القاب کاظم، عبدصالح، نفس زکیہ، صابر، امین، باب الحوائج وغیرہ تھے ”شہرت عامہ“ کاظم کوہے اوراس کی وجہ یہ ہے کہ آپ بدسلوک کے ساتھ احسان کرتے اورستانے والے کومعاف فرماتے اورغصہ کوپی جاتے تھے، بڑے حلیم، بردباراوراپنے ظلم کرنے والے کومعاف کردیاکرتے تھے(مطالب السول ص ۲۷۶ ،شواہدالنبوت ص ۱۹۲ ،روضۃ الشہداء ص ۴۳۲ ،تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲)۔

لقب باب الحوائج کی وجہ

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ کثرت عبادت کی وجہ سے عبد صالح اور خدا سے حاجت طلب کرنے کے ذریعہ ہونے کی وجہ سے آپ کو باب الحوائج کہا جاتا ہے، کوئی بھی حاجت ہو جب آپ کے واسطے سے طلب کی جاتی تھی تو ضرور پوری ہوتی تھی ملاحظہ ہو (مطالب السول ص ۲۷۸، صواعق محرقہ ص ۱۳۱)۔

فاضل معاصر علامہ علی حیدر رقمطراز ہیں کہ حضرت کا لقب باب قضاء الحوائج یعنی حاجتیں پوری ہونے کا دروازہ بھی تھا حضرت کی زندگی میں تو حاجتیں آپ کے توسل سے پوری ہوتی تھیں شہادت کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور اب بھی ہے "اخبار پایز الہ آباد ۱۰/ اگست ۱۹۲۸ ء میں زیر عنوان "امام موسی کاظم کے روضہ پر ایک اندھے کو بینائی مل گئی" ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حال ہی میں روضہ کاظمین شریف پر جو شہر بغداد سے باہر ہے ایک معجزہ ظاہر ہوا ہے کہ ایک اندھا اور بوڑھا "سید" نہایت مفلسی کی حالت میں روضہ شریف کے اندر داخل ہوا اور جیسے ہی اس نے امام موسی کاظم کے روضہ کی ضریح اقدس کو اپنے ہاتھ سے مس کیا وہ فوراً چلاتا ہوا باہر کی طرف دوڑا "مجھے بینائی مل گئی" میں دیکھنے لگا ہوں، اور اس پر لوگوں کا بڑا ہجوم جمع ہو گیا اور اکثر لوگ اس کے کپڑے تبرک کے طور پر چھین جھپٹ کر لے گئے اس کو تین دفعہ کپڑے پہنائے گئے اور ہر دفعہ وہ کپڑے ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو گئے آخر روضہ شریف کے خدام نے اس خیال سے کہ کہیں اس بوڑھے سید کے جسم کو نقصان نہ پہنچے اس کو اس کے گھر پہنچا دیا۔

اس کا بیان ہے کہ بغداد کے ہسپتال میں اپنی آنکھ کا علاج کر رہا تھا بالآخر سب ڈاکٹروں نے یہ کہہ کر مجھے ہسپتال سے نکال دیا کہ تیرا مرض لاعلاج ہو گیا ہے اب اس کا علاج ناممکن ہے تب میں مایوس ہو کر روضہ اقدس امام موسی کاظم علیہ السلام پر آیا اور یہاں آپ کے وسیلہ سے خدا سے دعا کی "بارالٰہا تجھے اسی امام مدفون کا واسطہ مجھے از سر نو بینائی عطا کر دے" یہ کہہ کر جیسے ہی میں نے روضہ کی ضریح کو مس کیا میری آنکھوں کے سامنے روشنی نمودار ہوئی اور آواز آئی "جا تجھے پھر سے روشنی دیدی گئی" اس آواز کے ساتھ ہی میں ہر چیز کو دیکھنے لگا، تمام لوگ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ ضعف العمر سید اندھا تھا، اور اب دیکھنے لگا ہے (اخبار انقلاب لاہور، اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۴/ اگست ۱۹۲۸ ء۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب مجھے کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے میں امام موسی کاظم علیہ السلام کے روضے پر چلا جاتا ہوں اور ان کی قبر پر دعا کرتا ہوں میری مشکل حل ہو جاتی ہے (مناقب جلد ۳ ص ۱۲۵ طبع ملتان)۔

باشاہان وقت

آپ ۱۲۸ ھ میں مروان الحمار اموی کے عہد میں پیدا ہوئے اس کے بعد ۱۳۲ ھ میں سفاح عباسی خلیفہ ہوا (ابو الفداء) ۱۳۶ ھ میں منصور دوانقی عباسی خلفہ بنا ۱۵۸ ھ میں مہدی بن منصور مالک سلطنت ہوا (جیبب السیر) ۱۶۹ ھ میں ہادی عباسی کی بیعت کی گئی (ابن الوردی) ۱۷۰ ھ میں ہارون الرشید عباسی ابن مہدی خلیفہ وقت ہوا ۱۸۳ ھ میں ہارون کے زہر دینے سے امام علیہ السلام بحالت مظلومی قیدخانہ میں شہید ہوئے (صواعق محرقہ اخبار الخلفاء بن راعی)۔

نشوونما اور تربیت

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر کے بیس برس اپنے والد بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سایہ تربیت میں گزرے ایک طرف خدا کے دیئے ہوئے فطری کمال کے جوہر اور دوسری طرف اس باپ کی تربیت جس نے پیغمبر کے بتائے ہوئے مکارم الاخلاق کی یاد کو بھولی ہوئی دنیا میں ایسا تازہ کردیا کہ انھیں ایک طرح سے اپنا بنا لیا اور جس کی بنا پر "ملت جعفری" نام ہوگیا امام موسی کاظم نے بچپنا اور جوانی کا کافی حصہ اسی مقدس آغوش میں گزارا، یہاں تک کہ تمام دنیا کے سامنے آپ کے ذاتی کمالات وفضائل روشن ہوگئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا جانشین مقرر فرمادیا باوجودیکہ آپ کے بڑے بھائی بھی موجود تھے، مگر خدا کی طرف کا منصب میراث کا ترکہ نہیں ہے بلکہ ذاتی کمال کو ڈھونڈتا ہے سلسلہ معصومین مین امام حسن کے بعد بجائے ان کی اولاد کے امام حسین کا امام ہونا اور اولاد امام جعفر صادق علیہ السلام میں بجائے فرزند اکبر کے امام موسی کاظم علیہ السلام کی طرف امامت کا منتقل ہونا اس کا ثبوت ہے کہ معیار امامت میں نسبی وراثت کو مدنظر نہیں رکھا گیا ہے (سوانح موسی کاظم ص ۴)۔

آپ کے بچپن کے بعض واقعات

یہ مسلمات سے ہے کہ نبی اور امام تمام صلاحیتوں سے بھرپور متولد ہوتے ہیں، جب حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی عمر تین سال کی تھی، ایک شخص جس کا نام صفوان جمال تھا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر مستفسر ہوا کہ مولا، آپ کے بعد امامت کے فرائض کون ادا کرے گا، آپ نے ارشاد فرمایا اے صفوان! تم اسی جگہ بیٹھو اور دیکھتے جاؤ جو ایسا بچہ میرے گھر سے نکلے جس کی ہر بات معرفت خداوندی سے پر ہو، اور عام بچوں کی طرح لہو ولعب نہ کرتا ہو، سمجھ لینا کہ عنان امامت اسی کے لیے سزاوار ہے اتنے میں امام موسی کاظم علیہ السلام بکری کا ایک بچہ لیے ہوئے برآمد ہوئے اور باہر آکر اس سے کہنے لگے "اسجدی ربک" اپنے خدا کا سجدہ کر یہ دیکھ کر امام جعفر صادق نے اسے سینہ سے لگا لیا (تذکرۃ المعصومین ص ۱۹۲)۔

صفوان کہتا ہے کہ یہ دیکھ کر میں نے امام موسی سے کہا، صاحبزادے! اس بچہ کو کہئے کہ مرجائے آپ نے ارشاد فرمایا: کہ وائے ہو تم پر، کیا موت وحیات میرے ہی اختیار میں ہے (بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۲۶۶)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مسائل دینیہ دریافت کرنے کے لیے حسب دستور حاضر ہوئے اتفاقا آپ آرام فرمارہے تھے موصوف اس انتظار میں بیٹھ گئے کہ آپ بیدا ہوں تو عرض مدعا کروں، اتنے امام موسی کاظم جن کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی برآمد ہوئے امام ابو حنیفہ نے انہیں سلام کرکے کہا: اے صاحبزادے یہ بتاؤ کہ انسان فاعل مختار ہے یا ان کے فعل کا خدا فاعل ہے یہ سن کر آپ زمین پر دوزانو بیٹھ گئے اور فرمانے لگے سنو! بندوں کے افعال تین حالتوں سے خالی نہیں، یا ان کے افعال کا فاعل صرف خدا ہے یا صرف بندہ ہے یا دونوں کی شرکت سے افعال واقع ہوتے ہیں اگر پہلی صورت ہے تو خدا کو بندہ پر عذاب کا حق نہیں ہے، اگر تیسری صورت ہے تو بھی یہ انصاف کے خلاف ہے کہ بندہ کو سزا دے اور اپنے کو بچالے کیونکہ ارتکاب دونوں کی شرکت سے ہوا ہے اب لامحالہ دوسری صورت ہوگی، وہ یہ کہ بندہ خود فاعل ہے اور ارتکاب قبیح پر خدا اسے سزا دے۔ بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۱۸۵)۔

امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے اس صاحبزادے کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر ان کے سامنے سے لوگ برابر گزر رہے تھے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے صاحبزادے موسی کاظم نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ ان کے سامنے سے گزر رہے تھے، حضرت نے امام موسی کاظم کو آواز دی وہ حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا بیٹا! ابو حنیفہ کیا کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ تم نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ تمہارے سامنے سے گزر رہے تھے امام کاظم نے عرض کی باباجان لوگوں کے گزرنے سے نماز پر کیا اثر پڑتا ہے، وہ ہمارے اور خدا کے درمیان حائل تو نہیں ہوئے تھے کیونکہ وہ تو "اقرب من حبل الورید" رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے، یہ سن کر آپ نے انھیں گلے سے لگا لیا اور فرمایا اس بچہ کو اسرار شریعت عطا ہو چکے ہیں (مناقب جلد ۵ ص ۶۹)۔

ایک دن عبداللہ ابن مسلم اور ابو حنیفہ دونوں وارد مدینہ ہوئے، عبداللہ نے کہا، چلو امام صادق علیہ السلام سے ملاقات کریں اور ان سے کچھ استفادہ کریں، یہ دونوں حضرت کے در دولت پر حاضر ہوئے یہاں پہنچ کر دیکھا کہ حضرت کے ماننے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے، اتنے امام صادق علیہ السلام کے بجائے امام موسی کاظم برآمد ہوئے لوگوں نے سروقد تعظیم کی، اگرچہ آپ اس وقت بہت ہی کمسن تھے لیکن آپ نے علوم کے دریا بہانے شروع کیے عبداللہ وغیرہ نے جو قدرے آپ سے دور تھے آپ کے قریب جاتے ہوئے آپ کی عزت ومنزلت کا آپس میں تذکرہ کیا، آخر میں امام ابو حنیفہ نے کہا کہ چلو میں انھیں ان کے شیعوں کے سامنے رسوا اور ذلیل کرتا ہوں، میں ان سے ایسے سوالات کروں گا کہ یہ جواب نہ دے سکیں گے عبداللہ نے کہا، یہ تمہارا خیال خام ہے، وہ فرزند رسول ہیں، الغرض دونوں حاضر خدمت ہوئے، امام ابو حنیفہ نے امام موسی کاظم سے پوچھا صاحبزادے، یہ بتاؤ کہ

اگر تمہارے شہر میں کوئی مسافر آجائے اور اسے قضا حاجت کرنی ہو تو کیا کرے اور اس کے لیے کونسی جگہ مناسب ہوگی حضرت نے برجستہ جواب فرمایا:

"مسافر کو چاہئے کہ مکانوں کی دیواروں کے پیچھے چھپے، ہمسایوں کی نگاہوں سے بچے نہروں کے کناروں سے پرہیز کرے جن مقامات پر درختوں کے پھل گرتے ہوں ان سے حذر کرے۔

مکان کے صحن سے علیحدہ، شاہراہوں اور راستوں سے الگ مسجدوں کو چھوڑ کر، نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ، پھر اپنے کپڑوں کو بچا کر جہاں چاہے رفع حاجت کرے یہ سن کر امام ابو حنیفہ حیران رہ گیے، اور عبداللہ کہنے لگے کہ میں نہ کہتا تھا کہ یہ فرزند رسول ہیں انہیں بچپن ہی میں ہر قسم کا علم ہوا کرتا ہے (بحار، مناقب واحتجاج)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مکان میں تشریف فرما تھے اتنے میں آپکے نور نظر امام موسی کاظم علیہ السلام کہیں باہر سے واپس آئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا بیٹے! ذرا اس مصرعہ پر مصرعہ لگاؤ "تنح عن القبیح ولا تزوده" آپ نے فورا مصرعہ لگایا "ومن اولیتہ حسنا فزده" بری باتوں سے دور رہو اور ان کا ارادہ بھی نہ کرو ۲۔ جس کے ساتھ بھلائی کرو، بھرپور کرو" پھر فرمایا! اس پر مصرعہ لگاؤ "ستلقی من عدوک کل کید" آپ نے مصرعہ لگایا "اذا کا والعدو فلا تکده" (ترجمہ) ۱۔ تمہارا دشمن ہر قسم کا مکروفریب کرے گا ۲۔ جب دشمن مکروفریب کرے تب بھی اسے برائی کے قریب نہیں جانا چاہئے (بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۲۶۶)۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت

۱۴۸ ھ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی، اس وقت سے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بذات خود فرائض امام کے ذمہ دار ہوئے اس وقت سلطنت عباسیہ کے تخت پر منصور دوانقی بادشاہ تھا یہ وہی ظالم بادشاہ تھا جس کے ہاتھوں لاتعداد سادات مظالم کا نشانہ بن چکے تھے تلوار کے گھاٹ اتارے گئے دیواروں میں چنوائے گئے یا قید رکھے گئے، خود امام جعفر صادق علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی جاچکی تھیں اور مختلف صورت سے تکلیفیں پہنچائی گئی تھی، یہاں تک کہ منصور ہی کا بھیجا ہوا زہر تھا جس سے آپ دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔

ان حالات میں آپ کو اپنے جانشین کے متعلق یہ قطعی اندیشہ تھا کہ حکومت وقت اسے زندہ نہ رہنے دے گی اس لیے آپ نے آخری وقت اخلاقی بوجھ حکومت کے کندھوں پر رکھ دینے کے لیے یہ صورت اختیار فرمائی، کہ اپنی جائیداد اور گھر بار کے انتظامات کے لیے پانچ شخصوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی جس میں پہلا شخص خود خلیفہ وقت منصور عباسی تھا، اس کے علاوہ محمد بن سلیمان حاکم

مدینہ، اورعبداللہ افطح جوامام موسی کاظم کے سن میں بڑے بھائی تھے،اورحضرت امام موسی کاظم اوران کی والدہ معظمہ حمیدہ خاتون۔

امام کااندیشہ بالکل صحیح تھا،اورآپ کاتحفظ بھی کامیاب ثابت ہوا،چنانچہ جب حضرت کی وفات کی اطلاح منصورکوپہنچی تواس نے پہلے توسیاسی مصلحت سے اظہاررنج کیا،تین مرتبہ اناللہ وانا الیہ راجعون، کہا اورکہاکہ اب بھلاجعفرکامثل کون ہے؟ اس کے بعدحاکم مدینہ کولکھاکہ اگرجعفرصادق نے کسی شخص کواپنا وصی مقررکیاہوتواس کاسرفوراقلم کردو، حاکم مدینہ نے جواب میں لکھاکہ انہوں نے توپانچ وصی مقررکئے ہیں جن میں سے پہلے آپ خودہیں، یہ جواب سن کر منصوردیرتک خاموش رہااورسوچنے کے بعدکہنے لگاکہ اس صورت میں تویہ لوگ قتل نہیں کئے جاسکتے اس کے بعددس برس منصورزندہ رہا،لیکن امام موسی کاظم علیہ السلام سے کوئی تعرض نہ کیا، اورآپ مذہبی فرائض امامت کی انجام دہی میں امن وسکون کے ساتھ مصروف رہے یہ بھی تھاکہ اس زمانہ میں منصورشہربغدادکی تعمیرمیں مصروف تھاجس سے ۱۵۷ ہ یعنی اپنی موت سے صرف ایک سال پہلے اسے فراغت ہوئی،اس لیے وہ امام موسی کاظم کے متعلق کسی ایذا رسانی کی طرف متوجہ نہیں ہوالیکن اس عہدسے قبل وہ سادات کشی میں کمال دکھاچکاتھا۔

علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ منصورکے زمانے میں بے انتہاسادات شہیدکئے گئے ہیں اورجوبچے ہیں وہ وطن چھوڑکربھاگ گئے ہیں انہیں تارکین وطن میں ہاشم بن ابراہیم بن اسماعیل الدیباج بن ابراہیم عمربن الحسن المثنی ابن امام حسن بھی تھے جنہوں نے ملتان کوعلاقوں میں سے مقام ”خان“میں سکونت اختیارکرلی تھی (النزاع والتخاصم ص ۴۷ طبع مصر)۔

۱۵۸ ہ کے آخرمیں منصوردوانقی دنیاسے رخصت ہوا،اوراس کابیٹامہدی تخت سلطنت پربیٹھا،شروع میں تواس نے بھی امام موسی کاظم علیہ السلام کی عزت واحترام کے خلاف کوئی برتاؤنہیں کیامگرچندسال بعدپھروہی بنی فاطمہ کی مخالفت کاجذبہ ابھرا اور ۱۶۴ ہ میں جب وہ حج کے نام سے حجازکی طرف گیاتوامام موسی کاظم علیہ السلام کواپنے ساتھ مکہ سے بغدادلے گیااورقیدکردیاایک سال تک حضرت اس کی قیدمیں رہے پھراس کواپنی غلطی کااحساس ہوااورحضرت کومدینہ کی طرف واپسی کاموقع دیاگیا۔

مہدی کے بعداس کابھائی ہادی ۱۶۹ ہ میں تخت سلطنت پربیٹھا اورصرف ایک سال ایک ماہ تک اس نے سلطنت کی، اس کے بعدہارون الرشیدکازمانہ آیاجس میں امام موسی کاظم علیہ السلام کوآزادی کی سانس لینانصیب نہیں ہوئی (سوانح امام موسی کاظم ص ۵)۔

علامہ طبرسی تحریرفرماتے ہیں کہ جب آپ درجہ امامت پرفائزہوئے اس وقت آپ کی عمربیس سال کی تھی (اعلام الوری ص ۱۷۱)۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے بعض کرامات

واقعہ شقیق بلخی

علامہ محمدبن شافعی لکھتے ہیں کہ آپ کے کرامات ایسے ہیں کہ "تحار منہا العقول" ان کودیکھ کر عقلیں چکرا جاتی ہیں، مثال کے لیے ملاحظہ ہو؟ ۱۴۹ ھ میں شقیق بلخی حج کے لیے گئے ان کا بیان ہے کہ میں جب مقام قادسیہ میں پہنچا تومیں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوب صورت جوان جن کارنگ سانولہ (گندم گوں) تھا وہ ایک عظیم مجمع میں تشریف فرماہیں جسم ان کا ضعیف ہے وہ اپنے کپڑوں کے اوپر ایک کمبل ڈالے ہوئے ہیں اور پیروں میں جوتیاں پہنے ہوئے ہیں تھوڑی دیر بعدوہ مجمع سے ہٹ کر ایک علیحدہ مقام پر جاکر بیٹھ گئے، میں نے دل میں سوچا کہ یہ صوفی ہے اور لوگوں پرزادراہ کے لیے باربننا چاہتا ہے، میں ابھی اس کی ایسی تنبیہ کروں گا کہ یہ بھی یادرکھے گا، غرضیکہ میں ان کے قریب گیا جیسے ہی میں ان کے قریب پہنچا ہوں، وہ بولے ائے شقیق بدگمانی مت کیا کرو یہ اچھا شیوہ نہیں ہے، اس کے بعدوہ فوراًاٹھ کرروانہ ہوگئے، میں نے خیال کیا کہ یہ معاملہ کیا ہے انہوں نے میرانام لے کرمجھے مخاطب کیا اور میرے دل کی بات جان لی

اس واقعہ سے میں اس نتیجہ پرپہنچا کہ ہونہ ہو یہ کوئی عبد صالح ہوں بس یہی سوچ کرمیں ان کی تلاش میں نکلا اوران کا پیچھا کیا، خیال تھا کہ وہ مل جائیں گے تومیں ان سے کچھ سوالات کروں گا، لیکن نہ مل سکے، ان کے چلے جانے کے بعدہم لوگ بھی روانہ ہوئے، چلتے چلتے جب ہم "وادی فضہ" میں پہنچے توہم نے دیکھا کہ وہی جوان صالح یہاں نمازیں مشغول ہیں اوران کے اعضاء وجوارح بید کی مانندکانپ رہے ہیں اوران کی آنکھوں سے آنسوجاری ہیں میں یہ سوچ کران کے قریب گیا کہ اب ان سے معافی طلب کروں گا جب وہ نمازسے فارغ ہوئے توبولے ائے شقیق خداکاقول ہے کہ جوتوبہ کرتاہے میں اسے بخش دیتاہوں اس کے بعدپھر روانہ ہوگئے اب میرے دل میں یہ یقین آیا کہ یقینا یہ بندہ عابد، کوئی ابدال ہے، کیوں کہ دو بار یہ میرے ارادہ سے اپنی واقفیت ظاہر کرچکا ہے میں نے ہرچندپھران سے ملنے کی سعی کی لیکن وہ نہ مل سکے جب میں منزل زبالہ پرپہنچا تودیکھا کہ وہی جوان ایک کنویں کی جگت پربیٹھے ہوئے ہیں اس کے بعدانہوں نے ایک کوزہ نکال کرکنوئیں سے پانی لیناچاہا، ناگاہ ان کے ہاتھ سے کوزہ چھوٹ کرکنوئیں میں گرگیا، میں نے دیکھا کہ کوزہ گرنے کے بعدانہوں نے آسمان کی طرف منہ کرکے بارگاہ احدیت میں کہا: میرے پالنے والے جب میں پیاساہوتاہوں توہی سیراب کرتاہے اورجب بھوکاہوتاہوں توہی کھانادیتاہے خدایا! اس کوزہ کے علاوہ میرے پاس کوئی اورکوزہ نہیں ہے، میرے مالک! میراکوزہ پرآب برآمدکردے، اس جوان صالح کا یہ کہنا تھا کہ کنوئیں کاپانی بلندہوا اوراوپرتک آگیا آپ نے ہاتھ بڑھاکر اپنا کوزہ پانی سے بھراہوالے لیا اوروضوفرماکر چاررکعت نمازپڑھی، اس کے بعدآپ نے ریت کی ایک مٹھی اٹھائی اورپانی میں ڈال کرکھاناشروع کردیا یہ دیکھ کرمیں عرض پردازہوا جناب والا! مجھے بھی کچھ عنایت ہومیں بھوکاہوں آپ نے وہی کوزہ میرے حوالے کردیا جس میں ریت بھری تھی خداکی قسم جب میں نے اس میں سے کھایا تو اسے ایسالذیذستوپایا جیسامیں نے کھایاہی نہ تھا، پھراس ستومیں ایک خاص بات یہ تھی کہ میں جب تک سفرمیں رہا بھوکانہیں ہوا اس کے بعدآپ نظروں سے غائب ہوگئے۔

جب میں مکہ معظمہ میں پہنچاتومیں نے دیکھاکہ ایک بالو(ریت) کے ٹیلے کے کنارے مشغول نمازہیں اورحالت آپ کی یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسوجاری ہیں اوربدن پرخضوع وخشوع کے آثارنمایاں ہیں آپ نمازہی میں مشغول تھے کہ صبح ہوگئی، آپ نے نمازصبح ادافرمائی اوراس سے اٹھ کرطواف کاارادہ کیا،پھرسات بارطواف کرنے کے بعد ایک مقام پرٹہرے میں نے دیکھاکہ آپ کے گردبیشمارحضرات ہیں اورسب بے انتہاتعظیم وتکریم کررہے ہیں، میں چونکہ ایک ہی سفرمیں کرامات دیکھ چکاتھا اس لیے مجھے بہت زیادہ فکرتھی کہ یہ معلوم کروں کہ یہ بزرگ ہیں کون؟ انہوں نے کہاکہ یہ فرزندرسول حضرت امام موسی کاظم ہیں، میں نے کہابے شک یہ صاحب کرامات جومیں نے دیکھے وہ اسی گھرانے کے لیے سزاوارہیں (مطالب السول ص ۲۷۹ ،نورالابصارص ۱۳۵ ،شواہدالنبوت ص ۱۹۳ ،صواعق محرقہ ص ۱۲۱ ، ارجح المطالب ص ۴۵۲)۔

مورخ ذاکرحسین لکھتے ہیں کہ شقیق ابن ابراہیم بلخی کاانتقال ۱۹۰ ھ میں ہواتھا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۵۹)۔

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیسی مدائنی حج کے لیے گئے اورایک سال مکہ میں رہنے کے بعدوہ مدینہ چلے گئے ان کاخیال تھاکہ وہاں بھی ایک سال گزاریں گے، مدینہ پہنچ کرانہوں نے جناب ابوذرکے مکان کے قریب ایک مکام میں قیام کیا۔

مدینہ میں ٹہرنے کے بعد انہوں نے امام موسی کاظم علیہ السلام کے وہاں آناجاناشروع کیا،مدائنی کابیان ہے کہ ایک شب کوبارش ہورہی تھی اورمیں اس وقت امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضرتھا، تھوڑی دیرکے بعدآپ نے فرمایاکہ اے عیسی تم فوراًاپنے مکان چلے جاؤکیونکہ ”انہدم البیت علی متاعک“ تمہارامکان تمہارے اثاثہ پرگرگیاہے اورلوگ سامان نکال رہے ہیں یہ سن کرمیں فورامکان کی طرف گیا، دیکھاکہ گھرگرچکاہے اورلوگ سامان نکال رہے ہیں،دوسرے دن جب حاضرہواتوامام علیہ السلام نے پوچھاکہ کوئی چیزچوری تونہیں ہوئی، میں نے عرض کی صرف ایک طشت نہیں ملتاجس میں وضوکیاکرتاتھا، آپ نے فرمایاوہ چوری نہیں ہوا، بلکہ انہدام مکان سے پہلے تم اسے بیت الخلاء میں رکھ کربھول گئے ہو، تم جاؤاورمالک کی لڑکی سے کہو، وہ لادے گی، چنانچہ میں نے ایساہی کیا اورطشت مل گیا(نورالابصارص ۱۳۵)۔

علامہ جامی تحریرفرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک صحابی کے ہمراہ سو دینارحضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بطورنذرارسال کیاوہ اسے لے کرمدینہ پہنچا، یہاں پہنچ کراس نے سوچاکہ امام کے ہاتھوں میں اس جاناہے لہذا پاک کرلیناچاہئے وہ کہتاہے کہ میں نے ان یناروں کوجوامانت تھے شمارکیاتووہ نناوے تھے میں نے ان میں اپنی طرف سے ایک دینارشامل کرکے سوپوراکردیا،جب میں حضرت کی خدمت میں حاضرہواتوآپ نے فرمایاسب دینارزمین پرڈال دو،میں نے تھیلی کھول کرسب زمین پرنکال دیا، آپ نے میرے بتائے بغیراس میں سے میراوہی دینارجومیں نے ملایاتھامجھے دیدیا اورفرمایا بھیجنے والے نے عددکالحاظ نہیں کیا بلکہ وزن کالحاظ کیاہے جو ۹۹ میں پوراہوتاہے۔

ایک شخص کا کہنا ہے کہ مجھے علی بن یقطین نے ایک خط دے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا، میں نے حضرت کی خدمت میں پہنچ کر ان کا خط دیا، انہوں نے اسے پڑھے بغیر آستین سے ایک خط نکال کر مجھے دیا اور کہا کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا یہ جواب ہے (شواہد النبوت ص ۱۹۵)۔

ابو بصیر کا بیان ہے کہ امام موسی کاظم علیہ السلام دل کی باتیں جانتے تھے اور ہر سوال کا جواب رکھتے تھے ہر جاندار کی زبان سے واقف تھے (روائح المصطفی ص ۱۶۲)۔

ابو حمزہ بطائنی کا کہنا ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ حج کو جارہا تھا کہ راستہ میں ایک شیر برآمد ہوا، اس نے آپ کے کان میں کچھ کہا آپ نے اس کو اسی کی زبان میں جواب دیا اور وہ چلا گیا ہمارے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی شیرنی کی ایک تکلیف کے لیے دعا کی خواہش کی، میں نے دعا کر دی اور وہ واپس چلا گیا (تذکرۃ المعصومین ص ۱۹۳)۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے اخلاق وعادات اوشمائل واوصاف

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام اس مقدس سلسلہ کی ایک فرد تھے جس کو خالق نے نوع انسانی کے لیے معیار کمال قرار دیا تھا اسی لیے ان میں سے ہر ایک اپنے وقت میں بہترین اخلاق و اوصاف کا مرقع تھا، بیشک یہ حقیقت ہے کہ بعض افراد میں بعض صفات اتنے ممتاز نظر آتے ہیں کہ سب سے پہلے ان پر نظر پڑتی ہے چنانچہ ساتویں امام میں تحمل وبرداشت اور غصہ ضبط کرنے کی صفت اتنی نمایاں تھی کہ آپ کا لقب کاظم قرار دیا گیا جس کے معنی ہیں غصہ کو پینے والا، آپ کو کبھی کسی نے ترش روئی اور سختی کے ساتھ بات چیت کرتے نہیں دیکھا اور انتہائی ناگوار حالات میں بھی مسکراتے ہوئے نظر آئے مدینہ کے ایک حاکم سے آپ کو سخت تکلیفیں پہنچیں یہاں تک کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کیا کرتا تھا، مگر حضرت نے اپنے اصحاب کو ہمیشہ اس کے جواب دینے سے روکا۔

جب اصحاب نے اس کی گستاخیوں کی بہت شکایت کی اور کہا کہ اب ہمیں ضبط کی تاب نہیں ہمیں ان سے انتقام لینے کی اجازت دی جائے، تو حضرت نے فرمایا کہ میں خود اس کا تدارک کروں گا اس طرح ان کے جذبات میں سکون پیدا کرنے کے بعد حضرت خود اس شخص کے پاس اس کی زراعت پر تشریف لے گئے اور کچھ ایسا احسان اور حسن سلوک فرمایا کہ وہ اپنی گستاخیوں پر نادم ہوا، اور اپنے طرز عمل کو بدل دیا حضرت نے اپنے اصحاب سے صورت حال بیان فرما کر پوچھا کہ جو میں نے اس کے ساتھ کیا وہ اچھا تھا یا جس طرح تم لوگ اس کے ساتھ کرنا چاہتے تھے سب نے کہا یقینا حضور نے جو طریقہ اختیار فرمایا وہی بہتر تھا اس طرح آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت امیر علیہ السلام کے اس ارشاد کو عمل میں لا کر دکھلایا جو آج تک "نہج البلاغہ" میں موجود ہے کہ اپنے دشمن پر احسان کے ساتھ فتح حاصل کرو کیونکہ یہ دو قسم کی فتح میں زیادہ پر لطف کامیابی ہے بے شک اس لیے فریق مخالف کے

ظرف کا صحیح اندازہ ضروری ہے اور اسی لیے حضرت علی نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ "خبردار! یہ عدم تشدد کا طریقہ نااہل کے ساتھ اختیار نہ کرنا ورنہ اس کے تشدد میں اضافہ ہو جائے گا۔

یقینا ایسے عدم تشدد کے موقع کو پہنچاننے کے لیے ایسی ہی بالغ نگاہ کی ضرورت ہے جیسی امام کو حاصل تھی، مگر یہ اس وقت میں ہے جب مخالف کی طرف سے کوئی ایسا عمل ہو چکا ہو جو اس کے ساتھ انتقامی تشدد کا جواز پیدا کر سکے لیکن اگر اس کی طرف سے کوئی اقدام ابھی ایسا نہ ہوا ہو تو یہ حضرات بہرحال اس کے ساتھ احسان کرنا پسند کرتے تھے تاکہ اس کے خلاف حجت قائم ہو اور اسے ایسے جارحانہ اقدام کے لیے تلاش سے بھی کوئی عذر نہ مل سکے بالکل اسی طرح جیسے ابن ملجم کے ساتھ جو جناب امیر علیہ السلام کو شہید کرنے والا تھا آخر وقت تک جناب امیر علیہ السلام احسان فرماتے رہے اسی طرح محمد بن اسماعیل کے ساتھ جو امام موسی کاظم علیہ السلام کی جان لینے کا باعث ہوا، آپ احسان فرماتے رہے یہاں تک کہ اس سفر کے لیے جو اس نے مدینہ سے بغداد کی طرف خلیفہ بنی عباسی کے پاس امام موسی کاظم علیہ السلام کی شکایتیں کرنے کے لیے کیا تھا ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم کی رقم خود حضرت ہی نے عطا فرمائی تھی جس کو وہ لے کر روانہ ہوا تھا۔

آپ کو زمانہ بہت ناسازگار ملا تھا نہ اس وقت وہ علمی دربار قائم رہ سکتا تھا جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں قائم رہ چکا تھا نہ دوسرے ذرائع سے تبلیغ و اشاعت ممکن تھی پس آپ کی خاموش سیرت ہی تھی جو دنیا کو آل محمد کی تعلیمات سے روشناس بنا سکتی تھی آپ اپنے مجمعوں میں بھی اکثر بالکل خاموش رہتے تھے یہاں تک کہ جب تک آپ سے کسی امر کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے آپ گفتگو میں ابتداء بھی نہ فرماتے تھے، اس کے باوجود آپ کی علمی جلالت کا سکہ دوست اور دشمن سب کے دل پر قائم تھا اور آپ کی سیرت کی بلندی کو بھی سب مانتے تھے۔

اس لیے عام طور پر آپ کو اکثر عبادت اور شب زندہ داری کی وجہ سے عبد صالح کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا آپ کی سخاوت اور فیاضی کا بھی شہرہ تھا اور فقراء مدینہ کی اکثر پوشیدہ طور پر خبر گیری فرماتے تھے ہر نماز صبح کی تعقیبات کے بعد، آفتاب کے بلند ہونے کے بعد سے پیشانی سجدہ میں رکھ دیتے تھے اور زوال کے وقت سر اٹھاتے تھے قرآن مجید کی نہایت دلکش انداز میں تلاوت فرماتے تھے خود بھی روتے جاتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی آپ کی آواز سے متاثر ہو کر روتے تھے (سوانح موسی کاظم ص ۸، اعلام الوری ۱۷۸)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا کہ آپ فقیروں کو ڈھونڈا کرتے تھے اور جو فقیر آپ کو مل جاتا تھا اس کے گھر میں روپیہ پیسہ اشرفی اور کھانا پانی پہنچایا کرتے تھے اور یہ عمل آپ کارات کے وقت ہوتا تھا اس طرح آپ فقراء مدینہ کے بے شمار گھروں کا آذوقہ چلا رہے تھے اور لطف یہ ہے کہ ان لوگوں تک کو یہ پتہ نہ تھا کہ ہم تک سامان پہنچانے والا کون؟ یہ راز اس وقت کھلا جب آپ دنیا سے رحلت فرما گئے (نور الابصار ص ۱۳۶ طبع مصر)۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۴ میں ہے کہ آپ ہمیشہ دن بھر روزہ رکھتے تھے اور رات بھر نمازیں پڑھا کرتے تھے علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ آپ بے انتہا عبادت وریاضت فرمایا کرتے تھے اور طاعت خدا میں اس درجہ شدت برداشت کرتے تھے جس کی کوئی حد نہ تھی۔

ایک دفعہ مسجد نبوی میں آپ کو دیکھا گیا کہ آپ سجدہ میں مناجات فرما رہے ہیں اور اس درجہ سجدہ کو طول دیا کہ صبح ہو گئی (وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۳۱)۔

ایک شخص آپ کی برابر بلاوجہ برائیاں کرتا تھا جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ایک ہزار دینار (اشرفی) اس کے گھر پر بطور انعام بھجوا دیا (روائح المصطفی ص ۲۶۴) جس کے نتیجہ میں وہ اپنی حرکت سے باز آگیا۔

خلیفہ ہارون الرشید عباسی اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام

۱۵/ ربیع الاول ۱۷۰ ھ کو مہدی کا بیٹا ابو جعفر ہارون الرشید عباسی خلیفہ وقت بنایا گیا اس نے اپنا وزیر اعظم یحیی بن خالد برمکی کو بنایا اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ابو یوسف کو قاضی قضاۃ کا درجہ دیا، بروایتے ذاہبی اس نے اگرچہ بعض اچھے کام بھی کئے ہیں لیکن لہو ولعب اور حصول لذت ممنوعہ میں منفرد تھا، ابن خلدون کا کہنا ہے کہ یہ اپنے دادا منصور کے نقش قدم پر چلتا تھا فرق اتنا تھا کہ وہ بخیل تھا اور یہ سخی، یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے راگ راگنی اور موسیقی کو شریف پیسہ قرار دیا تھا، اس کی پیشانی پر سادات کشی کا بھی نمایاں داغ ہے علم موسیقی کا ماہر ابو اسحاق ابراہیم موصلی اس کا درباری تھا۔

حبیب السیر میں ہے کہ یہ پہلا لسلام ی بادشاہ ہے جس نے میدان میں گیندبازی کی اور شطرنج کے کھیل کا شوق کیا احادیث میں ہے کہ شطرنج کھیلنا بہت بڑا گناہ ہے جامع الاخبار میں ہے کہ جب امام حسین کا سر دربار یزید میں پہنچا تھا تو وہ شطرنج کھیل رہا تھا تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کہ ہارون رشید اپنے باپ کی مدخولہ لونڈی پر عاشق ہو گیا اس نے کہا میں تمہارے باپ کے پاس رہ چکی ہوں، تمہارے لیے حلال نہیں ہوں ہارون نے قاضی ابو یوسف سے فتوی طلب کیا انہوں نے کہا آپ اس کی بات کیوں مانتے ہیں یہ جھوٹ بھی بول سکتی ہے اس فتوے کے سہارے سے اس نے اس کے ساتھ بدفعلی کی۔

علامہ سیوطی یہ بھی لکھتے ہیں کہ بادشاہ ہارون نے ایک لونڈی خرید کر اس کے ساتھ اسی رات بلا استبراء جماع کرنا چاہا، قاضی ابو یوسف نے کہا کہ اسے اپنے کسی لڑکے کو ہبہ کر کے استعمال کر لیجئے علامہ سیوطی کا کہنا ہے کہ اس فتوی کی اجرت امام ابو یوسف نے ایک لاکھ درہم لی تھی علامہ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ ابو حنیفہ کے شاگردوں میں ابو یوسف کی نظیر نہ تھی اگر یہ نہ ہوتے تو امام ابو حنیفہ کا ذکر بھی نہ ہوتا۔

تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین میں بحوالہ صحاح الاخبار مرقوم ہے کہ ہارون الرشید کا درجہ سادات کشی میں منصور سے کم نہ تھا اس نے ۱۷۶ ھ میں حضرت نفس زکیہ علیہ الرحمۃ کے بھائی یحیی کو دیوار میں زندہ چنوادیا تھا اسی نے امام موسی کاظم کو اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ ولی اللہ میرے خلاف علم بغاوت بلند نہ کردیں اپنے ساتھ حجاز سے عراق میں لا کر قید کردیا اور ۱۸۳ ھ میں زہر سے ہلاک کردیا۔

علامہ مجلسی تحفۃ الزائرین لکھتے ہیں کہ ہارون الرشید نے دوسری صدی ہجری میں امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زمین جتوائی تھی اور قبر پر جو بیری کا درخت بطور نشان موجود تھا اسے کٹوادیا تھا، جلاء العیون اور قمقام میں بحوالہ امالی شیخ طوسی مرقوم ہے کہ جب اس واقعہ کی اطلاع جریر ابن عبدالحمید کو ہوئی تو انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلعم کی حدیث "لعن اللہ قاطع السدرۃ" بیری کے درخت کاٹنے والے پر خدا کی لعنت ہو، کا مطلب اب واضح ہوا (تصویر کربلا ص ۶۱ طبع دہلی ص ۱۸۳۸)۔

ہارون الرشید کا پہلا حج اور امام موسی کاظم علیہ السلام کی پہلی گرفتاری

مورخ ابو الفداء لکھتا ہے کہ عنان حکومت لینے کے بعد ہارون الرشید نے ۱۷۳ ھ میں پہلے پہل حج کیا علامہ ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں کہ "جب ہارون الرشید حج کو آیا تو لوگوں نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے بارے میں چغلی کھائی کہ ان کے پاس ہر طرف سے مال چلا آتا ہے، اتفاق سے ایک روز ہارون رشید خانہ کعبہ کے نزدیک حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے ملاقی ہوا اور کہنے لگا تم ہی ہو جن سے لوگ چھپ چھپ کر بیعت کرتے ہیں امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم دلوں کے امام ہیں اور آپ جسموں کے، ہارون رشید نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ تم کس دلیل سے کہتے ہو کہ ہم رسول اللہ کی ذریت ہیں حالانکہ تم علی کی اولاد ہو اور ہر شخص اپنے دادا سے منتسب ہوتا ہے نانا سے منتسب نہیں ہوتا حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدائے کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے " ﴿ ومن ذریته داؤد وسلیمان وایوب وزکریاویحی وعیسی ﴾ " اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسی بے باپ کے پیدا ہوئے تھے تو جس طرح محض اپنی والدہ کی نسبت سے ذریت انبیاء میں ملحق ہوئے اسی طرح ہم بھی اپنی مادر گرامی حضرت فاطمہ کی نسبت سے جناب رسول خدا کی ذریت ٹھہرے، پھر فرمایا کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو مباہلہ کے وقت پیغمبر نے سوا علی اور فاطمہ اور حسن وحسین کے کسی کو نہیں بلایا اور بفحوائے "ابنانا" حضرت حسن وحسین ہی رسول اللہ کے لیے بیٹے قرار پائے (صواعق محرقہ ص ۱۲۲، نور الابصار ص ۱۳۴، ارجح المطالب ص ۴۵۲)۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ہارون رشید حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ آیا اور زیارت کے لیے روضہ مقدسہ نبوی پر حاضر ہوا اس وقت اس کے گرد قریش اور دیگر قبائل عرب جمع تھے، نیز حضرت امام موسی کاظم بھی ساتھ تھے ہارون رشید نے حاضرین پر اپنا فخر ظاہر کرنے کے لیے قبر مبارک کی طرف ہو کر کہا، سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ، اے ابن عم (میرے چچازاد بھائی) حضرت

امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ سلام ہو، آپ پرائے میرے پدر بزرگوار! یہ سن کرہارون کے چہرہ کارنگ فق ہوگیا، اوراس نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کواپنے ہمراہ لے جاکر قید کردیا (وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۳۱، تاریخ احمدی ص ۳۴۹) ۔

علامہ ابن شہرآشوب لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں آپ ہارون رشید کے قیدخانہ میں تھے ہارون نے آپ کا امتحان کرنے کے لیے ایک نہایت حسین وجمیل لڑکی، آپ کی خدمت کرنے کے لیے قیدخانہ میں بھیجدی حضرت نے جب اسے دیکھا تولانے والے سے فرمایا کہ ہارون سے جاکر کہہ دینا کہ انہوں نے یہ ہدیہ واپس کیا ہے اور کہا ہے کہ "بل انتم بہدیتکم تفرحون" وہ عطائے تو بہ لقاء تو اس سے تم ہی خوشی حاصل کرو، اس نے ہارون سے واقعہ بیان کیا، ہارون نے کہا کہ اسے لے جاکر وہیں چھوڑآؤ، اورابن جعفر سے کہوکہ نہ میں نے تمہاری مرضی سے تمہیں قید کیاہے اورنہ تمہاری مرضی سے تمہارے پاس یہ لونڈی بھیجی ہے، میں جوحکم دوں وہ کرناہوگاالغرض وہ لونڈی حضرت کے پاس چھوڑدی گئی

چند دنوں کے بعدہارون نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جاکرپتہ لگائے کہ اس لونڈی کا کیا رہا اس نے جو قید خانے میں جا کر دیکھا تو وہ حیران رہ گیا اور بھاگا ہوا ہارون کے پاس آکر کہنے لگا کہ وہ لونڈی توزمین پر سجدہ میں پڑی ہوئی "سبوح قدوس" ۔کہہ رہی ہے۔اور اس کا عجیب حال ہے ۔ہارون نے حکم دیا کہ اسے اس کے سامنے پیش کیا جائے، جب وہ آئی تو بالکل مبہوت تھی، ہارون نے پوچھا کہ بات کیا ہے، اس نے کہا کہ جب میں حضرت کے پاس گئی اور میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوئی ہوں، تو آپ نے ایک طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ لوگ جب کہ میرے پاس موجود ہیں مجھے تیری کیا ضرورت ہے، میں نے جب اس سمت کو نظر کی تو دیکھا کہ جنّت آراستہ ہے، اورحوروغلماں موجود ہے ان کا حسن وجمال دیکھ کر میں سجدہ میں گرپڑی اورعبادت کرنے پر مجبور ہوگئی ۔

اے بادشاہ میں نے وہ چیزیں کبھی نہیں دیکھیں جوقیدخانہ میں میری نظر سے گزریں، بادشاہ نے کہاکہ کہیں تونے سونے کی حالت میں خواب نہ دیکھاہو، اس نے کہا اے بادشاہ ایسانہیں ہے میں نے عالم بیداری میں بچشم خود سب کچھ دیکھاہے یہ سن کربادشاہ نے اس عورت کوکسی محفوظ مقام پرپہنچادیا اوراس کے لیے حکم دیاگیاکہ اس کی نگرانی کی جائے تاکہ یہ کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنے پائے، راوی کابیان ہے کہ اس واقعہ کے بعدوہ تاحیات مشغول عبادت رہی اورجب کوئی اس کی نمازوغیرہ کے بارے میں کچھ کہتاتھاتویہ جواب میں کہتی تھی کہ میں نے عبدصالح امام موسی کاظم علیہ السلام کواسی طرح کرتے دیکھاہے۔

یہ پاکبازعورت حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی وفات سے چنددنوں پہلے فوت ہوگئی (مناقب ابن شہرآشوب جلد ۵ ص ۶۳) ۔

قیدخانہ سے آپ کی رہائی

آپ قیدخانہ میں تکالیف سے دوچار تھے، اور ہر قسم کی سختیاں آپ پر کی جارہی تھیں کہ ناگاہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جس سے مجبور ہو کر اس نے آپ کو رہا کردیا، علامہ ابن حجر مکی بحوالہ علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ایک شب کو ہارون رشید نے حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ وہ ایک تیشہ لیے ہوئے تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے فرزند کو رہا کردے ورنہ میں ابھی تجھے کیفر کردار تک پہنچادوں گا اس خواب کو دیکھتے ہی اس نے رہائی کا حکم دیا، اور کہا کہ اگر آپ یہاں رہنا چاہیں تو رہئے اور مدینہ جانا چاہتے ہیں تو تشریف لے جائیے آپ کو اختیار ہے، علامہ مسعودی کا کہنا ہے کہ اسی شب کو حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفی صلعم کو خواب میں دیکھا تھا (صواعق محرقہ ص ۱۲۲ طبع مصر، علامہ جامی لکھتے ہیں کہ مدینہ روانہ کرتے وقت ہارون نے آپ سے خروج کا شبہ ظاہر کیا آپ نے فرمایا کہ خروج وبغاوت میرے شایان شان نہیں ہے خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا (شواہد النبوت ص ۱۹۲)۔

امام موسی کاظم علیہ السلام اور علی بن یقطین بغدادی

قیدخانہ رشید سے چھوٹنے کے بعد حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام مدینہ منورہ پہنچے اور بدستور اپنے فرائض امامت کی ادائیگی میں مشغول ہوگئے، آپ چونکہ امام زمانہ تھے اس لیے آپ کو زمانہ کے تمام حوادث کی اطلاع تھی۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے علی بن یقطین بن موسی کوفی بغدادی کہ جو کہ امام موسی کاظم علیہ السلام کے خاص ماننے والے تھے اور اپنی کارکردگی کی وجہ سے ہارون رشید کے مقربین میں سے تھے،،بہت سی چیزیں دیں جن میں خلعت فاخرہ اور ایک بہت عمدہ قسم کا سیاہ زربفت کا بنا ہوا چغہ تھا جس پر سونے کے تاروں سے پھول کڑھے ہوئے تھے اور جسے صرف خلفاء اور بادشاہ پہنا کرتے تھے علی بن یقطین نے ازراہ تقرب وعقیدت اس سامان میں اور بہت سی چیزوں کا اضافہ کرکے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا آپ نے ان کا ہدیہ قبول کرلیا، لیکن اس میں سے اس لباس مخصوص کو واپس کردیا جو زربفت کا بنا ہوا تھا اور فرمایا کہ اسے اپنے پاس رکھو، یہ تمہارے اس وقت کام آئے گا جب "جان جوکھم" میں پڑی ہوگی انہوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ امام نہ جانے کس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہو اسے اپنے پاس رکھ لیا تھوڑے دنوں کے بعد ابن یقطین اپنے ایک غلام سے ناراض ہوگئے اور اسے اپنے گھر سے نکال دیا اس نے جا کر رشید خلیفہ سے ان کی چغلی کھائی اور کہا کہ آپ نے جس قدر خلعت وغیرہ انہیں دی ہے انہوں نے سب کا سب امام موسی کاظم علیہ السلام کو دیدیا ہے، اور چونکہ وہ شیعہ ہیں، اس لیے امام کو بہت مانتے ہیں، بادشاہ نے جونہی یہ بات سنی، وہ آگ بگولہ ہوگیا اور اس نے فوراً سپاہیوں کو حکم دیا کہ علی بن یقطین کو اسی حالت میں گرفتار کرلائیں جس حال میں ہوں، الغرض ابن یقطین لائے گئے، بادشاہ نے پوچھا میرا دیا ہوا چغہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا بادشاہ میرے پاس ہے اس نے کہا میں دیکھنا چاہتا ہوں اور سنو! اگر تم اس وقت اسے نہ دیکھا سکے تو میں تمہاری گردن ماردوں گا، انہوں

نے کہا بادشاہ میں ابھی پیش کرتا ہوں، یہ کہہ کر انہوں نے ایک شخص سے کہا کہ میرے مکان میں جا کر میرے فلاں کمرہ سے میرا صندوق اٹھالا، جب وہ بتایا ہوا صندوق لے آیا تو آپ نے اس کی مہر توڑی اور چغا نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا، جب بادشاہ نے اپنی آنکھوں سے چغہ دیکھ لیا، تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا، اور خوش ہو کر کہنے لگا، کہ اب میں تمہارے بارے میں کسی کی کوئی بات نہ مانوں گا (شواہد النبوت ص ۱۹۴)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ پھر اس کے بعد رشید نے اور بہت سا عطیہ دے کر انہیں عزت و احترام کے ساتھ واپس کر دیا اور حکم دیا کہ چغلی کرنے والے کو ایک ہزار کوڑے لگائے جائیں چنانچہ جلادوں نے مارنا شروع کیا اور وہ پانچ سو کوڑے کھا کر مرگیا (بحار الانوار ص ۱۳۰)۔

علی ابن یقطین کو الٹا وضو کرنے کا حکم

علامہ طبرسی اور علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ علی بن یقطین نے امام موسی کاظم علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ "ہمارے درمیان" اس امر میں بحث ہو رہی ہے کہ آیا مسح کعب سے اصابع (انگلیوں) تک ہونا چاہئے یا انگلیوں سے کعب تک حضور اس کی وضاحت فرمائیں، حضرت نے اس خط کا ایک عجیب وغریب جواب تحریر فرمایا آپ نے لکھا کہ میرا خط پاتے ہی تم اس طرح وضو شروع کرو کہ تین مرتبہ کلی کرو، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو، تین مرتبہ منہ دھوؤ، اپنی ڈاڑھی کو اچھی طرح بھگوؤ، سارے سر کا مسح کرو، اندر باہر کانوں کا مسح کرو، تین مرتبہ پاؤں دھوؤ اور دیکھو میرے اس حکم کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرنا۔

علی بن یقطین نے جب اس خط کو پڑھا، حیران رہ گئے لیکن یہ سمجھتے ہوئے کہ "مولائی اعلم بماقال" آپ نے جو کچھ حکم دیا ہے اس کی گہرائی اور اس کو جہ کا اچھی طرح آپ کو علم ہوگا اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ علی بن یقطین کی مخالفت برابر دربار میں ہوا کرتی تھی اور لوگ بادشاہ سے کہا کرتے تھے کہ یہ شیعہ ہے اور تمہارے مخالف ہے ایک دن بادشاہ نے اپنے بعض مشیروں سے کہا کہ علی بن یقطین کی شکایات بہت ہو چکی ہیں، اب میں خود چھپ کر دیکھوں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ وضو کیونکہ کرتے اور نماز کیسے پڑھتے ہیں، چنانچہ اس نے چھپ کر آپ کے حجرہ میں نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہ اہل سنت کے اصول اور طریقے پر وضو کر رہے ہیں یہ دیکھ کر وہ ان سے مطمئن ہو گیا اور اس کے بعد سے پھر کسی کے کہنے کو باور نہیں کیا۔

اس واقعہ کے فورا بعد امام موسی کاظم علیہ السلام کا خط علی بن یقطین کے پاس پہنچا جس میں مرقوم تھا کہ خدشہ دور ہو گیا "توضاء کما امرک اللہ" اب تم اسی طرح وضو کرو، جس طرح خدا نے حکم دیا ہے یعنی اب الٹا وضو نہ کرنا، بلکہ سیدھا اور صحیح

وضوکرنا اور تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ انگلیوں کے سرے سے کعبین تک پاؤں کا مسح ہونا چاہئے (اعلام الوری ص ۱۷۰ ،مناقب جلد ۵ ص ۵۸) ۔

وزیر اعظم علی بن یقطین کو امام موسی کاظم کی فہمایش

علامہ حسین بن عبدالوہاب تحریر فرماتے ہیں کہ "محمدبن علی صوفی کا بیان ہے کہ ابراہیم جمال (جو امام موسی کاظم کے صحابی تھے) نے ایک دن ابوالحسن علی بن یقطین سے ملاقات کے لیے وقت چاہا انہوں نے وقت نہ دیا، اسی سال وہ حج کے لیے گئے اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بھی تشریف لے گئے ابن یقطین حضرت سے ملنے کے لیے گئے انہوں نے ملنے سے انکار کردیا، ابن یقطین کو بڑا تعجب ہوا، راستے میں ملاقات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ تم نے ابراہیم سے ملاقات کرنے سے انکار کیا تھا اس لیے میں بھی تم سے نہیں ملا اور اس وقت تک نہ ملوں گا جب تک تم ان س معافی نہ مانگو گے اور انہیں راضی نہ کروگے، ابن یقطین نے عرض کی مولا میں مدینہ میں ہوں اور وہ کوفہ میں ہیں، فوری ملاقات کیسے ہو سکتی ہے، فرمایا تم تنہا بقیع میں جاؤ، ایک اونٹ تیار ملے گا اور اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ کے لیے روانہ ہو چشم زدن میں وہاں پہنچ جاؤ گے چنانچہ وہ گئے اور اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ پہنچے، ابراہیم کے دروازہ پردق الباب کیا آواز آئی کون ہے؟ کہا میں ابن یقطین ہوں، انہوں نے کہا، تمہارا میرے دروازہ پر کیا کام ہے؟ ابن یقطین نے جواب دیا، سخت مصیبت میں بتلا ہوں، خدا کے لیے ملنے کا وقت دو، چنانچہ انہوں نے اجازت دی، ابن یقطین نے قدموں پر سر رکھ کر معافی مانگی اور سارا واقعہ کہہ سنایا ابراہیم نے معافی دی پھر اسی اونٹ پر سوار ہو کر چشم زدن میں مدینہ پہنچے اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام نے بھی معاف کردیا اور ملاقات کا وقت دے کر گفتگو فرمائی (عیون المعجزات ص ۱۲۳ طبع ملتان)۔

امام موسی کاظم اور فدک کے حدود اربعہ

علامہ یوسف بغدادی سبط ابن جوزی حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ہارون الرشید نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے کہا کہ آپ فدک لینا چاہیں تو میں دیدوں، آپ نے فرمایا کہ میں جب اس کے حدود بتاؤں گا تو تو اسے دینے پر راضی نہ ہوگا اور میں اسی وقت لے سکتا ہوں جب اس کے پورے حدود دئیے جائیں، اس نے پوچھا اس کے حدود کیا ہیں فرمایا پہلی حد، عدن ہے دوسری سمرقند ہے تیسری حد افریقہ ہے چوتھی حد سیف البحر ہے جو خزر اور آرمینیہ کے قریب ہے یہ سن کر ہارون رشید آگ بگولہ ہوگیا اور کہنے لگا کہ پھر ہمارے لیے کیا رہا؟ حضرت نے فرمایا کہ اسی لیے تو میں نے لینے سے انکار کیا تھا اس واقعہ کے بعد ہی سے ہارون رشید حضرت کے درپئے قتل ہوگیا (خواص الامۃ علامہ سبط ابن جوزی س ۴۱۶) ۔

امام موسی کاظم علیہ السلام کے دوبارہ گرفتاری

علامہ ابن شہرآشوب، علامہ طبرسی، علامہ اربلی، علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ۷۰ - ۱۶۹ ھ میں ہادی کے بعدہارون تخت خلافت پر بیٹھا، سلطنت عباسیہ کے قدیم روایات جوسادات بنی فاطمہ کی مخالفت میں تھے اس کے پیش نظر تھے، خوداس کے باپ منصور کارویہ جوامام صادق علیہ السلام کے خلاف تھا، اسے معلوم تھا، اس کا یہ ارادہ کے جعفر صادق کے جانشین کو قتل کرڈالا جائے، یقینا اس کے بیٹے ہاؤوں کو معلوم ہوچکا ہوگا، وہ توامام جعفر صادق علیہ السلام کی حکیمانہ وصیت کا اخلاقی دباؤ تھا جس نے منصور کے ہاتھ باندھ دئے تھے اورپھر شہربغداد کی تعمیر کی مصروفیت تھی جس نے اسے اس جانب متوجہ نہ ہونے دیا تھا، اب ہارون کے لیے سب سے پہلے یہی تصور پیدا ہوسکتا تھا کہ اس روحانیت کے مرکزکو جومدینہ کے محلہ بنی ہاشم میں قائم ہے توڑنے کی کوشش کی جائے، مگرایک طرف امام موسی کاظم علیہ السلام کا محتاط اورخاموش طرز عمل اوردوسری طرف سلطنت کی اندرونی مشکلات ان کی وجہ سے نوبرس تک ہارون رشید کو بھی کسی کھلے ہوئے تشدد کا امام کے خلاف موقع نہ ملا۔

اسی دوران میں عبداللہ ابن حسن کے فرزندیحی کا واقعہ درپیش ہوااوروہ امان دئیے جانے کے بعد تمام عہدوپیمان توڑکردردناک طریقے پرقید رکھے گئے اورپھر قتل کئے گئے باوجودیکہ یحی کے معاملات سے امام موسی کاظم علیہ السلام کوکسی طرح کا سروکارنہ تھا، بلکہ واقعات سے ثابت ہوتاہے کہ حضرت ان کوحکومت کی مخالفت سے منع فرماتے تھے مگرعداوت بنی فاطمہ کا جذبہ جویحی بن عبداللہ کی مخالفت کے بہانے سے ابھرگیا تھا، اس کی زدسے امام موسی کاظم علیہ السلام بھی محفوظ نہ رہ سکے، ادھریحی بن خالد برمکی نے جووزیر اعظم تھا، امین (فرزندہارون رشید) کے اتالیق جعفربن محمداشعث کی رقابت میں اس کے خلاف یہ الزام قائم کیاکہ یہ امام موسی کاظم علیہ السلام کے شیعوں میں سے ہے اوران کے اقتدارکا خواہاں ہے۔

براہ راست اس کا مقصدہارون کوجعفرسے برگشتہ کرنا تھا، لیکن بالواسطہ اس کا تعلق حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے ساتھ بھی تھا اس لئے ہارون کو حضرت کی ضرررسانی کی فکرپیدا ہوگئی اسی دوران میں یہ واقعہ ہواکہ ہارون رشیدحج کے ارادہ سے مکہ معظمہ میں آیا اتفاق سے اسی سال حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بھی حج کوتشریف لائے ہوئے تھےہارون نے اپنی آنکھوں سے اس عظمت ومرجعیت کا مشاہدہ کیاجو مسلمانوں میں امام موسی کاظم کے متعلق پائی جاتی تھی اس سے اس کے حسد کی آگ بھڑک اٹھی اس کے بعداس میں محمدبن اسماعیل کی مخالفت نے اوراضافہ کردیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اسماعیل، امام جعفر صادق علیہ السلام کے بڑے فرزند تھے اوراس لیے ان کی زندگی میں عام طورپر لوگوں کا خیال یہ تھا، کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے قائم مقام ہوں گے مگر ان کا انتقال امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں ہوگیا اورلوگوں کا یہ خیال غلط ثابت ہوا، پھربھی بعض سادہ لوح اس اصحاب اس خیال پررہے کہ جانشینی کا حق اسماعیل اوراولاداسماعیل میں منحصرہے انہوں نے امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہیں کیاچنانچہ اسماعیلیہ فرقہ بن گیا

مختصر تعداد میں صحیح اب بھی دنیا میں موجود ہے محمد ان ہی اسماعیل کے فرزند تھے اور اس لیے امام موسی کاظم علیہ السلام سے ایک طرح کی مخالفت پہلے سے رکھتے تھے مگر چونکہ ان کے ماننے والوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ افراد کوئی نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے اس لیے ظاہری طور پر امام موسی کاظم کے یہاں آمدورفت رکھتے تھے اور ظاہری طور پر قرابت داری کے تعلقات قائم کئے ہوئے تھے۔

ہارون رشید نے امام موسی کاظم علیہ السلام کی مخالفت کی صورتوں پر غور کرتے ہوئے یحی برمکی سے مشورہ لیا، کہ میں چاہتا ہوں کہ اولاد ابوطالب میں سے کسی کو بلا کر اس سے موسی بن جعفر کے پورے حالات دریافت کروں یحی جو خود بھی عداوت بنی فاطمہ میں ہارون سے کم نہ تھا اس نے محمد بن اسماعیل کا پتہ دیا، کہ آپ ان کو بلا کر دریافت کریں، تو صحیح حالات معلوم ہوسکیں گے، چنانچہ اسی وقت محمد بن اسماعیل کے نام خط لکھا گیا۔

شہنشاہ وقت کا خط جو محمد بن اسماعیل کو پہنچا تو اس نے اپنی دنیاوی کامیابی کا بہترین ذریعہ سمجھ کر فورا بغداد جانے کا ارادہ کرلیا مگر ان دنوں ہاتھ بالکل خالی تھا، اتنا روپیہ پاس موجود نہ تھا کہ سامان سفر کرتے، مجبورا اسی ڈیوڑھی پر آنا پڑا جہاں کرم وعطاء میں دوست اور دشمن کی تفریق نہ تھی امام موسی کاظم علیہ السلام کے پاس آکر بغداد جانے کا ارادہ ظاہر کیا حضرت خوب سمجھتے تھے کہ اس بغداد کے سفر کا پس منظر اور اس کی بنیاد کیا ہے حجت تمام کرنے کی غرض سے آپ نے سفر کا سبب دریافت کیا انہوں نے اپنی پریشان حالی بیان کرتے ہوئے کہا قرضدار بہت ہوگیا ہوں، خیال کرتا ہوں کہ شاید وہاں جا کر کوئی صورت بسر اوقات کی نکلے اور میرا قرضہ ادا ہوجائے حضرت نے فرمایا، وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا تمام قرضہ ادا کردوں گا اور جہاں تک ہوگا تمہارے ضروریات زندگی بھی پورے کرتا رہوں گا۔

افسوس ہے کہ محمد نے اس کے بعد بھی بغداد جانے کا ارادہ نہیں بدلا چلتے وقت حضرت سے رخصت ہونے لگے تو عرض کیا کہ مجھے وہاں کے متعلق کچھ ہدایت فرمائی جائے، حضرت نے اس کا کچھ جواب نہ دیا جب انہوں نے کئی مرتبہ اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ "بس اتنا خیال رکھنا کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا، اور میرے بچوں کی یتیمی کا باعث نہ بننا" محمد نے اس کے بعد بہت کہا کہ یہ بھلا کونسی بات ہے جو مجھ سے کہی جاتی ہے کچھ اور ہدایت فرمائیے حضرت نے اس کے علاوہ کچھ کہنے سے انکار کیا، جب وہ چلنے لگا تو حضرت نے ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم انہیں مصارف سفر کے لیے عطا فرمائے نتیجہ وہی ہوا، جو حضرت کے پیش نظر تھا، محمد بن اسماعیل بغداد پہنچے اور وزیر اعظم برمکی کے مہمان ہوئے اس کے بعد یحی کے ساتھ ہارون کے دربار میں پہنچے، مصلحت وقت کی بنا پر بہت تعظیم وتکریم کی گئی، اثناء گفتگو میں ہارون نے مدینہ کے حالات دریافت کئے محمد نے انتہائی غلط بیانیوں کے ساتھ وہاں کے حالات کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ "میں نے آج تک نہیں دیکھا اور نہ سنا کہ ایک ملک میں دو بادشاہ ہوں"۔

اس نے کہا: کہ اس کا مطلب ؟ محمد نے کہا کہ بالکل اسی طرح جیسے آپ بغداد میں سلطنت کر رہے ہیں، موسی کاظم مدینہ میں اپنی سلطنت قائم کئے ہوئے ہیں، اطراف ملک سے ان کے پاس خراج پہنچتا ہے اور وہ آپ کے مقابلہ کے دعوے دار ہیں انہوں نے

تیس ہزار اشرفی کی ایک زمین خریدی ہے جس کا نام "سیریہ" (شبلنجی) یہی وہ باتیں تھیں جن کے کہنے کے لیے یحی برمکی نے محمد کو منتخب کیا تھا، ہارون کا غیظ و غضب انتہائی اشتعال کے درجہ تک پہنچ گیا اس نے محمد کو دس ہزار دینار عطا کر کے رخصت کیا خدا کا کرنا یہ کہ محمد کو اس رقم سے فائدہ اٹھانے کا ایک دن بھی موقع نہیں ملا، اسی شب کو ان کے حلق میں درد پیدا ہوا، غالبا "خناق" ہو گیا اور صبح ہوتے ہوتے وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہارون کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اشرفیوں کے توڑے واپس منگوا لیے ،مگر محمد کی باتوں کا اثر اس کے دل پر ایسا جم گیا تھا کہ اس نے یہ طے کر لیا کہ امام موسی کاظم کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

چنانچہ ۱۷۹ ھ میں پھر ہارون رشید نے مکہ کا سفر کیا اور وہاں سے مدینہ منورہ گیا، دو ایک روز قیام کے بعد کچھ لوگ امام موسی کاظم علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ کیے جب یہ لوگ امام کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت روضئہ رسول اللہ پر ہیں ان لوگوں نے روضئہ رسول کی عزت کا بھی خیال نہ کیا حضرت اس وقت قبر رسول کے نزدیک نماز میں مشغول تھے بے رحم دشمنوں نے آپ کو نماز کی حالت میں قید کر لیا، اور ہارون کے پاس لے گئے مدینہ رسول کے رہنے والوں میں بے حسی اس کے پہلے بھی بہت دفعہ دیکھی جا چکی تھی یہ بھی اس کی ایک مثال تھی کہ رسول کا فرزند روضہ رسول سے اس طرح گرفتار کر کے لے جایا جا رہا تھا مگر نام و نہاد مسلمانوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو کسی طرح کی آواز احتجاج بلند کرتا، یہ ۲۰/ شوال ۱۷۹ ھ کا واقعہ ہے۔

ہارون نے اس اندیشہ سے کہ کوئی جماعت امام موسی کاظم کو رہا کرانے کی کوشش نہ کرے، دو محملیں تیار کرائیں ایک میں امام موسی کاظم کو سوار کرایا اور اس کی ایک بہت بڑی فوجی جمعیت کے حلقہ میں بصرہ روانہ کیا اور دوسری محمل جو خالی تھی اسے بھی اتنی ہی جمعیت کی حفاظت میں بغداد روانہ کیا مقصد یہ تھا کہ آپ کے محل قیام اور قید کی جگہ کو بھی مشکوک بنا دیا جائے یہ نہایت حسرتناک واقعہ تھا کہ امام کے اہل حرم اور بچے وقت رخصت آپ کو دیکھ بھی نہ سکے اور اچانک محل سرا میں صرف یہ اطلاع پہنچ سکی کہ حضرت سلطنت وقت کی طرف سے قید کر لیے گئے اس سے بیویوں اور بچوں میں کہرام برپا ہو گیا اور یقینا امام کے دل پر بھی اس کا صدمہ ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے مگر آپ کے ضبط و صبر کی طاقت کے سامنے ہر مشکل آسان تھی۔

معلوم نہیں کتنے ہیر پھیر سے راستہ طے کیا گیا تھا کہ پورے ایک مہینہ سترہ روز کے بعد ۷/ ذی الحجہ کو آپ بصرہ پہنچائے گئے ایک سال تک آپ بصرہ میں قید رہے یہاں کا حاکم ہارون کا چچازاد بھائی عیسی بن جعفر تھا، شروع میں تو اسے صرف بادشاہ کے حکم کی تعمیل مدنظر تھی، بعد میں اس نے غور کرنا شروع کیا کہ آخر ان کے قید کئے جانے کا سبب کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اس کو امام علیہ السلام کے حالات اور سیرت زندگی اور اخلاق و اوصاف کی جستجو کا موقع بھی ملا، اور جتنا اس نے امام کی سیرت کا مطالعہ کیا اتنا اس کے دل پر آپ کی بلندی اخلاق اور حسن کردار کا اثر قائم ہوتا گیا اپنے ان اثرات سے اس نے ہارون کو مطلع بھی کر دیا، ہارون پر اس کا الٹا اثر ہوا کہ عیسی کے متعلق بدگمانی پیدا ہو گئی اس لیے اس نے امام موسی کاظم علیہ السلام کو بغداد میں بلا بھیجا اور فضل بن ربیع کی حراست میں دیدیا اور پھر فضل کا رجحان شیعیت کی طرف محسوس کر کے یحی برمکی کو اس کے لیے مقرر کیا معلوم ہوتا ہے کہ امام

موسی کاظم علیہ السلام کے اخلاق واوصاف کی کشش ہرایک پر اثر ڈالتی تھی اس لیے ظالم بادشاہ کونگرانوں کی تبدیلی کی ضرورت پڑتی تھی سب سے آخر میں امام علیہ السلام "سندی بن شاہک" کے قیدخانہ میں رکھے گئے یہ بہت ہی بے رحم اور سخت دل تھا ملاحظہ ہو(مناقب جلد ۵ ص ۶۸ ، اعلام الوری ص ۱۸۰ ، کشف الغمہ ص ۱۰۸ ، نورالابصار ص ۱۳۶ ، سوانح امام موسی کاظم ص ۱۵)۔

امام علیہ السلام کا قیدخانہ میں امتحان اور علم غیب کا مظاہرہ

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں آپ ہارون رشید کے قیدخانہ کی سختیاں برداشت فرمارہے تھے امام ابوحنیفہ کے شاگردرشیدابویوسف اورمحمدبن حسن ایک شب قیدخانہ میں اس لیے گئے کہ آپ کے بحرعلم کی تھاہ معلوم کریں اوردیکھیں کہ آپ علم کے کتنے پانی میں ہیں وہاں پہنچ کران لوگوں نے سلام کیا،امام علیہ السلام نے جواب سلام عنایت فرمایا،ابھی یہ حضرات کچھ پوچھنے نہ پائے تھے کہ ایک ملازم ڈیوٹی ختم کرکے گھرجاتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض پردازہواکہ میں کل واپس آؤں گااگرکچھ منگاناہوتومجھ سے فرمادیجیے میں لیتاآؤں گا آپ نے ارشادفرمایامجھے کسی چیزکی ضرورت نہیں ، جب وہ چلاگیاتوآپ نے ابویوسف وغیرہ سے کہاکہ یہ بیچارہ مجھ سے کہتاہے کہ میں اس سے اپنی حاجت بیان کروں تاکہ یہ کل اس کی تکمیل وتعمیل کردے لیکن اسے خبرنہیں ، کہ یہ آج رات کووفات پاجائے گا،ان حضرات نے جویہ سناتوسوال وجواب کئے بغیرہی واپس چلے آئے اورآپس میں کہنے لگے کہ ہم ان سے حلال وحرام ،واجب وسنت کے متعلق سوالات کرناچاہتاتھے "فاخذیتکلم معناعلم الغیب"مگریہ توہم سے علم غیب کی باتیں کررہے تھے اس کے بعدان دونوں حضرات نے اس ملازم کے حالات کاپتہ لگایا،تومعلوم ہواکہ وہ ناگہانی طورپررات ہی میں وفات کرگیایہ معلوم کرکے یہ حضرات سخت متعجب ہوئے(نورالابصار ص ۱۴۶)۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعدیہ حضرات پھرامام علیہ السلام کی خدمت میں حاضرہوکرعرض پردازہوئے کہ ہمیں معلوم تھاکہ آپ کوصرف علم حلال وحرام ہی میں مہارت حاصل ہے لیکن قیدخانہ کے ملازم نے واضح کردیا،کہ آپ علم المنایااورعلم غیب بھی جانتے ہیں آپ نے ارشادفرمایاکہ یہ علم ہمارے لیے مخصوص ہے اس کی تعلیم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کودی تھی ، اوران سے یہ علم ہم تک پہنچاہے۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ جب ہارون رشیدن بصرہ میں ایک سال قیدرکھنے کے بعدعیسی ابن جعفروالی بصرہ کولکھاکہ موسی بن جعفر(امام موسی کاظم)کوقتل کرکے بادشاہ کوان کے وجودسے سکون دے دیے تواس نے اپنے ہمدردوں سے مشورہ کے بعدہارون رشیدکولکھاکہ اے بادشاہ امام موسی کاظم علیہ السلام میں میں نے اس ایک سال کے اندرکوئی برائی نہیں دیکھی یہ شب

وروزنمازروزہ میں مصروف ومشغول رہتے ہیں عوام اورحکومت کے لیے دعائے خیرکیاکرتے ہیں اورملک کی فلاح وبہبود کے خواہشمندہیں بھلامجھ سے کیونکرہوسکتاہے کہ میں انہیں قتل کرکے اپنی عاقبت بگاڑوں ۔

"اے بادشاہ ! میں ان کے قتل کرنے میں اپنے انجام اوراپنی عاقبت کی تباہی دیکھ رہاہوں اورسخت حرج محسوس کرتاہوں ، لہذاتومجھے اس گناہ عظیم کے ارتکاب سے معاف کربلکہ مجھے حکم دیدے کہ میں انہیں قید مشقت سے رہاکردوں اس خط کے پانے کے بعدہارون رشیدنے اخرمیں یہ کام سندی بن شاہک کے حوالہ کیا اوراسی سے آپ کوزہردلواکرشہیدکرادیازہرکھانے کے بعدآپ تین روزتک تڑپتے رہے،یہاں تک کہ وفات پاگئے (نورالابصار ص ۱۳۷) ۔

علامہ جامی لکھتے ہیں کہ زہرکھاتے ہی آپ نے فرمایاکہ آج مجھے زہردیاگیا ہے کل میرابدن زردہوجائیگا اورتیسرے سیاہ ہوگا اوراسی دن میں اس دنیاسے رخصت ہوجاؤں گاچنانچہ ایساہی ہوا(شواہدالنبوت ص ۱۹۳) ۔

علامہ ابن حجرمکی لکھتے ہیں کہ ہارون رشیدنے آپ کوبغدادمیں قیدکردیا "فلم یخرج من حبسہ الاپتامقیدا" اورتاحیات قیدرکھاآپ کی وفات کے بعدوفات کے بعد ہتھکڑی اوربیڑی کٹوائی گئی آپ کی وفات ہارون رشیدکے زہرسے ہوئی جواس نے ابن شاہک کے ذریعہ سے دلوایا تھاجب آپ کوکھانے یاخرمہ میں زہردیاگیاتوآپ تین روزتک تڑپتے رہےیہاں تک کہ انتقال ہوگیا(صواعق محرقہ ۱۳۲ ، ارجح المطالب ص ۴۵۴)

علامہ ابن الساعی علی بن انجب بغدادی لکھتے ہیں کہ آپ کوزہرسے انتہائی مظلومی کی حالت میں شہیدکردیاگیا(اخبارالخلفاء) علامہ ابوالفداء لکھتے ہیں کہ قیدخانہ رشیدمیں آپ نے وفات پائی (ابوالفداء جلد ۲ ص ۱۵۱) ،علامہ دیاربکری لکھتے ہیں کہ آپ کوہارون رشیدکے حکم سے یحی بن خالدبرمکی

وزیراعظم نے خرمہ میں زہردے کرشہیدکردیا(تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲۰) ۔

علامہ جامی لکھتے ہیں کہ آپ کوہارون رشیدنے بغدادمیں لاکرتاعمرقیدرکھاآخرمیں اپنے وزیراعظم یحی برمکی کے ذریعہ سے قیدخانہ میں زہردلوایااورآپ وفات پاگئے (شواہدالنبوت ص ۱۹۳) ۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ کوکئی مرتبہ زہردیاگیالیکن آپ ہربارمحفوظ رہے ایک مرتبہ آپ نے وہ خرمہ اٹھاکرجس میں زہرتھا زمین پرپھینک دیاجسے ہارون کے کتے نے کھالیااوروہ مرگیا کتے کے مرنے کی خبرسے ہارون رشیدکو شدید رنج ہوااوراس نے خادم سے سخت بازپرس کی (جلاء العیون ص ۲۷۶) ۔

تعداداولاد

صواعق محرقہ میں ہے کہ آپ کے ۳۷ اولادتھی

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

ولادت باسعادت

علماء ومورخین کا بیان ہے کہ آپ بتاریخ ۱۱/ ذی قعدہ ۱۵۳ ھ یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ہیں (اعلام الوری ص ۱۸۲، جلاء العیون ص ۲۸۰، روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۳، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷)

آپ کی ولادت کے متعلق علامہ مجلسی اور علامہ محمد پارسا تحریر فرماتے ہیں کہ جناب ام البنین کا کہنا ہے کہ جب تک امام علی رضا علیہ السلام میرے بطن میں رہے مجھے گل کی گرانباری مطلقا محسوس نہیں ہوئی، میں اکثر خواب میں تسبیح و تہلیل اور تمہید کی آوازیں سنا کرتی تھی جب امام رضا علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ نے زمین پر تشریف لاتے ہی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دئے اور اپنا فرق مبارک آسمان کی طرف بلند کر دیا آپ کے لبہائے مبارک جنبش کرنے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ خدا سے کچھ باتیں کررہے ہیں، اسی اثناء میں امام موسی کاظم علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں خداوندعالم کی یہ عنایت وکرامت مبارک ہو، پھر میں نے مولود مسعود کو آپ کی آغوش میں دیدیا آپ نے اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ "بگیر این راکہ بقیہ خدا است درزمین حجت خدا ست بعدازمن" اسے لے لو یہ زمین پرخدا کی نشانی ہے اور میرے بعد حجت اللہ کے فرائض کا ذمہ دار ہے ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ آپ دیگر آئمہ علیہم السلام کی طرح مختون اور ناف بریدہ متولد ہوئے تھے (فصل الخطاب وجلاء العیون ص ۲۷۹)۔

نام، کنیت، القاب

آپ کے والد ماجد حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے لوح محفوظ کے مطابق اور تعیین رسول صلعم کے موافق آپ کو "اسم علی" سے موسوم فرمایا، آپ آل محمد، میں کے تیسرے "علی" ہیں (اعلام الوری ص ۲۲۵، مطالب السئول ص ۲۸۲)۔

آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور آپ کے القاب صابر، زکی، ولی، رضی، وصی تھے واشہرہا الرضاء اور مشہورترین لقب رضا تھا (نورالابصار ص ۱۲۸ وتذکرۃ خواص الامۃ ص ۱۹۸)۔

لقب رضا کی توجیہ

علامہ طبرسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو رضا اس لیے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین میں خداوعالم، رسول اکرم اور آئمہ طاہرین، نیز تمام مخالفین وموافقین آپ سے راضی تھے (اعلام الوری ص ۱۸۲) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ بزنطی نے حضرت امام محمد تقی علیہ

السلام سے لوگوں کی افواہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہاکہ آپ کے والدماجد کو لقب رضا سے مامون رشید نے ملقب کیا تھا آپ نے فرمایاہرگزنہیں یہ لقب خداورسول کی خوشنودی کاجلوہ بردارہے اورخاص بات یہ ہے کہ آپ سے موافق ومخالف دونوں راضی اورخوشنودتھے (جلاء العیون ص ۲۷۹ ،روضۃ الصفاجلد ۳ ص ۱۲) ۔

آپ کی تربیت

آپ کی نشوونمااورتربیت اپنے والدبزرگوارحضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زیرسایہ ہوئی اوراسی مقدس ماحول میں بچپنااورجوانی کی متعددمنزلیں طے ہوئیں اور ۳۰ برس کی عمرپوری ہوئی اگرچہ آخری چندسال اس مدت کے وہ تھے جب امام موسی کاظم اعراق میں قیدظلم کی سختیاں برداشت کررہے تھے مگراس سے پہلے ۲۴ یا ۲۵/ برس آپ کوبرابراپنے پدربزرگوارکے ساتھ رہنے کاموقع ملا۔

بادشاہان وقت

آپ نے اپنی زندگی کی پہلی منزل سے تابہ عہدوفات بہت سے بادشاہوں کے دوردیکھے آپ ۱۵۳ ھ میں بہ عہدمنصوردوانقی متولدہوئے (تاریخ خمیس) ۱۵۸ ھ میں مہدی عباسی ۱۶۹ ھ میں ہادی عباسی ۱۷۰ ھ میں ہارون رشیدعباسی ۱۹۴ ھ میں امین عباسی ۱۹۸ ھ میں مامون رشید عباسی علی الترتیب خلیفہ وقت ہوتے رہے (ابن الوردی حبیب السیرابوالفداء)۔
آپ نے ہرایک کادوربچشم خوددیکھااورآپ پدربزرگوارنیزدیگراولادعلی وفاطمہ کے ساتھ جوکچھ ہوتارہا، اسے آپ ملاحظہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ۲۳۰ ھ میں آپ دنیاسے رخصت ہوگئے اورآپ کوزہردے کرشہیدکردیاگیا۔

جانشینی

آپ کے پدربزرگوارحضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کومعلوم تھاکہ حکومت وقت جس کی باگ ڈوراس وقت ہارون رشیدعباسی کے ہاتھوں میں تھی آپ کوآزادی کی سانس نہ لینے دے گی اورایسے حالات پیش آجائیں گے کہ آب کی عمرکے آخری حصہ میں اوردنیاکوچھوڑنے کے موقع پردوستان اہلبیت کاآپ سے ملنایابعدکے لیے راہنماکادریافت کرناغیرممکن ہوجائے گااس لیے آپ نے انہیں ازادی کے دنوں اورسکون کے اوقات میں جب کہ آپ مدینہ میں تھے پیروان اہلبیت کواپنے بعدہونے والے امام سے روشناس کرانے کی ضرورت محسوس فرمائی چنانچہ اولادعلی وفاطمہ میں سے سترہ آدمی جوممتازحیثیت رکھتے تھے انہیں جمع فرماکراپنے فرزندحضرت علی رضاعلیہ السلام کی وصایت اورجانشینی کااعلان فرمادیا اورایک وصیت نامہ تحریرابھی مکمل فرمایا جس

پرمدینہ کے معززین میں سے ساٹھ آدمیوں کی گواہی لکھی گئی یہ اہتمام دوسرے آئمہ کے یہاں نظرنہیں آیا صرف ان خصوصی حالات کی بناء پرجن سے دوسرے آئمہ اپنی وفات کے موقعہ پردوچارنہیں ہونے والے تھے۔

امام موسی کاظم کی وفات اورامام رضاکے درامامت کاآغاز

۱۸۳ ھ میں حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے قیدخانہ ہارون رشیدمیں اپنی عمرکاایک بہت بڑاحصہ گذارکردرجہ شہادت حاصل فرمایا، آپ کی وفات کے وقت امام رضاعلیہ السلام کی عمرمیری تحقیق کے مطابق تیس سال کی تھی والدبزرگوارکی شہادت کے بعدامامت کی ذمہ داریاں آپ کی طرف منتقل ہوگئیں یہ وہ وقت تھا جب کہ بغدادمیں ہارون رشیدتخت خلافت پرمتمکن تھا اوربنی فاطمہ کے لیے حالات بہت ہی ناسازگارتھے۔

ہارونی فوج اورخانہ امام رضاعلیہ السلام

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے بعددس برس ہارون رشیدکادوررہایقینا وہ امام رضاعلیہ السلام کے وجودکوبھی دنیامیں اسی طرح برداشت نہیں کرسکتا تھا جس طرح اس کے پہلے آپ کے والدماجدکارہنا اس نے گوارانہیں کیامگریاتوامام موسی کاظم علیہ السلام کے ساتھ جوطویل مدت تک تشدداورظلم ہوتارہا اورجس کے نتیجہ میں قیدخانہ ہی کے اندرآپ دنیاسے رخصت ہوگئے اس سے حکومت وقت کی عام بدنامی ہوگئی تھی اوریاواقعی ظالم کوبدسلوکیوں کااحساس اورضمیرکی طرف سے ملامت کی کیفیت تھی جس کی وجہ سے کھلم کھلاامام رضاکے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی تھی لیکن وقت سے پہلے اس نے امام رضاعلیہ السلام کوستانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیاحضرت کے عہدہ امامت کوسنبھالتے ہی ہارون رشیدنے آپ کاگھرلٹوادیا، اورعورتوں کے زیوارت اورکپڑے تک اتروالیے تھے۔

تاریخ اسلام میں ہے کہ ہارون رشیدنے اس حوالہ اوربہانے سے کہ محمدبن جعفرصادق علیہ السلام نے اس کی حکومت وخلافت سے انکارکردیاہے ایک عظیم فوج عیسی جلودی کی ماتحتی میں مدینہ منورہ بھیج کرحکم دیاکہ علی وفاطمہ کی تمام اولادکی بالکل ہی تباہ وبربادکردیاجائے ان کے گھروں میں آگ لگادی جائے ان کے سامان لوٹ لیے جائیں اورانہیں اس درجہ مفلوج اورمفلوک کردیاجائے کہ پھران میں کسی قسم کے حوصلہ کے ابھرنے کاسوال ہی پیدانہ ہوسکے اورمحمدبن جعفرصادق کوگرفتارکرکے قتل کردیاجائے، عیسی جلودی نے مدینہ پہنچ کرتعمیل حکم کی سعی بلیغ کی اورہرممکن طریقہ سے بنی فاطمہ کوتباہ وبربادکیا، حضرت محمدبن جعفرصادق علیہ السلام نے بھرپورمقابلہ کیا لیکن آخرمیں گرفتارہوکرہارون رشیدکے پاس پہنچادیئے گئے۔

عیسی جلودی سادات کرام کو لوٹ کر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے دولت کدہ پر پہنچا اور اس نے خواہش کی کہ وہ حسب حکم ہارون رشید، خانہ امام میں داخل ہو کر اپنے ساتھیوں سے عورتوں کے زیورات اور کپڑے اتارے، امام علیہ السلام نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا، میں خود تمہیں سارا سامان لا کر دئے دیتا ہوں پہلے تو وہ اس پر راضی نہ ہوا لیکن بعد میں کہنے لگا کہ اچھا آپ ہی اتار لائیے آپ محل سرا میں تشریف لے گئے اور آپ نے تمام زیورات اور سارے کپڑے ایک ستر پوش چادر کے علاوہ لا کر دیدیا اور اسی کے ساتھ ساتھ اثاث البیت نقد و جنس یہاں تک کہ بچوں کے کان کے بندے سب کچھ اس کے حوالہ کر دیا وہ ملعون تمام سامان لے کر بغداد روانہ ہوگیا، یہ واقعہ آپ کے آغاز امامت کا ہے۔

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جعفر صادق کے واقعہ سے امام علی رضا علیہ السلام کا کوئی تعلق نہ تھا وہ اکثر اپنے چچا محمد کو خاموشی کی ہدایت اور صبر کی تلقین فرمایا کرتے تھے ابو الفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جعفر نہایت متقی اور پرہیزگار شخص تھے کسی ناصبی نے دستی کتبہ لکھ کر مدینہ کی دیواروں پر چسپاں کر دیا تھا جس میں حضرت علی و فاطمہ کے متعلق ناسزا الفاظ تھے یہی آپ کے خروج کا سبب بنا۔

آپ کی بیعت لفظ امیر المومنین سے کی گئی آپ جب نماز کو نکلتے تھے تو آپ کے ساتھ دو سو صلحا و اتقیا ہوا کرتے تھے علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ امام موسی کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد صفوان بن یحی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ مولا ہم آپ کے بارے میں ہارون رشید سے بہت خائف ہیں ہمیں ڈر ہے کہ یہ کہیں آپ کے ساتھ وہی سلوک نہ کرے جو آپ کے والد کے ساتھ کر چکا ہے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو اپنی سعی کرے گا لیکن مجھ پر کامیاب نہ ہوسکے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حالات نے اسے کچھ اس اس درجہ آخر میں مجبور کر دیا تھا کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکا یہاں تک کہ جب خالد بن یحی برمکی نے اس سے کہا کہ امام رضا اپنے باپ کی طرح امر امامت کا اعلان کرتے اور اپنے کو امام زمانہ کہتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ہم جو ان کے ساتھ کر چکے ہیں وہی ہمارے لیے کافی ہے اب تو چاہتا ہے کہ "ان نقتلهم جميعا" ہم سب کے سب کو قتل کر ڈالیں، اب میں ایسا نہیں کروں گا (نور الابصار ص ۱۴۴ طبع مصر)۔

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ پھر بھی ہارون رشید کا اہلبیت رسول سے شدید اختلاف اور سادات کے ساتھ جو برتاؤ اب تک رہا تھا اس کی بناء پر عام طور سے عمال حکومت یا عام افراد بھی جنہیں حکومت کو راضی رکھنے کی خواہش تھی اہلبیت کے ساتھ کوئی اچھا رویہ رکھنے پر تیار نہیں ہوسکتے تھے اور نہ امام کے پاس آزادی کے ساتھ لوگ استفادہ کے لیے آسکتے تھے نہ حضرت کو سچے اسلامی احکام کی اشاعت کے مواقع حاصل تھے۔

ہارون کا آخری زمانہ اپنے دونوں بیٹوں، امین اور مامون کی باہمی رقابتوں سے بہت بے لطفی میں گزرا، امین پہلی بیوی سے تھا جو خاندان شاہی سے منصور دوانقی کی پوتی تھی اور اس لیے عرب سردار سب اس کے طرف دار تھے اور مامون ایک عجمی کنیز کے

پیٹ سے تھا اس لیے دربار کا عجمی طبقہ اس سے محبت رکھتا تھا، دونوں کی آپس کی رسہ کشی ہارون کے لیے سوہان روح بنی ہوئی تھی اس نے اپنے خیال میں اس کا تصفیہ مملکت کی تقسیم کے ساتھ یوں کردیا کہ دارالسلطنت بغداد اور اس کے چاروں طرف کے عربی حصہ جیسے شام، مصر حجاز، یمن، وغیرہ محمد امین کے نام کئے اور مشرقی ممالک جیسے ایران، خراسان، ترکستان، وغیرہ مامون کے لیے مقرر کئے مگر یہ تصفیہ تو اس وقت کارگر ہوسکتا تھا جب جو دونوں فریق "جیو اور جینے دو" کے اصول پر عمل کرتے ہوتے لیکن جہاں اقتدار کی ہوس کارفرما ہو، وہاں بنی عباس میں ایک گھر کے اندر دو بھائی اگر ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں تو کیوں نہ ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ کاروائی کرنے پر تیار نظر آئے اور کیوں نہ ان طاقتوں میں باہمی تصادم ہو جب کہ ان میں سے کوئی اس ہمدردی اور ایثار اور خلق خدا کی خیر خواہی کا بھی حامل نہیں ہے جیسے بنی فاطمہ اپنے پیش نظر رکھ کر اپنے واقعی حقوق سے چشم پوشی کرلیا کرتے تھے اسی کا نتیجہ تھا کہ ادھر ہارون کی آنکھ بند ہوئی اور ادھر بھائیوں میں خانہ جنگیوں کے شعلے بھڑک اٹھے آخر چار برس کی مسلسل کشمکش اور طویل خونریزی کے بعد مامون کو کامیابی حاصل ہوئی اور اس کا بھائی امین محرم ۱۹۸ ھ میں تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا اور مامون کی خلافت تمام بنی عباس کے حدود سلطنت پر قائم ہوگئی۔

یہ سچ ہے کہ ہارون رشید کے ایام سلطنت میں آپ کی امامت کے دس سال گزرے اس زمانہ میں عیسی جلودی کی تاخت کے بعد پھر اس نے آپ کے معاملات کی طرف بالکل سکوت اور خاموشی اختیار کرلی اس کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں:

اول تو یہ کہ اس س سالہ زندگی کے ابتدائی ایام میں وہ آل برامکہ کے استیصال رافع بن لیث ابن تیار کے غدار فساد کے انسداد میں جو سمرقند کے علاقہ سے نمودار ہوکر ماوراء النہر اور حدود عرب تک پھیل چکا تھا ایسا ہمہ وقت اور ہمہ دم الجھا رہا کہ پھر اس کو ان امور کی طرف توجہ کرنے کی ذرا بھی فرصت نہ ملی

دوسرے یہ کہ اپنی دس سالہ مدت کے آخری ایام میں یہ اپنے بیٹوں میں ملک تقسیم کردینے کے بعد خود ایسا کمزور اور مجبور ہو گیا تھا کہ کوئی کام اپنے اختیار سے نہیں کرسکتا تھا نام کا بادشاہ بنا بیٹھا ہوا، اپنی زندگی کے دن نہایت عسرت اور تنگی کی حالتوں میں کاٹ رہا تھا اس کے ثبوت کے لیے واقعہ ذیل ملاحظہ فرمائیں:

صباح طبری کا بیان ہے کہ ہارون جب خراسان جانے لگا تو میں نہروان تک اس کی مشایعت کو گیا راستہ میں اس نے بیان کیا کہ ائے صباح تم اب کے بعد پھر مجھے زندہ نہ پاؤ گے میں نے کہا امیر المومنین ایسا خیال نہ کریں آپ انشاء اللہ صحیح وسالم اس سفر سے واپس آئیں گے یہ سن کر اس نے کہا کہ شاید تجھ کو میرا حال معلوم نہیں ہے آؤ میں دکھادوں، پھر مجھے راستہ کاٹ کر ایک سمت درخت کے نیچے لے گیا اور وہاں سے اپنے خواصوں کو ہٹا کر آپنے بدن کا کپڑا اٹھا کر مجھے دکھایا، تو ایک پارچہ ریشم شکم پر لپیٹا ہوا تھا، اور اس سے سارا بدن کسا ہوا تھا یہ دکھا کر مجھ سے کہا کہ میں مدت سے بیمار ہوں تمام بدن میں درد اٹھتا ہے مگر کسی سے اپنا حال نہیں کہہ سکتا تمہارے پاس بھی یہ راز امانت رہے میرے بیٹوں میں سے ہر ایک کا گماشتہ میرے اوپر مقرر ہے ماموں کی

طرف سے مسرور، امین کی جانب سے بختیشوع، یہ لوگ میری سانس تک گنتے رہتے ہیں، اور نہیں چاہتے کہ میں ایک روز بھی زندہ رہوں، اگر تم کو یقین نہ ہو تو دیکھو میں تمہارے سامنے گھوڑا سوار ہونے کو مانگتا ہوں، ایسا لاغر ٹٹو میرے لیے لائیں گے جس پر سوار ہو کر میں اور زیادہ بیمار ہو جاؤں، یہ کہہ کر گھوڑا طلب کیا واقعی ایسا ہی لاغر اڑیل ٹٹو حاضر کیا اس پر ہارون نے بے چون وچرا سوار ہو گیا اور مجھ کو وہاں سے رخصت کر کے جرجان کا راستہ پکڑ لیا (لمعۃ الضیاء ص ۹۲)۔

بہرحال ہارون رشید کی یہی مجبوریاں تھیں جنہوں نے اس کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مخالفانہ امور کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا ورنہ اگر اسے فرصت ہوتی اور وہ اپنی قدیم ذی اختیاری کی حالتوں پر قائم رہتا تو اس سلسلہ کی غارت گری وبربادی کو کبھی بھولنے والا نہیں تھا، مگر اس وقت کیا کر سکتا تھا اپنے ہی دست وپا اپنے اختیار میں نہیں تھے بہرحال حارون رشید اسی ضیق النفس مجبوری ناداری اور بے اختیاری کی غیر متحمل مصیبتوں میں خراسان پہنچ کر شروع ۱۹۳ ھ مر گیا۔

ان دونوں بھائیوں امین اور مامون کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ مامون تو پھر بھی سوجھ بوجھ اور اچھے کیرکٹر کا آدمی تھا لیکن امین عیاش، لاابالی اور کمزور طبیعت کا تھا سلطنت کے تمام حصوں، بازی گر، مسخرے اور نجومی جوتشی بلوائے، نہایت خوبصورت طوائف اور نہایت کامل گانے والیوں اور خواجہ سراوں کو بڑی بڑی رقمیں خرچ کر کے اور ناٹک کی ایک محفل مثل اندر سبھا کے ترتیب دی، یہ تھیٹر اپنے زرق برق سامانوں سے پریوں کا اکھاڑا ہوتا تھا سیوطی نے ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ امین اپنی بیویوں اور کنیزوں کو چھوڑ کر خصیوں سے لواطت کرتا تھا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۰)۔

امام علی رضا کا حج اور ہارون رشید عباسی

زمانہ ہارون رشید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اسی سال ہارون رشید بھی حج کے لیے آیا ہوا تھا خانہ کعبہ میں داخلہ کے بعد امام علی رضا علیہ السلام ایک دروازہ سے اور ہارون رشید دوسرے دروازہ سے نکلے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دوسرے دروازہ سے نکلنے والا جو ہم سے دور جارہا ہے عنقریب طوس میں دونوں ایک جگہ ہوں گے ایک روایت میں ہے کہ یحی ابن خالد برمکی کو امام علیہ السلام نے مکہ میں دیکھا کہ وہ رومال سے گرد کی وجہ سے منہ بند کئے ہوئے جارہا ہے آپ نے فرمایا کہ اسے پتہ بھی نہیں کہ اس کے ساتھ امسال کیا ہونے والا ہے یہ عنقریب تباہی کی منزل میں پہنچادیا جائے گا چنانچہ ایسا ہوی ہوا۔

راوی مسافر کا بیان ہے کہ حج کے موقع پر امام علیہ السلام نے ہارون رشید کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملاتے ہوئے فرمایا کہ میں اور یہ اسی طرح ایک ہو جائیں گے وہ کہتا ہے کہ میں اس ارشاد کا مطلب اس وقت سمجھا جب آپ کی شہادت واقع ہوئی

اوردونوں ایک مقبرہ میں دفن ہوئے موسی بن عمران کا کہنا ہے کہ اسی سال ہارون رشیدمدینہ منورہ پہنچا اورامام علیہ السلام نے اسے خطبہ دیتے ہوئے دیکھ کرفرمایاکہ عنقریب میں اورہارون ایک ہی مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے (نورالابصارص ۱۴۴)۔

حضرت امام رضاعلیہ السلام کامجددمذہب امامیہ ہونا

حدیث میں ہرسوسال کے بعد ایک مجدداسلام کے نمودوشہودکانشان ملتاہے یہ ظاہرہے کہ جواسلام کامجددہوگااس کے تمام ماننے والے اسی کے مسلک پرگامزن ہوں گے اورمجددکاجوبنیادی مذہب ہوگااس کے ماننے والوں کابھی وہی مذہب ہوگا، حضرت امام رضاعلیہ السلام جوقطعی طورپرفرزندرسول اسلام تھے وہ اسی مسلک پرگامزن تھے جس مسلک کی بنیادپیغمبراسلام اورعلی خیرالانام کاوجودذی وجودتھا یہ مسلمات سے ہے کہ آل محمد علیہم السلام پیغمبرعلیہ السلام کے نقش قدم پرچلتے تھے اورانہیں کے خدائی منشاء اوربنیادی مقصدکی تبلیغ فرمایاکرتے تھے یعنی آل محمدکامسلک وہ تھاجومحمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامسلک تھا۔

علامہ ابن اثیرجزری اپنی کتاب جامع الاصول میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام تیسری صدی ہجری میں اورثقۃ الاسلام علامہ کلینی چوتھی صدی ہجری میں مذہب امامیہ کے مجددتھے علامہ قونوی اورملامبین نے اسی کودوسری صدی کے حوالہ سے تحریرفرمایاہے (وسیلۃ النجات ص ۳۷۶ ،شرح جامع صغیر)۔

محدث دہلوی شاہ عبدالعزیزابن اثیرکاقول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن اثیرجذری صاحب جامع الاصول کہ حضرت امام علی بن موسی الرضامجددمذہب امامیہ دوقرن ثالث گفتہ است ابن اثیرجذری صاحب جامع الاصول نے حضرت امام رضاعلیہ السلام کوتیسری صدی میں مذہب امامیہ کامجددہوناظاہروواضح فرمایاہے (تحفہ اثناعشریہ کید ۸۵ ص ۸۳)

بعض علماء اہل سنت نے آپ کودوسری صدی کااوربعض نے تیسری صدی کامجددبتلایاہے میرے نزدیک دونوں درست ہے کیوں کہ دوسری صدی میں امام رضاعلیہ السلام کی ولادت اورتیسری صدی کے آغازمیں آپ کی شہادت ہوئی ہے ۔

حضرت امام رضاعلیہ السلام کے اخلاق وعادات اورشمائل وخصائل

آپ کے اخلاق وعادات اورشمائل وخصائل کالکھنااس لیے دشوارہے کہ وہ بے شمارہیں ”مشتی نمونہ ازخرداری“ یہ ہیں بحوالہ علامہ شبلنجی ابراہیم بن عباس تحریرفرماتے ہیں کہ حضرت امام علی رضاعلیہ السلام نے کبھی کسی شخص کے ساتھ گفتگوکرنے میں سختی نہیں کی، اورکبھی کسی بات کوقطع نہیں فرمایاآپ کے مکارم عادات سے تھاکہ جب بات کرنے والااپنی بات ختم کرلیتاتھاتب اپنی طرف سے آغازکلام فرماتے تھے کسی کی حاجت روائی اورکام نکالنے میں حتی المقدوردریغ نہ فرماتے، کبھی ہمنشین کے سامنے پاؤں پھیلاکرنہ بیٹھتے اورنہ اہل محفل کے روبروتکیہ لگاکربیٹھتے تھے کبھی اپنے غلاموں کوگالی نہ دی اورچیزوں کاکیاذکر،میں نے کبھی آپ

کے تھوکتے اورناک صاف کرتے نہیں دیکھا، آپ قہقہہ لگاکرہرگز نہیں ہنستے تھے خندہ زنی کے موقع پرآپ تبسم فرمایاکرتے تھے محاسن اخلاق اورتواضع وانکساری کی یہ حالت تھی کہ دسترخوان پرسائیس اوردربان تک کواپنے ساتھ بٹھالیتے، راتوں کوبہت کم سوتے اوراکثرراتوں کوشام سے صبح تک شب بیداری کرتے تھے اکثراوقات روزے سے ہوتے تھے مگرہرمہینے کے تین روزےتوآپ سے کبھی قضانہیں ہوئے ارشادفرماتے تھے کہ ہرماہ میں کم ازکم تین روزے رکھ لینا ایساہے جیسے کوئی ہمیشہ روزے سے رہے ۔

آپ کثرت سے خیرات کیاکرتے تھے اوراکثررات کے تاریک پردہ میں اس استحباب کوادافرمایاکرتے تھے موسم گرمامیں آپ کافرش جس پرآپ بیٹھ کرفتوی دیتے یامسائل بیان کیاکرتے بوریاہوتاتھا اورسرمامیں کمبل آپ کایہی طرزاس وقت بھی رہاجب آپ ولی عہدحکومت تھے آپ کالباس گھرمیں موٹااورخشن ہوتاتھا اوررفع طعن کے لیے باہرآپ اچھالباس پہنتے تھے ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہاکہ حضوراتناعمدہ لباس کیوں استعمال فرماتے ہیں آپ نے اندرکاپیراہن دکھلاکرفرمایا اچھالباس دنیاوالوں کے لیے اورکمبل کاپیراہن خداکے لیے ہے۔

علامہ موصوف تحریرفرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ حمام میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص جندی نامی آگیااوراس نے بھی نہاناشروع کیادوران غسل میں اس نے بھی نہاناشروع کیادوران غسل میں اس نے امام رضاعلیہ السلام سے کہاکہ میرے جسم پرپانی ڈالئے آپ نے پانی ڈالناشروع کیااتنے میں ایک شخص نے کہااے جندی فرزندرسول سے خدمت لے رہاہے ارے یہ امام رضاہیں ، یہ سنناتھاکہ وہ پیروں پرگرپڑااورمعافی مانگنے لگا(نورالابصار ص ۳۸،۳۹) ۔

ایک مردبلخی ناقل ہے کہ حضرت کے ساتھ ایک سفرمیں تھاایک مقام پردسترخوان بچھاتوآپ نے تمام غلاموں کوجن میں حبشی بھی شامل تھے بلاکربٹھلالیامیں نے عرض کیامولاانہیں علیحدہ بٹھلائیں توکیاحرج ہے آپ نے فرمایاکہ سب کارب ایک ہے اورماں باپ آدم وحوابھی ایک ہیں اورجزاوسزا اعمال پرموقوف ہے، توپھرتفرقہ کیاآپ کے ایک خادم یاسرکاکہناہے کہ آپ کایہ تاکیدی حکم تھاکہ میرے آنے پرکوئی خادم کھاناکھانے کی حالت میں میری تعظیم کونہ اٹھے۔

معمربن خلادکابیان ہے کہ جب بھی دسترخوان بچھتاآپ ہرکھانے میں سے ایک ایک لقمہ نکال لیتے تھے، اوراسے مسکینوں اوریتیموں کوبھیج دیاکرتے تھے شیخ صدوق تحریرفرماتے ہیں کہ آپ نے ایک سوال کاجواب دیتے ہوئے فرمایاکہ بزرگی تقوی سے ہے جومجھ سے زیادہ متقی ہے وہ مجھ سے بہترہے۔

ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ مال عنایت کیجیے، فرمایایہ ممکن ہے چنانچہ آپ نے اسے دوسواشرفی عنایت فرمادی، ایک مرتبہ نویں ذی الحجہ یوم عرفہ آپ نے راہ خدامیں ساراگھرلٹادیا یہ دیکھ کرفضل بن سہیل وزیرمامون نے کہاحضرت یہ توغرامت یعنی اپنے آپ کونقصان پہنچاناہے آپ نے فرمایایہ غرامت نہیں ہے غنیمت ہے میں اس کے عوض میں خداسے نیکی اورحسنہ لوں گا۔

آپ کے خادم یاسر کا بیان ہے کہ ہم ایک دن میوہ کھارہے تھے اور کھانے میں ایسا کرتے تھے کہ ایک پھل سے کچھ کھاتے اور کچھ پھینک دیتے ہمارے اس عمل کو آپ نے دیکھ لیا اور فرمایا نعمت خدا کو ضائع نہ کرو ٹھیک سے کھاؤ اور جو بچ جائے اسے کسی محتاج کو دیدو، آپ فرمایا کرتے تھے کہ مزدور کی مزدوری پہلے طے کرنا چاہئے کیونکہ ں چکائی ہوئی اجرت سے زیادہ جو کچھ دیا جائے گا پانے والا اس کو انعام سمجھے گا۔

صولی کا بیان ہے کہ آپ اکثر عودہندی کا بخور کرتے اور مشک وگلاب کا پانی استعمال کرتے تھے عطریات کا آپ کو بڑا شوق تھا نماز صبح اول وقت پڑھتے اس کے بعد سجدہ میں چلے جاتے تھے اور نہایت ہی طول دیتے تھے پھر لوگوں کو پندونصائح فرماتے۔

سلیمان بن جعفر کا کہنا ہے کہ آپ آباؤ اجداد کی طرح خرمے کو بہت پسند فرماتے تھے آپ شب وروز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے جب بھی آپ بستر پر لیٹتے تھے تا بہ خواب قرآن مجید کے سورے پڑھا کرتے تھے موسی بن سیار کا کہنا ہے کہ آپ اکثر اپنے شیعوں کی میت میں شرکت فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہر روز شام کے وقت امام وقت کے سامنے شیعوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اگر کوئی شیعہ گناہ گار ہوتا ہے تو امام اس کے لیے استغفار کرتے ہیں علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کے سامنے جب بھی کوئی آتا تھا آپ پہچان لیتے تھے کہ مومن ہے یا منافق (اعلام الوری، تحفہ رضویہ، کشف الغمہ ص ۱۱۲)۔

علامہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ آپ ہر سوال کا جواب قرآن مجید سے دیتے تھے اور روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے (جنات الخلود ص ۳۱)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا علمی کمال

مورخین کا بیان ہے کہ آل محمد کے اس سلسلہ میں ہر فرد حضرت احدیت کی طرف سے بلندترین علم کے درجے پر قرار دیا گیا تھا جسے دوست اور دشمن کو ماننا پڑتا تھا یہ اور بات ہے کہ کسیکو علمی فیوض پھیلانے کا زمانے نے کم موقع دیا اور کسی کو زیادہ، چنانچہ ان حضرات میں سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد اگر کسی کو سب سے زیادہ موقع حاصل ہوا ہے تو وہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہیں ،جب آپ امامت کے منصب پر نہیں پہنچے تھے اس وقت حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام اپنے تمام فرزندوں اور خاندان کے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تمہارے بھائی علی رضا عالم آل محمد ہیں ، اپنے دین مسائل کو ان سے دریافت کر لیا کرو، اور جو کچھ اسے کہیں یاد رکھو، اور پھر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد جب آپ مدینہ میں تھے اور روضہ رسول پر تشریف فرما رہے تھے تو علمائے اسلام مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

محمد بن عیسی یقطینی کا بیان ہے کہ میں نے ان تحریری مسائل کو جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھے گئے تھے اور آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا تھا، اکھٹا کیا تو اٹھارہ ہزار کی تعداد میں تھے، صاحب لمعۃ الرضاء تحریر کرتے ہیں کہ حضرت آئمہ طاہرین علیہم

السلام کے خصوصیات میں یہ امر تمام تاریخی مشاہد اور نیز حدیث و سیر کے اسانید معتبر سے ثابت ہے، باوجودیکہ اہل دنیا کو آپ حضرات کی تقلید اور متابعت فی الاحکام کا بہت کم شرف حاصل تھا، مگر با این ہمہ تمام زمانہ و ہر خویش و بیگانہ آپ حضرات کو تمام علوم الٰہی اور اسرار الٰہی کا گنجینہ سمجھتا تھا اور محدثین و مفسرین اور تمام علماء و فضلاء جو آپ کے مقابلہ کا دعوی رکھتے تھے وہ بھی علمی مباحث و مجالس میں آپ حضرات کے آگے زانوئے ادب تہ کرتے تھے اور علمی مسائل کو حل کرنے کی ضرورتوں کے وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے لے کر امام زین العابدین علیہ السلام تک استعفادے کئے وہ سب کتابوں میں موجود ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں سمع حدیث کے واقعات تمام احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں، اسی طرح ابو الطفیل عامری اور سعید بن جبیر آخری صحابہ کی تفصیل حالات جو ان بزرگون کے حال میں پائے جاتے ہیں وہ سیر و تواریخ میں مذکور و مشہور ہیں صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور ان لوگوں کی فیض یابی کی بھی یہی حالت ہے، شعبی، زہری، ابن قتیبہ، سفیان ثوری، ابن شیبہ، عبدالرحمن، عکرمہ، حسن بصری، وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب جو اس وقت اسلامی دنیا میں دینیات کے پیشوا اور مقدس سمجھے جاتے تھے ان ہی بزرگوں کے چشمہ فیض کے جرعہ نوش اور انہی حضرات کے مطیع و حلقہ بگوش تھے۔

جناب امام رضا علیہ السلام کو اتفاق حسنہ سے اپنے علم و فضل کے اظہار کے زیادہ موقع پیش آئے کیوں کہ مامون عباسی کے پاس جب تک دارالحکومت مرو تشریف فرما رہے، بڑے بڑے علماء و فضلاء علوم مختلفہ میں آپ کی استعداد اور فضیلت کا اندازہ کرایا گیا اور کچھ اسلامی علماء پر موقوف نہیں تھا بلکہ علماء یہودی و نصاری سے بھی آپ کا مقابلہ کرایا گیا، مگر ان تمام مناظروں و مباحثوں مین ان تمام لوگوں پر آپ کی فضیلت و فوقیت ظاہر ہوئی، خود مامون بھی خلفائے عباسیہ میں سب سے زیادہ اعلم واقفہ تھا باوجود اس کے تبحر فی العلوم کا لوہا مانتا تھا اور چاروناچار اس کا اعتراف پر اعتراف اور اقرار پر اقرار کرتا تھا چنانچہ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ آپ جلالت قدر عزت و شرافت میں معروف و مذکور ہیں، اسی وجہ مامون آپ کو بمنزلہ اپنی روح و جان جانتا تھا اس نے اپنی دختر کا نکاح آنحضرت علیہ السلام سے کیا، اور ملک ولایت میں اپنا شریک گردانا، مامون برابر علماء ادیان و فقہائے شریعت کو جناب امام رضا علیہ السلام کے مقابلہ میں بلاتا اور مناظرہ کراتا، مگر آپ ہمیشہ ان لوگوں پر غالب آتے تھے اور خود ارشاد فرماتے تھے کہ میں مدینہ میں روضہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھتا، وہاں کے علمائے کثیر جب کسی علمی مسئلہ میں عاجز آجاتے تو بالاتفاق میری طرف رجوع کرتے، جواب ہائے شافی دیگران کی تسلی و تسکین کر دیتا۔

ابو صلت ابن صالح کہتے ہیں کہ حضرت امام علی بن موسی رضا علیہما السلام سے زیادہ کوئی عالم میری نظر سے نہیں گزرا، اور مجھ پر موقوف نہیں جو کوئی آپ کی زیارت سے مشرف ہوگا وہ میری طرح آپ کی اعلمیت کی شہادت دے گا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض مرویات وارشادات

حضرت امام رضا علیہ السلام سے بے شمار احادیث مروی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں :

۱ ۔ بچوں کے لیے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں ۔

۲ ۔ سرکہ بہترین سالن ہے جس کے گھر میں سرکہ ہوگا وہ محتاج نہ ہوگا۔

۳ ۔ ہر انار میں ایک دانہ جنت کا ہوتا ہے

۴ ۔ منقی صفرا کو درست کرتا ہے بلغم کو دور کرتا ہے پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے نفس کو پاکیزہ بناتا اور رنج و غم کو دور کرتا ہے

۵ ۔ شہد میں شفا ہے ، اگر کوئی شہد ہدیہ کرے تو واپس نہ کرو ۶ ۔ گلاب جنت کے پھولوں کا سردار ہے۔

۷ ۔ بنفشہ کا تیل سر میں لگانا چاہئے اس کی تاثیر گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم ہوتی ہے۔

۸ ۔ جو زیتون کا تیل سر میں لگائے یا کھائے اس کے پاس چالیس دن تک شیطان نہ آئے گا۔

۹ ۔ صلہ رحم اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے مال میں زیادتی ہوتی ہے۔

۱۰ ۔ اپنے بچوں کا ساتویں دن ختنہ کردیا کرو اس سے صحت ٹھیک ہوتی ہے اور جسم پر گوشت چڑھتا ہے ۔

۱۱ ۔ جمعہ کے دن روزہ رکھنا دس روزوں کے برابر ہے۔

۱۲ ۔ جو کسی عورت کا مہر نہ دے یا مزدور کی اجرت روکے یا کسی کو فروخت کردے وہ بخشا نہ جاوے گا۔

۱۳ ۔ شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے۔ ۱۴ ۔ گوشت کھانے شفا ہوتی ہے اور مرض دور ہوتا ہے۔

۱۵ ۔ کھانے کی ابتداء نمک سے کرنی چاہئے کیونکہ اس سے ستر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے جن میں جذام بھی ہے۔

۱۶ ۔ جو دنیا میں زیادہ کھائے گا قیامت میں بھوکا رہے گا۔

۱۷ ۔ مسور ستر انبیاء کی پسندیدہ خوراک ہے اس سے دل نرم ہوتا ہے اور آنسو بنتے ہیں ۔ ۱۸ ۔ جو چالیس دن گوشت نہ کھائے گا بد اخلاق ہوجائیگا۔

۱۹ ۔ کھانا ٹھنڈا کرکے کھانا چاہئے۔ ۲۰ ۔ کھانے پیالے کے کنارے سے کھانا چاہئے۔

۲۱ ۔ عمر طول کے لیے اچھا کھانا ، اچھی جوتی پہننا اور قرض سے بچنا ، کثرت جماع سے پرہیز کرنا مفید ہے۔

۲۲ ۔ اچھے اخلاق والا پیغمبر اسلام کے ساتھ قیامت میں ہوگا۔ ۲۳ ۔ جنت میں متقی اور حسن خلق والوں کی اور جہنم میں پیٹو اور زناکاروں کی کثرت ہوگی۔

۲۴ ۔ امام حسین کے قاتل بخشے نہ جائیں گے ان کا بدلہ خدا لے گا۔

۲۵ ۔ حسن اور حسین علیہم السلام جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے پدر بزرگوار ان سے بہتر ہیں ۔

۲۶ ۔ اہل بیت کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے ، نجات وہی پائے گا جو اس پر سوار ہو گا۔
۲۷ ۔ حضرت فاطمہ ساق عرش پکڑ کر قیامت کے دن واقعہ کربلا کا فیصلہ چاہیں گی اس دن ان کے ہاتھ میں امام حسین علیہ السلام کا خون بھرا پیراہن ہو گا۔
۲۸ ۔ خدا سے روزی صدقہ دیے کر مانگو۔
۲۹ ۔ سب سے پہلے جنت میں وہ شہدا اور عیال دار جائیں گے جو پرہیزگار ہوں گے اور سب سے پہلے جہنم میں حاکم غیر عادل اور مالدار جائیں گے (مسند امام رضا طبع مصر ۱۳۴۱ ہجری)
۳۰ ۔ ہر مومن کا کوئی نہ کوئی پڑوسی اذیت کا باعث ضرور ہو گا۔
۳۱ ۔ بالوں کی سفیدی کا سر کے اگلے حصے سے شروع ہونا سلامتی اور اقبال مندی کی دلیل ہے اور رخساروں ڈاڑھی کے اطراف سے شروع ہونا سخاوت کی علامت ہے اور گیسوؤں سے شروع ہونا شجاعت کا نشان ہے اور گدی سے شروع ہونا نحوست ہے۔
۳۲ ۔ قضاوقدر کے بارے میں آپ نے فضیل بن سہیل کے جواب میں فرمایا کہ انسان نہ بالکل مجبور ہے اور نہ بالکل آزاد ہے (نور الابصار ص ۱۴۰) ۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اور مجلس شہداء کربلا

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ شاعر آل محمد، دعبل خزاعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عاشورہ کے دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ آپ اصحاب کے حلقہ میں انتہائی غمگین وحزیں بیٹھے ہوئے ہیں مجھے حاضر ہوتے دیکھ کر فرمایا، آؤ آؤ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں میں قریب پہنچا تو آپ نے اپنے پہلو میں مجھے جگہ دے کر فرمایا کہ اے دعبل چونکہ آج یوم عاشورا ہے اور یہ دن ہمارے لیے انتہائی رنج وغم کا دن ہے لہذا تم میرے جد مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ سے متعلق کچھ شعر پڑھو، اے دعبل جو شخص ہماری مصیبت پر روئے یا رلائے اس کا اجر خدا پر واجب ہے ، اے دعبل جس شخص کی آنکھ ہمارے غم میں ترہو وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہو گا ، اے دعبل جو شخص ہمارے جد نامدار حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے غم میں روئے گا خدا اس کے گناہ بخش دے گا۔
یہ فرما کر امام علیہ السلام نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پردہ کھینچا اور مخدرات عصمت کو بلا کر اس میں بٹھا دیا پھر آپ میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے ہاں دعبل! اب میرے جد امجد کا مرثیہ شروع کرو، دعبل کہتے ہیں کہ میرا دل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری

تھے اورآل محمدمیں رونے کاکہرام عظیم برپاتھا صاحب درالمصائب تحریرفرماتے ہیں کہ دعبل کامرثیہ سن کر معصومہ قم جناب فاطمہ ہمشیرہ حضرت امام رضاعلیہ السلام اس قدرروئیں کہ آپ کوغش آگیا۔

اس اجتماعی طریقہ سے ذکر حسینی کو مجلس کہتے ہیں اس کا سلسلہ عہدامام رضامیں مدینہ سے شروع ہوکرمروتک جاری رہا، علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ اب امام رضاعلیہ السلام کوتبلیغ حق کے لیے نام حسین کی اشاعت کے کام کوترقی دینے کابھی پوراموقع حاصل ہوگیاتھا جس کی بنیاداس کے پہلے حضرت امام محمدباقر علیہ السلام اورامام جعفرصادق علیہ السلام قائم کرچکے تھے مگروہ زمانہ ایساتھاکہ جب امام کی خدمت میں وہی لوگ حاضرہوتے تھے جو بحیثیت امام یا بحیثیت عالم دین آپ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے اوراب امام رضاعلیہ السلام توامام روحانی بھی ہیں اورولی عہد سلطنت بھی، اس لیے آپ کے دربارمیں حاضرہونے والوں کادائرہ وسیع ہے۔

مرو، وہ مقام ہے جوایران کے تقریبا وسط میں واقع ہے ہرطرف کے لوگ یہاں آتے ہیں اوریہاں یہ عالم کہ ادھر محرم کاچاند نکلااورآنکھوں سے آنسوجاری ہوگئے دوسروں کوبھی ترغیب وتحریص کی جانے لگی کہ آل محمدکے مصائب کویادکرواوراثرات غم کوظاہرکرو یہ بھی ارشادہونے لگا کہ جواس مجلس میں بیٹھے جہاں ہماری باتیں زندہ کی جاتی ہیں اس کادل مردہ نہ ہوگااس دن کے جب سب کے دل مردہ ہوں گے۔

تذکرہ امام حسین کے لیے جو مجمع ہو، اس کانام اصطلاحی طورپر مجلس اسی امام رضاعلیہ السلام کی حدیث سے ہی ماخوذہے آپ نے عملی طورپربھی خود مجلسیں کرنا شروع کردیں جن میں کبھی خودذاکرہوئے اوردوسرے سامعین جیسے ریان بن شبیب کی حاضری کے موقع پرآپ نے مصائب امام حسین علیہ السلام بیان فرمائے اورکبھی عبداللہ بن ثابت یادعبل خزاعی ایسے کسی شاعرکی حاضری کے موقع پراس شاعرکوحکم ہواکہ تم ذکرامام حسین میں اشعارپڑھووہ ذاکرہوا، اورحضرت سامعین میں داخل ہوئے الخ۔

مامون رشیدکی مجلس مشوارت

حالات سے متاثرہوکرمامون رشیدنے ایک مجلس مشاورت طلب کی جس میں علماء وفضلاء، زعماء اورامراء سب ہی کومدعوکیا جب سب جمع ہوگئے تواصل رازدل میں رکھتے ہوئے ان سے یہ کہاکہ چونکہ شہرخراسان میں ہماری طرف سے کوئی حاکم نہیں ہے اورامام رضاسے زیادہ لائق کوئی نہیں ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ امام رضاکوبلاکروہاں کی ذمہ داری ان کے سپردکردیں، مامون کامقصدتویہ تھاکہ ان کوخلیفہ بناکرعلویوں کی بغاوت اوران کی چابکدستی کوروک دے لیکن یہ بات اس نے مجلس مشاورت میں ظاہرنہیں کی، بلکہ ملکی ضرورت کاحوالہ دے کرانہیں خراسان کاحاکم بناناظاہرکیا، اورلوگوں نے تواس پرجوبھی رائے دی ہولیکن حسن بن سہل اوروزیراعظم فضل بن سہل اس پرراضی نہ ہوئے اوریہ کہاکہ اس طرح خلافت بنی عباس سے آل محمدکی طرف

منتقل ہوجائے گی مامون نے کہاکہ میں نے جوکچھ سوچاہے وہ یہی ہے اوراس پر عمل کروں گا یہ سن کروہ لوگ خاموش ہوگئے اتنے میں حضرت علی ابن ابی طالب کے ایک معزز صحابی، سلیمان بن ابراہیم بن محمدبن داؤدبن قاسم بن یبست بن عبداللہ بن حبیب بن شیخان بن ارقم، کھڑے ہوگئے اورکہنے لگے ائے مامون رشید "راست می گوئی امامی ترسم کہ توباحضرت امام رضاہمان کنی کہ کوفیان باحضرت امام حسین کردند" توسچ کہتاہے لیکن میں ڈرتاہوں کہ توکہیں ان کے ساتھ وہی سلوک نہ کرے جوکوفیوں نے امام حسین کے ساتھ کیاہے۔

مامون رشیدنے کہاکہ اے سلیمان تم یہ کیاسوچ رہے ہو، ایساہرگزنہیں ہوسکتا، میں ان کی عظمت سے واقف ہوں جوانہیں ستائے گاقیامت میں حضرت رسول کریم اورحضرت علی حکیم کوکیون کرمنہ دکھائے گاتم مطمئن رہو، انشاء اللہ ان کاایک بال بھی بیکانہ ہوگایہ کہہ کربروایت ابومخنف مامون رشیدنے قرآن مجیدپرہاتھ رکھااورقسم کھاکرکہاکہ میں ہرگزاولادپیغمبرپرکوئی ظلم نہ کروں گا اس کے بعدسلیمان نے تمام لوگوں کوقسم دے کربیعت لے لی پھرانہوں نے ایک بیعت نامہ تیارکیااوراس پراہل خراسان کے دستخط لیے دستخط کرنے والوں کی تعدادچالیس ہزارتھی بیعت نامہ تیارہونے کے بعدمامون رشیدنے سلیمان کوبیعت نامہ سمیت مدینہ بھیج دیا، سلیمان قطع مراحل وطے منازل کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے اورحضرت امام رضاعلیہ السلام سے ملاقات کی، ان کی خدمت میں مامون کاپیغام پہنچادیا۔

اورمجلس مشاورت کے تمام واقعات بیان کئے اوربیعت نامہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے جونہی اس کوکھولااوراس کاسرنامہ دیکھا، سرمبارک ہلاکرفرمایاکہ یہ میرے لیے کسی طرح مفیدنہیں ہے، اس وقت آپ آبدیدہ تھے پھرآپ نے فرمایاکہ مجھے جدنامدارنے خواب میں نتائج واعواقب سے آگاہ کردیاہے، سلیمان نے کہاکہ مولایہ توخوشی کاموقع ہے آپ اس درجہ پریشان کیوں ہیں، ارشادفرمایاکہ میں اس دعوت میں اپنی موت دیکھ رہاہوں انہوں نے کہاکہ مولامیں نے سب سے بیعت لے لی ہے کہادرست ہے لیکن جدنامدارنے جوفرمایاہے وہ غلط نہیں ہوسکتا، میں مامون کے ہاتھوں شہیدکیاجاؤں گا۔

بلآخرآپ پرکچھ دباؤپڑاکہ آپ مروخراسان کے لیے عازم ہوگئے جب آپ کے عزیزوں اوروطن والوں کوآپ کی روانگی کاحال معلوم ہوابے پناہ روئے۔

غرضکہ آپ روانہ ہوگئے، راستے میں ایک چشمہ آب کے کنارے چندآہوؤں کودیکھاکہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں جب ان کی نظرحضرت پرپڑی سب دوڑپڑے اورباچشم ترکہنے لگے کہ حضورخراسان نہ جائیں کہ دشمن بہ لباس دوستی آپ کی تاک میں ہے اورملک الموت استقبال کے لیے تیارہیں، حضرت نے فرمایاکہ اگرموت آنی ہے تووہ ہرحال میں آئے گی (کنزالانساب ابومخنف ص ۸۷ طبع بمبئی ۱۳۰۲ ھ)۔

ایک روایت میں ہے کہ مامون نے اپنی غرض کے لیے حضرت کو خلیفہ وقت بنانے کے لیے لکھاتوآپ نے انکارکردیا پھر اس نے تحریرکیاکہ آپ میری ولی عہدی قبول کیجئے آپ نے اس سے بھی انکارکردیاجب وہ آپ کی طرف سے مایوس ہوگیاتواس نے تین سوافرادپر مشتمل فوج بھیج دی اور حکم دیدیاکہ وہ جس حالت میں ہوں اورجہاں ہوں ان کوگرفتارکرکے لایاجائے اورانہیں اتنی مہلت نہ دی جائے کہ وہ کسی سے مل سکیں چنانچہ فوج غالبا فضل بن سہل وزیرا عظم کی قیادت میں مدینہ پہنچی اورامام علیہ السلام کومسجدسے گرفتاررکے مروخراسان کے لے روانہ ہوگئی، اتناموقع نہ دیاکہ امام علیہ السلام، اپنے اہل وعیال سے رخصت ہولیتے۔

مامون کی طلبی سے قبل امام علیہ السلام کی روضہ رسول پر فریاد

ابومخنف بن لوط بن یحیی خزاعی کابیان ہے کہ حضرت امام موسی کاظم کی شہادت کے بعد ۱۵/ محرم الحرام شب یک شنبہ کوحضرت امام رضاعلیہ السلام نے روضہ رسول خداپرحاضری دی وہاں مشغول عبادت تھے کہ آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھاکہ حضرت رسول کریم بالباس سیاہ تشریف لائے ہیں اور سخت پریشان ہیں امام علیہ السلام نے سلام کیا حضورنے جواب سلام دے کرفرمایا، ائے فرزند، میں اورعلی وفاطمہ ، حسن وحسین سب تمہارے غم میں نالاں وگریاں ہیں اورہم ہی نہیں فرزندم زین العابدین ، محمدباقر، جعفرصادق اورتمہارے پدرموسی کاظم سب غمگین اوررنجیدہ ہیں ، ائے فرزند عنقریب مامون رشیدتم کوزہرسے شہیدکرے گا، یہ دیکھ کرآپ کی آنکھ کھل گئی ، اورآپ زارزاررونے لگے پھرروضہ مبارک سے باہرآئے ایک جماعت نے آپ سے ملاقات کی اورآپ کوپریشان دیکھ کرپوچھاکہ مولااضطراب کی وجہ کیاہے فرمایاابھی ابھی جدنامدارنے میری شہادت کی خبردی ہے ائے ابوصلت دشمن مجھے شہیدکرناچاہتاہے اورمیں خداپربھروسہ کرتاہوں جومرضی معبودہووہی میری مرضی ہے اس خواب کے تھوڑے عرصہ بعدمامون رشیدکالشکرمدینہ پہنچ گیااوروہ امام علیہ السلام کو اپنی سیاسی غرض کرنے کے لیے وہاں سے دارالخلافت ”مرو“ میں لے آیا(کنزالانساب ص ۸۶) ۔

امام رضاعلیہ السلام کی مدینہ سے مرومیں طلبی

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حالات کی روشنی میں مامون نے اپنے مقام پریہ قطعی فیصلہ اورعزم بالجزم کرلینے کے بعدکہ امام رضاعلیہ السلام کوولیعہدخلافت بنائے گا اپنے وزیرا عظم فضل بن سہل کوبلابھیجا اوراس سے کہاکہ ہماری رائے ہے کہ ہم امام رضاکوولی عہدی سپردکردیں تم خودبھی اس پرسوچ وبچارکرو، اوراپنے بھائی حسن بن سہل سے مشورہ کروان دونوں نے آپس میں تبادلہ خیال کرنے کے بعدمامون کی بارگاہ میں حاضری دی، ان کامقصدتھاکہ مامون ایسانہ کرے ورنہ خلافت آل عباس سے آل محمدمیں چلی جائے گی ان لوگوں نے اگرچہ کھل کرمخالفت نہیں کی، لیکن دبے لفظوں میں ناراضگی کااظہارکیا مامون نے کہاکہ میرا فیصلہ اٹل ہے

اور میں تم دونوں کو حکم دیتا ہوں کہ تم مدینہ جا کر امام رضا کو اپنے ہمراہ لاؤ (حکم حاکم مرگ مفاجات) آخر کار یہ دونوں امام رضا کی خدمت میں مقام مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور انہوں نے بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔

حضرت امام علی رضا نے اس عرضداشت کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ میں اس امر کے لیے اپنے کو پیش کرنے سے معذور ہوں لیکن چونکہ بادشاہ کا حکم تھا کہ انہیں ضرور لاؤ اس لیے ان دونوں نے بے انتہا اصرار کیا اور آپ کے ساتھ اس وقت تک لگے رہے جب تک آپ نے مشروط طور پر وعدہ نہیں کر لیا (نورالابصار ص ۱۴۱)۔

امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی

تاریخ ابو الفداء میں ہے کہ جب امین قتل ہوا تو مامون سلطنت عباسیہ کا مستقل بادشاہ بن گیا یہ ظاہر ہے کہ امین کے قتل ہونے کے بعد سلطنت مامون کے پائے نام ہو گئی مگر یہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ امین ننھیال کی طرف سے عربی النسل تھا، اور مامون عجمی النسل تھا امین کے قتل ہونے سے عراق کی عرب قوم اور ارکان سلطنت کے دل مامون کی طرف سے صاف نہیں ہو سکتے تھے بلکہ وہ ایک غم و غصہ کی کیفیت محسوس کرتے تھے دوسری طرف خود بنی عباس میں سے ایک بڑی جماعت جو امین کی طرف دار تھی اس سے بھی مامون کو ہر طرح خطرہ لگا ہوا تھا۔

اولاد فاطمہ میں سے بہت سے لوگ جو وقتاً فوقتاً بنی عباس کے مقابل میں کھڑے ہوتے رہتے تھے وہ خواہ قتل کر دیے گئے ہوں یا جلاوطن کئے گئے ہوں یا قید رکھے گئے ہوں ان کے موافق جماعت تھی جو اگرچہ حکومت کا کچھ بگاڑ نہ سکتی تھی مگر دل ہی دل میں حکومت بن عباس سے بیزار ضرور تھی ایران میں ابو مسلم خراسانی نے بنی امیہ کے خلاف جو اشتعال پیدا کیا وہ ان مظالم ہی کو یاد دلا کر جو بنی امیہ کے ہاتھوں حضرت امام حسین علیہ السلام اور دوسرے بنی فاطمہ کے ساتھ کیے تھے اس سے ایران میں اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کا پیدا ہونا فطری تھا درمیان میں بنی عباس نے اس سے غلط فائدہ اٹھایا مگر اتنی مدت میں کچھ نہ کچھ تو ایرانیوں کی آنکھیں بھی کھل گئی ہوں گی کہ ہم سے کہا گیا تھا کیا اور اقتدار کن لوگوں نے حاصل کر لیا، ممکن ہے ایرانی قوم کے ان رجحانات کا چرچا مامون کے کانوں تک بھی پہنچا ہو اب جس وقت کہ امین کے قتل کے بعد وہ عرب قوم پر اور بنی عباس کے خاندان پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا اور اسے ہر وقت اس حلقہ سے بغاوت کا اندیشہ تھا، تو اسے سیاسی مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ عرب کے خلاف عجم اور بنی عباس کے خلاف بنی فاطمہ کو اپنا لیا جائے، اور چونکہ طرز عمل میں خلوص سمجھا نہیں جا سکتا اور وہ عام طبائع پر اثر نہیں ڈال سکتا اگر یہ نمایاں ہو جائے کہ وہ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہے اس لئے ضرورت ہوئی کہ مامون مذہبی حیثیت سے اپنی شیعت نوازی اور ولائے اہلبیت کے چرچے عوام کے حلقوں میں پھیلائے اور یہ دکھلائے کہ وہ انتہائی نیک نیتی پر قائم ہے اب ”حق بہ حقدار رسید“ کے مقولہ کو سچا بنانا چاہتا ہے۔

اس سلسلہ میں جناب شیخ صدوق اعلی اللہ مقامہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کی حکایت بھی شائع کی کہ جب امین کا اور میرا مقابلہ تھا، اور بہت نازک حالت تھی اور عین اسی وقت میرے خلاف سیستان اور کرمان میں بھی بغاوت ہوگئی تھی اور خراسان میں بھی بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور فوج کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا اور اس سخت اور دشوار ماحول میں، میں نے خدا سے التجا کی اور منت مانی کہ اگر یہ سب جھگڑے ختم ہوجائیں اور میں بام خلافت تک پہنچوں تو اس کو اس کے اصل حقدار یعنی اولاد فاطمہ میں سے جو اس کا اہل ہے اس تک پہنچادوں گا اسی نذر کے بعد سے میرے سب کام بننے لگے، اور آخر تمام دشمنوں پر مجھے فتح حاصل ہوئی۔

یقینا یہ واقعہ مامون کی طرف سے اس لیے بیان کیا گیا کہ اس کا طرز عمل خلوص نیت اور حسن نیت پر بھی مبنی سمجھا جائے، یوں تو جو اہلبیت کے کھلے ہوئے دشمن سخت سے سخت تھے وہ بھی ان کی حقیقت اور فضیلت سے واقف تھے اور ان کی عظمت کو جانتے تھے مگر شیعیت کے معنی صرف یہ جاننا تو نہیں ہیں بلکہ محبت رکھنا اور اطاعت کرنا ہیں اور مامون کے طرز عمل سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اس دعوے شیعیت اور محبت اہل بیت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود خود امام کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ امام کو اپنے منشا کے مطابق چلانے کی کوشش تھی ولی عہد بننے کے بارے میں آپ کے اختیارات کو بالکل سلب کردیا گیا اور آپ کو مجبور بنادیا گیا تھا اس سے ظاہر ہے کہ یہ ولی عہدی کی تفویض بھی ایک حاکمانہ تشدد تھا جو اس وقت شیعیت کے بھیس میں امام کے ساتھ کیا جارہا تھا۔

امام رضا علیہ السلام کا ولی عہد کو قبول کرنا بالکل ویسا ہی تھا جیسا ہارون کے حکم سے امام موسی کاظم کا جیل خانہ میں چلا جانا اسی لیے جب امام رضا علیہ السلام مدینہ سے خراسان کی طرف روانہ ہورہے تھے تو آپ کے رنج وصدمہ اور اضطراب کی کوئی حد نہ تھی روضہ رسول سے رخصت کے وقت آپ کا وہی عالم تھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے روانگی کے وقت تھا دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ بے تابانہ روضہ کے اندر جاتے ہیں اور نالہ وآہ کے ساتھ امت کی شکایت کرتے ہیں پھر باہر نکل کر گھر جانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر دل نہیں مانتا پھر روضہ سے جا کر لپٹ جاتے ہیں یہ ہی صورت کئی مرتبہ ہوئی، راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت کے قریب گیا تو فرمایا ائے محول! میں اپنے جد امجد کے روضے سے بہ جبر جدا کیا جارہا ہوں اب مجھ کو یہاں آنا نصیب نہ ہوگا (سوانح امام رضا جلد ۳ ص ۷)۔

محول شیبانی کا بیان ہے کہ جب وہ ناگوار وقت پہنچ گیا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے جد بزرگوار کے روضہ اقدس سے ہمیشہ کیلیے وداع ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے تابانہ اندر جاتے ہیں اور بانالہ وآہ باہر آتے ہیں اور ظلمہ امت کی شکایت کرتے ہیں یا باہر آکر گریہ وبکا فرماتے ہیں اور پھر اندر واپس چلے جاتے ہیں آپ نے چندبار ایسا ہی کیا اور مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے حاضر ہوکر عرض کی مولا اضطراب کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا ائے محول! میں اپنے نانا کے روضہ سے جبرا جدا کیا جارہا ہوں مجھے اس کے

بعداب یہاں آنانصیب نہ ہوگامیں اسی مسافرت اورغریب الوطنی میں شہید کردیاجاؤں گا، اورہارون رشید کے مقبرہ میں مدفون ہوں گااس کے بعدآپ دولت سرامیں تشریف لائے اورسب کوجمع کرکے فرمایاکہ میں تم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہورہاہوں یہ سن کر گھرمیں ایک عظیم کہرام بپاہوگیااورسب چھوٹے بڑے رونے لگے، آپ نے سب کوتسلی دی اورکچھ دیناراعزامیں تقسیم کرکے راہ سفراختیار فرمالیا ایک روایت کی بناپر آپ مدینہ سے روانہ ہوکرمکہ معظمہ پہنچے اوروہاں طواف کرکے خانہ کعبہ کورخصت فرمایا۔

حضرت امام رضاعلیہ السلام کانیشاپورمیں ورودمسعود

رجب ۲۰۰ ہجری میں حضرت مدینہ منورہ سے مرو ”خراسان“ کی جانب روانہ ہوئے اہل وعیال اور متعلقین سب کومدینہ منورہ ہی میں چھوڑا اس وقت امام محمدتقی علیہ السلام کی عمرپانچ برس کی تھی آپ مدینہ ہی میں رہے مدینہ سے روانگی کے وقت کوفہ اورقم کی سیدھی راہ چھوڑکر بصرہ اوراہوازکاغیرمتعارف راستہ اس خطرہ کے پیش نظراختیارکیاگیاکہ کہیں عقیدت مندان امام مزاحمت نہ کریں غرضکہ قطع مراحل اورطے منازل کرتے ہوئے یہ لوگ نیشاپورکے نزدیک جاپہنچے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جب آپ کی مقدس سواری نیشاپوری کے قریب پہنچی توجملہ علماء وفضلاء شہرنے بیرون شہرحاضرہوکرآپ کی رسم استقبال اداکی، داخل شہرہوئے توتمام خوردوبزرگ شوق زیارت میں امنڈپڑے، مرکب عالی جب مربعہ شہر(چوک) میں پہنچاتوخلاق سے زمین پرتل رکھنے کی جگہ نہ تھی اس وقت حضرت امام رضاقاطرنامی خچرپرسوارتھے جس کاتمام سازوسامان نقرئی تھاخچرپرعماری تھی اوراس پردونوں طرف پردہ پڑے ہوئے تھے اوربروایتے چھتری لگی ہوئی تھی اس وقت امام المحدثین حافظ ابوزرعہ رازی اورمحمدن بن اسلم طوسی آگے آگے اوران کے پیچھے اہل علم وحدیث کی ایک عظیم جماعت حاضرخدمت ہوئی اوربایں کلمات امام علیہ السلام کومخاطب کیا ”اے جمیع سادات کے سردار، اے تمام مومنوں کے امام اوراے مرکزپاکیزگی، آپ کورسول اکرم کاواسطہ، آپ اپنے اجداد کے صدقہ میں اپنے دیدارکاموقع دیجئے اورکوئی حدیث اپنے جدنامدارکی بیان فرمائیے یہ کہہ کرمحمدبن رافع، احمدبن حارث، یحی بن یحی اوراسحاق بن راہویہ نے آپ کے خاطرکی باگ تھام لی۔

ان کی استدعاسن کرآپ نے سواری روک دیئے جانے کے لیے اشارہ فرمایا، اورشارہ کیاکہ حجاب اٹھادیئے جائیں فوراتعمیل کی گئی حاضرین نے جونہی وہ نورانی چہرہ اپنے پیارے رسول کے جگرگوشہ کادیکھاسینوں میں دل بیتاب ہوگئے دوزلفین نورانورپر مانندگیسوئے مشک بوئے جناب رسول خداچھوٹی ہوئی تھیں کسی کویارائے ضبط باقی نہ رہاوہ سب کے سب بے اختیارڈھاریں مارکررونے لگے بہتوں نے اپنے کپڑے پھاڑڈالے کچھ زمین پرگرکرلوٹنے لگے بعض سواری کے گردوپیش گھومنے اورچکرلگانے لگے اورمرکب اقدس کی زین ولجام چومنے لگے اورعماری کابوسہ دینے لگے آخرمرکب عالی کے قدم چومنے کے اشتیاق میں درانہ بڑھے چلے آتے تھے غرضکہ عجیب طرح کاولولہ تھاکہ جمال باکمال کودیکھنے سے کسی کوسیری نہیں ہوئی تھی ٹکٹکی لگائے رخ انورکی طرف نگراں

تھے یہاں تک دوپہر ہوگئی اوران کے موجودہ اشتیاق وتمناکی پرجوشیوں میں کوئی کمی نہیں آئی اس وقت علماء وفضلاء کی جماعت نے باآوازبلندپکارکرکہاکہ مسلمانوں ذراخاموش ہوجاؤ، اورفرزندرسول کے لیے آزارنہ بنو، ان کی استدعاپرقدرے شوروغل تھما توامام علیہ السلام نے فرمایا:

حدثنی ابی موسی الکاظم عن ابیه جعفرالصادق عن ابیه محمدالباقرعن ابیه زین العابدین عن ابیه الحسین الشهیدبکربلاعن ابیه علی المرتضی قال حدثنی حبیبی وقرة عینی رسو ل الله صلی الله علیه وآله وسلم قال حدثنی جبرئیل علیه السلام قال حدثنی رب العزت سبحانه وتعالی قال لااله الاالله حصنی فمن قالهادخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی (مسندامام رضاعلیہ السلام ص ۷ طبع مصر ۱۳۴۱ھ)۔

ترجمہ:

میرے پدربزرگوارحضرت امام موسی کاظم نے مجھ سے بیان فرمایااوران سے امام جعفرصادق علیہ السلام نے اوران سے امام محمدباقرنے اوران سے امام زین العابدین نے اوران سے امام حسین نے اوران سے حضرت علی مرتضی نے اوران سے حضرت رسول کریم جناب محمد مصطفی صلعم نے اوران سے جناب جبرئیل امین نے اوران سے خداوندعالم نے ارشادفرمایاکہ ”لاالہ الااللہ “ میراقلعہ ہے جواسے زبان پرجاری کرے گا میرے قلعہ میں داخل ہوجائے گا اورجومیرے قلعہ میں داخل ہوگا میرے عذاب سے محفوظ ہوجائے گا۔

یہ کہہ کرآپ نے پردہ کھینچوادیا، اورچندقدم بڑھنے کے بعد فرمایا بشرطہاوشروطہاوانامن شروطہاکہ لاالہ الااللہ کہنے والانجات ضرورپائے گالیکن اس کے کہنے اورنجات پانے میں چندشرطیں ہیں جن میں سے ایک شرط میں بھی ہوں یعنی اگرآل محمدکی محبت دل میں نہ ہوگی تولاالہ الااللہ کہناکافی نہ ہوگاعلماء نے ”تاریخ نیشابور“ کے حوالے سے لکھاہے کہ اس حدیث کے لکھنے میں مفرددواتوں کے علاوہ ۲۴ ہزارقلمدان استعمال کئے گئے احمدبن حنبل کاکہناہے کہ یہ حدیث جن اسناداوراسماء کے ذریعہ سے بیان فرمائی گئی ہے اگرانہیں اسماء کوپڑھ کرمجنون پردم کیاجائے تو”لافاق من جنونہ“ ضروراس کاجنون جاتارہے گا اوروہ اچھاہوجائے گاعلامہ شبلنجی نورالابصارمیں بحوالہ ابوالقاسم تضیری لکھتے ہیں کہ ساسانہ کے رہنے والے بعض رؤسا نے جب اس سلسلہ حدیث کوسناتو اسے سونے کے پانی سے لکھواکراپنے پاس رکھ لیااورمرتے وقت وصیت کی کہ اسے میرے کفن میں رکھ دیاجائے چنانچہ ایساہی کیاگیامرنے کے بعداس نے خواب میں بتایاکہ خداوندعالم نے مجھے ان ناموں کی برکت سے بخش دیاہے اورمیں بہت آرام کی جگہ ہوں۔

مؤلف کہتا ہے کہ اسی فائدہ کے لیے شیعہ اپنے کفن میں خواب نامہ کے طور پر ان اسماء کو لکھ کر رکھتے ہیں بعض کتابوں میں ہے کہ نیشاپور میں آپ سے بہت سے کرامات نمودار ہوئے۔

شہر طوس میں آپ کا نزول وورود

جب اس سفر میں چلتے چلتے شہر طوس پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ایک پہاڑ سے لوگ پتھر تراش کر ہانڈی وغیرہ بناتے ہیں آپ اس سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے اور آپ نے اس کے نرم ہونے کی دعا کی وہاں کے باشندوں کا کہنا ہے کہ اس پہاڑ کا پتھر بالکل نرم ہوگیا اور بڑی آسانی سے برتن بننے لگے۔

امام رضا کا دار الخلافہ مرو میں نزول

امام علیہ السلام طے مراحل اور قطع منازل کرنے کے بعد جب مرو پہنچے جسے سکندر ذوالقرنین نے بروایت معجم البلدان آباد کیا تھا اور جو اس وقت دار السلطنت تھا تو مامون نے چند روز ضیافت تکریم کے مراسم ادا کرنے کے بعد قبول خلافت کا سوال پیش کیا حضرت نے اس سے اسی طرح انکار کیا جس طرح امیر المومنین چوتھے موقعہ پر خلافت پیش کئے جانے کے وقت انکار فرما رہے تھے مامون کو خلافت سے دستبردار ہونا، در حقیقت منظور نہ تھا ورنہ وہ امام کو اسی پر مجبور کرتا۔

چنانچہ جب حضرت نے خلافت کے قبول کرنے سے انکار فرمایا، تو اس نے ولیعہدی کا سوال پیش کیا حضرت اس کے بھی انجام سے ناواقف نہ تھے نیز بخوشی جابر حکومت کی طرف سے کوئی منصب قبول کرنا آپ کے خاندانی اصول کے خلاف تھا حضرت نے اس سے بھی انکار فرمایا مگر اس پر مامون کا اصرار جبر کی حد تک پہنچ گیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ "لابد من قبولک" اگر آپ اس کو منظور نہیں کر سکتے تو اس وقت آپ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا جان کا خطرہ قبول کیا جا سکتا ہے جب مذہبی مفاد کا قیام جان دینے پر موقوف ہو ورنہ حفاظت جان شریعت اسلام کا بنیادی حکم ہے امام نے فرمایا، یہ ہے تو میں مجبورا قبول کرتا ہوں مگر کاروبار سلطنت میں بالکل دخل نہ دوں گا ہاں اگر کسی بات میں مجھ سے مشورہ لیا جائے تو نیک مشورہ ضرور دوں گا۔

اس کے بعد یہ ولی عہدی صرف برائے نام سلطنت وقت کے ایک ڈھکوسلے سے زیادہ کوئی وقعت نہ رکھتی تھی جس سے ممکن ہے کچھ عرصہ تک سیاسی مقصد میں کامیابی حاصل کر لی گئی ہو مگر امام کی حیثیت اپنے فرایض کے انجام دینے میں بالکل وہ تھی جو ان کے پیش رو حضرت علی مرتضی اپنے زمانے کے با اقتدار طاقتوں کے ساتھ اختیار کر چکے تھے جس طرح ان کا کبھی کبھی مشورہ دیدنا ان حکومتوں کو صحیح وناجائز نہیں بنا سکتا ویسے ہی امام رضا علیہ السلام کا اس نوعیت سے ولیعہدی کا قبول فرمانا اس سلطنت کے

جوازکاباعث نہیں ہوسکتا تھا صرف مامون کی ایک راج ہٹ تھی جو سیاسی غرض کے پیش نظراس طرح پوری ہوگئی مگر امام نے اپنے دامن کو سلطنت ظلم کے اقدامات اور نظم ونسق سے بالکل الگ رکھا۔

تواریخ میں ہے کہ مامون نے حضرت امام رضاعلیہ السلام سے کہاکہ شرطیں قبول کرلیں اس کے بعد آپ نے دونوں ہاتھوں کوآسمان کی طرف بلند کئے اور بارگاہ احدیت میں عرض کی پروردگار توجانتا ہے کہ اس امرکومیں نے بہ مجبورو ناچاری اور خوف قتل کی وجہ سے قبول کرلیا ہے۔

خداوندا تومیرے اس فعل پرمجھ سے اسی طرح مواخذہ نہ کرنا جس طرح جناب یوسف اورجناب دانیال سے بازپرس نہیں فرمائی اس کے بعد کہا میرے پالنے والے تیرے عہد کے سوا کوئی عہد نہیں اورتیری عطاکی ہوئی حیثیت کے سوا کوئی عزت نہیں خدایا تومجھے اپنے دین پرقائم رہنے ک توفیق عنایت فرما، خواجہ محمدپارسا کاکہنا ہے کہ ولیعہدی کے وقت آپ رورہے تھے ملاحسین لکھتے ہیں کہ مامون کی طرف سے اصرار اور حضرت کی طرف سے انکار کا سلسلہ دوماہ جاری رہا اس کے بعد ولی عہدی قبول کی گئی۔

جلسہ ولیعہدی کا انعقاد

یکم رمضان ۲۰۱ ہجری بروز پنجشنبہ جلسہ ولیعہدی منعقد ہوا،بڑی شان وشوکت اورتزک واحتشام کے ساتھ یہ تقریب عمل میں لائی گئی سب سے پہلے مامون نے اپنے بیٹے عباس کو اشارہ کیا اوراس نے بیعت کی، پھراورلوگ بیعت سے شرفیاب ہوئے سونے اورچاندی کے سکے سرمبارک پرنثارہوئے اورتمام ارکان سلطنت اورملازمین کوانعامات تقسیم ہوئے مامون نے حکم دیاکہ حضرت کے نام کاسکہ تیارکیا جائے، چنانچہ درہم ودینا پرحضرت کے نام کانقش ہوا، اورتمام قلمرومیں وہ سکہ چلایا گیا جمعہ کے خطبہ میں حضرت کانام نامی داخل کیا گیا۔

یہ ظاہرہے کہ حضرت کے نام مبارک کاسکہ عقیدت مندوں کے لیے تبرک اورضمانت کی حیثیت رکھتا تھا اس سکہ کوسفروحضرمیں حرزجان کے لیے ساتھ رکھنا یقینی امر تھا صاحب جنات الخلود نے بحروبر کے سفرمیں تحفظ کے لیے آپ کے توسل کاذکرکیا ہے اسی کی یادگارمیں بطور ضمانت بعقیدہ تحفظ ہم اب بھی سفرمیں بازوپرامام ضامن ثامن کا پیسہ باندھتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ۳۳ ہزار عباسی مردوزن وغیرہ کی موجودگی میں آپ کو ولیعہد خلافت بنادیا گیا اس کے بعد اس نے تمام حاضرین سے حضرت امام علی رضا کے لیے بیعت لی اوردربار کالباس بجائے سیاہ کے سبزقرار دیا گیا جوسادات کاامتیازی لباس تھا فوج کی وردی بھی بدل دی گئی تمام ملک میں احکام شاہی نافذ ہوئے کہ مامون کے بعد علی رضا تخت وتاج کے مالک ہیں اوران کالقب ہے "الرضا من آل محمد" حسن بن سہل کے نام بھی فرمان گیاکہ ان کے لیے بیعت عام لی جائے اورعموما اہل فوج وعمائد بنی ہاشم سبز رنگ کے پھرہرے اور سبزکلاہ وقبائیں استعمال کریں۔

علامہ شریف جرجانی نے لکھا ہے کہ قبول ولیعہدی کے متعلق جو تحریر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کو لکھی اس کا مضمون یہ تھا کہ "چونکہ مامون نے ہمارے ان حقوق کو تسلیم کرلیا ہے جن کو ان کے آباؤ اجداد نے نہیں پہچانا تھا لہذا میں نے اس کی درخواست ولی عہدی قبول کرلی اگرچہ جفر وجامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انجام کو نہ پہنچے گا"۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ قبول ولیعہدی کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا تھا اس پر گواہ کی حیثیت سے فضل بن سہل ، سہل بن فضل ، یحیی بن اکثم ، عبداللہ بن طاہر ، ثمامہ بن اشرس ، بشر بن معتمر ، حماد بن نعمان وغیرہم کے دستخط تھے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے اس جلسہ ولیعہدی میں اپنے مخصوص عقیدت مندوں کو قریب بلاکر کان میں فرمایا تھا کہ اس تقریب پر دل میں خوشی کو جگہ نہ دو ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ص ۱۲۲ ، مطالب السول ص ۲۸۲ ، نور الابصار ص ۱۴۲ ، اعلام الوری ص ۱۹۳ ، کشف الغمہ ص ۱۱۲ ، جنات الخلود ص ۳۱ ، المامون ص ۸۲ ، وسیلۃ النجات ص ۳۷۹ ، ارجح المطالب ص ۴۵۴ ، مسند امام رضا ص ۷ ، تاریخ طبری ، شرح مواقف ، تاریخ آئمہ ص ۴۷۲ ، تاریخ احمدی ص ۳۵۴ ، شواہد النبوت ، ینابیع المودۃ ، فصل الخطاب ، حلیۃ الاولیا ، روضۃ الصفا ، عیون اخبار رضا ، دمعہ ساکبہ ، سوانح امام رضا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کا دشمنوں پر اثر

تاریخ اسلام میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی خبر سن کر بغداد کے عباسی یہ خیال کرکے کہ خلافت ہمارے خاندان سے نکل چکی ہے کمال دل سوختہ ہوئے اور انہوں نے ابراہیم بن مہدی کو بغداد کے تخت پر بٹھادیا اور محرم ۲۰۲ ہجری میں مامون کی معزولی کا اعلان کردیا بغداد اور اس کے نواح میں بالکل بد نظمی پھیل گئی لچے غنڈے دن دھاڑے لوٹ مار کرنے لگے جنوبی عراق اور حجاز میں بھی معاملات کی حالت ایسی ہی خراب ہورہی تھی فضل وزیر اعظم سب خبروں کو بادشاہ سے پوشیدہ رکھتا تھا مگر امام رضا علیہ السلام نے اسے خبردار کردیا بادشاہ وزیر کی طرف سے بدگمان ہوگیا مامون کو جب ان شورشوں کی خبر ہوئی تو بغداد کی طرف روانہ ہوگیا سرخس میں پہنچ کر اس نے فضل بن سہل وزیر سلطنت کو حمام میں قتل کرادیا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۱)۔

شمس العلماء شبلی نعمانی حضرت امام رضا کی بیعت ولیعہدی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس انوکھے حکم نے بغداد میں ایک قیامت انگیز ہلچل مچادی اور رہا مامون سے مخالفت کا پیمانہ لبریز ہوگیا بعضوں نے (سبز رنگ وغیرہ کے اختیار کرنے کے حکم کی بہ جبر تعمیل کی مگر عام صدا یہی تھی کہ خلافت خاندان عباس کے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتی (المامون ص ۸۲)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام جب ولی عہد خلافت مقرر کئے جانے لگے مامون کے حاشیہ نشین سخت بدظن اور دل تنگ ہوگئے اور ان پر یہ خوف چھا گیا کہ اب خلافت بنی عباس سے نکل کر بنی فاطمہ کی طرف چلی جائے گی اور اسی تصور نے انہیں حضرت امام رضا علیہ السلام سے سخت متنفر کردیا (نور الابصار ص ۱۴۳)۔

واقعہ حجاب

مورخین لکھتے ہیں کہ اس واقعہ ولیعہدی سے لوگوں میں اس درجہ بغض وحسداورکینہ پیداہوگیاکہ وہ لوگ معمولی معمولی باتوں پراس کامظاہرہ کردیتے تھے علامہ شبلنجی اورعلامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضاعلیہ السلام کاولیعہدی کے بعدیہ اصول تھاکہ آپ مامون سے اکثرملنے کے لیے تشریف لے جایاکرتے تھے اورہوتایہ تھاکہ جب آپ دہلیزکے قریب پہنچتے تھے توتمام دربان اورخدام آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے اورسلام کرکے پردہ دراٹھایاکرتے تھے ایک دن سب نے مل کرطے کرلیاکہ کوئی پردہ نہ اٹھائے چنانچہ ایساہی ہواجب امام علیہ السلام تشریف لائے توحجاب نے پردہ نہیں اٹھایامطلب یہ تھاکہ اس سے امام کی توہین ہوگی، لیکن اللہ کے ولی کوکوئی ذلیل نہیں کرسکتاجب ایساواقعہ آیاتوایک تندہوانے چرداہ اٹھایااورامام داخل دربارہوگئے پھرجب آپ واپس تشریف لائے توہوانے بدستورپردہ اٹھانے میں سبقت کی اسی طرح کئی دن تک ہوتارہابالآخروہ سب کے سب شرمندہ ہوگئے اورامام علیہ السلام کی خدمت مثل سابق کرنے لگے(نورالابصارص ۱۴۳ ،مطالب السؤل ص ۲۸۲ ،شواہدالنبوت ص ۱۹۷)۔

حضرت امام رضاعلیہ السلام اورنمازعید

ولی عہدی کوابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ عیدکاموقع آگیامامون نے حضرت سے کہلابھیجاکہ آپ سواری پرجاکرلوگوں کونمازعیدپڑھائیں حضرت نے فرمایاکہ میں نے پہلے ہی تم سے شرط کرلی ہے کہ بادشاہت اورحکومت کے کسی کام میں حصہ نہیں لوں گااورنہ اس کے قریب جاؤں گا اس وجہ سے تم مجھ کو اس نمازعیدسے بھی معاف کردوتوبہترہے ورنہ میں نمازعیدکے لے اسی طرح جاؤں گاجس طرح میرے جدامجدحضرت محمدرسول اللہ صلعم تشریف لے جایاکرتے تھے مامون نے کہاکہ آپ کواختیارہے جس طرح چاہیں جائیں اس کے بعداس نے سواروں اورپیادوں کوحکم دیاکہ حضرت کے دروازے پہ حاضرہوں۔

جب یہ خبرشہرمیں مشہورہوئی تولوگ عیدکے روزسڑکوں اورچھتوں پرحضرت کی سواری کی شان دیکھنے کوجمع ہوگئے، اکی بھیڑلگ گئی عورتوں اورلڑکوں سب کوآرزو تھی کہ حضرت کی زیارت کریں اورآفتاب نکلنے کے بعدحضرت نے غسل کیااورکپڑے بدلے، سفیدعمامہ سرپرباندھا، عطرلگایااورعصاہاتھ میں لے کرعیدگاہ جانے پرآمادہ ہوگئے اس کے بعدنوکروں اورغلاموں کوحکم دیاکہ تم بھی غسل کرکے کپڑے بدل لواوراسی طرح پیدل چلو۔

اس انتظام کے بعدحضرت گھرسے باہرنکلے پائجامہ آدھی پنڈلی تک اٹھالیاکپڑوں کوسمیٹ لیا، ننگے پاؤں ہوگئے اورپھردوتین قدم چل کرکھڑے ہوگئے اورسرکوآسمان کی طرف بلندکرکے کہا اللہ اکبراللہ اکبر، حضرت کے ساتھ نوکروں، غلاموں اورفوج کے

سپاہیوں نے بھی تکبر کہی راوی کا بیان ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام تکبر کہتے تھے تو ہم لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ درودیوار اور زمین آسمان سے حضرت کی تکبیر کا جواب سنائی دیتا ہے اس ہیبت کو دیکھ کر یہ حالت ہوئی کہ سب لوگ اور خود لشکروالے زمین پر گر پڑے سب کی حالت بدل گئی لوگوں نے چھریوں سے اپنی جوتیوں کے کل تسمے کاٹ دیئے اورجلدی جلدی جوتیاں پھینک کرننگے پاؤں ہوگئے شہر بھر کے لوگ چینخ چینخ کررونے لگے ایک کہرام بپا ہوگیا۔

اس کی خبرمامون کو بھی ہوگئی اس کے وزیر فضل بن سہل نے اس سے کہاکہ اگرامام رضا اسی حالت سے عیدگاہ تک پہنچ جائیں گے تو معلوم نہیں کیافتنہ اورہنگام برپا ہوجائے گا سب لوگ ان کی طرف ہوجائیں گے اورہم نہیں جانتے کہ ہم لوگ کیسے بچیں گے وزیرکی اس تقریرپرمتنبہ ہوکرمامون نے اپنے پاس سے ایک شخص کوحضرت کی خدمت میں بھیج کر کہلا بھیجاکہ مجھ سے غلطی ہوگئی جوآپ سے عیدگاہ جانے کے لیے کہا اس سے آپ کو زحمت ہورہی ہے اورمیں آپ کی مشقت کوپسند نہیں کرتا بہتر ہے کہ آپ واپس چلے آئیں اورعیدگاہ جانے کی زحمت نہ فرمائیں پہلے جوشخص نمازپڑھاتا تھا وہ پڑھائے گا یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام واپس تشریف لائے اورنمازعیدنہ پڑھا سکے (وسیلۃ النجات ص ۳۸۲، مطالب السول ص ۲۸۲ واصول کافی)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں ،فرجع علی رضاالی بیتہ ورکب المامون فصلی بالناس "کہ امام رضا علیہ السلام دولت سراکوواپس تشریف لائے اورمامون نے جاکرنمازپڑھائی (نورالابصار ص ۱۴۳)۔

حضرت امام رضاکی مدح سرائی اوردعبل خزاعی اورابونواس

عرب کے مشہورشاعرجناب دعبل خزاعی کانام ابوعلی دعبل ابن علی بن زرین ہے آپ ۱۴۸ ہجری میں پیدا ہوکر ۲۴۵ ہجری میں بمقام شوش وفات پاگئے (رجال طوسی ۳۷۶)۔اورابونواس کاپورانام ابوعلی حسن بن ہانی ابن عبدالاول ہوازی بصری بغدادی ہے یہ ۱۳۶ ہجری میں پیدا ہوکر ۱۹۶ ہجری میں فوت ہوئے دعبل آل محمد کے مدح خاص تھے اورابونواس ہارون رشیدامین ومامون کاندیم تھا۔

دعبل خزاعی کے بے شماراشعارمدح آل محمدمیں موجودہیں علامہ شبلنجی تحریرفرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام ولی عہد سلطنت تھے دعبل خزاعی ایک دن دارالسلطنت مرومیں آپ سے ملے اورانہوں نے کہاکہ حضورمیں نے آپ کی مدح میں ۱۲۰ اشعارپرمشتمل ایک قصیدہ لکھاہے میری تمناہے میں اسے سب سے پہلے حضورہی کوسناؤں حضرت نے فرمایابہترہے، پڑھو:

دعبل خزاعی نے اشعارپڑھناشروع کیا قصیدہ کا مطلع یہ ہے:

ذکرت محل الربع من عرفات

فاجریت دمع العین بالعبرات

جب دعبل قصیدہ پڑھ چکے تو امام علیہ السلام نے ایک سو اشرفی کی تھیلی انہیں عطا فرمائی دعبل نے شکریہ ادا کرنے کے بعد اسے واپس کرتے ہوئے کہا کہ مولا میں نے یہ قصیدہ قربۃ الی اللہ کہا ہے میں کوئی عطیہ نہیں چاہتا خدا نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے البتہ حضور اگر مجھے جسم سے اترے ہوئے کپڑے عنایت فرما دیں، تو وہ میری عین خواہش کے مطابق ہوگا آپ نے ایک جبہ عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ اس رقم کو بھی رکھ لو یہ تمہارے کام آئے گی دعبل نے اسے لے لیا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد دعبل مرو سے عراق جانے والے قافلے کے ساتھ ہو کر روانہ ہوئے راستہ میں چوروں نے اور ڈاکوں نے حملہ کر کے سب کچھ لوٹ لیا اور چند آدمیوں کو گرفتار بھی کر لیا جن میں دعبل بھی تھے ڈاکوؤں نے مالی تقسیم کرتے وقت دعبل کا ایک شعر پڑھا دعبل نے پوچھا یہ کس کا شعر ہے انہوں نے کسی کا ہوگا دعبل نے کہا کہ یہ میرا شعر ہے اس کے بعد انہوں نے سارا قصیدہ سنا دیا ان لوگوں نے دعبل کے صدقے میں سب کو چھوڑ دیا اور سب کا مال واپس کر دیا یہاں تک کہ یہ نوبت آئی کہ ان لوگوں نے واقعہ سن کر امام رضا کا دیا ہوا جبہ خریدنا چاہا، اور اس کی قیمت ایک ہزار دینار لگائی دعبل نے جواب دیا کہ یہ میں نے بطور تبرک اپنے پاس رکھا ہے اسے فروخت نہ کروں گا بالآخر بار بار گرفتار ہونے کے بعد انہوں نے اسے ایک ہزار اشرفی پر فروخت کر دیا۔

علامہ شبلنجی بحوالہ ابو صلت ہروی لکھتے ہیں کہ دعبل نے جب امام رضا کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا تھا تو آپ رو رہے تھے اور آپ نے دو بیتوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ اشعار الہامی ہیں (نور الابصار ص ۱۳۸)۔

علامہ عبد الرحمن لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے قصیدہ سنتے ہوئے نفس زکیہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ ائے دعبل اس جگہ ایک شعر کا اور اضافہ کرو، تا کہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے انہوں نے عرض کی مولا فرمائیے ارشاد ہوا:

وقبربطوس نالها من مصيبة

الحت على الاحشاء بالزفرات

دعبل نے گھبرا کے پوچھا مولا، یہ کس کی قبر ہوگی، جس کا حضور نے حوالہ دیا ہے فرمایا ائے دعبل یہ قبر میری ہوگی اور میں عنقریب اس عالم میں غربت میں جب کہ میرے اعزا و اقرباء بال بچے مدینہ میں ہیں شہید کر دیا جاؤں گا اور میری قبر یہیں بنے گی اے دعبل جو میری زیارت کو آئے گا جنت میں میرے ہمراہ ہوگا (شواہد النبوت ص ۱۹۹)۔

دعبل کا یہ مشہور قصیدہ مجالس المومنین ص ۴۶۶ میں مکمل منقول ہے البتہ اس کا مطلع بدلا ہوا ہے علامہ شیخ عباس قمی نے لکھا ہے کہ دعبل نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا "طبقات الشعراء" (سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۲۴۱)۔

ابونواس کے متعلق علماء اسلام لکھتے ہیں کہ ایک دن اس کے دوستوں نے اس سے کہا کہ تم اکثر شعار کہتے ہو اور پھر مدح بھی کیا کرتے ہو لیکن افسوس کی بات ہے کہ تم نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مدح میں اب تک کوئی شعر نہیں کہا اس نے جواب دیا کہ حضرت کی جلالت قدر ہی نے مجھے مدح سرائی سے روکا ہے میری ہمت نہیں پڑتی کہ آپ کی مدح کروں یہ کہہ کر اس نے چند شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

لوگوں نے مجھ سے کہا کہ عمدہ کلام کے ہر رنگ اور مذاق کے اشعار سب لوگوں سے سننے والوں کے سامنے موتی جھڑتے ہیں پھر تم نے حضرت کے فضائل ومناقب میں کوئی قصیدہ کیوں نہیں کہا؟ تو میں نے سب کے جواب میں کہہ دیا کہ بھائیو جن جلیل الشان امام کے آبائے کرام کے خادم جبرئیل ایسے فرشتے ہوں ان کی مدح کرنا مجھ سے ممکن نہیں ہے۔

اس کے بعد اس نے چند اشعار آپ کی مدح میں لکھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

یہ حضرات آئمہ طاہرین خدا کے پاک وپاکیزہ کئے ہوئے ہیں اور ان کا لباس بھی طیب وطاہر ہے جہاں بھی ان کا ذکر ہوتا ہے وہاں ان پر درود کا نعرہ بلند ہو جاتا ہے جب حسب ونسب بیان ہوتے وقت کوئی شخص علوی خاندان کا نہ نکلے تو اس کو ابتدائے زمانہ سے کوئی فخر کی بات نہیں ملے گی جب خدا نے سب سے زیادہ شریف بھی قرار دیا اور سب پر فضیلت بھی دی، میں سچ کہتا ہوں کہ آپ حضرات ہی ملا اعلیٰ ہیں اور آپ ہی کے پاس قرآن مجید کا علم اور سوروں کے مطالب ومفاہیم ہیں" (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۳۲۲، نور الابصار ص ۱۳۸ طبع مصر)۔

مذاہب عالم کے علماء سے حضرت امام رضا کے علمی مناظرے

مامون رشید کو خود بھی علمی ذوق تھا اس نے ولی عہدی کے مرحلہ کو طے کرنے کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کافی استفادہ کیا پھر اپنے ذوق کے تقاضے پر اس نے مذاہب عالم کے علماء کو دعوت مناظرہ دی اور ہر طرف سے علماء کو طلب کر کے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مقابلہ کرایا عہد مامون میں امام علیہ السلام سے جس قدر مناظرے ہوئے ہیں ان کی تفصیل اکثر کتب میں موجود ہے اس سلسلہ میں احتجاجی طبرسی، بحار، دمعہ ساکبہ، وغیرہ جیسی کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں، میں اختصار کے پیش نظر صرف دوچار مناظرے لکھتا ہوں۔

عالم نصاری سے مناظرہ

مامون رشید کے عہد میں نصاری کا ایک بہت بڑا عالم و مناظر شہرت عامہ رکھتا تھا جس کا نام "جاثلیق" تھا اس کی عادت تھی کہ متکلمین اسلام سے کہا کرتا تھا کہ ہم تم دونوں نبوت عیسی اور ان کی کتاب پر متفق ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اختلاف ہے تو صرف نبوت محمد مصطفی صلعم میں ہے تم ان کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہو اور ہمیں انکار ہے پھر ہم تم ان کی وفات پر متفق ہو گئے ہیں اب ایسی صورت میں کونسی دلیل تمہارے پاس باقی ہے جو ہمارے لیے حجت قرار پائے یہ کلام سن کر اکثر مناظر خاموش ہو جایا کرتے تھے۔

مامون رشید کے اشارے پر ایک دن وہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی ہم کلام ہوا موقع مناظرہ میں اس نے مذکورہ سوال دھراتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ فرمائیں کہ حضرت عیسی کی نبوت اور ان کی کتاب دونوں پر آپ کا ایمان و اعتقاد ہے یا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا، میں اس عیسی کی نبوت کا یقینا اعتقاد رکھتا ہوں جس نے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلعم کی نبوت کی اپنے حوارین کو بشارت دی ہے اور اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے جو عیسائی اس کے معترف نہیں اور جو کتاب اس کی شارح اور مصدق نہیں اس پر میرا ایمان نہیں ہے یہ جواب سن کر جاثلیق خاموش ہو گیا۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ائے جاثلیق ہم اس عیسی کو جس نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی بشارت دی، نبی برحق جانتے ہیں مگر تم ان کی تنقیص کرتے ہو، اور کہتے ہو کہ وہ نماز روزہ کے پابند نہ تھے جاثلیق نے کہا کہ ہم تو یہ نہیں کہتے وہ تو ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار رہا کرتے تھے آپ نے فرمایا عیسی تو بنابر اعتقاد نصاری خود معاذاللہ خدا تھے تو یہ روزہ اور نماز کس کے لیے کرتے تھے یہ سن کر جاثلیق مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

البتہ یہ کہنے لگا کہ جو مردوں کو زندہ کرے جذامی کو شفا دے نابینا کو بینا کر دے اور پانی پر چلے کیا وہ اس کا سزاوار نہیں کہ اس کی پرستش کی جائے اور اسے معبود سمجھا جائے آپ نے فرمایا الیسع بھی پانی پر چلتے تھے اندھے کوڑی کو شفا دیتے تھے اسی طرح حزقیل پیغمبر نے ۳۵ ہزار انسانوں کو ساٹھ برس کے بعد زندہ کیا تھا قوم اسرائیل کے بہت سے لوگ طاعون کے خوف سے اپنے گھر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے حق تعالی نے ایک ساعت میں سب کو مار دیا بہت دنوں کے بعد ایک نبی استخوان ہائے بوسیدہ پر گزرے تو خداوند تعالی نے ان پر وحی نازل کی کہ انہیں آواز دو انہوں نے کہا کہ ائے استخوان بالیہ "استخوان مردہ" اٹھ کھڑے ہو وہ سب بحکم خدا اٹھ کھڑے ہوئے اسی طرح حضرت ابراہیم کے پرندوں کو زندہ کرنے اور حضرت موسی کے کوہ طور پر لے جانے اور رسول خدا کے احیاء اموات فرمانے کا حوالہ دے کر فرمایا کہ ان چیزوں پر توارت انجیل اور قرآن مجید کی شہادت موجود ہے اگر مردوں کو زندہ کرنے سے انسان خدا ہو سکتا ہے تو یہ سب انبیاء بھی خدا ہونے کے مستحق ہیں یہ سن کر وہ چپ ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔

عالم یہود سے مناظرہ

عالم یہود میں سے ایک عالم جس کا نام "راس الجالوت" تھا کو اپنے علم پر بڑا غرور اور تکبر و ناز تھا وہ کسی کو بھی اپنی نظر میں نہ لاتا تھا ایک دن اس کا مناظرہ اور مباحثہ فرزند رسول حضرت امام رضا علیہ السلام سے ہو گیا آپ سے گفتگو کے بعد اس نے اپنے علم کی حقیقت جانی اور سمجھا کہ میں خود فریبی میں بتلا ہوں ۔

امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد اس نے اپنے خیال کے مطابق بہت سخت سوالات کئے جن کے تسلی بخش اور اطمینان آفرین جوابات سے بہرہ ور ہوا جب وہ سوالات کر چکا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے راس الجالوت ! تم تورات کی اس عبارت کا کیا مطلب سمجھتے ہو کہ "آیا نور سینا سے روشن ہوا جبل ساعیر سے اور ظاہر ہوا کوہ فاران سے" اس نے کہا کہ اسے ہم نے پڑھا ضرور ہے لیکن اس کی تشریح سے واقف نہیں ہوں ۔

آپ نے فرمایا کہ نور سے وحی مراد ہے طور سینا سے وہ پہاڑ مراد ہے جس پر حضرت موسی خدا سے کلام کرتے تھے جبل ساعیر سے محل و مقام عیسی علیہ السلام مراد ہے کوہ فاران سے جبل مکہ مراد ہے جو شہر سے ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے پھر فرمایا تم نے حضرت موسی کی یہ وصیت دیکھی ہے کہ تمہارے پاس بنی اخوان سے ایک نبی آئے گا اس کی بات ماننا اور اس کے قول کی تصدیق کرنا اس نے کہا ہاں دیکھی ہے آپ نے پوچھا کہ بنی اخوان سے کون مراد ہے اس نے کہا معلوم نہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ اولاد اسماعیل ہیں، کیوں کہ وہ حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے ہیں اور بنی اسرائیل کے مورث اعلی حضرت اسحاق بن ابراہیم کے بھائی ہیں اور انہیں سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔

اس کے بعد جبل فاران والی بشارت کی تشریح فرما کر کہا کہ شعیا نبی کا قول توریت میں مذکور ہے کہ میں نے دو سوار دیکھے کہ جن کے پرتو سے دنیا روشن ہو گئی، ان میں ایک گدھے پر سواری کئے تھا اور ایک اونٹ پر، اے راس الجالوت تم بتلا سکتے ہو کہ اس سے کون مراد ہیں ؟ اس نے انکار کیا، آپ نے فرمایا کہ راکب الحمار سے حضرت عیسی اور راکب الجمل سے مراد حضرت محمد مصطفی صلعم ہیں ۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تم حضرت حبقوق نبی کے اس قول سے واقف ہو کہ خدا اپنا بیان جبل فاران سے لایا اور تمام آسمان حمد الہی کی (آوازوں) سے بھر گئے اسکی امت اور اس کے لشکر کے سوار خشکی اور تری میں جنگ کرینگے ان پر ایک کتاب آئے گی اور سب کچھ بیت المقدس کی خرابی کے بعد ہوگا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس حضرت موسی علیہ السلام کی نبوت کی کیا دلیل ہے اس نے کہا کہ ان سے وہ امور ظاہر ہوئے، جو ان سے پہلے کے انبیاء پر نہیں ہوئے تھے مثلا دریائے نیل کا شگافتہ ہونا، عصا کا سانپ بن جانا، ایک پتھر سے بارہ چشمہ جاری ہو جانا اور ید بیضا وغیرہ ،

آپ نے فرمایاکہ جوبھی اس قسم کے معجزات کوظاہر کرے اورنبوت کامدعی ہو،اس کی تصدیق کرنی چاہیے اس نے کہانہیں آپ نے فرمایاکیوں ؟ کہااس لیے کہ موسی کوجوقربت یامنزلت حق تعالی کے نزدیک تھی وہ کسی کونہیں ہوئی لہذاہم پرواجب ہے کہ جب تک کوئی شخص بعینہ وہی معجزات وکرامات نہ دکھلائے ہم اس کی نبوت کااقرارنہ کریں ،ارشادفرمایاکہ تم موسی سے پہلے انبیاء مرسلین کی نبوت کاکس طرح اقرارکرتے ہو حالانکہ انہوں نے نہ کوئی دریاشگافتہ کیا، نہ کسی پتھرسے چشمے نکالے نہ ان کاہاتھ روشن ہوا،اورنہ ان کاعصااژدھابنا،راس الجالوت نے کہاکہ جب ایسے اموروعلامات خاص طورسے ان سے ظاہرہوں جن کے اظہارسے عموماتمام خلائق عاجزہو،تووہ اگرچہ بعینہ ایسے معجزات ہوں یانہ ہوں ان کی تصدیق ہم پرواجب ہوجائے گی حضرت امام رضاعلیہ السلام نے فرمایاکہ حضرت عیسی بھی مردوں کوزندہ کرتے تھے کورمادرنوزادکوبینابناتے تھے مبروص کوشفادیتے تھے مٹی کی چڑیا بناکرہوامیں اڑاتے تھے وہ یہ امورہیں جن سے عام لوگ عاجزہیں پھرتم ان کوپیغمبرکیوں نہیں مانتے؟

راس الجالوت نے کہاکہ لوگ ایساکہتے ہیں ، مگرہم نے ان کوایساکرتے دیکھانہیں ہے فرمایاتوکیاآیات و معجزات موسی کوتم نے بچشم خوددیکھاہے آخروہ بھی تومعتبرلوگوں کی زبانی سناہی ہوگاویساہی اگرعیس کے معجزات ثقہ اورمعتبرلوگوں سے سنو،توتم کوان کی نبوت پرایمان لاناچاہئے اوربالکل اسی طرح حضرت محمد مصطفی کی نبوت ورسالت کااقرارآیات و معجزات کی روشنی میں کرناچاہیئے سنوان کاعظیم معجزہ قرآن مجیدہے جس کی فصاحت وبلاغت کاجواب قیامت تک نہیں دیاجاسکے گا یہ سن کروہ خاموش ہوگیا۔

عالم مجوسی سے مناظرہ

مجوسی یعنی آتش پرست کاایک مشہورعالم ہربذاکبر حضرت امام رضاعلیہ السلام کی خدمت میں حاضرہوکرعلمی گفتگوکرنے لگاآپ نے اس کے سوالات کے مکمل جوابات عنایت فرمائے اس کے بعداس سے سوال کیاکہ تمہارے پاس رزتشت کی نبوت کی کیادلیل ہے اس نے کہاکہ انہوں نے ہماری ایسی چیزوں کی طرف رہبری فرمائی ہے جس کی طرف پہلے کسی نے رہنمائی نہیں کی تھی ہمارے اسلاف کہاکرتے تھے کہ زرتشت نے ہمارے لیے وہ امورمباح کئے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کئے تھے آپ نے فرمایاکہ تم کواس امرمیں کیاعذرہوسکتاہے کہ کوئی شخص کسی نبی اوررسول کے فضائل وکمالات تم پرروشن کرے اورتم اس کے ماننے میں پس وپیش کرو، مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم نے معتبرلوگوں سے سن کرزرتشت کی نبوت مان لی اسی طرح معتبرلوگوں سے سن کرانبیاء اوررسل کی نبوت کے ماننے میں تمہیں کیاعذرہوسکتاہے؟ یہ سن کروہ خاموش ہوگیا۔

آپ کی تصانیف

علماء نے آپ کی تصانیف میں صحیفۃ الرضا، صحیفۃ الرضویہ، طب الرضا اور مسند امام رضا کا حوالہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ آپ کی تصانیف ہیں صحیفۃ الرضا کا ذکر علامہ مجلسی علامہ طبرسی اور علامہ زمخشری نے کیا ہے اس کا اردو ترجمہ حکیم اکرام الرضا لکھنوی نے طبع کرایا تھا اب جو تقریباً ناپید ہے۔

صحیفۃ الرضویہ کا ترجمہ مولوی شریف حسین صاحب بریلوی نے کیا ہے طب الرضا کا ذکر علامہ مجلسی شیخ منتخب الدین نے کیا ہے اس کی شرح فضل اللہ بن علی الراوندی نے لکھی ہے اسی کو رسالہ ذھبیہ بھی کہتے ہیں اور اس کا ترجمہ مولانا حکیم مقبول احمد صاحب قبلہ مرحوم نے بھی کیا ہے اس کا تذکرہ شمس العلماء شبلی نعمانی نے المامون ص ۹۲ میں کیا ہے مسند امام رضا کا ذکر علامہ چلپی نے کتاب کشف الظنون میں کیا ہے جس کو علامہ عبداللہ امرت سری نے کتاب ارجح المطالب کے ص ۴۵۴ پر نقل کیا ہے ناچیز مؤلف کے پاس یہ کتاب مصر کی مطبوعہ موجود ہے یہ کتاب ۱۳۲۱ ہجری میں چھپی ہے اور اس کے مرتب علامہ شیخ عبدالواسع مصری اور محشی علامہ محمد ابن احمد ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ماء اللحم بنانے اور موسمیات کے متعلق جو افادہ فرمایا ہے اس کا ذکر کتابوں میں موجود ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (دمعہ ساکبہ وغیرہ)۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غیر معصوم ارباب اقتدار ہوس حکمرانی میں کسی قسم کا صرفہ نہیں کرتے اگر حصول حکومت یا تحفظ حکمرانی میں باپ بیٹے، ماں بیٹی یا مقدس سے مقدس ترین ہستیوں کو بھینٹ چڑھا دے، تو وہ اس کی پرواہ نہیں کیا کرتے اسی بناء پر عرب میں مثل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ الملک عقیم، علامہ وحید الزمان حیدرآبادی لکھتے ہیں کہ الملک عقیم بادشاہت بانجھ ہے یعنی بادشاہت حاصل کرنے کے لیے باپ بیٹے کی پرواہ نہیں کرتا بیٹا باپ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ بیٹا باپ کو مار کر خود بادشاہ بن جاتا ہے (انوار اللغۃ پارہ ۸ ص ۱۷۳)۔

اب اس ہوس حکمرانی میں کسی مذہب اور عقیدہ کا سوال نہیں ہر وہ شخص جو اقتدار کا بھوکا ہوگا وہ اس قسم کی حرکتیں کرے گا۔

مثال کے لیے اسلامی تواریخ کی روشنی میں حضور رسول کریم کی وفات کے فوراً بعد کے واقعات کو دیکھیے جناب سیدہ کے مصائب و آلام اور وجہ شہادت پر غور کیجیے امام حسن کے ساتھ برتاؤ پر غور فرمائیے، واقعہ کربلا اور شہادت کے واقعات کو ملاحظہ کیجیے ان امور سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حکمرانی کے لیے کیا کیا مظالم کیے جا سکتے ہیں اور کیسی کیسی ہستیوں کی جانیں لی جا سکتی ہیں اور کیا کچھ کیا جا سکتا ہے تواریخ میں موجود ہے کہ مامون رشید عباسی کی دادی نے اپنے بیٹے خلیفہ ہادی کو ۲۶ سال کی عمر میں زہر دلو کر مار دیا مامون رشید کے باپ ہارون رشید نے اپنے وزیروں کے خاندان کو تباہ و برباد کر دیا (المامون ص ۲۰)۔

مروان کی بیوی نے اپنے خاوند کو بستر خواب پر دو تکیوں سے گلا گھٹوا کر مروادیا ولید بن عبد الملک نے فرزند رسول امام زین العابدین کو زہر سے شہید کیا ہشام بن عبد الملک نے امام محمد باقر کو زہر سے شہید کیا امام جعفر صادق کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کیا امام موسی کاظم کو ہارون رشید نے زہر سے شہید کیا امام علی رضا علیہ السلام کو مامون عباسی نے زہر دے کر شہید کیا امام محمد تقی کو معتصم باللہ نے ام الفضل بنت مامون کے ذریعہ سے زہر دلوایا امام علی نقی کو معتمد عباسی نے زہر سے شہید کیا اسی طرح امام حسن عسکری کو بھی زہر سے شہید کیا گیا غرضیکہ حکومت کے سلسلے میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے اورنگ زیب کو دیکھیے اس نے اپنے بھائی کو قتل کرادا اور اپنے باپ کو سلطنت سے محروم کر کے قید کر دیا تھا اسی نے شہید ثالث حضرت نور اللہ شوشتری (آگرہ) کی زبان گدی سے کھچوائی تھی بہرحال جس طرح سب کے ساتھ ہوتا رہا حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا۔

تاریخ شہادت

حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت ۲۳/ ذی قعدہ ۲۰۳ ہجری مطابق ۸۱۸ ءیوم جمعہ کو بمقام طوس واقع ہوئی ہے (جلاء العیون ص ۲۸۰، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷، جنات الخلود ص ۳۱)۔

آپ کے پاس اس وقت عزاء واقربا اولاد وغیرہ میں سے کوئی نہ تھا ایک تو آپ خود مدینہ سے غریب الوطن ہو کر آئے دوسرے یہ کہ دارالسلطنت مرو میں بھی آپ نے وفات پائی بلکہ آپ سفر کی حالت میں بعالم غربت فوت ہوئے اسی لیے آپ کو غریب الغرباء کہتے ہیں۔

واقعہ شہادت کے متعلق مورخین نے لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "فمایقتلنی واللہ غیرہ" خدا کی قسم مجھے مامون کے سواء کوئی اور قتل نہیں کرے گا اور میں صبر کرنے پر مجبور ہوں (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۷۱)۔ علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ہرثمہ بن اعین سے آپ نے اپنی وفات کی تفصیل بتلائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ انگور اور انار میں مجھے زہر دیا جائے گا (نور الابصار ص ۱۴۴)۔

علامہ معاصر لکھتے ہیں کہ ایک روز مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنے گلے سے لگایا اور پاس بٹھا کر ان کی خدمت میں بہترین انگوروں کا ایک طبق رکھا اور اس میں سے ایک خوشا اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا ابن رسول اللہ یہ انگور نہایت ہی عمدہ ہیں تناول فرمائیے آپ نے یہ کہتے ہوئے انکار فرمایا کہ جنت کے انگور اس سے بہتر ہیں اس نے شدید اصرار کیا اور آپ نے اس میں سے تین دانے کھالیے یہ انگور کے دانے زہر آلود تھے انگور کھانے کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے، مامون نے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جہاں تونے بھیجا ہے وہاں جارہا ہوں قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد آپ تین دن تک تڑپتے رہے بالآخر انتقال فرما گئے (تاریخ آئمہ ص ۴۷۶)۔

انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام باعجاز تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھائی اور آپ واپس چلے گئے بادشاہ نے بڑی کوشش کی کہ آپ سے ملے مگر نہ مل سکا (مطالب السول ص ۲۸۸) اس کے بعد آپ کو بمقام طوس محلہ سناباد میں دفن کردیا گیا جو آج کل مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے اور اطراف عالم کے عقیدت مندوں کے حوائج کا مرکز ہے۔

شہادت امام رضا کے موقع پر امام محمد تقی کا خراسان پہنچنا

ابو مخنف کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو خراسان میں زہر دیدیا اور آپ بستر علالت پر کروٹیں لینے لگے ،توخداوندعالم نے امام محمد تقی کو وہاں بھیجنے کا بندوبست کیا چنانچہ امام محمد تقی جب کہ مسجد مدینہ میں مشغول عبادت تھے ایک ہاتف غیبی نے آواز دی کہ "اگر می خواہی پدر خود را زندہ دریابی قدم در راہ نہ" اگر آپ اپنے والد بزرگوار سے ان کی زندگی میں ملنا چاہتے ہیں تو فوراً خراسان کے لیے روانہ ہوجائیں یہ آواز سننا تھا کہ آپ مسجد سے برآمد ہوکر داخل خانہ ہوئے اور آپ نے اپنے اعزا و اقربا کو شہادت پدر سے آگاہ کیا ،گھر میں کہرام برپا ہوگیا اس کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہوکر ایک ساعت میں خراسان پہنچے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ دربان نے دروازہ بند کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں آپ کی آواز سنتے ہی امام علیہ السلام خود اپنے بستر سے اٹھے اور دروزاہ کھول کر امام محمد تقی کو اپنے گلے سے لگا لیا اور بے پناہ گریہ کیا امام محمد تقی پدر بزرگوار کی بے بسی ،بے کسی اور غربت پر آنسو بہانے لگے پھر امام علیہ السلام تبرکات امامت فرزند کے سپرد کرکے راہی ملک بقا ہوگئے "اناللہ وانا الیہ راجعون"۔ (کنزالانساب ص ۹۵)۔

علامہ شیخ عباس قمی بحوالہ اعلام الوری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو جونہی خبر شہادت ملی ،خراسان تشریف لے گئے اور اپنے والد بزرگوار کو دفن کرکے ایک ساعت میں واپس آئے اور یہاں پہنچ کر لوگوں کو حکم دیا کہ امام علیہ السلام کا ماتم کریں (منتہی الآمال جلد ۲ ص ۳۱۲)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

ولادت باسعادت

علماء کا بیان ہے کہ امام المتقین حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بتاریخ ۱۰/ رجب المرجب ۱۹۵ ھ بمطابق ۸۱۱ ء یوم جمعہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے تھے (روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶، شواہد النبوت ص ۲۰۴، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷)۔

علامہ یگانہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں چونکہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے کوئی اولاد آپ کی ولادت سے قبل نہ تھی اس لئے لوگ طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ شیعوں کے امام منقطع النسل ہیں یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اولاد کا ہونا خدا کی عنایت سے متعلق ہے اس نے مجھے صاحب اولاد کیا ہے اور عنقریب میرے یہاں مسند امامت کا وارث پیدا ہوگا چنانچہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی (ارشاد ص ۴۷۳)۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے یہاں جو بچہ عنقریب پیدا ہوگا وہ عظیم برکتوں کا حامل ہوگا (اعلام الوری ص ۲۰۰)۔

واقعہ ولادت کے متعلق لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی بہن جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے بھائی نے مجھے بلا کر کہا کہ آج تم میرے گھر میں قیام کرو، کیونکہ خیزران کے بطن سے آج رات کو خدا مجھے ایک فرزند عطا فرمائے گا، میں نے خوشی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی جب رات آئی تو ہمسایہ کی اور چند عورتیں بھی بلائی گئیں، نصف شب سے زیادہ گزرنے پر یکایک وضع حمل کے آثار نمودار ہوئے یہ حال دیکھ کر میں خیزران کو حجرہ میں لے گئی، اور میں نے چراغ روشن کردیا تھوڑی دیر میں امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ مختون اور ناف بریدہ ہیں ولادت کے بعد میں نے انہیں نہلانے کے لیے طشت میں بٹھایا، اس وقت جو چراغ روشن تھا وہ گل ہوگیا مگر پھر بھی اس حجرہ میں روشنی بدستور رہی، اور اتنی روشنی رہی کہ میں نے آسانی سے بچہ کو نہلا دیا،

تھوڑی دیر میں میرے بھائی امام رضا علیہ السلام بھی وہاں تشریف لے آئے میں نے نہایت عجلت کے ساتھ صاحبزادے کو کپڑے میں لپیٹ کر حضرت کی آغوش میں دیدیا آپ نے سر اور آنکھوں پر بوسہ دے کر پھر مجھے واپس کردیا، دو دن تک امام محمد تقی علیہ السلام کی آنکھیں بند رہیں تیسرے دن جب آنکھیں کھلیں تو آپ نے سب سے پہلے آسمان کی طرف نظر کی پھر داہنے بائیں دیکھ کر کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا میں یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئی اور میں نے سارا ماجرا اپنے بھائی سے بیان کیا، آپ نے فرمایا تعجب نہ کرو، یہ میرا فرزند حجت خدا اور وصی رسول ہدی ہے اس سے جو عجائبات ظہور پذیر ہوں، ان میں تعجب کیا؟ محمد بن علی ناقل ہیں کہ

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان اسی طرح مہر امامت تھی جس طرح دیگر آئمہ علیہم السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان مہریں ہوا کرتی تھیں (مناقب)۔

نام کنیت اور القاب

آپ کا اسم گرمی، لوح محفوظ کے مطابق ان کے والدماجد حضرت امام رضا علیہ السلام نے "محمد" رکھا آپ کی کنیت "ابو جعفر" اور آپ کے القاب جواد، قانع، مرتضی تھے اور مشہورترین لقب تقی تھا (روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶، شواہد النبوت ص ۲۰۲، اعلام الوری ص ۱۹۹)۔

بادشاہان وقت

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت ۱۹۵ ھ میں ہوئی اس وقت بادشاہ وقت، امین ابن ہارون رشید عباسی تھا (وفیات الاعیان)۔

۱۹۸ ہجری میں مامون رشید بادشاہ وقت ہوا (تاریخ خمیس وابوالفداء) ۲۱۸ ہجری میں معتصم عباسی خلیفہ وقت مقرر ہوا (ابوالفداء)۔

اسی معتصم نے ۲۲۰ ہجری میں آپ کو زہر سے شہید کرادیا (وسیلۃ النجات)۔

امام محمد تقی کی نشونما اور تربیت

یہ ایک حسرتناک واقعہ ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو نہایت کمسنی ہی کے زمانہ میں مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوجانا پڑا انہیں بہت ہی کم اطمینان اور سکون کے لمحات میں ماں باپ کی محبت اور شفقت وتربیت کے سایہ میں زندگی گزارنے کا موقع مل سکا آپ کو صرف پانچ برس تھا، جب حضرت امام رضا علیہ السلام مدینہ سے خراسان کی طرف سفر کرنے پر مجبور ہوئے امام محمد تقی علیہ السلام اس وقت سے جو اپنے باپ سے جدا ہوئے تو پھر زندگی میں ملاقات کا موقع نہ ملا، امام محمد تقی علیہ السلام سے جدا ہونے کے تیسرے سال امام رضا علیہ السلام کی وفات ہوگئی، دنیا سمجھتی ہوگی کہ امام محمد تقی کے لیے علمی اور عملی بلندیوں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا، اس لیے اب امام جعفر صادق علیہ السلام کی علمی مسند شاید خالی نظر آئے مگر خالق خدا کی حیرت کی انتہا نہ رہی جس اس کمسن بچے کو تھوڑے دن بعد مامون کے پہلو میں بیٹھ کر بڑے بڑے علماء سے فقہ وحدیث وتفسیر اور کلام پر مناظرے کرتے اور ان سب کو قائل ہوجاتے دیکھا ان کی حیرت اس وقت تک دور ہونا ممکن نہ تھی جب تک وہ

مادی اسباب کے آگے ایک مخصوص خداوندی مدرسہ تعلیم وتربیت کے قائل نہ ہوتے جس کے بغیر یہ معمہ نہ حل ہوا، اورنہ کبھی حل ہوسکتاہے (سوانح امام محمدتقی ص ۴)۔

مقصدیہ ہے کہ امام کوعلم لدنی ہوتاہے یہ انبیاء کی طرح پڑھے لکھے اورتمام صلاحیتوں سے بھرپورپیداہوتے ہیں انہوں نے سرورکائنات کی طرح کبھی کسی کے سامنے زانوئے تلمذ نہیں تہ کیا اورنہ کرسکتے تھے، یہ اس کے بھی محتاج نہیں ہوتے تھے کہ آباؤاجدادانہیں تعلیم دیں، یہ اوربات ہے کہ ازدیادعلم وشرف کے لیے ایساکردیاجائے، یاعلوم مخصوصہ کی تعلیم دیدی جائے۔

والدماجدکے سایہ عاطفیت سے محرومی

یوں توعمومی طورپرکسی کے باپ کے مرنے سے سایہ عاطفت سے محرومی ہواکرتی ہے لیکن حضرت امام محمدتقی علیہ السلام اپنے والدماجدکے سایہ عاطفت سے ان کی زندگی ہی میں محروم ہوگئے تھے، ابھی آپ کی عمر ۶ سال کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ اپنے پدربزرگوارکی شفقت وعطوفت سے محروم کردیئے گئے اورمامون رشیدعباسی نے آپ کے والدماجدحضرت امام رضاعلیہ السلام کواپنی سیاسی غرض کے ماتحت مدینہ سے خراسان طلب کرلیا۔

اورساتھ ہی یہ شق بھی لگادی کہ آپ کے بال بچے مدینہ ہی میں رہیں گے جس کانتیجہ یہ ہواکہ آپ سب کوہمیشہ کے لیے خیربادکہہ کرخراسان تشریف لے گئے اوروہیں عالم غربت میں سب سے جدامامون رشیدکے ہاتھوں ہی شہیدہوکردنیاسے رخصت ہوگئے۔

آپ کے مدینہ سے تشریف لے جانے کااثرخاندان پریہ پڑاکہ سب کے دل کاسکون جاتارہااورسب کے سب اپنے کوزندہ درگور سمجھتے رہے بالاخروہ نوبت پہنچی، کہ آپ کی ہمشیرہ جناب فاطمہ جوبعدمیں "معصومہ قم" کے نام سے ملقب ہوئیں، انتہائی بے چینی کی حالت میں گھرسے نکل کرخراسان کی طرف روانہ ہوئیں، ان کے دل میں جذبات یہ تھے کہ کسی طرح اپنے بھائی علی رضاعلیہ السلام سے ملیں، لیکن ایک روایت کی بناء پرآپ مدینہ سے روانہ ہوکرجب مقام ساوہ میں پہنچیں توعلیل ہوگئیں، آپ نے پوچھاکہ یہاں سے قم کتنی دورہے؟ لوگوں نے کہاکہ یہاں سے قم کی مسافت دس فرسخ ہے، آپ نے خواہش کی کہ کسی صورت سے وہاں پہنچادی جائیں، چنانچہ آپ آل سعدکے رئیس موسی بن خزرج کی کوششوں سے وہاں پہنچیں اوراسی کے مکان میں ۱۷/یوم بیمار رہ کراپنے بھائی کوروتی پیٹتی دنیاسے رخصت ہوگئیں اورمقام "بابلان" قم میں دفن ہوئیں یہ واقعہ ۲۰۱ ہجری کاہے (انوارالحسینیہ جلد ۴ ص ۵۳)۔

اورایک روایت کی بناپرآپ اس وقت خراسان پہنچیں جب بھائی شہیدہوچکاتھا اورلوگ دفن کے لیے کالے کالے علموں کے سایہ میں لیے جارہے تھے آپ قم آکروفات پاگئیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے لیے حضرت امام رضا علیہ السلام کی جدائی ہی کیا کم تھی کہ اس پر مستزاد اپنی پھوپھی کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے ہمارے امام کے لیے کمسنی میں یہ دونوں صدمے انتہائی تکلیف دہ اور رنج رساں تھے لیکن مشیت ایزدی میں چارہ نہیں آخر آپ کو تمام مراحل کا مقابلہ کرنا پڑا اور آپ صبر و ضبط کے ساتھ ہر مصیبت کو جھیلتے رہے۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا پہلا سفر عراق

عباسی خلیفہ مامون رشید حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت سے فراغت کے بعد یا اس لیے کہ اس پر امام رضا کے قتل کا الزام ثابت نہ ہو سکے یا اس لیے کہ وہ امام رضا کی ولیعہدی کے موقع پر اپنی لڑکی ام حبیب کی شادی کا اعلان بھی کر چکا تھا کہ ولی عہد کے فرزند امام محمد تقی کے ساتھ کرے گا اسے نبھانے کے لیے یا اس لیے کہ ابھی اس کی سیاسی ضرورت اسے امام محمد تقی کی طرف توجہ کی دعوت دے رہی تھی ،بہر حال جوبات بھی ہو، اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے دعوت نامہ ارسال کیا اور انہیں اسی طرح مجبور کر کے بلایا جس طرح امام رضا علیہ السلام کو بلوایا تھا "حکم حاکم مرگ مفاجات" بالاخر امام محمد تقی علیہ السلام کو بغداد آنا پڑا۔

بازار اور مچلی کا واقعہ

امام محمد تقی علیہ السلام جن کی عمر اس وقت تقریبا ۹ سال کی تھی ایک دن بغداد کے کسی گزرگاہ میں کھڑے ہوئے تھے اور چند لڑکے وہاں کھیل رہے تھے کہ ناگہاں خلیفہ مامون کی سواری دکھائی دی، سب لڑکے ڈر کر بھاگ گئے مگر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے جب مامون کی سواری وہاں پہنچی تو اس نے حضرت امام محمد تقی سے مخاطب ہو کر کہا کہ صاحبزادے جب سب لڑکے بھاگ گئے تھے تو تم کیوں نہیں بھاگے انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ میرے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہ تھا جو ہٹ جانے سے وسیع ہو جاتا اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ ڈرتا نیز میرا حسن ظن ہے کہ تم بے گناہ کو ضرر نہیں پہنچاتے مامون کو حضرت امام محمد تقی کا انداز بیان بہت پسند آیا۔

اس کے بعد مامون وہاں سے آگے بڑھا، اس کے ساتھ شکاری باز بھی تھے جب آبادی سے باہر نکل گیا تو اس نے ایک باز کو ایک چکور پر چھوڑا باز نظروں سے اوجھل ہو گیا اور جب واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جس کو دیکھ کر مامون بہت متعجب ہوا تھوڑی دیر میں جب وہ اسی طرف لوٹا تو اس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ وہیں دیکھا جہاں وہ پہلے تھے لڑکے مامون کی سواری دیکھ کر پھر بھاگے لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بدستور سابق وہیں کھڑے رہے جب مامون ان کے قریب آیا تو مٹھی بند کر کے کہنے لگا کہ صاحبزادے بتاؤ، میرے ہاتھ میں کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے

اپنے دریائے قدرت مین چھوٹی مچھلیاں پیداکی ہیں اورسلاطین اپنے باز سے ان مچھلیوں کاشکارکرکے اہلبیت رسالت کے علم کاامتحان لیتے ہیں یہ سن کرمامون بولا! بے شک تم علی بن موسی رضاکے فرزندہو، پھران کواپنے ساتھ لیتاگیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۳ ، مطالب السول ص ۲۹۰ ، شواہدالنبوت ص ۲۰۴ ، نورالابصار ص ۱۴۵ ، ارجح المطالب ص ۴۵۹) ۔

یہ واقعہ ہماری بھی بعض کتابوں میں ہے اس واقعہ کے سلسلہ میں میں نے جن کتابوں کاحوالہ دیاہے ان میں "ان اللہ خلق فی بحرقدرتہ سمکا صغارا" مندرج ہے البتہ بعض کتب میں "بین السماء والھواء" لکھاہے، اول الذکرکے متعلق توتاویل کاسوال ہی پیدانہیں ہوتاکیونکہ ہردریاخداہ کی قدرت سے جاری ہے اورمذکورہ واقعہ میں امکان قوی ہے کہ بازاسی زمین پرجودریاہیں انھیں کے کسی ایک سے شکارکرکے لایاہوگا البتہ آخرالذکرکے متعلق کہاجاسکتاہے:

۱ ۔ جہاں تک مجھے علم ہے ہرگہرے سے گہرے دریاکی انتہاکسی سطح ارضی پرہے۔

۲ ۔ بقول علامہ مجلسی بعض دریا ایسے ہیں جن سے ابرچھوٹی مچھلیوں کواڑاکراوپرلے جاتے ہیں ۔

۳ ۔ ۱۹۲۳ ء کے اخبارمیں یہ شائع ہوچکاہے کہ امریکہ کی نہرپانامہ میں جوسڈوبول بندرگاہ کے قریب ہے مچھلیوں کی بارش ہوئی ہے۔

۴ ۔ آسمان اورہواکے درمیان بحرمتلاطم سے مرادفضاکی وہ کیفیات ہوں جودریاکی طرح پیداہوتے ہیں ۔

۵ ۔ کہاجاتاہے کہ علم حیوان میں یہ ثابت ہے کہ مچھلی دریا سے ایک سوپچاس گزتک بعض حالات میں بلندہوجاتی ہے بہرحال انہیں گہرائیوں کی روشنی میں فرزندرسول نے مامون سے فرمایاکہ بادشاہ بحرقدرت خداوندی سے شکارکرکے لایاہے اورآل محمدکاامتحان لیتاہے۔

ام الفضل کی رخصتی ، امام محمدتقی علی السلام کی مدینہ کوواپسی اور حضرت کے اخلاق واوصاف عادات وخصائل

اس شادی کاپس منظرجوبھی ہو ، لیکن مامون نے نہایت اچھوتے اندازسے اپنی لخت جگرام الفضل کوحضرت امام محمدتقی علیہ السلام کے حبالہ نکاح میں دیدیا تقریبا ایک سال تک امام علیہ السلام بغدادمیں مقیم رہے، مامون نے دوران قیام بغدادمیں آپ کی عزت وتوقیرمیں کوئی کمی نہیں کی "الی ان توجہ بزوجتہ ام الفضل الی المدینۃ المشرفۃ"۔یہاں تک آپ اپنی زوجہ ام الفضل سمیت مدینہ مشرفہ تشریف لے آئے (نورالابصار ص ۱۴۶) ۔

مامون نے بہت ہی انتظام واہتمام کے ساتھ ام الفضل کوحضرت کے ساتھ رخصت کردیا۔

علامہ شیخ مفید، علامہ طبرسی، علامہ شبلنجی، علامہ جامی علیہم الرحمۃ تحریرفرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام اپنی اہلیہ کولئے ہوئے مدینہ تشریف لے جارہے تھے، آپ کے ہمراہ بہت سے حضرات بھی تھے چلتے چلتے شام کے وقت آپ واردکوفہ ہوئے وہاں پہنچ

کرآپ نے جناب مسیب کے مکان پرقیام فرمایا اورنمازمغرب پرھنے کے لیے وہاں کی ایک نہایت ہی قدیم مسجدمیں تشریف لے گئے آپ نے وضوکے لیے پانی طلب فرمایا، پانی آنے پرایک ایسے درخت کے تھالے میں وضوکرنے لگے جوبالکل خشک تھا اورمدتوں سے سرسبزی اورشادابی سے محروم تھا امام علیہ السلام نے اس جگہ وضوکیا، پھرآپ نمازمغرب پڑھ کروہاں سے واپس ہوئے اوراپنے پروگرام کے مطابق وہاں سے روانہ ہوگئے۔

امام علیہ السلام توتشریف لے گئے لیکن ایک عظیم نشانی چھوڑگئے اوروہ یہ تھی کہ جس خشک درخت کے تھالے میں آپ نے وضوفرمایاتھا وہ سرسبزوشاداب ہوگیا، اوررات ہی بھرمیں وہ تیارپھلوں سے لدگیا لوگوں نے اسے دیکھ کربے انتہا تعجب کیا(ارشادص ۴۷۹ ، اعلام الوری ص ۲۰۵ ، نورالابصارص ۱۴۷ ، شواہداالنبوت ص ۲۰۵) ۔

کوفہ سے روانہ ہوکرطے مراحل وقطع منازل کرتے ہوئے آپ مدینہ منورہ پہنچے وہاں پہنچ کرآپ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں منہمک ومشغول ہوگئے پندونصائح، تبلیغ وہدایت کے علاوہ آپ نے اخلاق کاعملی درس شروع کردیاخاندانی طرہ امتیازکے بموجب ہرایک سے جھک کرملنا ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا مساوات اورسادگی کوہرحال میں پیش نظررکھنا، غرباء کی پوشیدہ طورپرخبرلینا، دوستوں کے علاوہ دشمنوں تک سے اچھاسلوک کرتے رہنا مہمانوں کی خاطرداری میں انہماک اورعلمی ومذہبی پیاسوں کیے لیے فیض کے چشموں کوجاری رکھنا ،آپ کی سیرت زندگی کانمایاں پہلوتھا اہل دنیاجوآپ کی بلندی نفس کاپورااندازہ رنہ رکھتے تھے انہیں یہ تصورضروری ہوتاتھا کہ ایک کمسن بچے کاعظیم الشان مسلمان سلطنت کے شہنشاہ کادامادہوجانا یقینا اس کے چال ڈھال ،طورطریقے کوبدل دے گا اوراس کی زندگی دوسرے سانچے میں ڈھل جائے گی۔

حقیقت میں یہ ایک بہت بڑامقصدہوسکتاہے جوما مون کی کوتاہ نگاہ کے سامنے بھی تھا بنی امیہ یابنی عباس کے بادشاہوں کوآل رسول کی ذات سے اتنااختلاف نہ تھا، جتنا ان کی صفات سے تھا وہ ہمیشہ اس کے درپئے رہتے تھے کہ بلندی اخلاق اورمعراج انسانیت کا وہ مرکزجومدینہ منورہ میں قائم ہے اورجو سلطنت کے مادی اقتدارکے مقابلہ میں ایک مثالی روحانیت کامرکزبناہوا ہے، یہ کسی طرح ٹوٹ جائے اسی کے لیے گھبراگھبراکروہ مختلف تدبیریں کرتے تھے ۔

امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا، اسی کی ایک شکل تھی اورپھرامام رضاکوولی کوعہدبنانا اسی کادوسراطریقہ تھا فقط ظاہری شکل وصورت میں ایک کاانداز معاندانہ اوردوسرے کاطریقہ ارادت مندی کے روپ میں تھا، مگراصل حقیقت دونوں صورتوں کی ایک تھی ،جس طرح امام حسین نے بیعت نہ کی، تووہ شہید کرڈالے گئے، اسی طرح امام رضاعلیہ السلام ولی عہدہونے کے باوجودحکومت کے مادی مقاصدکے ساتھ ساتھ نہ چلے توآپ کوزہرکے ذریعہ سے ہمیشہ کے لیے خاموش کردیاگیا۔

اب مامون کے نقطہ نظر سے یہ موقع انتہائی قیمتی تھا کہ امام رضا کا جانشین ایک آٹھ، نو، برس کا بچہ ہے، جو تین چار برس پہلے ہی باپ سے چھڑا لیا جا چکا تھا حکومت وقت کی سیاسی سوجھ بوجھ کہہ رہی تھی کہ اس بچہ کو اپنے طریقے پر لانا نہایت آسان ہے اور اس کے بعد وہ مرکز جو حکومت وقت کے خلاف ساکن اور خاموش مگر انتہائی خطرناک قائم ہے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔

مامون رشید عباسی، امام رضا علیہ السلام کے ولی عہدی کی مہم میں اپنی ناکامی کو مایوسی کا سبب نہیں تصور کرتا تھا اس لیے کہ امام رضا کی زندگی ایک اصول پر قائم رہ چکی تھی، اس میں تبدیلی نہیں ہوئی تو یہ ضروری نہیں کہ امام محمد تقی جو آٹھ، نو برس کے سن سے قصر حکومت میں نشو ونما پا کر بڑھیں وہ بھی بالکل اپنے بزرگوں کے اصول زندگی پر برقرار رہیں۔

سوائے ان لوگوں کے جو ان مخصوص افراد کے خداداد کمالات کو جانتے تھے اس وقت کا ہر شخص یقینا مامون ہی کا ہم خیال ہوگا، مگر حکومت کو حیرت ہو گئی جب یہ دیکھا کہ وہ نو برس کا بچہ جسے شہنشاہ اسلام کا داماد بنایا گیا ہے اس عمر میں اپنے خاندانی رکھ رکھاؤ اور اصول کا اتنا پابند ہے کہ وہ شادی کے بعد محل شاہی میں قیام سے انکار کر دیتا ہے، اور اس وقت بھی کہ جب بغداد میں قیام رہتا ہے تو ایک علیحدہ مکان کرایہ پر لے کر اس میں قیام فرماتے ہیں اس سے بھی امام کی مستحکم قوت ارادی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے عموماً مالی اعتبار سے لڑکی والے جو کچھ بھی بڑا درجہ رکھتے ہوتے ہیں تو وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ جہاں وہ رہیں وہیں داماد بھی رہے اس گھر میں نہ سہی تو کم از کم اسی شہر میں اس کا قیام رہے، مگر امام محمد تقی نے شادی کے ایک سال بعد ہی مامون کو حجاز واپس جانے کی اجازت پر مجبور کر دیا یقینا یہ امر ایک چاہنے والے باپ اور مامون ایسے باقتدار کے لیے انتہائی ناگوار تھا مگر اسے لڑکی کی جدائی گوارا کرنا پڑی اور امام مع ام الفضل کے مدینہ تشریف لے گئے۔

مدینہ تشریف لانے کے بعد ڈیوڑھی کا وہی عالم رہا جو اس کے پہلے تھا، نہ پہرہ دار نہ کوئی خاص روک ٹوک، نہ تزک و احتشام نہ اوقات ملاقات، نہ ملاقاتیوں کے ساتھ برتاؤ میں کوئی تفریق زیادہ تر نشست مسجد نبوی میں رہتی تھی جہاں مسلمان حضرت کے وعظ و نصیحت سے فائدہ اٹھاتے تھے راویان حدیث، اخبار و احادیث دریافت کرتے تھے طالب علم مسائل پوچھتے تھے، صاف ظاہر تھا کہ جعفر صادق ہی کا جانشین اور امام رضا کا فرزند ہے جو اسی مسند علم پر بیٹھا ہوا ہدایت کا کام انجام دے رہا ہے۔

امور خانہ داری اور ازدواجی زندگی میں آپ کے بزرگوں نے اپنی بیویوں کو جن حدود میں رکھا ہوا تھا انہیں حدود میں آپ نے ام الفضل کو بھی رکھا، آپ نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی کہ آپ کی بیوی ایک شہنشاہ وقت کی بیٹی ہے چنانچہ ام الفضل کے ہوتے ہوئے آپ نے حضرت عمار یاسر کی نسل سے ایک محترم خاتون کیساتھ عقد بھی فرمایا اور قدرت کو نسل امامت اسی خاتون سے باقی رکھنا منظور تھی، یہی امام علی نقی کی ماں ہوئیں ام الفضل نے اس کی شکایت اپنے باپ کے پاس لکھ کر بھیجی، مامون کے دل کے لیے بھی یہ کچھ کم تکلیف دہ امر نہ تھا، مگر اسے اب اپنے کیئے کو نباہنا تھا اس نے ام الفضل کو جواب میں لکھا کہ میں نے تمہارا عقد ابو جعفر سے ساتھ اس لیے نہیں کیا کہ ان پر کسی حلال خدا کو حرام کردوں خبردار! مجھ سے اب اس قسم کی شکایت نہ کرنا۔

یہ جواب دے کر حقیقت میں اس نے اپنی خفت مٹائی ہے ہمارے سامنے اس کی نظریں موجود ہیں کہ اگر مذہبی حیثیت سے کوئی با احترام خاتون ہوئی ہے تو اس کی زندگی میں کسی دوسری بیوی سے نکاح نہیں کیا گیا، جیسے پیغمبر اسلام کے لیے جناب خدیجۃ اور حضرت علی المرتضی کیلیے جناب فاطمۃ الزہراء ، مگر شہنشاہ دنیا کی بیٹی کو یہ امتیاز دینا صرف اس لیے کہ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی ہے اسلام کی اس روح کے خلاف تھا جس کے آل محمد محافظ تھے اس لیے امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کے خلاف طرز عمل اختیار کرنا اپنا فریضہ سمجھا (سوانح محمد تقی جلد ۲ ص ۱۱) ۔

امام محمد تقی علیہ السلام اور طی الارض

امام محمد تقی علیہ السلام اگرچہ مدینہ میں قیام فرماتھے لیکن فرائض کی وسعت نے آپ کو مدینہ ہی کے لے محدود نہیں رکھاتھا آپ مدینہ میں رہ کر اطراف عالم کے عقیدت مندوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے یہ ضروری نہیں کہ جس کے ساتھ کرم گستری کی جائے وہ آپ کے کوائف وحالات سے بھی آگاہ ہو عقیدہ کا تعلق دل کی گہرائی سے ہے کہ زمین وآسمان ہی نہیں ساری کائنات ان کے تابع ہوتی ہے انہیں اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ وہ کسی سفر میں طے مراحل کے لیے زمین اپنے قدموں سے ناپا کریں ، ان کے لیے یہی بس ہے کہ جب اور جہاں چاہیں چشم زدن میں پہنچ جائیں اور یہ عقلا محال بھی نہیں ہے ایسے خاصان خدا کے اس قسم کے واقعات قران مجید میں بھی ملتے ہیں ۔

آصف بن برخیا وصی جناب سلیمان علیہ السلام کے لیے علماء نے اس قسم کے واقعات کا حوالہ دیا ہے ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے، وہاں ایک شخص کو اس مقام پر عبادت میں مصروف ومشغول پایا جس جگہ امام حسین کا سر مبارک لٹکایا گیا تھا آپ نے اس سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو وہ روانہ ہوا، ابھی چند قدم نہ چلا تھا ،کہ کوفہ کی مسجد میں جا پہنچا وہاں نماز ادا کرنے کے بعد جو روانگی ہوئی، تو صرف چند منٹوں میں مدینہ منورہ جا پہنچے اور زیارت ونماز سے فراغت کی گئی، پھر وہاں سے چل کر لمحوں میں مکہ معظمہ رسیدگی ہوئی ،طواف ودیگر عبادت سے فراغت کے بعد آپ نے چشم زدن میں اسے شام کی مسجد میں پہنچادیا۔

اور خود نظروں سے اوجل ہو کر مدینہ منورہ جا پہنچے پھر جب دوسرا سال آیا تو آپ بدستور شام کی مسجد میں تشریف لے گئے اور اس عابد سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو،چنانچہ وہ چل پڑا آپ نے چند لمحوں میں اسے سال گزشتہ کی طرح تمام مقدس مقامات کی زیارت کرادی پہلے ہی سال کے واقعہ سے وہ شخص بے انتہا متاثر تھا ہی، کہ دوسرے سال بھی ایسا ہی واقعہ ہو گیا اب کی مرتبہ اس نے مسجد شام واپس پہنچتے ہی ان کا دامن تھام لیا اور قسم دے کر پوچھا کہ فرمائیے آپ اس عظیم کرامت کے مالک کون ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں محمد بن علی (امام محمد تقی ہوں) اس نے بڑی عقیدت اور تعظیم وتکریم کے مراسم ادا کئے۔

آپ کے واپس تشریف لے جانے کے بعد یہ خبر بجلی کی طرح تمام پھیل گئی جب والی شام محمد بن عبدالملک کو اس کی اطلاع ملی اور یہ بھی پتہ چلا کہ لوگ اس واقعہ سے بے انتہا متاثر ہو گئے ہیں تو اس نے اس عابد پر "مدعی نبوت" ہونے کا الزام لگا کر اسے قید کر دیا اور پھر شام سے منتقل کرا کے عراق بھجوا دیا اس نے والی کو قید خانہ سے ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میں بے خطا ہوں، مجھے رہا کیا جائے، تو اس نے خط کی پشت پر لکھا کہ جو شخص تجھے شام سے کوفہ اور کوفہ سے مدینہ اور وہاں سے مکہ اور پھر وہاں سے شام پہنچا سکتا ہے اپنی رہائی میں اسی کی طرف رجوع کر۔

اس جواب کے دوسرے دن یہ شخص مکمل سختی کے باوجود، سخت ترین پہرہ کے ہوتے ہوئے قید خانہ سے غائب ہو گیا، علی بن خالد راوی کا بیان ہے کہ جب میں قید خانہ کے پھاٹک پر پہنچا تو دیکھا کہ تمام ذمہ داران حیران و پریشان ہیں، اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ عابد شامی زمین میں سما گیا یا آسمان پر اٹھا لیا گیا، علامہ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے علی بن خالد جو دوسرے مذہب کا پیرو تھا، امامیہ مسلک کا معتقد ہو گیا (شواہد النبوت ص ۲۰۵، نور الابصار ص ۱۴۶، اعلام الوری ص ۷۳۱، ارشاد مفید ص ۴۸۱)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بعض کرامات

صاحب تفسیر علامہ حسین واعظ کاشفی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے کرامات بے شمار ہیں (روضۃ الشہداء ص ۴۳۸) میں بعض کا تذکرہ مختلف کتب سے کرتا ہوں۔

علامہ عبدالرحمن جامی تحریر کرتے ہیں کہ:

۱۔ مامون رشید کے انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اب تیس ماہ بعد میرا بھی انتقال ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک مسماۃ (ام الحسن) نے آپ سے درخواست کی ہے کہ اپنا کوئی جامہ کہنہ دیجیے تا کہ میں اسے اپنے کفن میں رکھوں آپ نے فرمایا کہ اب جامہ کہنہ کی ضرورت نہیں ہے روای کا بیان ہے کہ میں وہ جواب لے کر جب واپس ہوا تو معلوم ہوا کہ ۱۳ ۔ ۱۴ دن ہو گئے ہیں کہ وہ انتقال کر چکی ہے۔

۳۔ ایک شخص (امیہ بن علی) کہتا ہے کہ میں اور حماد بن عیسی ایک سفر میں جاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ سے رخصت ہو لیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم آج اپنا سفر ملتوی کر دو، چنانچہ میں حسب الحکم ٹھہر گیا، لیکن میرا ساتھی حماد بن عیسی نے کہا کہ میں نے سارا سامان سفر گھر سے نکال رکھا ہے اب اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ سفر ملتوی کر دوں، یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا اور چلتے چلتے رات کو ایک وادی میں جا پہنچا اور وہیں قیام کیا، رات کے کسی حصہ میں عظیم الشان سیلاب آ گیا، اور وہ تمام لوگوں کے ساتھ حماد کو بھی بہا کر لے گیا (شواہد النبوت ص ۲۰۲)۔

۴ ۔ علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ ایک دن مدینہ منورہ میں جب کہ آپ بہت کمسن تھے مجھ سے فرمایا کہ چلو میرے ہمراہ چلو! چنانچہ میں ساتھ ہو گیا حضرت نے مدینہ سے باہر نکل کرے ایک وادی میں جاکر مجھ سے فرمایا کہ تم ٹھر جاؤ میں ابھی آتا ہوں چنانچہ آپ نظروں سے غائب ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس ہوئے واپسی پر آپ بے انتہاء ملول اور رنجیدہ تھے، میں نے پوچھا: فرزند رسول! آپ کے چہرہ مبارک سے آثار حزن وملال کیوں ہویدا ہیں ارشاد فرمایا کہ اسی وقت بغداد سے واپس آرہا ہوں وہاں میرے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام زہر سے شہید کردیئے گئے ہیں میں ان پر نماز وغیرہ ادا کرنے گیا تھا۔

۵ ۔ قاسم بن عباد الرحمن کا بیان ہے کہ میں بغداد میں تھا میں نے دیکھا کہ کسی شخص کے پاس تمام لوگ برابر آتے جاتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ جس کے پاس آنے جانے کا تانتا بندھا ہوا ہے یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام ہیں ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آپ ناقہ پر سوار اس طرف سے گذرے ،قاسم کہتا ہے کہ انہیں دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ وہ لوگ بڑے بیوقوف ہیں جو آپ کی امامت کے قائل ہیں اور آپ کی عزت وتوقیر کرتے ہیں، یہ تو بچے ہیں اور میرے دل میں ان کی کوئی وقعت محسوس نہیں ہوتی، میں اپنے دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ آپنے قریب آکر فرمایا کہ اے قاسم بن عبدالرحمن جو شخص ہماری اطاعت سے گریزاں ہے وہ جہنم میں جائے گا آپ کے اس فرمانے پر میں نے خیال کیا کہ یہ جادوگر ہیں کہ انہوں نے میرے دل کے ارادے کو معلوم کرلیا ہے جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں آیا آپ نے فرمایا کہ تمہارے خیال بالکل غلط ہیں تم اپنے عقیدے کی اصلاح کرو یہ سن کر میں نے آپ کی امامت کا اقرار کیا اور مجھے ماننا پڑا کہ آپ حجت اللہ ہیں۔

۶ ۔ قاسم بن الحسن کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں تھا، مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مفلوج الحال شخص نے مجھ سے سوال کیا، میں نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا ابھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک زبردست آندھی آئی اور وہ میری پگڑی اڑا کر لے گئی میں نے بڑی تلاش کی لیکن وہ دستیاب نہ ہو سکی جب میں مدینہ پہنچا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ملنے گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے قاسم تمہاری پگڑی ہوا اڑا لے گئی میں نے عرض کی جی حضور! آپ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ ان کی پگڑی لے آؤ غلام نے پگڑی حاضر کی میں نے بڑے تعجب سے دریافت کیا کہ مولا! یہ پگڑی یہاں کیسے پہنچی ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے جو رہ خدا میں روٹی کا ٹکڑا دیا تھا، اسے خدا نے قبول فرمالیا ہے، اے قاسم خداوند عالم یہ نہیں چاہتا جو اس کی راہ میں صدقہ دے وہ اسے نقصان پہنچنے دے۔

۷ ۔ ام الفضل نے حضرت امام محمد تقی کی شکایت اپنے والد مامون رشید عباسی کو لکھ کر بھیجی کہ ابو جعفر میرے ہوتے ہوئے دوسری شادی بھی کررہے ہیں اس نے جواب دیا کہ میں نے تیری شادی ان کے ساتھ اس نہیں کی حلال خدا کو حرام کردوں انہیں قانون خداوندی اجازت دیتا ہے کہ وہ دوسری شادی کریں، اس میں تیرا کیا دخل ہے دیکھ آئندہ سے اس قسم کی کوئی شکایت نہ کرنا

اورسن تیرا فریضہ ہے کہ تو اپنے شوہر ابوجعفر کو جس طرح ہو راضی رکھ اس تمام خط وکتابت کی اطلاع حضرت کو ہوگئی (کشف الغمہ ص ۱۲۰)۔

علامہ شیخ حسین بن عبدالوہاب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ام الفضل نے حضرت کی ایک بیوی کو جو عمار یاسر کی نسل سے تھی دیکھا تو مامون رشید کو کچھ اس طرح سے کہا کہ وہ حضرت کے قتل پر آمادہ ہوگیا، مگر قتل نہ کرسکا (عیون المعجزات ص ۱۵۴ طبع ملتان)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ہدایات وارشادات

یہ ایک مسلہ حقیقت ہے کہ بہت سے بزرگ مرتبہ علماء نے آپ سے علوم اہل بیت کی تعلیم حاصل کی آپ کے لیے مختصر حکیمانہ مقولوں کا بھی ایک ذخیرہ ہے، جیسے آپ کے جد بزرگوار حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے کثرت سے پائے جاتے ہیں جناب امیر علیہ السلام کے بعد امام محمد تقی علیہ السلام کے مقولوں کو ایک خاص درجہ حاصل ہے بعض علماء نے آپ کے مقولوں کو تعداد کئی ہزار بتائی ہے علامہ شبلنجی بحوالہ فصول المہمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:

۱۔ خداوند عالم جسے جو نعمت دیتا ہے بہ ارادہ دوام دیتا ہے، لیکن اس سے وہ اس وقت زائل ہوجاتی ہے جب وہ لوگوں یعنی مستحقین کو دینا بند کردیتا ہے۔

۲۔ ہر نعمت خداوندی میں مخلوق کا حصہ ہے جب کسی کو عظیم نعمتیں دیتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں بھی کثیر ہوجاتی ہیں اس موقع پر اگر صاحب نعمت (مالدار) عہدہ برآ ہوسکا تو خیر ورنہ نعمت کا زوال لازمی ہے۔

۳۔ جو کسی کو بڑا سمجھتا ہے اس سے ڈرتا ہے۔

۴۔ جس کی خواہشات زیادہ ہوں گی اس کا جسم موٹا ہوگا۔ ۵۔ صحیفہ حیات مسلم کا سرنامہ "حسن خلق" ہے۔

۶۔ جو خدا کے بھروسے پر لوگوں سے بے نیاز ہوجائے گا، لوگ اس کے محتاج ہوں گے۔ ۷۔ جو خدا سے ڈرے گا تو لوگ اسے دوست رکھیں گے۔

۸۔ انسان کی تمام خوبیوں کا مرکز زبان ہے۔ ۹۔ انسان کے کمالات کا دارومدار عقل کے کمال پر ہے۔

۱۰۔ انسان کے لیے فقر کی زینت "عفت" ہے خدائی امتحان کی زینت شکر ہے حسب کی زینت تواضع اور فرتنی ہے کلام کی زینت "فصاحت" ہے روایات کی زینت "حافظہ" ہے علم کی زینت انکساری ہے ورع وتقوی کی زینت "حسن ادب" ہے قناعت کی زینت "خندہ پیشانی" ہے ورع وپرہیزگاری کی زینت تمام مہملات سے کنارہ کشی ہے۔

۱۱۔ ظالم اور ظالم کا مددگار اور ظالم کے فعل کے سراہانے والے ایک ہی زمرمیں ہیں یعنی سب کا درجہ برابر ہے۔

۱۲ ۔ جوزندہ رہنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ برداشت کرنے کے لیے اپنے دل کو صبر آزما بنالے۔

۱۳ ۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں اول استغفار دوم نرمی اور فرتنی سوم کثرت صدقہ۔

۱۴ ۔ جو جلدبازی سے پرہیز کرے گا لوگوں سے مشورہ لے گا، اللہ پر بھروسہ کرے گا وہ کبھی شرمندہ نہیں ہوگا۔ ۱۵ ۔ اگر جاہل زبان بند رکھے تو اختلافات نہ ہوں گے ۱۶ ۔ تین باتوں سے دل موہ لیے جاتے ہیں ۱ ۔ معاشرہ انصاف ۲ ۔ مصیبت میں ہمدردی ۳ ۔ پریشان خاطری میں تسلی ۔

۱۷ ۔ جو کسی بری بات کو اچھی نگاہ سے دیکھے گا، وہ اس میں شریک سمجھا جائے گا۔ ۱۸ ۔ کفران نعمت کرنے والا خدا کی ناراضگی کو دعوت دیا ہے۔

۱۹ ۔ جو تمہارے کسی عطیہ پر شکریہ ادا کرے، گویا اس نے تمہیں اس سے زیادہ دیدیا۔

۲۰ ۔ جو اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرے وہ اس کا حسن ہے، اور جو علانیہ نصیحت کرے، گویا اس نے اس کے ساتھ برائی کی۔

۲۱ ۔ عقلمندی اور حماقت جوانی کے قریب تک ایک دوسرے پر انسان پر غلبہ کرتے رہتے ہیں اور جب ۱۸ سال پورے ہوجاتے ہیں تو استقلال پیدا ہوجاتا ہے اور راہ معین ہوجاتی ہے ۔

۲۲ ۔ جب کسی بندہ پر نعمت کا نزول ہو اور وہ اس نعمت سے متاثر ہوکر یہ سمجھے کہ یہ خدا کی عنایت و مہربانی ہے تو خداوند عالم کا شکر کرنے سے پہلے اس کا نام شاکرین میں لکھ لیتا ہے اور جب کوئی گناہ کرنے کے ساتھ یہ محسوس کرے کہ میں خدا کے ہاتھ میں ہوں، وہ جب اور جس طرح چاہے عذاب کرسکتا ہے تو خداوند عالم اسے استغفار سے قبل بخش دیتا ہے۔

۲۳ ۔ شریف وہ ہے جو عالم ہے اور عقلمند وہ ہے جو متقی ہے۔ ۲۴ ۔ جلدبازی کرکے کسی امر کو شہرت نہ دو، جب تک تکمیل نہ ہوجائے ۔

۲۵ ۔ اپنی خواہشات کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ دل تنگ ہوجائے۔ ۲۶ ۔ اپنے ضعیفوں پر رحم کرو اور ان پر ترحم کے ذریعہ سے اپنے لیے خدا سے رحم کی درخواست کرو۔

۲۷ ۔ عام موت سے بری موت وہ ہے جو گناہ کے ذریعہ سے ہو اور عام زندگی سے خیر و برکت کے ساتھ والی زندگی بہتر ہے۔

۲۸ ۔ جو خدا کے لیے اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے وہ ایسا ہے جیسے اس نے اپنے لیے جنت میں گھر بنا لیا۔

۲۹ ۔ جو خدا پر اعتماد رکھے اور اس پر توکل اور بھروسہ کرے خدا اسے ہر برائی سے بچاتا ہے اور اس کی ہر قسم کے دشمن سے حفاظت کرتا ہے۔

۳۰۔ دین عزت ہے، علم خزانہ ہے اور خاموشی نور ہے۔ ۳۱۔ زہد کی انتہا ورع و تقوی ہے۔ ۳۲۔ دین کو تباہ کردینے والی چیز بدعت ہے۔
۳۳۔ انسان کو برباد کرنے والی چیز "لالچ" ہے۔ ۳۴۔ حاکم کی صلاحیت رعایا کی خوشحالی کا دارومدار ہے۔ ۳۵۔ دعا کے ذریعہ سے ہر بلا ٹل جاتی ہے۔
۳۶۔ جو صبر و ضبط کے ساتھ میدان میں آجائے وہ کامیاب ہوگا۔ ۳۷۔ جو دنیا میں تقوی کا بیج بوئے گا آخرت میں دلی مرادوں کا پھل پائے گا۔ (نور الابصار ص ۱۴۸ طبع مصر)۔

امام محمد تقی کی نظر بندی، قید اور شہادت

مدینہ رسول سے فرزند رسول کو طلب کرنے کی غرض چونکہ نیک نیتی پر مبنی نہ تھی، اس لیے عظیم شرف کے باوجود آپ حکومت وقت کی کسی رعایت کے قابل نہیں متصور ہوئے معتصم نے بغداد بلوا کر آپ کو قید کردیا، علامہ اربلی لکھتے ہیں، کہ چون معتصم بخلافت بہ نشست آنحضرت را از مدینہ طیبہ بدار الخلافۃ بغداد آورد و حبس نمود (کشف الغمہ ص ۱۲۱)۔
ایک سال تک آپ نے قید کی سختیاں صرف اس جرم میں برداشت کیں کہ آپ کمالات امامت کے حامل کیوں ہیں اور آپ کو خدا نے یہ شرف کیوں عطا فرمایا ہے بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ پر اس قدر سختیاں تھیں اور اتنی کڑی نگرانی اور نظر بندی تھی کہ آپ اکثر اپنی زندگی سے بیزار ہوجاتے تھے بہرحال وہ وقت آگیا کہ آپ صرف ۲۵/ سال ۳ ماہ ۱۲/ یوم کی عمر میں قید خانہ کے اندر آخری ذی قعدہ (بتاریخ ۲۹/ ذی قعدہ ۲۲۰ ہجری یوم سہ شنبہ) معتصم کے زہر سے شہید ہوگئے (کشف الغمہ ص ۱۲۱، صواعق محرقہ ص ۱۲۳، روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶، اعلام الوری ص ۲۰۵، ارشاد ص ۴۸۰، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷، انوار الحسینیہ ص ۵۴)
۔
آپ کی شہادت کے متعلق ملا مبین کہتے ہیں کہ معتصم عباسی نے آپ کو زہر سے شہید کیا (وسیلۃ النجات ص ۲۹۷) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپ کو امام رضا کی طرح زہر سے شہید کیا گیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۳) علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ "گویند بہ زہر شہید شہ" کہتے ہیں کہ آپ زہر سے شہید ہوئے (روضۃ الشہداء ص ۴۳۸)۔ ملا جامی کی کتاب میں ہے "قیل مات مسموما" کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر سے ہوئی ہے (شواہد النبوت ص ۲۰۴)۔ علامہ نعمت اللہ جزائری لکھتے ہیں کہ "مات مسموما قد سمم المعتصم" آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں اور یقینا معتصم نے آپ کو زہر دیا ہے، انوار العثمانیہ ص ۱۹۵)

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ انہ مات مسموما آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں "یقال ان ام الفضل بنت المامون سقتہ ، بامرابیھا" کہاجاتاہے کہ آپ کوآپ کی بیوی ام الفضل نے اپنے باپ مامون کے حکم کے مطابق (معتصم کی مدد سے) زہردے کرشہید کیا (نورالابصارص ۱۴۷ ، ارجح المطالب ص ۴۶۰) ۔

مطالب یہ ہواکہ مامون رشیدنے امام محمدتقی کے والدماجدامام رضاکواوراس کی بیٹی نے امام محمدتقی کوبقول امام شبلنجی شہیدکرکے اپنے وطیرہ مستمرۃ اوراصول خاندانی کوفروغ بخشاہے، علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "دخلت امراتہ ام الفضل الی قصرالمعتصم "کہ امام محمدتقی کوشہیدکرکے ان کی بیوی ام الفضل معتصم کے پاس چلی گئی بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے شہادت کے وقت ام الفضل کے بدترین مستقبل کاذکرفرمایاتھاجس کے نتیجہ میں اس کے ناسورہوگیاتھا اوروہ آخرمیں دیوانی ہوکرمری۔

مختصریہ کہ شہادت کے بعدامام علی نقی علیہ السلام نے آپ کی تجہیزوتکفین میں شرکت کی اورنمازجنازہ پڑھائی اوراس کے بعدآپ مقابرقریش اپنے جدنامدارحضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے پہلومیں دفن کئے گئے چونکہ آپ کے داداکالقب کاظم اورآپ کالقب جوادبھی تھا اس لیے اس شہرت کوآپ کی شرکت سے "کاظمین" اوروہاں کے اسٹیشن کوآپ کے داداکی شرکت کی رعایت سے "جوادین" کہاجاتاہے۔

اس مقبرہ قریش میں جسے کاظمین کے نام سے یادکیاجاتاہے ۳۵۶ ہجری میں مطابق ۹۹۸ ء میں معزالدولہ اور ۴۵۲ ہجری مطابق ۱۰۴۴ ء میں جلال الدولہ شاہان آل بویہ کے جنازے اعتقادمندی سے دفن کئے گئے کاظمین میں جوشاندارروضہ بناہواہے اس پربہت سے تعمیری دورگزرے لیکن اس کی تعمیر تکمیل شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۶۶ ہجری مطابق ۱۵۲۰ ء میں کرائی ۱۲۵۵ ہجری مطابق ۱۸۵۶ ء میں محمدشاہ قاچارنے اسے جواہرات سے مرصع کیا۔

آپ کی ازواج اوراولاد

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمدتقی علیہ السلام کے چندبیویاں تھیں جن ام الفضل بنت مامون رشیدعباسی اورسمانہ خاتون یاسری نمایاں حیثیت رکھتی تھیں جناب سمانہ خاتون جوکہ حضرت عماریاسرکی نسل سے تھیں ، کے علاوہ کسی سے کوئی اولادنہیں ہوئی، آپ کواولادکے بارے میں علماء کااتفاق ہے کہ دونرینہ اوردوغیرنرینہ تھیں ، جن کے اسماء یہ ہیں ۱ ۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام، ۲ ۔ جناب موسی مبرقع علیہ الرحمۃ، ۳ ۔ جناب فاطمہ، ۴ ۔ جناب امامہ، (ارشادمفیدص ۴۹۳ ،صواعق محرقہ ص ۱۲۳ ،روضۃ الشہداء ص ۴۳۸ ، نورالابصارص ۱۴۷ ، انوارالنعمانیہ ص ۱۲۷ ، کشف الغمہ ص ۱۱۶ ، اعلام الوری ص ۲۰۵ وغیرہ)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

ولادت باسعادت

آپ بتاریخ ۵/ رجب المرجب ۲۱۴ ہجری یوم سہ شنبہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے (نورالابصار ص ۱۴۹ ،دمعہ ساکبہ ص ۱۲۰)۔ شیخ مفید کا کہنا ہے کہ مدینہ کے قریب ایک قریہ ہے جس کا نام صریا ہے آپ وہاں پیدا ہوئے ہیں (ارشاد ص ۴۹۴)۔

اسم گرامی، کنیت، اور القاب

آپ کا اس گرامی علی، آپ کے والدماجد حضرت امام محمد تقی نے رکھا، اسے یوں سمجھنا چاہئے کہ سرورکائنات نے جو اپنے بارہ جانشین اپنی ظاہری حیات کے زمانہ میں معین فرمائے تھے، ان میں سے ایک آپ کی ذات گرامی بھی تھی آپ کے والدماجد نے اسی معین اسم سے موسوم کردیا علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ چہاردہ معصومین کے اسماء لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں سرورکائنات نے اسی کے مطابق سب کے نام معین فرمائے ہیں اور ہرایک کے والد نے اسی کی روشنی میں اپنے فرزند کو موسوم کیا ہے (اعلام الوری ص ۲۲۵)۔

کتاب کشف الغطاء ص ۴ میں ہے کہ آنحضرت نے سب کے نام حضرت عائشہ کو لکھوادیئے تھے آپ کی کنیت ابوالحسن تھی آپ کے القاب بہت کثیرہیں جن میں نقی، ناصح ،متوکل مرتضی اور عسکری زیادہ مشہورہیں (کشف الغمہ ص ۱۲۲ ، نورالابصار ۱۴۹ ، مطالب السؤل ص ۲۹۱)۔

آپ کا عہدحیات اوربادشاہان وقت

آپ جب ۲۱۴ ہجری میں پیدا ہوئے تواس وقت بادشاہ وقت مامون رشیدعباسی تھا ۲۱۸ ہجری میں مامن رشید نے انتقال کیا اور معتصم خلیفہ ہوا (ابوالفداء)

۲۷۲ ہجری میں واثق بن معتصم خلیفہ بنایا گیا (ابوالفداء) ۲۳۲ ہجری میں واثق کا انتقال ہوا اورمتوکل عباسی خلیفہ مقررکیا گیا (ابوالفداء)۔

پھر ۲۴۷ ہجری میں منتصر بن متوکل اور ۲۴۸ ہجری میں مستعین اور ۲۵۲ ہجری میں زبیرابن متوکل المکنی بہ متزباللہ علی الترتیب خلیفہ بنائے گئے (ابوالفداء ،دمعہ ساکبہ ۱۲۱) ۲۵۴ ہجری میں معتزکے زہردینے سے امام علی نقی علیہ السلام شہید ہوئے (تذکرۃ المعصومین)۔

حضرت امام محمد تقی کا سفر بغداد اور حضرت امام علی نقی کی ولیعہدی

مامون رشید کے انتقال کے بعد معتصم باللہ خلیفہ ہوا تو اس نے بھی اپنے آبائی کردار کو سراہا اور خاندانی رویہ کا اتباع کیا اس کے دل میں بھی آل محمد کی طرف سے وہ جذبات ابھرے جو اس کے آباؤ اجداد کے دلوں میں ابھر چکے تھے، اس نے بھی چاہا کہ آل محمد کو کوئی فرد سطح ارض پر باقی نہ رہے، چنانچہ اس نے تخت نشین ہوتے ہی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے بغداد طلب کر کے نظر بند کر دیا امام محمد تقی علیہ السلام نے جو اپنے آباؤ اجداد کی طرح قیامت تک کے حالات سے واقف تھے مدینہ سے چلتے وقت اپنے فرزند کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اور وہ تمام تبرکات جو امام کے پاس ہوا کرتے ہیں آپ نے امام علی نقی علیہ السلام کے سپرد کر دیئے مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر آپ ۹/ محرم الحرام ۲۲۰ ہجری کو وارد بغداد ہوئے بغداد میں آپ کو ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ معتصم عباسی نے آپ کو بتاریخ ۲۰/ ذی قعدہ زہر سے شہید کر دیا (نور الابصار ص ۱۴۷)۔

اصول کافی میں ہے کہ جب امام محمد تقی علیہ السلام کو پہلی بار مدینہ سے بغداد طلب کیا گیا تو راوی خبر اسماعیل بن مہران نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی مولا، آپ کو بلانے والے دشمن آل محمد ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بے امام ہو جائیں آپ نے فرمایا کہ ہم کو علم ہے تم گھبراؤ نہیں اس سفر میں ایسا نہ ہوگا اسماعیل کا بیان ہے کہ جب دوبارہ آپ کو معتصم نے بلایا تو پھر میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ مولا یہ سفر کیسا رہے گا اس سوال کا جواب آپ نے آنسوؤں کے تار سے دیا اور با چشم نم کہا کہ اے اسماعیل میرے بعد علی نقی کو اپنا امام جاننا اور صبر و ضبط سے کام لینا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا علم لدنی

بچپن کا واقعہ

یہ ہمارے مسلمات سے ہے کہ ہمارے آئمہ کو علم لدنی ہوتا ہے یہ خدا کی بارگاہ سے علم و حکمت لے کر کامل اور مکمل دنیا میں تشریف لاتے رہے ہیں انہیں کسی سے علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اور انہوں نے کسی دنیا والے کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں فرمایا "ذاتی علم و حکمت کے علاوہ مزید شرف کمال کی تحصیل اپنے آباؤ اجداد سے کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ انتہائی کمسنی میں بھی یہ دنیا کے بڑے بڑے عالموں کو علمی شکست دینے میں ہمیشہ کامیاب رہے اور جب کسی نے اپنے کو ان کی کسی فرد سے مافوق سمجھا تو وہ ذلیل ہو کر رہ گیا، یا پھر سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گیا۔

علامہ مسعودی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی وفات کے بعد امام علی نقی علیہ السلام جن کی اس وقت عمر ۷۔ ۶/ سال کی تھی مدینہ میں مرجع خلائق بن گئے تھے، یہ دیکھ کروہ لوگ جو آل محمد سے دلی دشمنی رکھتے تھے یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ کسی طرح ان کی مرکزیت کو ختم کیا جائے اور کوئی ایسا معلم ان کے ساتھ لگا دیا جائے جو انہیں تعلیم بھی دے اور ان کی اپنے اصول پر تربیت کرنے کے ساتھ ان کے پاس لوگوں کے پہونچنے کا سدباب کرے، یہ لوگ اسی خیال میں تھے کہ عمر بن فرج رحجی فراغت حج کے بعد مدینہ پہنچا لوگوں نے اس سے عرض مدعا کی بالآخر حکومت کے دباؤ سے ایسا انتظام ہو گیا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو تعلیم دینے کے لیے عراق کا سب سے بڑا عالم، ادیب عبیداللہ جنیدی معقول مشاہرہ پر لگایا گیا یہ جنیدی آل محمد کی دشمنی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔

الغرض جنیدی کے پاس حکومت نے امام علی نقی علیہ السلام کو رکھ دیا اور جنیدی کو خاص طور پر اس امر کی ہدایت کر دی کہ ان کے پاس روافض نہ پہنچنے پائیں جنیدی نے آپ کو قصر صربا میں اپنے پاس رکھا ہوتا یہ تھا کہ جب رات ہوتی تھی تو دروازہ بند کر دیا جاتا تھا اور دن میں بھی شیعوں کے ملنے کی اجازت نہ تھی اس طرح آپ کے ماننے والوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور آپ کا فیض جاری بند ہو گیا لوگ آپ کی زیارت اور آپ سے استفادہ سے محروم ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن جنیدی سے کہا غلام ہاشمی کا کیا حال ہے اس نے نہایت بری صورت بنا کر کہا انہیں غلام ہاشمی نہ کہو، وہ رئیس ہاشمی ہیں، خدا کی قسم وہ اس کمسنی مین مجھ سے کہیں زیادہ علم رکھتے ہیں سنو میں اپنی پوری کوشش کے بعد جب ادب کا کوئی باب ان کے سامنے پیش کرتا ہوں تو وہ اس کے متعلق ایسے ابواب کھول دیتے ہیں کہ میں حیران رہ جاتا ہوں "یظن الناس انی اعلمہ وانا واللہ اتعلم مہ" لوگ سمجھ رہے ہیں کہ میں انہیں تعلیم دے رہا ہوں لیکن خدا کی قسم میں ان سے تعلیم حاصل کر رہا ہوں میرے بس میں یہ نہیں کہ میں انھیں پڑھا سکوں "ہذا واللہ خیر اہل الارض وافضل من بقاء اللہ" خدا کی قسم وہ حافظ قرآن ہی نہیں وہ اس کی تاویل وتنزیل کو بھی جانتے ہیں اور مختصر یہ ہے کہ وہ زمین پر بسنے والوں میں سب سے بہتر اور کائنات میں سب سے افضل ہیں (اثبات الوصیت ودمعہ ساکبہ ص ۱۲۱)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے کرامات اور آپ کا علم باطن

امام علی نقی علیہ السلام تقریبا ۲۹/ سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے آپنے اس مدت عمر مین کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا تقریبا ہر ایک نے آپ کی طرف رخ کرنے سے احتراز کیا یہی وجہ ہے کہ آپ امور امامت کو انجام دینے میں کامیاب رہے یعنی تبلیغ دین اور تحفظ بنائے مذہب اور رہبری ہوا خواہاں میں فائز المرام رہے آپ چونکہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح علم باطن اور علم غیب بھی رکھتے تھے اسی لیے آپ اپنے ماننے والوں کو ہونے والے واقعات سے باخبر فرما دیا کرتے تھے اور سعی فرماتے تھے کہ حتی الوسع مقدورات

کے علاوہ کوئی گزند نہ پہنچنے پائے اس سلسلہ میں آپ کے کرامات بے شمار ہیں جن میں سے ہم اس مقام پر کتاب کشف الغمہ سے چند کرامات تحریر کرتے ہیں۔

۱۔ محمد بن فرج رجحی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی نقی نے مجھے تحریر فرمایا کہ تم اپنے تمام امور و معاملات کو راست اور نظام خانہ کو درست کرلو اور اپنے اسلحوں کو سنبھال لو، میں نے ان کے حکم کے بموجب تمام درست کرلیا لیکن یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ حکم آپ نے کیوں دیا ہے لیکن چند دنوں کے بعد مصری پولیس میرے یہاں آئی اور مجھے گرفتار کرکے لے گئی اور میرے پاس جو کچھ تھا سب لے لیا اور مجھے قید خانہ میں بند کردیا میں آٹھ سال اس قید خانہ میں پڑا رہا، ایک دن امام علیہ السلام کا خط پہنچا، جس میں مرقوم تھا کہ اے محمد بن فرج تم اس ناحیہ کی طرف نہ جانا جو مغرب کی طرف واقع ہے خط پاتے ہی میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی میں سوچتا رہا کہ میں تو قید خانہ میں ہوں میرا تو ادھر جانا ممکن ہی نہیں پھر امام نے کیوں یہ کچھ تحریر فرمایا آپ کے خط آنے کو ابھی دو چار یوم ہی گذرے تھے کہ میری رہائی کا حکم آگیا اور میں ان کے حسب الحکم مقام ممنوع کی طرف نہیں گیا قید خانہ سے رہائی کے بعد میں نے امام علیہ السلام کو لکھا کہ حضور میں قید سے چھوٹ کر گھر آگیا ہوں، اب آپ خدا سے دعاء فرمائیں کہ میرا مال مغصوبہ واپس کرادے آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ عنقریب تمہارا سارا مال تمہیں واپس مل جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۔ ایک دن امام علی نقی علیہ السلام اور علی بن حصیب نامی شخص دونوں ساتھ ہی راستہ چل رہے تھے علی بن حصیب آپ سے چند گام آگے بڑھ کر بولے آپ بھی قدم بڑھا کر جلد آجائیے حضرت نے فرمایا کہ اے ابن حصیب "تمہیں پہلے جانا ہے" تم جاؤ اس واقعہ کے چار یوم بعد ابن حصیب فوت ہوگئے۔

۳۔ ایک شخص محمد بن فضل بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو لکھا کہ میرے پاس ایک دکان ہے میں اسے بیچنا چاہتا ہوں آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا جواب نہ ملنے پر مجھے افسوس ہوا لیکن جب میں بغداد واپس پہنچا تو وہ آگ لگ جانے کی وجہ سے جل چکی تھی۔

۴۔ ایک شخص ابو ایوب نامی نے امام علیہ السلام کو لکھا کہ میری زوجہ حاملہ ہے، آپ دعا فرمائیے کہ لڑکا پیدا ہو، آپ نے فرمایا انشاء اللہ اس کے لڑکا ہی پیدا ہوگا اور جب پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا چنانچہ لڑکا ہی پیدا ہوا، اور اس کا نام محمد رکھا گیا۔

۵۔ یحیٰ بن زکریا کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کو لکھا کہ میری بیوی حاملہ ہے آپ دعا فرمائیں کہ لڑکا پیدا ہو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا، کہ بعض لڑکیاں لڑکوں سے بہتر ہوتی ہیں، چنانچہ لڑکی پیدا ہوئی۔

عہد واثق کا ایک واقعہ

۶ ۔ ابوہاشم کابیان ہے کہ میں ۲۲۷ ہجری میں ایک دن حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی نے آکر کہاکہ ترکوں کی فوج گذر رہی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ائے ابوہاشم چلوان سے ملاقات کریں میں حضرت کے ہمراہ ہوکر لشکریوں تک پہنچا حضرت نے ایک غلام ترکی سے اس کی زبان میں گفتگوشروع فرمائی اوردیرتک باتیں کرتے رہے اس ترکی سپاہی نے آپ کے قدموں کابوسہ دیا میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے جس نے تجھے امام کاگرویدہ بنادیاہے اس نے کہا امام نے مجھے اس نام سے پکاراجس کاجاننے والا میرے باپ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

تہتر زبانوں کی تعلیم

۷ ۔ ابوہاشم کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہواتوآپ نے مجھ سے ہندی زبان میں گفتگوکی جس کامیں جواب نہ دے سکاتوآپ نے فرمایاکہ میں تمہیں ابھی ابھی تمام زبانوں کاجاننے والا بتائے دیتا ہوں یہ کہہ کرآپ نے ایک سنگریزہ اٹھایا اوراسے اپنے منہ میں رکھ لیا اس کے بعداس سنگریزہ کومجھے دیتے ہوئے فرمایاکہ اسے چوسو، میں نے منہ میں رکھ کراسے اچھی طرح چوسا، اس کانتیجہ یہ ہواکہ میں تہتر زبانوں کاعالم بن گیا جن میں ہندی بھی شامل تھی اس کے بعد سے پھرمجھے کسی زبان کے سمجھنے اوربولنے میں دقت نہ ہوئی ص ۱۲۲ تا ۱۲۵

امام علی نقی کے ہاتھوں میں ریت کی قلب ماہیت

۸ ۔ آئمہ طاہرین کے اولوالامرہونے پرقرآن مجیدکی نص صریح موجودہے ان کے ہاتھوں اورزبان میں خداوند جواراده کریں اس کی تکمیل ہوجائے جوحکم دیں اس کی تعمیل ہوجائے ابوہاشم کابیان ہے کہ ایک دن میں نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں اپنی تنگ دستی کی شکایت کی آپ نے فرمایابڑی معمولی بات ہے تمہاری تکلیف دورہوجائے گی اس کے بعدآپ نے رمل یعنی ریت کی ایک مٹھی زمین سے اٹھاکرمیرے دامن میں ڈال دی اورفرمایااسے غورسے دیکھو اوراسے فروخت کرکے کام نکالو ابوہاشم کہتے ہیں کہ خداکی قسم جب میں نے اسے دیکھاتووہ بہترین سونا تھا، میں نے اسے بازارلے جاکرفروخت کردیا(مناقب ابن شہرآشوب جلد ۵ ص ۱۱۹)۔

امام علی نقی اوراسم اعظم

۹ ۔ حضرت ثقۃ الاسلام علامہ کلینی اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا اسم اللہ الاعظم ۷۳/ حروف میں ان میں سے صرف ایک حرف آصف برخیا وصی سلیمان کودیاگیاتھا جس کے ذریعہ سے انہوں نے چشم زدن میں ملک سبا سے

تخت بلقیس منگوالیاتھا اوراس منگوانے میں ہوایہ تھاکہ زمین سمٹ کر تخت کوقریب لے آئی تھی، اے نوفلی(راوی) خداوندعالم نے ہمیں اسم عظم کے بہترحروف دیئے ہیں اوراپنے لیے صرف ایک حرف محفوظ رکھاہے جوعلم غیب سے متعلق ہے مسعودی کاکہناکاہے کہ اس کے بعدامام نے فرمایاکہ خداونداعالم نے اپنی قدرت اوراپنے اذن وعلم سے ہمیں وہ چیزیں عطاکی ہیں جوحیرت انگیزاور تعجب خیزہیں مطلب یہ ہے کہ امام جوچاہیں کرسکتے ہیں ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی(اصول کافی،مناقب ابن شہرآشوب جلد ۵ ص ۱۱۸ ، دمعہ ساکبہ ص ۱۲۶)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور صحیفہ کاملہ کی ایک دعا

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے ایک صحابی سبع بن حمزہ قمی نے آپ کوتحریرکیاکہ مولامجھے خلیفہ معتصم کے وزیرسے بہت دکھ پہنچ رہاہے مجھے اس کابھی اندیشہ ہے کہ کہیں وہ میری جان نہ لے لے حضرت نے اس کے جواب میں تحریرفرمایاکہ گھبراؤنہیں اوردعائے ”صحیفہ کاملہ“ یامن تحل بہ عقدالمکارہ الخ پڑھو مصیبت سے نجات پاؤگے۔

یسع بن حمزہ کابیان ہے کہ میں نے امام کے حسب الحکم نماز صبح کے بعداس دعاکی تلاوت کی جس کاپہلے ہی دن یہ نتیجہ نکلاکہ وزیر خودمیرے پاس آیامجھے اپنے ہمراہ لے گیا اورلباس فاخرہ پہناکرمجھے بادشاہ کے پہلومیں بٹھادیا۔

حکومت کی طرف سے امام علی نقی کی مدینہ سے سامرہ میں طلبی اور راستہ کاایک اہم واقعہ

متوکل ۲۳۲ ہجری میں خلیفہ ہوا اوراس نے ۲۳۶ ہجری میں امام حسین علیہ السلام کی قبرکے ساتھ پہلی باربے ادبی کی، لیکن اس میں پوری کامیابی نہ حاصل ہونے پراپنے فطری بغض کی وجہ سے جوآل محمدکے ساتھ تھا وہ حضرت علی نقی علیہ السلام کے طرف متوجہ ہوا متوکل ۲۴۳ ہجری میں امام علی نقی کوستانے کی طرف متوجہ ہوا، اوراس نے حاکم مدینہ عبداللہ بن محمدکوخفیہ حکم دے کربھیجاکہ فرزندرسول امام علی نقی کوستانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے چنانچہ اس نے حکومت کے منشاء کے مطابق پوری توجہ اورپورے انہماک کے ساتھ اپناکام شروع کردیا خودجس قدرستاسکا اس نے ستایا اورآپ کے خلاف ریکارڈکے لیے متوکل کوشکایات بھیجنی شروع کیں ۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام کویہ معلوم ہوگیاکہ حاکم مدینہ نے آپ کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کردی ہیں اوراس سلسلہ میں اس نے متوکل کوآپ کی شکایات بھیجنی شروع کردی ہیں توآپ نے بھی ایک تفصیلی خط لکھا جس میں حاکم مدینہ کی بے اعتدالی اورظلم آفرینی کاخاص طورسے ذکرکیا متوکل نے آپ کاخط پڑھ کرآپ کواس کے جواب میں لکھاکہ آپ ہمارے پاس چلے آئیے اس میں حاکم مدینہ کے عمل کی معذرت بھی تھی، یعنی جوکچھ وہ کررہاہے اچھانہیں کرتا ہم اس کی طرف سے معذرت

خواہ ہیں مطلب یہ تھا کہ اسی بہانہ سے انہیں سامرہ بلالے خط میں اس نے اتنا نرم لہجہ اختیار کیا تھا جو ایک بادشاہ کی طرف سے نہیں ہوا کرتا یہ سب حیلہ سازی تھی اور غرض محض یہ تھی کہ آپ مدینہ چھوڑ کر سامرہ پہنچ جائیں (نور الابصار ص ۱۴۹)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ متوکل نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں آپ کی خاطر سے عبداللہ ابن محمد کو معزول کر کے اس کی جگہ پر محمد بن فضل کو مقرر کر رہا ہوں (جلاء العیون ص ۲۹۲)۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ متوکل نے صرف یہ نہیں کیا کہ علی نقی علیہ السلام کو خط لکھا ہو کہ آپ سامرہ چلے آئیے بلکہ اس نے تین سو کا لشکر یحی بن ہرثمہ کی قیادت میں مدینہ بھیج کر انہیں بلانا چاہا، یحی بن ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں حکم متوکل پا کر امام علیہ السلام کو لانے کے لیے بہ ارادہ مدینہ منورہ روانہ ہو گیا میرے ہمراہ تین سو کا لشکر تھا اور اس میں ایک کاتب بھی تھا جو امامیہ مذہب رکھتا تھا ہم لوگ اپنے راستہ پر جا رہے تھے اور اس سعی میں تھے کہ کسی طرح جلد سے جلد مدینہ پہنچ کر امام علیہ السلام کو لے آئیں اور متوکل کے سامنے پیش کریں ہمارے ہمراہ جو ایک شیعہ کاتب تھا اس سے ایک لشکر کے افسر سے راستہ بھر مذہبی مناظرہ ہوتا رہا۔

یہاں تک کہ ہم لوگ ایک عظیم الشان وادی میں پہنچے جس کے اردگرد میلوں کوئی آبادی نہ تھی اور وہ ایسی جگہ تھی جہاں سے انسان کا مشکل سے گزر ہوتا تھا بالکل جنگل اور بے آب وگیاہ صحرا تھا جب ہمارے لشکر وہاں پہنچا تو اس افسر نے جس کا نام ”شادی“ تھا، اور جو کاتب سے مناظرہ کرتا چلا آرہا تھا کہنے لگا اے کاتب تمہارے امام حضرت علی کا یہ قول ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی وادی نہ ہوگی جس میں قبر نہ ہو یا عنقریب قبر نہ بن جائے کاتب نے کہا بے شک ہمارے امام علیہ السلام غالب کل غالب کا یہی ارشاد ہے اس نے کہا بتاؤ اس زمین پر کس کی قبر ہے یا کس کی قبر بن سکتی ہے تمہارے امام یونہی کہہ دیا کرتے ہیں ابن ہرثمہ کا کہنا ہے کہ میں چونکہ حشوی خیال کا تھا لہذا جب یہ باتیں ہم نے سنیں تو ہم سب ہنس پڑے اور کاتب شرمندہ ہو گیا غرض کہ لشکر بڑھتا رہا اور اسی دن مدینہ پہنچ گیا وارد مدینہ ہونے کے بعد میں نے متوکل کا خط امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا امام علیہ السلام نے اسے ملاحظہ فرما کر لشکر پر نظر ڈالی اور سمجھ گئے کہ دال میں کچھ کالا ہے آپ نے فرمایا اے ابن ہرثمہ چلنے کو تیار ہوں لیکن ایک دو روز کی مہلت ضروری ہے میں نے عرض کی حضور ”خوشی سے“ جب حکم فرمائیں میں حاضر ہو جاؤں اور روانگی ہو جائے۔

ابن ہرثمہ کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے میرے سامنے ملازمین سے کہا کہ درزی بلا دو اور اس سے کہو کہ مجھے سامرہ جانا ہے لہذا راستے کے لیے گرم کپڑے اور گرم ٹوپیاں جلد سے جلد تیار کر دے میں وہاں سے رخصت ہو کر اپنے قیام گاہ پر پہنچا اور راستے بھر یہ سوچتا رہا کہ امامیہ کیسے بیوقوف ہیں کہ ایک شخص کو امام مانتے ہیں جسے (معاذاللہ) یہ تک تمیز نہیں ہے کہ یہ گرمی کا زمانہ ہے یا جاڑے کا، اتنی شدید گرمی میں جاڑے کے کپڑے سلوا رہے ہیں اور اسے ہمراہ لے جانا چاہتے ہیں الغرض میں دوسرے دن ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ جاڑے کے بہت سے کپڑے سلے ہوئے رکھے ہیں اور آپ سامان سفر درست فرما رہے ہیں اور اپنے ملازمین سے کہتے جاتے ہیں دیکھو کلاہ بارانی اور برساتی وغیرہ رہنے نہ پائے سب ساتھ میں باندھ دو، اس کے بعد مجھے کہا اے یحی بن ہرثمہ جاؤ تم

بھی اپنا سامان درست کروتاکہ مناسب وقت میں روانگی ہوجائے میں وہاں سے نہایت بددل واپس آیا دل میں سوچتا تھا کہ انہیں کیا ہوگیا ہے کہ اس شدید گرمی کے زمانہ میں سردی اور برسات کا سامان ہمراہ لے رہے ہیں اور مجھے بھی حکم دیتے ہیں کہ تم بھی اس قسم کے سامان ہمراہ لے لو۔

مختصر یہ کہ سامان سفر درست ہوگیا اور روانگی ہوگئی میرا لشکر امام علیہ السلام کو گھیرے میں لیے ہوئے جارہا تھا کہ ناگاہ اسی وادی میں جا پہنچے، جس کے متعلق کاتب امامیہ اور افسر شادی میں یہ گفتگو ہوئی تھی کہ یہاں پر کس کی قبر ہے یا ہوگی اس وادی میں پہنچنا تھا کہ قیامت آگئی، بادل گرجنے لگے، بجلی چمکنے لگی اور دوپہر کے وقت اس قدر تاریکی چھائی کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتا تھا، یہاں تک کہ بارش ہوئی اور ایسی موسلادھار بارش ہوئی کہ عمر بھر نہ دیکھی تھی امام علیہ السلام نے آثار پیدا ہوتے ہی ملازمین کو حکم دیا کہ برساتی اور بارانی ٹوپیاں پہن لو اور ایک برساتی یحی بن ہرثمہ اور ایک کاتب کو دیدو غرض کہ خوب بارش ہوئی اور ہوا اتنی ٹھنڈی چلی کہ جان کے لالے پڑ گئے جب بارش تھمی اور بادل چھٹے تو میں نے دیکھا کہ ۸۰/ افراد میری فوج کے ہلاک ہوگئے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یحی بن ہرثمہ اپنے مردوں کو دفن کردو اور یہ جان لو کہ "خدائے تعالی ہم چنین پر می گرواند بقاع راازقبور" اس طرح خداوند عالم نے ہر بقعہ ارض کو قبروں سے پر کرتا ہے اسی لیے میرے جد نامدار حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کا کوئی ٹکڑا ایسا نہ ہوگا جس میں قبر نہ بنی ہو

"یہ سن کر میں اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور امام علیہ السلام کے قریب جا کر پابوس ہوا، اور ان کی خدمت میں عرض کی مولا میں آج آپ کے سامنے مسلمان ہوتا ہوں، یہ کہہ کر میں نے اس طرح کلمہ پڑھا "اشھدان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وانکم خلفاء اللہ فی ارضہ" اور یقین کرلیا کہ یہی حضرت خدا کی زمین پر خلیفہ ہیں اور دل میں سوچنے لگا کہ اگر امام علیہ السلام نے جاڑے اور برسات کا سامان نہ لیا ہوتا اور اگر مجھے نہ دیا ہوتا تو میرا کیا حشر ہوتا پھر وہاں سے روانہ ہوکر "عسکر" پہنچا اور آپ کی امامت کا قائل رہ کر زندہ رہا اور تاحیات آپ کے جد نامدار کا کلمہ پڑھتا رہا (کشف الغمہ ص ۱۲۴)۔

علامہ جامی اور علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ دو سو سے زائد افراد آپ کے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے سامرہ پہنچے وہاں آپ کے قیام کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا اور حکم تھا متوکل کا کہ انہیں فقیروں کے ٹھہرانے کی جگہ اتارا جائے چنانچہ آپ کو خان الصعالیک میں اتارگیا وہ جگہ بدترین تھی وہاں شرفاء نہیں جایا کرتے تھے ایک دن صالح بن سعید نامی ایک شخص جو آپ کے ماننے والے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے مولا یہ لوگ آپ کی قدرومنزلت پر پردہ ڈالنے اور نور خدا کو چھپانے کی کس قدر کوشش کرتے ہیں کجا حضور کی ذات اقدس اور کجا یہ قیام گاہ حضرت نے فرمایا ائے صالح تم دل تنگ نہ ہو۔ میں اس کی عزت افزائی کا خواہاں اور ان کی کرم گستری کا جویاں نہیں ہوں خداوند عالم نے آل محمد کو جو درجہ دیا ہے اور جو مقام عطا فرمایا ہے اسے کوئی چھین نہیں سکتا اے صالح بن سعید میں تمہیں خوش کرنے کے لیے بتانا چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس مقام پر دیکھ کر پریشان نہ ہو خداوند عالم نے یہاں بھی میرے

لیے بہشت جیسا بندوبست فرمایا ہے یہ کہہ کرآپ نے انگلی سے اشارہ کیا اور صالح کی نظر میں بہترین باغ بہترین قصور اور بہترین نہریں وغیرہ نظر آنے لگیں صالح کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر مجھے قدرے تسلی ہوگئی (شواہد النبوت ص ۲۰۸ ، نورالابصار ص ۱۵۰) ۔

امام علی نقی علیہ السلام کی نظر بندی

امام علی نقی علیہ السلام کو دھوکہ سے بلانے کے بعد پہلے توخان الصعالیک میں پھر اس کے بعد ایک دوسرے مقام میں آپ کو نظر بند کردیا اور تاحیات اسی میں قید رکھا امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ متوکل آپ کے ساتھ ظاہرداری ضرور کرتا تھا، لیکن آپ کا سخت دشمن تھا اس نے حیلہ سازی اور دھوکہ بازی سے آپ کو بلایا اور درپردہ ستانے اور تباہ کرنے اور مصیبتوں میں بتلا کرنے کے درپے رہا (نورالابصار ص ۱۵۰) ۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ متوکل نے آپ کو جبرا بلا کر سامرہ میں نظر بند کردیا اور تازندگی باہر نہ نکلنے دیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۴) ۔

امام علی نقی علیہ السلام کا جذبہ ہمدردی

مدینہ سے سامرہ پہنچنے کے بعد بھی آپ کے پاس لوگوں کی آمد کا تانتا بندھا رہا لوگ آپ سے فائدے اٹھاتے اور دینی اور دنیاوی امور میں آپ سے مدد چاہتے رہے اور آپ حل مشکل میں ان کے کام آتے رہے علمائے اسلام لکھتے ہیں کہ سامرہ پہنچنے کے بعد جب آپ کی نظر بندی میں سختی اور شدت نہ تھی ایک دن آپ سامرہ کے ایک قریہ میں تشریف لے گئے آپ کے جانے کے بعد ایک سائل آپ کے مکان پر آیا، اسے یہ معلوم ہوا کہ آپ فلاں گاوں میں تشریف لے گئے ہیں، وہ وہاں چلاگیا اور جاکر آپ سے ملا، آپ نے پوچھا کہ تم کیسے آئے ہو تمہارا کیا کام ہے؟

اس نے عرض کی مولامیں غریب آدمی ہوں، مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہوگیا ہے اور اس کی ادائیگی کی کوئی سبیل نہیں، مولا خدا کے لیے مجھے اس بلا سے نجات دلائیے حضرت نے فرمایا گھبراؤ نہیں، انشاء اللہ تمہارا قرضہ کی ادائیگی کا بندوبست ہوجائے گا وہ سائل رات کو آپ کے ہمراہ مقیم رہا صبح کے وقت آپ نے اس سے کہا کہ میں تمہیں جو کہوں اس کی تعمیل کرنا اور دیکھو اس امر میں ذرا بھی مخالفت نہ کرنا اس نے تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا آپ نے اسے ایک خط لکھ کر دیا جس میں یہ مرقوم تھا کہ "میں دس ہزار درہم اس کے ادا کردوں گا" اور فرمایا کہ کل میں سامرہ پہنچ جاؤں گا جس وقت میں وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں تو تم مجھ سے روپے کا تقاضا کرنا اس نے عرض کی حضور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ میں لوگوں میں آپ کی توہین کروں حضرت نے فرمایا کوئی حرج نہیں، میں تم سے جو کہوں وہ کرو غرض کہ سائل چلاگیا اور جب آپ سامرہ واپس ہوئے اور لوگوں کو آپ کی واپسی کی اطلاع ملی تو اعیان شہر آپ سے ملنے آئے جس وقت آپ لوگوں سے محو ملاقات تھے سائل مذکور بھی پہنچ گیا سائل نے

ہدایت کے مطابق آپ سے رقم کاتقاضہ کیا آپ نے بہت نرمی سے اسے ٹالنے کی کوشش کی، لیکن وہ نہ ٹلا اوربدستوررقم مانگتارہا بالاخر حضرت نے اس سے تین میں ادائیگی کاوعدہ فرمایا اوروہ چلاگیا یہ خبرجب بادشاہ وقت کوپہنچی تواس نے مبلغ تیس ہزاردرہم آپ کی خدمت میں بھیج دیئے، تیسرے دن جب سائل آیاتوآپ نے اسے فرمایاکہ تیس ہزاردرہم لے لے اوراپنی راہ لگ اس نے عرض کی مولامیرا قرضہ توصرف دس ہزارہے آپ تیس ہزاردے رہے ہیں آپ نے فرمایا جوقرضہ کی ادائیگی سے بچے اسے اپنے بچوں پرصرف کرنا وہ بہت خوش ہوا اوریہ پڑھتاہوا "الله يعلم حيث يجعل رسالته" خداہی خوب جانتاہے کہ رسالت وامامت کاکون اہل ہے) اپنے گھرچلاگیا (نورالابصارص ۱۴۹ ، صواعق محرقہ، ۱۲۳ ، شواہدالنبوت ص ۲۰۷ ، ارجح المطالب ص ۴۶۱) ۔

امام علی نقی کی حالت سامرہ پہنچنے کے بعد

متوکل کی نیت خراب تھی ہی امام علیہ السلام کے سامرہ پہنچنے کے بعداس نے اپنی نیت کامظاہرعمل سے شروع کیا اورآپ کے ساتھ نامناسب طریقہ سے دل کابخارنکالنے کی طرف متوجہ ہوا لیکن اللہ جس کی لاٹھی میں آوازنہیں اس نے اسے کیفرکردارتک پہنچادیا مگراس کی زندگی میں بھی ایسے آثاراوراثرات ظاہرکئے جس سے وہ یہ بھی جان لے کہ وہ جوکچھ کررہاتھا خداونداسے پسندنہیں کرتا مورخ اعظم لکھتے ہیں کہ متوکل کے زمانے میں بڑی آفتیں نازل ہوئیں بہت سے علاقوں میں زلزلے آئے زمینیں دھنس گئیں آگیں لگیں، آسمان سے ہولناک آوازیں سنائی دیں ، بادسموم سے بہت سے جانوراورآدمی ہلاک ہوئے ، آسمان سے مثل ٹڈی کے کثرت سے ستارے ٹوٹے دس دس رطل کے پتھرآسمان سے برسے، رمضان ۲۴۳ ہجری میں حلب میں ایک پرندہ کوے سے بڑاآکربیٹھا اوریہ شورمچایا "یاایھاالناس اتقوالله الله" چالیس دفعہ یہ آوازلگاکر اڑگیا دودن ایساہی ہوا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۵) ۔

حضرت امام علی نقی اورسواری کی برق رفتاری

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے مدینہ سے سامرہ تشریف لے جانے کے بعد ایک دن ابوہاشم نے کہا مولامیرا دل نہیں مانتاکہ میں ایک دن بھی آپ کی زیارت سے محروم رہوں ، بلکہ جی چاہتاہے کہ ہرروزآپ کی خدمت میں حاضرہواکروں حضرت نے پوچھا اس کے لیے تمہیں کونسی رکاوٹ ہے انہوں نے عرض کی میراقیام بغدادہے اورمیری سواری کمزورہے حضرت نے فرمایا "جاو" اب تمہاری سواری کاجانور طاقتورہوجائے گا اوراس کی رفتاربہت تیزہوجائے گی ابوہاشم کابیان ہے کہ حضرت کے اس ارشادکے بعدسے ایساہوگیاکہ میں روزانہ نمازصبح بغدادمیں نمازظہرسامرہ عسکریں اورنمازمغرب بغدادمیں پڑھنے لگا (اعلام الوری ص ۲۰۸) ۔

دوماہ قبل عزل قاضی کی خبر

علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ سے آپ کے ایک ماننے والے نے اپنی تکلیف بیان کرتے ہوئے بغداد کے قاضی شہر کی شکایت کی اور کہا کہ مولاوہ بڑا ظالم ہے ہم لوگوں کو بے حد ستاتا ہے آپ نے فرمایا گھبراؤنہیں دوماہ بعد بغداد میں نہ رہے گا راوی کا بیان ہے کہ جونہی دوماہ پورے ہوئے قاضی اپنے منصب سے معزول ہوکر اپنے گھر بیٹھ گیا (شواہد النبوت)۔

آپ کا احترام جانوروں کی نظر میں

علامہ موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ متوکل کے مکان میں بہت سی بطخیں پلی ہوئی تھیں جب کوئی وہاں جاتا تو وہ اتنا شور مچایا کرتی تھیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی لیکن جب امام علیہ السلام تشریف لے جاتے تھے تو وہ سب خاموش ہوجاتی تھیں اور جب تک آپ وہاں تشریف رکھتے تھے وہ چپ رہتی تھیں (شواہد النبوت)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور خواب کی عملی تعبیر

احمدبن عیسی الکاتب کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرماہیں اور میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں ، حضرت نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور اپنے دست مبارک سے ایک مٹھی خرمہ اس طشت سے عطا فرمایا جو آپ کے سامنے رکھا ہوا تھا میں نے انہیں گنا تو وہ پچس تھے اس خواب کو ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام سامرہ سے تشریف لائے ہیں میں ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے ایک طشت رکھا ہے جس میں خرمے ہیں میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو سلام کیا حضرت نے جواب سلام دینے کے بعد ایک مٹھی خرمہ مجھے عطا فرمایا ، میں نے ان خرموں کو شمار کیا تو وہ پچیس تھے میں نے عرض کی مولا کیا کچھ خرمہ اور مل سکتا ہے جواب میں فرمایا! اگر خواب میں تمہیں رسول خدا نے اس سے زیادہ دیا ہوتا تو میں بھی اضافہ کردیتا (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۴)۔

اسی قسم کا واقعہ امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام علی رضا علیہ السلام کے لیے بھی گزرا ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور فقہائے مسلمین

یہ تومانی ہوئی بات ہے کہ آل محمد وہ ہیں جن کے گھر میں قرآن مجید نازل ہوا ان سے بہتر نہ قرآن کا سمجھنے والا ہے، نہ اس کی تفسیر جاننے والا، علماء کا بیان ہے کہ جب متوکل کو زہر دیا گیا تو اس نے یہ نذر مانی کہ "اگر میں اچھا ہو گیا تو راہ خدا میں مال کثیر دوں گا" پھر صحت پانے کے بعد اس نے اپنے علماء اسلام کو جمع کیا اور ان سے واقعہ بیان کر کے مال کثیر کی تفصیل معلوم کرنا چاہی اس کے جواب میں ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ بیان دیا ایک فقیہ نے کہا مال کثیر سے ایک ہزار درہم دوسرے فقیہ نے کہا دس ہزار درہم، تیسرے نے کہا ایک لاکھ درہم مراد لینا چاہئے متوکل ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک دربان سامنے آیا جس کا نام "حسن" تھا عرض کرنے لگا کہ حضور اگر مجھے حکم ہو تو میں اس کا صحیح جواب لا دوں متوکل نے کہا بہتر ہے جواب لاؤ اگر تم صحیح جواب لائے تو دس ہزار درہم تم کو انعام دوں گا اور اگر تسلی بخش جواب نہ لا سکے تو سو کوڑے ماروں گا اس نے کہا مجھے منظور ہے اس کے بعد دربان حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں گیا امام علیہ السلام جو نظر بندی کی زندگی بسر کر رہے تھے دربان کو دیکھ کر بولے اچھا مال کثیر کی تفصیل پوچھنے آیا ہے جا اور متوکل سے کہہ دے مال کثیر سے اسی درہم مراد ہے دربان نے متوکل سے یہی کہہ دیا متوکل نے کہا جا کر دلیل معلوم کر، وہ واپس آیا حضرت نے فرمایا کہ قرآن مجید میں آنحضرت علیہ السلام کے لیے آیا ہے ہ "لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ" اے رسول اللہ نے تمہاری مدد مواطن کثیرہ یعنی بہت سے مقامات پر کی ہے جب ہم نے ان مقامات کا شمار کیا جن میں خدا نے آپ کی مدد فرمائی ہے تو وہ حساب سے اسی ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ لفظ کثیر کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے یہ سن کر متوکل خوش ہو گیا اور اس نے اسی درہم صدقہ نکال کر دس ہزار درہم دربان کو انعام دیا (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۱۶)۔

اسی قسم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ متوکل کے دربار میں ایک نصرانی پیش کیا گیا جو مسلمان عورت سے زنا کرتا ہوا پکڑا گیا جب وہ دربار میں آیا تو کہنے لگا مجھ پر حد جاری نہ کی جائے میں اس وقت مسلمان ہوتا ہوں یہ سن کر قاضی یحیی بن اکثم نے کہا کہ اسے چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ یہ مسلمان ہو گیا ایک فقیہ نے کہا کہ نہیں حد جاری ہونا چاہئے غرض کہ فقہائے مسلمین میں اختلاف ہو گیا متوکل نے جب یہ دیکھا کہ مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا تو حکم دیا کہ امام علی نقی کو خط لکھ کر ان سے جواب منگایا جائے۔

چنانچہ مسئلہ لکھا گیا حضرت امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا "یضرب حتی یموت" کہ اسے اتنا مارا جائے کہ مرجائے جب یہ جواب متوکل کے دربار میں پہنچا تو یحی بن اکثم قاضی شہر اور فقیہ سلطنت نیز دیگر فقہا نے کہا اس کا کوئی ثبوت قران مجید میں نہیں ہے براہ مہربانی اس کی وضاحت فرمائیے آپ نے خط ملاحظہ فرما کر یہ آیت تحریر فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے (جب کافروں نے ہماری سختی دیکھی تو کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں یہ ان کا کہنا ان کے لیے مفید نہ ہوا، اور نہ ایمان لانا کام آیا)

آیت پڑھنے کے بعد متوکل نے تمام فقہا کے اقوال کو مسترد کر دیا اور نصرانی کے لیے حکم دیدیا کہ اسے اس قدر مارا جائے کہ "مرجائے" (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۰)۔

شاہ روم کو حضرت امام علی نقی کا جواب

علامہ محمد باقر نجفی لکھتے ہیں کہ بادشاہ روم نے خلیفہ وقت کو لکھا کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا جس میں یہ سات لفظ نہ ہوں ث، ج، ح، ز، ش، ظ، ف، وہ جنت میں جائے گا اسے دیکھنے کے بعد میں نے توریت وزبور کا اچھی طرح مطالعہ کیا لیکن اس قسم کا کوئی سورہ اس میں نہیں ملا آپ ذرا اپنے علماء سے تحقیق کرکے لکھیے کہ شاید یہ بات آپ کے قرآن مجید میں ہو بادشاہ وقت نے بہت سے علماء جمع کئے اوران کے سامنے یہ چیز پیش کی سب نے بہت دیر تک غور کیا لیکن کوئی اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکا کہ تسلی بخش جواب دے سکے جب خلیفہ وقت تمام علماء سے مایوس ہوگیا تو امام علی نقی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا جب آپ دربار میں تشریف لائے اور آپ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو آپ نے بلا تاخیر فرمایا وہ سورہ حمد ہے اب جو غور کیا گیا تو بالکل ٹھیک پایا گیا، بادشاہ اسلام خلیفہ وقت نے عرض کی، ابن رسول اللہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ اس کی وجہ بھی بتادیتے کہ یہ حروف اس سورہ میں کیوں نہیں لائے گیے کہ آپ نے فرمایا یہ سورہ رحمت وبرکت ہے اس میں یہ حروف اس لئے نہیں لائے گئے کہ (ث) سے ثبور ہلاکت تباہی، بربادی کی طرف، ج۔ سے جحیم جہنم کی طرف، خ۔ خیبت یعنی خسران کی طرف، ز۔ سے زقوم یعنی تھوہڑ کی طرف، ش۔ سے شقاوت کی طرف، ظ۔ سے ظلمت کی طرف، ف۔ سے فرقت کی طرف تبادر ذہنی ہوتا ہے اور یہ تمام چیزیں رحمت وبرکت کے معافی ہیں۔

خلیفہ وقت نے آپ کا تفصیلی بیان شاہ روم کو بھیج دیا بادشاہ روم نے جونہی اسے پڑھا وہ مسرور ہوگیا اور اسی وقت اسلام لایا اور تاحیات مسلمان رہا (معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۰ بحوالہ شرح شافیہ ابو فراس)۔

متوکل کے کہنے سے ابن سکیت وابن اکثم کا امام علی نقی سے سوال

علماء کا بیان ہے کہ ایک دن متوکل اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا دیگر کاموں سے فراغت کے بعد ابن سکیت کی طرف متوجہ ہوکر بولا ابوالحسن سے ذرا سخت سخت سوال کرو ابن سکیت نے اپنی قابلیت بھر سوال کئے امام علیہ السلام نے تمام سوالات کے مفصل اور مکمل جواب دیئے یہ دیکھ کر یحی ابن اکثم قاضی سلطنت نے کہا اے ابن سکیت تم نحو، شعر، لغت کے عالم ہو، تمہیں مناظرہ سے کیا دلچسپی، ٹھہرو میں سوال کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے ایک سوالنامہ نکالا جو پہلے سے لکھ کر اپنے ہمراہ رکھے ہوئے تھا اور حضرت کو دیدیا حضرت نے اس کا اسی وقت جوال لکھنا شروع کردیا اور ایسا مکمل جواب دیا کہ قاضی شہر کو متوکل سے کہنا پڑا کہ ان جوابات کو پوشیدہ رکھا جائے، ورنہ شیعوں کی حوصلہ افزائی ہوگی ان سوالات میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ قرآن مجید میں "سبعة البحر" اور نفدت کلمات اللہ" جو ہے اس میں کن سات دریاؤں کی طرف اشارہ ہے اور کلمات اللہ سے مراد کیا ہے آپ نے اس کے

جواب میں تحریر فرمایاکہ وہ سات دریایہ ہیں عین الکبریت، عین الیمن، عین البرہوت، عین الطبریہ، عین السیدان، عین الافریقہ، عین الیاحوران، اورکلمات سے ہم محمدوآل محمدمرادہیں جن کے فضائل کااحصاناممکن ہے (مناقب جلد ۵ ص ۱۱۷)۔

قضاوقدرکے متعلق امام علی نقی علیہ السلام کی رہبری ورہنمائی

قضاوقدرکے بارے میں تقریباتمام فرقے جادہ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں، اس کی وضاحت میں کوئی جبرکاقائل نظرآتاہے کوئی مطلقا تفویض پرایمان رکھتا ہوادکھائی دیتاہے ہمارے امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے آباؤاجدادکی طرح قضاوقدرکی وضاحت ان لفظوں میں فرمائی ہے ”لاجبرولاتفویض بل امربین امرین“ نہ انسان بالکل مجبورہے نہ بالکل آزادہے بلکہ دونوں حالتوں کے درمیان ہے (معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۳۴)۔

میں حضرت کا مطلب یہ سمجھتاہوں کہ انسان اسباب واعمال میں بالکل آزادہے اورنتیجہ کی برآمدگی میں خداکامحتاج ہے۔

علماء امامیہ کی ذمہ داریوں کے متعلق امام علی نقی علیہ السلام کاارشاد

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ارشادفرمایاہے کہ ہمارے علماء، غیبت قائم آل محمدکے زمانے میں محافظ دین اوررہبرعلم ویقین ہوں گے ان کی مثال شیعوں کے لیے بالکل ویسی ہی ہوگی جیسی کشتی کے لیے ناخداکی ہوتی ہے وہ ہمارے ضیعفوں کے دلوں کوتسلی دیں گے وہ افضل ناس اورقائدملت ہوں گے (معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۳۷)۔

حضرت امام علی نقی اورعبدالرحمن مصری کاذہنی انقلاب

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ ایک دن متوکل نے برسردربارامام علی نقی کوقتل کردینے کافیصلہ کرکے آپ کودربارمیں طلب کیا آپ سواری پرتشریف لائے عبدالرحمن مصری کابیان ہے کہ میں سامرہ گیاہواتھا اورمتوکل کے دربارکایہ حال سناکہ ایک علوی کے قتل کاحکم دیاگیاہے تومیں دروازے پراس انتظارمیں کھڑاہوگیاکہ دیکھوں وہ کون شخص ہے جس کے قتل کے انتظامات ہورہے ہیں اتنے میں دیکھاکہ امام علی نقی علیہ السلام تشریف لارہے ہیں مجھے کسی نے بتایاکہ اسی علوی کے قتل کابندوبست ہواہے میری نظرجونہی ان کے چہرہ پرپڑی میرے دل میں ان کی محبت سرایت کرگئی اورمیں دعاکرنے لگا خدایامتوکل کے شرسے اس شریف علوی کوبچانا میں دل میں دعاکرہی رہاتھاکہ آپ نزدیک آپہنچے اورمجھ سے بلاجانے پہچانے فرمایاکہ اے عبدالرحمن تمہاری دعاقبول ہوگئی ہے اورمیں انشاء اللہ محفوظ رہوں گاچنانچہ دربارمیں آپ پرکوئی ہاتھ نہ اٹھاسکا اورآپ محفوظ رہے پھرآپ نے مجھے دعادی اورمیں مالامال ہوگیا اورصاحب اولادہوگیا عبدالرحمن کہتاہے کہ میں اسی وقت آپ کی امامت کاقائل ہوکرشیعہ ہوگیا (کشف الغمہ ص ۱۲۳، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۵)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور برکتہ السباع

علماء کا بیان ہے کہ ایک دن متوکل کے دربار میں ایک عورت جوان اور خوبصورت آئی اور اس نے آکر کہا کہ میں زینب بنت علی وفاطمہ ہوں متوکل نے کہا کہ تو جوان ہے اور زینب کو پیدا ہوئے اور وفات پائے عرصہ گذر گیا اگر تجھے زینب تسلیم کر لیا جائے تو یہ کیسے مانا جائے، کہ زینب اتنی عمر تک جوان رہ سکتی ہیں اس نے کہا کہ مجھے رسول خدا نے یہ دعا دی تھی کہ میں ہر چالیس اور پچاس سال کے بعد جوان ہو جاؤں اسی لیے میں جوان ہوں متوکل نے علماء دربار کو جمع کر کے ان کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کیا سب نے کہا یہ جھوٹی ہے زینب کے انتقال کو عرصہ ہو گیا ہے متوکل نے کہا کوئی ایسی دلیل دو کہ میں اسے جھٹلا سکوں سب نے اپنے عجز کا حوالہ دیا۔

فتح ابن خاقان وزیر متوکل نے کہا کہ اس مسئلہ کو "ابن الرضا" علی نقی کے سوا کوئی حل نہیں کر سکتا لہذا انہیں بلایا جائے متوکل نے حضرت کو زحمت تشریف آوری دی جب آپ دربار میں پہنچے متوکل نے صورت مسئلہ پیش کی امام نے فرمایا جھوٹی ہے، متوکل نے کہا کوئی ایسی دلیل دیجئیے کہ میں اسے جھوٹی ثابت کر سکوں، آپ نے فرمایا میرے جدنامدار کا ارشاد ہے کہ "حرم لحوم اولادی علی السباع" درندوں پر میری اولاد کا گوشت حرام ہے اے بادشاہ تو اس عورت کو درندوں میں ڈال دے، اگر یہ سچی ہوگی اس کا زینب ہونا تو درکنار اگر یہ سیدہ بھی ہوگی تو جانور اسے نہ چھیڑیں گے اور اگر سادات سے بھی بے بہرہ اور خالی ہوگی تو درندے اسے پھاڑ کھائیں گے ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ دربار میں اشارہ بازی ہونے لگی اور دشمنوں نے مل جل کر متوکل سے کہا کہ اس کا امتحان امام علی نقی ہی کے ذریعہ سے کیوں نہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ آیا درندے سیدوں کو کھاتے ہیں یا نہیں۔

مطلب یہ تھا کہ اگر انہیں جانوروں نے پھاڑ کھایا تو متوکل کا منشاء پورا ہو جائے گا اور اگر یہ بچ گئے تو متوکل کی وہ الجھن دور ہو جائے گی جو زینب کذاب نے ڈال رکھی ہے غرض کی متوکل نے امام علیہ السلام سے کہا "اے ابن الرضا" کیا اچھا ہوتا کہ آپ خود برکتہ السباع میں جا کر اسے ثابت کر دیجئے کہ آل رسول کا گوشت درندوں پر حرام ہے امام علیہ السلام تیار ہو گئے متوکل نے اپنے بنائے ہوئے برکت السباع شیر خانہ میں آپ کو ڈلوا کر پھاٹک بند کروا دیا، اور خود مکان کے بالاخانہ پر چلا گیا تاکہ وہاں سے امام کے حالات کا مطالعہ کرے۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ جب درندوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو خاموش ہو گئے جب آپ صحن میں پہنچ کر سیڑھی پر چڑھنے لگے تو درندے آپ کی طرف بڑھے (جن میں تین شیر اور بروایت دمعہ ساکبہ چھ شیر بھی تھے) اور ٹھہر گئے اور آپ کو چھو کر آپ کے گرد پھرنے لگے، آپ نے اپنی آستین ان پر ملتے تھے پھر درندے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے متوکل امام علیہ السلام کے متعلق چھت پر سے

یہ باتیں دیکھتارہا اور اترآیا، پھرجناب صحن سے باہرتشریف لے آئے متوکل نے آپ کے پاس گراں بہاصلہ بھیجا لوگوں نے متوکل سے کہاتوبھی ایساکرکے دکھلادے اس نے کہاشایدتم میری جان لیناچاہتے ہو۔

علامہ محمدباقرلکھتے ہیں کہ زینب کذابہ نے جب ان حالات کو بچشم خوددیکھا توفورا اپنی کذب بیانی کااعتراف کرلیا، ایک روایت کی بناپراسے توبہ کی ہدایت کرکے چھوڑدیا گیا دوسری روایت کی بناپرمتوکل نے اسے درندوں میں ڈلواکرپھڑواڈالا(صواعق محرقہ ص ۱۲۴ ، ارجح المطالب ص ۴۶۱ ،دمعہ ساکبہ جلد۳ ص ۱۴۵ ، جلاء العیون ص ۲۹۳ ،روضۃ الصفاء،)

فصل الخطاب، علامہ ابن حجرکاکہناہے کہ اسی قسم کاواقعہ عہدرشیدعباسی میں جناب یحی بن عبداللہ بن حسن مثنی ابن امام حسن علیہ السلام کے ساتھ بھی ہواہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اورمتوکل کاعلاج

علامہ عبدالرحمن جامی تحریرفرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام نظربندی کی زندگی بسرکررہے تھے متوکل کے بیٹنے کی جگہ یعنی کمرکے نیچے جسم کے پچھلے حصہ میں ایک زبردست زہریلاپھوڑانکل آیا، ہرچندکوشش کی گئی مگرکسی صورت سے شفاء کی امیدنہ ہوئی جب جان خطرہ میں پڑگئی تومتوکل کی ماں نے منت مانی کہ اگرمتوکل اچھاہوگیاتومیں ابن الرضاکی خدمت میں مال کثیرنذرکروں گی اورفتح بن خاقان نے متوکل سے درخواست کی کہ اگرآپ کاحکم ہوتومیں مرض کی کیفیت ابوالحسن سے بیان کرکے کوئی دواء تجویزکرالاؤں۔

متوکل نے اجازت دی اورابن خاقان حضرت کی خدمت میں حاضرہوئے انہوں نے ساراواقعہ بیان کرکے دواکی تجویزچاہی، امام علیہ السلام نے فرمایا "کسب غنم" (بکری کی مینگنیاں) لے کرگلاب کے عرق میں حل کرکے لگاؤ، انشاء اللہ ٹھیک ہوجائے گا وزیرفتح ابن خاقان نے دربارمیں امام علیہ السلام کی تجویزپیش کی، لوگ ہنس پڑے اورکہنے لگے کہ امام ہوکرکیا دواتجویزفرمائی ہے وزیرنے کہااے خلیفہ تجربہ کرنے میں کیاحرج ہے اگرحکم ہوتومیں انتظام کروں خلیفہ نے حکم دیا، دوالگائی گئی، پھوڑاپھوٹا، متوکل کی آنکھ کھل گئی اوررات بھرپوراسویاتین یوم کے اندرشفاء کامل ہوجانے کے بعدمتوکل کی ماں نے دس ہزار اشرفی کی سربمہرتھیلی امام علیہ السلام کی خدمت میں بھجوادی (شواہدالنبوت ص ۲۰۷ ، اعلام الوری ص ۲۰۸) ۔

امام علی نقی علیہ السلام کے تصورحکومت پرخوف خداغالب تھا

حضرت کی سیرت زندگی اوراخلاق وکمالات وہی تھے جواس سلسلہ عصمت کی ہرفردکے اپنے اپنے دورمیں امتیازی طورپر مشاہدہ میں آتے رہتے تھے قیدخانہ اورنظربندی کاعالم ہویاآزادی کازمانہ ہروقت ہرحال میں یادالہی، عبادت ، خلق خداسے استغناء، ثبات

قدم، صبرو استقلال، مصائب کے ہجوم میں ماتھے پر شکن کا نہ ہونا، دشمنوں کے ساتھ حلم ومروت سے کام لینا، محتاجوں اورضرورت مندوں کی امداد کرنا، یہی وہ اوصاف ہیں جو امام علی نقی کی سیرت زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

قید کے زمانہ میں جہاں بھی آپ رہے آپ کے مصلے کے سامنے ایک قبر کھدی تیار رہتی تھی دیکھنے والوں نے جب اس پر حیرت اور دہشت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دل میں موت کا خیال رکھنے کے لیے یہ قبر اپنی نگاہوں کے سامنے تیار رکھتا ہوں حقیقت میں یہ ظالم طاقت کو اس کے باطل مطالبہ اطاعت اور اسلام کے حقیقی تعلیمات کی نشرو اشاعت کے ترک کردینے کی خواہش کا ایک عملی جواب تھا یعنی زیادہ سے زیادہ سلاطین وقت کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ جان کا لے لینا مگر جو شخص موت کے لیے اتنا تیار ہو وہ ہر وقت کھدی ہوئی قبر اپنے سامنے رکھے وہ ظالم حکومت سے ڈر کر سر تسلیم خم کرنے پر کیسے مجبور کیا جاسکتا ہے مگر اس کے ساتھ دنیاوی سازشوں میں شرکت یا حکومت وقت کے خلاف کسی بے محل اقدام کی تیاری سے آپ کا دامن اس طرح بری رہا کہ باوجود دار السلطنت کے اندر مستقل قیام اور حکومت کے سخت ترین جاسوسی انتظام کے کبھی آپ کے خلاف تشدد کے جواز کی نہ مل سکی باوجودیکہ سلطنت عباسیہ کی بنیادیں اس وقت اتنی کھوکھلی ہو رہی تھیں کہ دار السلطنت میں ہر روز ایک نئی سازش کا فتنہ کھڑا ہوتا تھا۔

متوکل سے خود اس کے بیٹے کی مخالفت اور اس کے انتہائی عزیز غلام باغر رومی کی اس سے دشمنی منتصر کے بعد امرائے حکومت کا انتشار اور آخر متوکل کے بیٹوں کو خلافت سے محروم کرنے کا فیصلہ مستعین کے دور حکومت میں یحیی بن عمر بن یحیی بن حسین بن زید علوی کا کوفہ میں ضروج اور حسن بن زید الملقب بہ داعی الحق کا علاقہ طبرستان پر قبضہ کر لینا اور مستقل سلطنت قائم کرلینا پھر دار السلطنت میں ترکی غلاموں کی بغاوت، مستعین کا سامرہ کو چھوڑ کر بغداد کی طرف بھاگنا اور قلعہ بند ہو جانا آخر کو حکومت سے دست برداری پر مجبور ہونا اور کچھ عرصہ کے بعد معتز باللہ کے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اترنا، پھر معتز باللہ کے دور میں رومیوں کا مخالفت پر تیار رہنا، معتز باللہ کو خود اپنے بھائیوں سے خطرہ محسوس ہونا اور مویدی زندگی کا خاتمہ اور موفق کا بصرہ میں قید کیا جانا، ان تمام ہنگامی حالات، ان تمام شورشوں، ان تمام بے چینیوں اور جھگڑوں میں سے کسی میں بھی امام علی نقی کی شرکت کا شبہ تک نہ پیدا ہونا، کیا اس طرز عمل کے خلاف نہیں ہے؟۔

جو ایسے موقعوں پر جذبات سے کام لینے والوں کا ہوا کرتا ہے ایک ایسے اقتدار کے مقابلہ میں جسے نہ صرف وہ حق وانصاف کے رو سے ناجائز سمجھتے ہیں بلکہ ان کے ہاتھوں انہیں جلاوطنی قید اور اہانتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے مگر جذبات سے بلند اور عظمت نفس کے کامل مظہر دنیاوی ہنگاموں اور وقت کے اتفاقی موقعوں سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا اپنی بے لوث حقانیت اور کوہ سے بھی گراں صداقت کے خلاف سمجھتا ہے اور مخالفت پر پس پشت حملہ کرنے کو اپنے بلند نقطہ نگاہ اور معیار عمل کے خلاف جانتے ہوئے ہمیشہ کنارہ کش رہتا ہے (دسویں امام ص ۱۶)۔

امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت

متوکل کے بعد اس کا بیٹا مستنصر پھر مستعین پھر ۲۵۲ ہجری میں معتز باللہ خلیفہ ہوا معتز ابن متوکل نے بھی اپنے باپ کی سنت کو نہیں چھوڑا اور حضرت کے ساتھ سختی ہی کرتا رہا یہاں تک کہ اسی نے آپ کو زہر دیدیا۔

"سمعہ المعتز، انوار الحسینیہ جلد ۲ ص ۵۵، اور آپ بتاریخ ۳/ رجب ۲۵۴ ہجری یوم دوشنبہ انتقال فرما گئے (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۹)۔

علامہ ابن جوزی تذکرۃ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں کہ آپ معتز باللہ کے زمانہ خلافت میں شہید کئے گئے ہیں اور آپ کی شہادت زہر سے واقع ہوئی ہے، علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا ہے (انوار الابصار ص ۱۵۰)۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں، صواعق محرقہ ص ۱۲۴، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۸ میں ہے کہ آپ نے انتقال سے قبل امام حسن عسکری علیہ السلام کو مواریث انبیاء وغیرہ سپرد فرمائے تھے وفات کے بعد جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے گریبان چاک کیا تو لوگ معترض ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ سنت انبیاء ہے حضرت موسی نے وفات حضرت ہارون پر اپنا گریبان پھاڑا تھا (دمعہ ساکبہ ص ۱۴۸، جلاء العیون ص ۲۹۴)۔

آپ پر امام حسن عسکری نے نماز پڑھی اور آپ سامرہ ہی میں دفن کئے گئے "اناللہ وانا الیہ راجعون"، علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات انتہائی کس مپرسی کی حالت میں ہوئی انتقال کے وقت آپ کے پاس کوئی بھی نہ تھا (جلاء العیون ص ۲۹۲)۔

آپ کی ازواج واولاد

آپ کی کئی بیویاں تھیں، ان سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں جن کے اسماء یہ ہیں امام حسن عسکری، حسین بن علی، محمد بن علی، جعفر بن علی، دختر موسومہ عائشہ بن علی (ارشاد مفید ص ۵۰۲، صواعق محرقہ ص ۱۲۶ طبع مصر)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

امام حسن عسکری کی ولادت اور بچپن کے بعض حالات

علماء فریقین کی اکثریت کا اتفاق ہے کہ آپ بتاریخ ۱۰/ ربیع الثانی ۲۳۲ ہجری یوم جمعہ بوقت صبح بطن جناب حدیثہ خاتون سے بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ہیں ملاحظہ ہو شواہد النبوت ص ۲۱۰، صواعق محرقہ ص ۱۲۴، نورالابصار ص ۱۱۰، جلاء العیون ص ۲۹۵، ارشاد مفید ص ۵۰۲، دمعہ ساکبہ ص ۱۶۳۔

آپ کی ولادت کے بعد حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفی صلعم کے رکھے ہوئے "نام حسن بن علی" سے موسوم کیا (ینابیع المودۃ)۔

آپ کی کنیت اور آپ کے القاب

آپ کی کنیت "ابو محمد" تھی اور آپ کے القاب بے شمار تھے جن میں عسکری، ہادی، زکی خالص، سراج اور ابن الرضا زیادہ مشہور ہیں (نورالابصار ص ۱۵۰، شواہد النبوت ص ۲۱۰، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۲، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۲۵)۔

آپ کا لقب عسکری اس لئے زیادہ مشہور ہوا کہ آپ جس محلہ میں بمقام "سر من رائے" رہتے تھے اسے عسکر کہا جاتا تھا اور بظاہر اس کی وجہ یہ تھی کہ جب خلیفہ معتصم باللہ نے اس مقام پر لشکر جمع کیا تھا اور خود بھی قیام پذیر تھا تو اسے "عسکر" کہنے لگے تھے، اور خلیفہ متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام کو مدینہ سے بلوا کر یہیں مقیم رہنے پر مجبور کیا تھا نیز یہ بھی تھا کہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے امام زمانہ کو اسی مقام پر نوے ہزار لشکر کا معائنہ کرایا تھا اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے اسے اپنے خدائی لشکر کا مطالعہ کرا دیا تھا انہیں وجوہ کی بنا پر اس مقام کا نام عسکر ہو گیا تھا جہاں امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام مدتوں مقیم رہ کر عسکری مشہور ہو گئے (بحار الانوار جلد ۱۲ ص ۱۵۴، وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۳۵، مجمع البحرین ص ۳۲۲، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۳، تذکرۃ المعصومین ص ۲۲۲)۔

آپ کا عہد حیات اور بادشاہان وقت

آپ کی ولادت ۲۳۲ ہجری میں اس وقت ہوئی جبکہ واثق باللہ بن معتصم بادشاہ وقت تھا جو ۲۲۷ ہجری میں خلیفہ بنا تھا (تاریخ ابو الفداء) پھر ۲۳۳ ہجری میں متوکل خلیفہ ہوا (تاریخ ابن الوردی) جو حضرت علی اور ان کی اولاد سے سخت بغض و عناد رکھتا تھا، اور ان کی منقصت کیا کرتا تھا (حیواۃ الحیوان وتاریخ کامل) اسی نے ۲۳۶ ہجری میں امام حسین کی زیارت جرم قرار دی اور ان کے

مزار کو ختم کرنے کی سعی کی (تاریخ کامل) اور اسی نے امام علی نقی علیہ السلام کو جبرا مدینہ سے رمن رائے میں طلب کرالیا، (صواعق محرقہ) اور آپ کو گرفتار کرا کے آپ کے مکان کی تلاشی کرائی (وفیات الاعیان) پھر ۲۴۷ ہجری میں مستنصر بن متوکل خلیفہ وقت ہوا۔(تاریخ ابو الفداء) پھر ۲۴۸ ہجری میں مستعین خلیفہ بنا (ابو الفداء) پھر ۲۵۲ ہجری میں معتز باللہ خلیفہ ہوا (ابو الفداء) اسی زمانے میں امام علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دیا گیا (نور الابصار) پھر ۲۵۵ ہجری میں مہدی باللہ خلیفہ بنا (تاریخ ابن الوردی) پھر ۲۵۶ ہجری میں معتمد علی اللہ خلیفہ ہوا (تاریخ ابو الفداء) اسی زمانہ میں ۲۶۰ ہجری میں امام علیہ السلام زہر سے شہید ہوئے (تاریخ کامل) ان تمام خلفاء نے آپ کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو آل محمد کے ساتھ برتاؤ کئے جانے کا دستور چلا آ رہا تھا۔

چار ماہ کی عمر اور منصب امامت

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی عمر جب چار ماہ کے قریب ہوئی تو آپ کے والد امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے بعد کے لیے منصب امامت کی وصیت کی اور فرمایا کہ میرے بعد یہی میرے جانشین ہوں گے اور اس پر بہت سے لوگوں کو گواہ کر دیا (ارشاد مفید ۵۰۲، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۳ بحوالہ اصول کافی)۔

علامہ ابن حجر مکی کا کہنا ہے کہ امام حسن عسکری، امام علی نقی کی اولاد میں سب سے زیادہ اجل وارفع اعلی وافضل تھے۔

چار سال کی عمر میں آپ کا سفر عراق

متوکل عباسی جو آل محمد کا ہمیشہ سے دشمن تھا اس نے امام حسن عسکری کے والد بزرگوار امام علی نقی علیہ السلام کو جبرا ۲۳۶ ہجری میں مدینہ سے "سر من رائے" بلا لیا آپ ہی کے ہمراہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو بھی جانا پڑا اس وقت آپ کی عمر چار سال چند ماہ کی تھی (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۲)۔

یوسف آل محمد کنوئیں میں

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نہ جانے کس طرح اپنے گھر کے کنوئیں میں گر گئے، آپ کے گرنے سے عورتوں میں کہرام عظیم برپا ہو گیا سب چیخنے اور چلانے لگیں، مگر امام علی نقی علیہ السلام جو محو نماز تھے، مطلق متاثر نہ ہوئے اور اطمینان سے نماز کا اختتام کیا، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں حجت خدا کو کوئی گزند نہ پہنچے گی، اسی دوران میں دیکھا کہ پانی بلند ہو رہا ہے اور امام حسن عسکری پانی میں کھیل رہے ہیں (معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۷۹)۔

امام حسن عسکری اور کمسنی میں عروج فکر

آل محمد جو تدبر قرآنی اور عروج فکر میں خاص مقام رکھتے ہیں ان میں سے ایک بلند مقام بزرگ حضرت امام حسن عسکری ہیں، علماء فریقین نے لکھا ہے کہ ایک دن آپ ایک ایسی جگہ کھڑے رہے جس جگہ کچھ بچے کھیل میں مصروف تھے اتفاقا ادھر سے عارف آل محمد جناب بہلول دانا گزرے، انہوں نے یہ دیکھ کر کہ سب بچے کھیل رہے ہیں اور ایک خوبصورت سرخ و سفید بچہ کھڑا رو رہا ہے ادھر متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے نونہال مجھے بڑا افسوس ہے کہ تم اس لیے رو رہے رہو کہ تمہارے پاس وہ کھلونے نہیں ہیں جو ان بچوں کے پاس ہیں سنو! میں ابھی ابھی تمہارے لیے کھلونے لے کر آتا ہوں یہ کہنا تھا کہ اس کمسنی کے باوجود بولے، انا نہ سمجھ ہم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا کئے گئے ہم علم و عبادت کے لیے پیدا کئے گئے ہیں انہوں نے پوچھا کہ تمہیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ غرض خلقت علم و عبادت ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کی طرف قرآن مجید رہبری کرتا ہے، کیا تم نے نہیں پڑھا کہ خدا فرماتا ہے "افحسبتم انما خلقناکم عبثا" الخ (پ ۱۸ رکوع ۶)۔

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث (کھیل وکود) کے لیے پیدا کیا ہے؟ اور کیا تم ہماری طرف پلٹ کر نہ آؤ گے یہ سن کر بہلول حیران رہ گئے، اور کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اے فرزند تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم رو رہے تھے گناہ کا تصور تو ہو نہیں سکتا کیونکہ تم بہت کم سن ہو، آپ نے فرمایا کہ کمسنی سے کیا ہوتا ہے میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ بڑی لکڑیوں کو جلانے کے لیے چھوٹی لکڑیاں استعمال کرتی ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں جہنم کے بڑے ایندھن کے لیے ہم چھوٹے اور کمسن لوگ استعمال نہ کئے جائیں (صواعق محرقہ ص ۱۲۴، نورالابصار ص ۱۵۰، تذکرۃ المعصومین ص ۲۳۰)۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ بادشاہان وقت کا سلوک اور طرز عمل

جس طرح آپ کے آباؤ اجداد کے وجود کو ان کے عہد کے بادشاہ اپنی سلطنت اور حکمرانی کی راہ میں روڑا سمجھتے رہے ان کا یہ خیال رہا کہ دنیا کے قلوب ان کی طرف مائل ہیں کیونکہ یہ فرزند رسول اور اعمال صالح کے تاجدار ہیں لہذا ان کو انظار عامہ سے دور رکھا جائے ورنہ امکان قوی ہے کہ لوگ انہیں اپنا بادشاہ وقت تسلیم کر لیں گے اس کے علاوہ یہ بغض و حسد بھی تھا کہ ان کی عزت بادشاہ وقت کے مقابلہ میں زیادہ کی جاتی ہے اور یہ کہ امام مہدی انہیں کی نسل سے ہوں گے جو سلطنتوں کا انقلاب لائیں گے انہیں تصورات نے جس طرح آپ کے بزرگوں کو چین نہ لینے دیا اور ہمیشہ مصائب کی آماجگاہ بنائے رکھا اسی طرح آپ کے عہد کے بادشاہوں نے بھی آپ کے ساتھ کیا عہد واثق میں آپ کی ولادت ہوئی اور عہد متوکل کے کچھ ایام میں بچپنا گزرا، متوکل جو آل محمد کا جانی دشمن تھا اس نے صرف اس جرم میں کہ آل محمد کی تعریف کی ہے ابن سکیت شاعر کی زبان گدی سے کھنچوالی (ابوالفداء جلد ۲ ص ۱۴)۔

اس نے سب سے پہلے تو آپ پر یہ ظلم کیا کہ چار سال کی عمر میں ترک وطن کرنے پر مجبور کیا یعنی امام علی نقی علیہ السلام کو جبرا مدینہ سے سامرہ بلوالیا جن کے ہمراہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو لازما جانا تھا پھر وہاں آپ کے گھر کی لوگوں کے کہنے سننے سے تلاشی کرائی اور اپ کے والدماجد کو جانوروں سے پھڑوا ڈالنے کی کوشش کی، غرضکہ جو جو سعی آل محمد کو ستانے کی ممکن تھی وہ سب اس نے اپنے عہد حیات میں کرڈالی اس کے بعد اس کا بیٹا مستنصر خلیفہ ہوا یہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر آل محمد کو ستانے کی سنت ادا کرتا رہا اور اس کی مسلسل کوشش یہی رہی کہ ان لوگوں کو سکون نصیب نہ ہونے پائے اس کے بعد مستعین کا جب عہد آیا تو اس نے آپ کے والدماجد کو قیدخانہ میں رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی سعی پیہم کی کہ کسی صورت سے امام حسن عسکری کو قتل کرادے اور اس کے لیے اس نے مختلف راستے تلاش کیے۔

ملاجامی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس نے اپنے شوق کے مطابق ایک نہایت زبردست گھوڑا خریدا، لیکن اتفاق سے وہ کچھ اس درجہ سرکش نکلا کہ اس نے بڑے بڑے لوگوں کو سواری نہ دی اور جو اس کے قریب گیا اس کو زمین پر دے مار کر ٹاپوں سے کچل ڈالا، ایک دن خلیفہ مستعین باللہ کے ایک دوست نے رائے دی کہ امام حسن عسکری کو بلا کر حکم دیا جائے کہ وہ اس پر سواری کریں، اگر وہ اس پر کامیاب ہو گئے تو گھوڑا رام ہو جائے گا اور اگر کامیاب نہ ہوئے اور کچل ڈالے گئے تو تیرا مقصد حل ہو جائے گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا لیکن اللہ رے شان امامت جب آپ اس کے قریب پہنچے تو وہ اس طرح بھیگی بلی بن گیا کہ جیسے کچھ جانتا ہی نہیں بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا کہ گھوڑا حضرت ہی کے حوالے کر دے (شواہد النبوت ص ۲۱۰)۔

پھر مستعین کے بعد جب معتز باللہ خلیفہ ہوا تو اس نے بھی آل محمد کو ستانے کی سنت جاری رکھی اور اس کی کوشش کرتا رہا کہ عہد حاضر کے امام زمانہ اور فرزند رسول امام علی نقی علیہ السلام کو درجہ شہادت پر فائز کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس نے ۲۵۴ ہجری میں آپ کے والد بزرگوار کو زہر سے شہید کرادیا، یہ ایک ایسی مصیبت تھی کہ جس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو بے انتہا مایوس کر دیا امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام خطرات میں محصور ہو گئے کیونکہ حکومت کا رخ اب آپ ہی کی طرف رہ گیا آپ کو کھٹکا لگا ہی تھا کہ حکومت کی طرف سے عمل درآمد شروع ہو گیا معتز نے ایک شقی ازلی اور ناصب ابدی ابن یارش کی حراست اور نظر بندی میں امام حسن عسکری کو دیدیا اس نے آپ کو ستانے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن آخر میں وہ آپ کا معتقد بن گیا، آپ کی عبادت گزاری اور روزہ داری نے اس پر ایسا گہرا اثر کیا کہ اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لی اور آپ کو دولت سرا تک پہنچادیا۔

علی بن محمدزیادکابیان ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے ایک خط تحریرفرمایاجس میں لکھاتھا کہ تم خانہ نشین ہوجاؤ کیونکہ ایک بہت بڑافتنہ اٹھنے والاہے غرضکہ تھوڑے دنوں کے بعد ایک عظیم ہنگامہ برپاہوااورحجاج بن سفیان نے معتزکوقتل کردیا(کشف الغمہ ص ۱۲۷)۔

پھرجب مہدی باللہ کاعہدآیاتواس نے بھی بدستوراپنا عمل جاری رکھا اورحضرت کوستانے میں ہرقسم کی کوشش کرتارہا ایک دن اس نے صالح بن وصیف نامی ناصبی کے حوالہ آپ کوکردیااورحکم دیاکہ ہرممکن طریقہ سے آپ کوستائے، صالح کے مکان کے قریب ایک بدترین حجرہ تھا جس میں آپ قیدکئے گئے صالح بدبخت نے جہاں اورطریقہ سے ستایا ایک طریقہ یہ بھی تھاکہ آپ کوکھانا اورپانی سے بھی حیران اورتنگ رکھتاتھا آخرایساہوتارہاکہ آپ تیمم سے نمازادا فرماتے رہے ایک دن اس کی بیوی نے کہاکہ اے دشمن خدایہ فرزندرسول ہیں ان کے ساتھ رحم کابرتاؤ کر، اس نے کوئی توجہ نہ کی ایک دن کاذکرہے کہ بنی عباسیہ کے ایک گروہ نے صالح سے جاکردرخواست کی کہ حسن عسکری پرزیادہ ظلم کیاجاناچاہئے اس نے جواب دیاکہ میں نے ان کے اوپردوایسے شخصوں کومسلط کردیاہے جن کاظلم وتشددمیں جواب نہیں ہے، لیکن میں کیاکروں، کہ ان کے تقوی اوران کی عبادت گذاری سے وہ اس درجہ متاثرہوگئے ہیں کہ جس کی کوئی حدنہیں، میں نے ان سے جواب طلبی کی توانہوں نے قلبی مجبوری ظاہرکی یہ سن کروہ لوگ مایوس واپس گئے(تذکرۃ المعصومین ص ۲۲۳)۔

غرضکہ مہدی کاظلم وتشددزوروں پرتھا اوریہی نہیں کہ وہ امام علیہ السلام پرسختی کرتاتھا بلکہ یہ کہ وہ ان کے ماننے والوں کوبرابرقتل کررہاتھا ایک دن آپ کے ایک صحابی احمدبن محمدنے ایک عریضہ کے ذریعہ سے اس کے ظلم کی شکایت کی، توآپ نے تحریرفرمایاکہ گھبراؤنہیں کہ مہدی کی عمراب صرف پانچ یوم باقی رہ گئی ہے چنانچہ چھٹے دن اسے کمال ذلت وخواری کے ساتھ قتل کردیاگیا(کشف الغمہ ص ۱۲۶)۔اسی کے عہدمیں جب آپ قیدخانہ میں پہنچے توعیسی بن فتح سے فرمایاکہ تمہاری عمراس وقت ۶۵ سال ایک ماہ دویوم کی ہے اس نے نوٹ بک نکال کراس کی تصدیق کی پھرآپ نے فرمایاکہ خداتمہیں اولادنرینہ عطاکرے گا وہ خوش ہوکرکہنے لگا مولا!کیاآپ کوخدافرزندنہ دے گا آپ نے فرمایاکہ خداکی قسم عنقریب مجھے مالک ایسافرزندعطاکرے گا جوساری کائنات پرحکومت کرے گا اوردنیاکو عدل وانصاف سے بھردے گا (نورالابصارص ۱۰۱) پھرجب اس کے بعدمعتمدخلیفہ ہواتواس نے امام علیہ السلام پرظلم وتشددواستبدادکا خاتمہ کردیا۔

امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت اورامام حسن عسکری کاآغازامامت

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے فرزندامام حسن عسکری علیہ السلام کی شادی جناب نرجس خاتون سے کردی جوقیصرروم کی پوتی اورشمعون وصی عیسی کی نسل سے تھیں (جلاء العیون ص ۲۹۸)۔

اس کے بعد آپ ۳/ رجب ۲۵۴ ہجری کو درجہ شہادت پرفائز ہوئے۔

آپ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کا آغاز ہوا آپ کے تمام معتقدین نے آپ کو مبارک باددی اور آپ سے ہر قسم کا استفادہ شروع کردیا آپ کی خدمت میں آمدورفت اور سوالات وجوابات کا سلسلہ جاری ہوگیا آپ نے جوابات میں ایسے حیرت انگیز معلومات کا انکشاف فرمایا کہ لوگ دنگ رہ گئے آپ نے علم غیب اور علم بالموت تک کا ثبوت پیش فرمایا اوراس کی بھی وضاحت کی کہ فلاں شخص کو اتنے دنوں میں موت آجائے گی۔

علامہ ملاجامی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے والد سمیت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی راہ میں بیٹھ کر یہ سوال کرنا چاہا کہ باپ کو پانچ سو درہم اور بیٹے کو تین سو درہم اگر امام دیدیں تو سارے کام ہوجائیں ، یہاں تک امام علیہ السلام اس راستے پر آپہنچے ، اتفاقا یہ دونوں امام کو پہچانتے نہ تھے امام خودان کے قریب گئے اوران سے کہا کہ تمہیں آٹھ سو درہم کی ضرورت ہے آؤ تمہیں دیدوں دونوں ہمراہ ہولیے اور رقم معہود حاصل کرلی اسی طرح ایک اور شخص قیدخانہ میں تھا اس نے قید کی پریشانی کی شکایت امام علیہ السلام کو لکھ کر بھیجی اور تنگ دستی کا ذکر شرم کی وجہ سے نہ کیا آپ نے تحریر فرمایا کہ تم آج ہی قید سے رہا ہوجاؤ گے اور تم نے جو شرم سے تنگدستی کا تذکرہ نہیں کیا اس کے متعلق معلوم کروکہ میں اپنے مقام پر پہنچتے ہی سودینار بھیج دوں گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اسی طرح ایک شخص نے آپ سے اپنی تندستی کا کی شکایت کی آپ نے زمین کرید کر ایک اشرفی کی تھیلی نکالی اوراس کے حوالہ کردی اس میں سودینار تھے۔

اسی طرح ایک شخص نے آپ کو تحریر کیا کہ مشکوۃ کے معنی کیا ہیں ؟ نیز یہ کہ میری بیوی حاملہ ہے اس سے جو فرزند پیدا ہوگا اس کا نام رکھ دیجیے آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مشکوۃ سے مراد قلب محمد مصطفی صلعم ہے اور آخر میں لکھ دیا "اعظم اللہ اجرک واخلف علیک" خداتمہیں جزائے خیر دے اور نعم البدل عطا کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے یہاں مردہ بیٹا پیدا ہوا۔

اس کے بعد اس کی بیوی حاملہ ہوئی ، فرزند نرینہ متولد ہوا، ملاحظہ ہو(شواہد النبوت ص ۲۱۱)۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ حسن ابن ظریف نامی ایک شخص نے حضرت سے لکھ کر دریافت کیا کہ قائم آل محمد پوشیدہ ہونے کے بعد کب ظہور کریں گے آپ نے تحریر فرمایا جب خدا کی مصلحت ہوگی اس کے بعد لکھا کہ تم تپ ربع کا سوال کرنا بھول گئے جسے تم مجھ سے پوچھنا چاہتے تھے ، تودیکھو ایسا کروکہ جو اس میں بتلا ہو اس کے گلے میں ایۃ "یانار کونی برداولاما علی ابراہیم" لکھ کر لٹکادو شفایاب ہوجائے گا علی بن زید ابن حسین کا کہنا ہے کہ میں ایک گھوڑا پر سوار ہوکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے کی عمر صرف ایک رات باقی رہ گئی ہے چنانچہ وہ صبح ہونے سے پہلے مرگیا اسماعیل بن محمد کا کہنا ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے ان سے قسم کھا کر کہا کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ قسم مت کھاؤ تمہارے گھر دوسو دینار مدفون ہیں یہ سن کر وہ حیران رہ گیا پھر حضرت نے غلام کو حکم دیا کہ انہیں سواشرفیاں دیدو عبدی روایت

کرتا ہے کہ میں اپنے فرزند کو بصرہ میں بیمار چھوڑ کر سامرہ گیا اور وہاں حضرت کو تحریر کیا کہ میرے فرزند کے لیے دعائے شفاء فرمائیں آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "خدا اس پر رحمت نازل فرمائے" جس دن یہ خط اسے ملا اسی دن اس کا فرزند انتقال کر چکا تھا محمد بن افرغ کہتا ہے کہ میں نے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ کے ذریعہ سے سوال کیا کہ "آئمہ کو بھی احتلام ہوتا ہے" جب خط روانہ کر چکا تو خیال ہوا کہ احتلام تو وسوسہ شیطانی سے ہوا کرتا ہے اور امام تک شیطان پہنچ نہیں سکتا بہر حال جواب آیا کہ امام نوم اور بیداری دونوں حالتوں میں وسوسہ شیطانی سے دور ہوتے ہیں جیسا کہ تمہارے دل میں بھی خیال پیدا ہوا ہے پھر احتلام کیونکر ہو سکتا ہے جعفر بن محمد کا کہنا ہے کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر تھا، دل میں خیال آیا کہ میری عورت جو حاملہ ہے اگر اس سے فرزند نرینہ پیدا ہو تو بہت اچھا ہو آپ نے فرمایا کہ اے جعفر لڑکا نہیں لڑکی ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا (کشف الغمہ ص ۱۲۸)۔

اپنے عقیدت مندوں میں حضرت کا دورہ

جعفر بن شریف جرجانی بیان کرتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان سے عرض کی کہ مولا! اہل جرجان آپ کی تشریف آوری کے خواستگار ہیں آپ نے فرمایا کہ تم آج سے ایک سو نوے دن کے بعد واپس جرجان پہنچو گے اور جس دن تم پہچو گے اسی دن شام کو میں بھی پہنچ جاؤں گا تم انہیں باخبر کر دینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا میں وطن پہنچ کر لوگوں کو آگاہ کر چکا تھا کہ امام علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی آپ نے سب سے ملاقات کی اور سب نے شرف زیارت حاصل کیا، پھر لوگوں نے اپنی مشکلات پیش کیں امام علیہ السلام نے سب کو مطمئن کر دیا اسی سلسلہ میں نصر بن جابر نے اپنے فرزند کو پیش کیا، جو نابینا تھا حضرت نے اس کے چہرہ پر دست مبارک پھیر کر اسے بینائی عطا کی پھر آپ اسی روز واپس تشریف لے گئے (کشف الغمہ ص ۱۲۸)۔

ایک شخص نے آپ کو ایک خط بلا روشنائی کے قلم سے لکھا آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا اور ساتھ ہی لکھنے والے کا اور اس کے باپ کا نام بھی تحریر فرما دیا یہ کرامت دیکھ کر وہ شخص حیران ہو گیا اور اسلام لایا اور آپ کی امامت کا معتقد بن گیا (دمعہ ساکبہ ص ۱۷۲)۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا پتھر پر مہر لگانا

ثقۃ الاسلام علامہ کلینی اور امام اہلسنت علامہ جامی رقمطراز ہیں کہ ایک دن حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں ایک خوبصورت سا یمنی آیا اور اس نے ایک سنگ پارہ یعنی پتھر کا ٹکڑا پیش کر کے خواہش کی کہ آپ اس پر اپنی امامت کی تصدیق میں مہر کر دیں حضرت نے مہر نکالی اور اس پر لگا دی آپ کا اسم گرامی اس طرح کندہ ہو گیا جس طرح موم پر لگانے سے کندہ ہوتا ہے

ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ آنے والا مجمع ابن صلت بن عقبہ بن سمعان ابن غانم ابن ام غانم تھا یہ وہی سنگ پارہ لایا تھا جس پر اس کے خاندان کی ایک عورت ام غانم نے تمام آئمہ طاہرین سے مہر لگوا رکھی تھی اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی امامت کا دعوی کرتا تھا تو وہ اس کو لے کر اس کے پاس چلی جاتی تھی اگر اس مدعی نے پتھر پر مہر لگادی تو اس نے سمجھ لیا کہ یہ امام زمانہ ہیں اور اگر وہ اس عمل سے عاجز رہا تو وہ اسے نظر انداز کر دیتی تھی چونکہ اس نے اسی سنگ پارہ پر کئی اماموں کی مہر لگوائی تھی، اس لیے اس کا لقب (صاحبۃ الحصاۃ) ہو گیا تھا۔

علامہ جامی لکھتے ہیں کہ جب مجمع بن صلت نے مہر لگوائی تو اس سے پوچھا گیا کہ تم حضرت امام حسن عسکری کو پہلے سے پہچانتے تھے اس نے کہا نہیں، واقعہ یہ ہوا کہ میں ان کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ آپ تشریف لائے میں لیکن پہچانتا نہ تھا اس لیے خاموش ہو گیا اتنے میں ایک ناشناس نوجوان نے میری نظروں کے سامنے آکر کہا کہ یہی حسن بن علی ہیں۔

راوی ابوہاشم کہتا ہے کہ جب وہ جوان آپ کے دربار میں آیا تو میرے دل میں یہ آیا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ یہ کون ہے، دل میں اس کا خیال آنا تھا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مہر لگوانے کے لیے وہ سنگ پارہ لایا ہے، جس پر میرے باپ دادا کی مہریں لگی ہوئی ہیں چنانچہ اس نے پیش کیا اور آپ نے مہر لگادی وہ شخص آیۃ" ﴿ ذرية بعضهامن بعض ﴾ "پڑھتا ہوا چلا گیا (اصول کافی، دمعہ ساکبہ ص ۱۶۴، شواہد النبوت ص ۲۱۱، طبع لکھنو ۱۹۰۵ء اعلام الوری ۲۱۴)۔

حضرت امام حسن عسکری کا عراق کے ایک عظیم فلسفی کو شکست دینا

مورخین کا بیان ہے کہ عراق کے ایک عظیم فلسفی اسحاق کندی کو یہ خبط سوار ہوا کہ قرآن مجید میں تناقض ثابت کرے اور یہ بتادے کہ قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت سے، اور ایک مضمون دوسرے مضمون سے ٹکراتا ہے اس نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے "تناقض القرآن" لکھنا شروع کی اور اس درجہ منہمک ہو گیا کہ لوگوں سے ملنا جلنا اور کہیں آنا جانا سب ترک کر دیا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کے خبط کو دور کرنے کا ارادہ فرمایا، آپ کا خیال تھا کہ اس پر کوئی ایسا اعتراض کر دیا جائے کہ جس کا وہ جواب نہ دے سے اور مجبوراً اپنے ارادہ سے باز آئے۔

اتفاقا ایک دن آپ کی خدمت میں اس کا ایک شاگرد حاضر ہوا، حضرت نے اس سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اسحاق کندی کو "تناقض القرآن" سے لکھنے سے باز رکھے اس نے عرض کی مولا! میں اس کا شاگرد ہوں، بھلا اس کے سامنے لب کشائی کر سکتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ تو کر سکتے ہو کہ جو میں کہوں وہ اس تک پہنچا دو، اس نے کہا کر سکتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ پہلے تو تم اس سے موانست پیدا کرو، اور اس پر اعتبار جماؤ جب وہ تم سے مانوس ہو جائے اور تمہاری بات توجہ سے سننے لگے

تو اس سے کہنا کہ مجھے ایک شبہ پیدا ہوگیا ہے آپ اس کو دور فرمادیں، جب وہ کہے کہ بیان کرو تو کہنا کہ "ان اتاک ھذالمتکلم بھذاالقرآن ھل یجوزمرادہ بماتکلم منہ عن المعانی التی قدظننتھا انک ذھبتھا الیھا"

اگر اس کتاب یعنی قرآن کا مالک تمہارے پاس اسے لائے تو کیا ہو سکتا ہے کہ اس کلام سے جو مطلب اس کا ہو، وہ تمہارے سمجھے ہوئے معانی و مطالب کے خلاف ہو، جب وہ تمہارا یہ اعتراض سنے گا تو چونکہ ذہین آدمی ہے فوراً کہے گا کہ بے شک ایسا ہو سکتا ہے جب وہ یہ کہے تو تم اس سے کہنا کہ پھر کتاب "تناقض القرآن" لکھنے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ تم اس کے جو معنی سمجھ کر اس پر اعتراض کر رہے ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ خدائی مقصود کے خلاف ہو، ایسی صورت میں تمہاری محنت ضائع اور برباد ہو جائے گی کیونکہ تناقض تو جب ہو سکتا ہے کہ تمہارا سمجھا ہوا مطلب صحیح اور مقصود خداوندی کے مطابق ہو اور ایسا یقینی طور پر نہیں تو تناقض کہاں رہا؟۔

الغرض وہ شاگرد، اسحاق کندی کے پاس گیا اور اس نے امام کے بتائے ہوئے اصول پر اس سے مذکورہ سوال کیا اسحاق کندی یہ اعتراض سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ پھر سوال کو دہراؤ اس نے پھر اعادہ کیا اسحاق تھوڑی دیر کے لیے محو تفکر ہو گیا اور کہنے لگا کہ بے شک اس قسم کا احتمال باعتبار لغت اور بلحاظ فکر و تدبر ممکن ہے پھر اپنے شاگرد کی طرف متوجہ ہو کر بولا! میں تمہیں قسم دیتا ہوں تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ کہ تمہیں یہ اعتراض کس نے بتایا ہے اس نے جواب دیا کہ میرے شفیق استاد یہ میرے ہی ذہن کی پیداوار ہے اسحاق نے کہا ہرگز نہیں، یہ تمہارے جیسے علم والے کے بس کی چیز نہیں ہے، تم سچ بتاؤ کہ تمہیں کس نے بتایا اور اس اعتراض کی طرف کس نے رہبری کی ہے شاگرد نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ مجھے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا تھا اور میں نے انھیں کے بتائے ہوئے اصول پر آپ سے سوال کیا ہے اسحاق کندی بولا "ان جئت بہ" اب تم نے سچ کہا ہے ایسے اعتراضات اور ایسی اہم باتیں خاندان رسالت ہی سے برآمد ہو سکتی ہیں "ثم انہ دعا بالنا رواحرق جمیع ماکان الفہ" پھر اس نے آگ منگائی اور کتاب تناقض القرآن کا سارا مسودہ نذر آتش کر دیا (مناقب ابن شہر آشوب مازندرانی جلد ۵ ص ۱۲۷، بحار الانوار جلد ۱۲ ص ۱۷۲، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۸۳)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور خصوصیات مذہب

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہمارے مذہب میں ان لوگوں کا شمار ہوگا جو اصول و فروع اور دیگر لوزم کے ساتھ ساتھ ان دس چیزوں کے قائل ہوں بلکہ ان پر عامل ہوں گے۔:

۱۔ شب و روز میں ۵۱/ رکعت نماز پڑھنا۔

۲۔ سجدگاہ کربلا پر سجدہ کرنا۔

۳۔ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا۔

۴ ۔ اذان و اقامت کے جملے دو دو مرتبہ کہنا۔

۵ ۔ اذان و اقامت میں حی علی خیر العمل کہنا۔

۶ ۔ نماز میں بسم اللہ زور سے پڑھنا۔

۷ ۔ ہر دوسری رکعت میں قنوت پڑھنا۔

۸ ۔ آفتاب کی زردی سے پہلے نماز عصر اور تاروں کے ڈوب جانے سے پہلے نماز صبح پڑھنا۔

۹ ۔ سر اور ڈاڑھی میں وسمہ کا خضاب کرنا۔

۱۰ ۔ نماز میت میں پانچ تکبر کہنا (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۷۲)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور عید نہم ربیع الاول

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام چند عظیم اصحاب جن میں احمد بن اسحاق قمی بھی تھے، ایک دن محمد بن ابی علاء ہمدانی اور یحی بن محمد بن جریح بغدادی کے درمیان ۹/ ربیع الاول کے یوم عید ہونے پر گفتگو ہو رہی تھی، بات چیت کی تکمیل کے لیے یہ دونوں احمد بن اسحاق کے مکان پر گئے، دق الباب کیا، ایک عراقی لڑکی نکلی، آنے کا سبب پوچھا کہا، احمد سے ملنا ہے اس نے کہا وہ اعمال کر رہے ہیں انہوں نے کہا کیسا عمل ہے ؟ لڑکی نے کہا کہ احمد بن اسحاق نے حضرت امام علی نقی سے روایت کی ہے کہ ۹/ ربیع الاول یوم عید ہے اور ہماری بڑی عید ہے اور ہمارے دوستوں کی عید ہے الغرض وہ احمد سے ملے، انہوں نے کہا میں ابھی غسل عید سے فارغ ہوا ہوں اور آج عید نہم ہے پھر انہوں نے کہا کہ میں آج حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، ان کے یہاں انگیٹھی سلگ رہی تھی اور تمام گھر کے لوگ اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے خوشبو لگائے ہوئے تھے میں نے عرض کی ابن رسول اللہ آج کیا کوئی تازہ یوم مسرت ہے فرمایا ہاں آج ۹/ ربیع الاول ہے، ہم اہلبیت اور ہمارے ماننے والوں کے لیے یوم عید ہے پھر امام علیہ السلام نے اس دن کے یوم عید ہونے اور رسول خدا اور امیر المومنین کے طرز عمل کی نشان دہی فرمائی ۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پند سودمند

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پند و نصائح حکم اور مواعظ میں سے مشتی نمونہ از خرواری یہ ہیں :

۱ ۔ دو بہترین عادتیں یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھے اور لوگوں کو فائدے پہنچائے۔

۲ ۔ اچھوں کو دوست رکھنے میں ثواب ہے۔

۳ ۔ تواضع اور فروتنی یہ ہے کہ جب کسی کے پاس سے گزرے تو سلام کرے اور مجلس میں معمولی جگہ بیٹھے۔
۴ ۔ بلاوجہ ہنسنا جہالت کی دلیل ہے۔
۵ ۔ پڑوسیوں کی نیکی کو چھپانا، اور برائیوں کو اچھالنا ہر شخص کے لیے کمر توڑ دینے والی مصیبت اور بے چارگی ہے۔
۶ ۔ یہی عبادت نہیں ہے کہ نماز، روزے کو ادا کرتا رہے، بلکہ یہ بھی اہم عبادت ہے کہ خدا کے بارے میں سوچ و بچار کرے۔
۷ ۔ وہ شخص بدترین ہے جو دو مونہا اور دو زبانا ہو، جب دوست سامنے آئے تو اپنی زبان سے خوش کر دے اور جب وہ چلا جائے تو اسے کھا جانے کی تدبیر سوچے ،جب اسے کچھ ملے تو یہ حسد کرے اور جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو قریب نہ پھٹکے۔
۸ ۔ غصہ ہر برائی کی کنجی ہے۔
۹ ۔ حسد کرنے اور کینہ رکھنے والے کو کبھی سکون قلب نصیب نہیں ہوتا۔
۱۰ ۔ پرہیزگار وہ ہے کہ جو شب کے وقت توقف وتدبر سے کام لے اور ہر امر میں محتاط رہے۔
۱۱ ۔ بہترین عبادت گزار وہ ہے جو فرائض ادا کرتا رہے۔
۱۲ ۔بہترین متقی اور زاہد وہ ہے جو گناہ مطلقا چھوڑ دے۔
۱۳ ۔ جو دنیا میں بوئے گا وہی آخرت میں کاٹے گا۔
۱۴ ۔ موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے اچھا بوگے تو اچھا کاٹو گے، برا بوگے تو ندامت ہوگی۔
۱۵ ۔ حرص اور لالچ سے کوئی فائدہ نہیں جو ملنا ہے وہی ملے گا ۔
۱۶ ۔ ایک مومن دوسرے مون کے لیے برکت ہے۔
۱۷ ۔ بیوقوف کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقلمند کا منہ اس کے دل میں ہوتا ہے ۔ ۱۸ ۔ دنیا کی تلاش میں کوئی فریضہ نہ گنوا دینا۔
۱۹ ۔ طہارت میں شک کی وجہ سے زیادتی کرنا غیر ممدوح ہے۔
۲۰ ۔ کوئی کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو جب وہ حق کو چھوڑ دے گا ذلیل تر ہو جائے گا۔
۲۱ ۔ معمولی آدمی کے ساتھ اگر حق ہو تو وہی بڑا ہے۔
۲۲ ۔ جاہل کی دوستی مصیبت ہے۔
۲۳ ۔ غمگین کے سامنے ہنسنا بے ادبی اور بد عملی ہے۔
۲۴ ۔ وہ چیز موت سے بدتر ہے جو تمہیں موت سے بہتر نظر آئے۔
۲۵ ۔ وہ چیز زندگی سے بہتر ہے جس کی وجہ سے تم زندگی کو برا سمجھو۔

۲۶ ۔ جاہل کی دوستی اوراس کے ساتھ گزارا کرنا معجزہ کے مانند ہے۔

۲۷ ۔ کسی کی پڑی ہوئی عادت کو چھڑانا اعجاز کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۸ ۔ تواضع ایسی نعمت ہے جس پر حسد نہیں کیا جاسکتا۔

۲۹ ۔ اس انداز سے کسی کی تعظیم نہ کرو جسے وہ برا سمجھے۔

۳۰ ۔ اپنے بھائی کی پوشیدہ نصیحت کرنی اس کی زینت کا سبب ہوتا۔

۳۱ ۔ کسی کی علانیہ نصیحت کرنا برائی کا پیش خیمہ ہے۔

۳۲ ۔ ہر بلا اور مصیبت کے پس منظر میں رحمت اور نعمت ہوتی ہے۔

۳۳ ۔ میں اپنے والوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈریں دین کے بارے میں پرہیزگاری کو شعار بنالیں خدا کے متعلق پوری سعی کریں اوراس کے احکام کی پیروی میں کمی نہ کریں، سچ بولیں، امانتیں چاہے مون کی ہوں یا کافر کی، ادا کریں، اوراپنے سجدوں کو طول دیں اور سوالات کے شیریں جواب دیں تلاوت قرآن مجید کیا کریں موت اور خدا کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہوں۔

۳۴ ۔ جو شخص دنیا سے دل کا اندھا اٹھے گا، آخرت میں بھی اندھا رہے گا، دل کا اندھا ہونا ہماری مودت سے غافل رہنا ہے قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے دن ظالم کہیں گے "رب لماحشرتنی اعمی وکنت بصیرا" میرے پالنے والے ہم تو دنیا میں بینا تھے ہمیں یہاں اندھا کیوں اٹھایا ہے جواب ملے گا ہم نے جو نشانیاں بھیجی تھیں تم نے انھیں نظر انداز کیا تھا۔ "لوگو! اللہ کی نعمت اللہ کی نشانیاں ہم آل محمد ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دوشنبہ کے شرو نحوست سے بچنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز صبح کی رکعت اولی میں سوہ "ہل اتی" پڑھنا چاہئے، نیز یہ فرمایا ہے کہ نہار منہ خربوزہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ اس سے فالج کا اندیشہ ہے (بحار الانوار جلد ۱۴)۔

معتمد عباسی کی خلافت اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی گرفتاری

۲۵۶ ہجری میں معتمد عباسی خلافت مقبوضہ کے تخت پر متمکن ہوا، اس نے حکومت کی عنان سنبھالتے ہی اپنے آبائی طرز عمل کو اختیار کرنا اور جدی کردار کو پیش کرنا شروع کردیا اور دل سے اس کی سعی شروع کردی کہ آل محمد کے وجود سے زمین خالی ہوجائے، یہ اگرچہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لیتے ہی ملکی بغاوت کا شکار ہوگیا تھا لیکن پھر بھی اپنے وظیفے اوراپنے مشن سے غافل نہیں رہا" اس نے حکم دیا کہ عہد حاضر میں خاندان رسالت کی یادگار، امام حسن عسکری کو قید کردیا جائے اور انہیں قید میں کسی قسم کا سکون نہ دیا جائے حکم حاکم مرگ مفاجات آخر امام علیہ السلام بلاجرم وخطا آزادو فضا سے قید خانہ میں پہنچادیئے گئے اور آپ پر علی بن اوتاش نامی ایک ناصبی مسلط کردیا گیا جو آل محمد اورال ابی طالب کا سخت ترین دشمن تھا اوراس سے کہہ دیا گیا کہ جو جی چاہے کرو، تم سے

کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ابن اوتاش نے حسب ہدایت آپ پر طرح طرح کی سختیاں شروع کردیں اس نے نہ خدا کا خوف کیا نہ پیغمبر کی اولاد ہونے کا لحاظ کیا۔

لیکن اللہ رے آپ کا زہد و تقوی کہ دو چار ہی یوم میں دشمن کا دل موم ہوگیا اور وہ حضرت کے پیروں پر پڑگیا، آپ کی عبادت گذاری اور تقوی و طہارت دیکھ کر وہ اتنا متاثر ہوا کہ حضرت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ نہ سکتا تھا، آپ کی عظمت وجلالت کی وجہ سے سر جھکا کر آتا اور چلا جاتا، یہاں تک کہ وہ وقت آگیا کہ دشمن بصیرت آگیں بن کر آپ کا معترف اور ماننے والا ہوگیا (اعلام الوری ص ۲۱۸)۔

ابوہاشم داؤد بن قاسم کا بیان ہے کہ میں اور میرے ہمراہ حسن بن محمد القتفی و محمد بن ابراہیم عمری اور دیگر بہت سے حضرات اس قیدخانہ میں آل محمد کی محبت کے جرم کی سزا بھگت رہے تھے کہ ناگاہ ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے امام زمانہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بھی تشریف لا رہے ہیں ہم نے ان کا استقبال کیا وہ تشریف لا کر قیدخانہ میں ہمارے پاس بیٹھ گئے، اور بیٹھتے ہی ایک اندھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ شخص نہ ہوتا تو میں تمہیں یہ بتادیتا کہ اندرونی معاملہ کیا ہے اور تم کب رہا ہوگے لوگوں نے یہ سن کر اس اندھے سے کہا کہ تم ذرا ہمارے پاس سے چند منٹ کے لیے ہٹ جاؤ، چنانچہ وہ ہٹ گیا اس کے چلے جانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ نابینا قیدی نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے حکومت کا جاسوس ہے اس کی جیب میں ایسے کاغذات موجود ہیں جو اس کی جاسوسی کا ثبوت دیتے ہیں یہ سن کر لوگوں نے اس کی تلاشی لی اور واقعہ بالکل صحیح نکلا ابوہاشم کہتے ہیں کہ ہم قید کے ایام گذار رہے تھے کہ ایک دن غلام کھانا لایا حضرت نے شام کا لیے کھانا نہ لوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ عصر کے وقت قیدخانہ سے برآمد ہوگئے۔ (اعلام الوری ص ۲۱۴)۔

اسلام پر امام حسن عسکری کا احسان عظیم واقعہ قحط

امام علیہ السلام قیدخانہ ہی میں تھے کہ سامرہ میں جو تین سال سے قحط پڑا ہوا تھا اس نے شدت اختیار کرلی اور لوگون کا حال یہ ہوگیا کہ مرنے کے قریب پہنچ گئے بھوک اور پیاس کی شدت نے زندگی سے عاجز کردیا یہ حال دیکھ خلیفہ معتمد عباسی نے لوگوں کو حکم دیا کہ تین دن تک باہر نکل کر نماز استسقاء پڑھیں چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا، مگر پانی نہ برسا، چوتھے روز بغداد کے نصاری کی جماعت صحرا میں آئی اور ان میں سے ایک راہب نے آسمان کی طرف اپنا ہاتھ بلند کیا، اس کا ہاتھ بلند ہونا تھا کہ بادل چھاگئے اور پانی برسنا شروع ہوگیا اسی طرح اس راہب نے دوسرے دن بھی عمل کیا اور بدستور اس دن بھی باران رحمت کا نزول ہوا، یہ دیکھ کر سب کو نہایت تعجب ہوا حتی کہ بعض جاہلوں کے دلوں میں شک پیدا ہوگیا، بلکہ ان میں سے اسی وقت مرتد ہوگئے، یہ واقعہ خلیفہ پر بہت شاق گذرا۔

اس نے امام حسن عسکری کو طلب کرکے کہا کہ اے ابو محمد اپنے جد کے کلمہ گویوں کی خبر لو، اوران کو ہلاکت یعنی گمراہی سے بچاؤ، حضرت امام حسن عسکری نے فرمایاکہ اچھا راہبوں کو حکم دیا جائے کہ کل پھر وہ میدان میں آکر دعائے باران کریں، انشاء اللہ تعالی میں لوگوں کے شکوک زائل کردوں گا، پھر جب دوسرے دن وہ لوگ میدان میں طلب باران کے لیے جمع ہوئے تو اس راہب نے معمول کے مطابق آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا، ناگہاں آسمان پر ابر نمودار ہوئے اور مینہ برسنے لگا یہ دیکھ کر امام حسن عسکری نے ایک شخص سے کہا کہ راہب کا ہاتھ پکڑ کر جو چیز راہب کے ہاتھ میں ملے لے لو، اس شخص نے راہب کے ہاتھ میں ایک ہڈی دبی ہوئی پائی اور اس سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی، انہوں نے راہب سے فرمایاکہ اب تو ہاتھ اٹھاکر بارش کی دعا کر اس نے ہاتھ اٹھایا تو بجائے بارش ہونے کے مطلع صاف ہوگیا اوردھوپ نکل آئی، لوگ کمال تعجب ہوئے۔

خلیفہ معتمد نے حضرت امام حسن عسکری سے پوچھا، کہ اے ابو محمد یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایاکہ یہ ایک نبی کی ہڈی ہے جس کی وجہ سے راہب اپنے مدعا میں کامیاب ہوتا رہا، کیونکہ نبی کی ہڈی کا یہ اثر ہے کہ جب وہ زیر آسمان کھولی جائے گی، تو باران رحمت ضرور نازل ہوگا یہ سن کر لوگوں نے اس ہڈی کا امتحان کیا تو اس کی وہی تاثیر دیکھی جو حضرت امام حسن عسکری نے بیان کی تھی، اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں کے وہ شکوک زائل ہوگئے جو پہلے پیدا ہوگئے تھے پھر امام حسن عسکری علیہ السلام اس ہڈی کو لے کر اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے (صواعق محرقہ ص ۱۲۴ ، کشف الغمہ ص ۱۲۹) ۔/

پھر آپ نے اس ہڈی کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا (اخبار الدول ص ۱۱۷) ۔

شیخ شہاب الدین قلبونی نے کتاب غرائب وعجائب میں اس واقعہ کو صوفیوں کی کرامات کے سلسلہ میں لکھا ہے بعض کتابوں میں ہے کہ ہڈی کی گرفت کے بعد آپ نے نماز ادا کی اوردعا فرمائی خداوندعالم نے اتنی بارش کی کہ جل تھل ہوگیا اور قحط جاتا رہا۔

یہ بھی مرقوم ہے کہ امام علیہ السلام نے قید سے نکلتے وقت اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ فرمایا تھا جو منظور ہوگیا تھا، اوروہ لوگ بھی راہب کی ہوا اکھاڑنے کلے ہمراہ تھے (نورالابصار ص ۱۵۱) ۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے دعائے باران کی اورابر آیا تو آپ نے فرمایاکہ فلاں ملک کے لیے ہے اوروہ وہیں چلاگیا، اسی طرح کئی بار ہوا پھر وہاں برسا۔

امام حسن عسکری اورعبیداللہ وزیر معتمد عباسی

اسی زمانہ میں ایک دن حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام متوکل کے وزیر فتح ابن خاقان کے بیٹے عبید اللہ ابن خاقان جو کہ معتمد کا وزیر تھا ملنے کے لیے تشریف لے گیے اس نے آپ کی بے انتہا تعظیم کی اور آپ سے اس طرح محو گفتگو رہا کہ معتمد کا بھائی موفق دربار میں آیا تو اس نے کوئی پرواہ نہ کی یہ حضرت کی جلالت اور خدا کی دی ہوئی عزت کا نتیجہ تھا۔

ہم اس واقعہ کو عبید اللہ کے بیٹے احمد خاقان کی زبانی بیان کرتے ہیں کتب معتبرہ میں ہے کہ جس زمانہ میں احمد خاقان قم کا والی تھا اس کے دربار میں ایک دن علویوں کا تذکرہ چھڑ گیا، وہ اگرچہ دشمن آل محمد ہونے میں مثالی حیثیت رکھتا تھا لیکن یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ میری نظر میں امام حسن عسکری سے بہتر کوئی نہیں ہے ان کی جو وقعت ان کے ماننے والوں اور اراکین دولت کی نظر میں تھی وہ ان کے عہد میں کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی، سنو! ایک مرتبہ میں اپنے والد عبید اللہ ابن خاقان کے پاس کھڑا تھا کہ ناگاہ دربان نے اطلاع دی کہ امام حسن عسکری تشریف لائے ہوئے ہیں وہ اجازت داخل چاہتے ہیں یہ سن کر میرے والد نے پکار کر کہا کہ حضرت ابن الرضا کو آنے دو، والد نے چونکہ کنیت کے ساتھ نام لیا تھا اس لیے مجھے سخت تعجب ہوا، کیونکہ اس طرح خلیفہ یا ولیعہد کے علاوہ کسی کا نام نہیں لیا جاتا تھا اس کے بعد ہی میں نے دیکھا کہ ایک صاحب جو سبز رنگ، خوش قامت، خوب صورت، نازک اندام جوان تھے، داخل ہو گئے جن کے چہرے سے رعب وجلال ہویدا تھا میرے والد کی نظر جونہی ان کے اوپر پڑی وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اور انھیں سینے سے لگا کر ان کے چہرہ اور سینے کا بوسہ دیا اور اپنے مصلے پر انہیں بٹھایا اور کمال ادب سے ان کی طرف مخاطب رہے، اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کہتے تھے میری جان آپ پر قربان اۓ فرزند رسول۔

اسی اثناء میں دربان نے آکر اطلاع دی کہ خلیفہ کا بھائی موفق آیا ہے میرے والد نے کوئی توجہ نہ دی، حالانکہ اس کا عموما یہ انداز رہتا تھا کہ جب تک واپس نہ چلا جائے دربار کے لوگ دورویہ سر جھکائے کھڑے رہتے تھے یہاں تک کہ موفق کے غلامان خاص کو اس نے اپنی نظروں سے دیکھ لیا، انہیں دیکھنے کے بعد میرے والد نے کہا یا ابن رسول اللہ اگر اجازت ہو تو موفق سے کچھ باتیں کرلوں حضرت نے وہاں سے اٹھ کر روانہ ہو جانے کا ارادہ کیا میرے والد نے انہیں سینے سے لگایا اور دربانوں کو حکم دیا کہ انہیں دو مکمل صفوں کے درمیان سے لے جاؤ کہ موفق کی نظر آپ پر نہ پڑے چنانچہ اسی انداز سے واپس تشریف لے گئے۔

آپ کے جانے کے بعد میں نے خادموں اور غلاموں سے کہا کہ وائے ہو تم نے کنیت کے ساتھ کس کا نام لے کر اسے میرے والد کے سامنے پیش کیا تھا جس کی اس نے اس درجہ تعظیم کی جس کی مجھے توقع نہ تھی ان لوگوں نے پھر کہا کہ یہ شخص سادات علویہ میں سے تھا اس کا نام حسن بن علی اور کنیت ابن الرضا ہے، یہ سن کر میرے غم وغصہ کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں دن بھر اسی غصہ میں بھنتا رہا کہ علوی سادات کی میرے والد نے اتنی عزت وتوقیر کیوں کی یہاں تک کہ رات آگئی۔

میرے والد نماز میں مشغول تھے جب وہ فریضہ عشاء سے فارغ ہوئے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے پوچھا اے احمد اس وقت آنے کا سبب کیا ہے، میں نے عرض کی کہ اجازت دیجیے تو میں کچھ پوچھوں، انہوں نے فرمایا جو جی چاہے پوچھو میں

نے کہا یہ شخص کون تھا؟ جو صبح آپ کے پاس آیا تھا جس کی آپ نے زبردست تعظیم کی اور ہر بات میں اپنے کو اور اپنے ماں باپ کو اس پر سے فدا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ائے فرزند یہ رافضیوں کے امام ہیں ان کا نام حسن بن علی اور ان کی مشہور کنیت ابن الرضا ہے یہ فرما کر وہ تھوڑی دیر چپ رہے پھر بولے اے فرزند یہ وہ کامل انسان ہے کہ اگر عباسیوں سے سلطنت چلی جائے تو اس وقت دنیا میں اس سے زیادہ اس حکومت کا مستحق کوئی نہیں ہے یہ شخص عفت زہد، کثرت عبادت، حسن اخلاق، صلاح، تقوی وغیرہ میں تمام بنی ہاشم سے افضل و اعلی ہے اور ائے فرزند اگر تو ان کے باپ کو دیکھتا تو حیران رہ جاتا وہ اتنے صاحب کرم اور فاضل تھے کہ ان کی مثال بھی نہیں تھی یہ سب باتیں سن کر میں خاموش تو ہوگیا لیکن والد سے حددرجہ ناخوش رہنے لگا اور ساتھ ہی ساتھ ابن الرضا کے حالات کا تفحص کرنا اپنا شیوہ بنا لیا۔

اس سلسلہ میں میں نے بنی ہاشم، امراء لشکر، منشیان دفتر قضاۃ اور فقہاء اور عوام الناس سے حضرت کا حالات کا استفسار کیا سب کے نزدیک حضرت ابن الرضا کو جلیل القدر اور عظیم پایا اور سب نے بالاتفاق یہی بیان کیا کہ اس مرتبہ اور ان خوبیوں کا کوئی شخص کسی خاندان میں نہیں ہے جب میں نے ہر ایک دوست اور دشمن کو حضرت کے بیان اخلاق اور اظہار مکارم اخلاق میں متفق پایا تو میں بھی ان کا دل سے ماننے والا ہوگیا اور اب ان کی قدر و منزلت میرے نزدیک بے انتہا ہے یہ سن کر تمام اہل دربار خاموش ہوگئے البتہ ایک شخص بول اٹھا کہ ائے احمد تمہاری نظر میں ان کے برادر جعفر کی کیا حثیت ہے احمد نے کہا کہ ان کے مقابلہ میں اس کا کیا ذکر کرتے ہو وہ تو علانیہ فسق و فجور کا ارتکاب کرتا تھا، دائم الخمر تھا خفیف العقل تھا، انواع ملاہی و مناہی کا مرتکب ہوتا تھا۔

ابن الرضا کے بعد جب خلیفہ معتمد سے اس نے ان کی جانشینی کا سوال کیا تو اس نے اس کے کردار کی وجہ سے اسے دربار سے نکلوا دیا تھا (مناقب ابن آشوب جلد ۵ ص ۱۲۴، ارشاد مفید ص ۵۰۵)۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ گفتگو امام حسن عسکری کی شہادت کے ۱۸/ سال بعد ماہ شعبان ۲۷۸ ہجری کی ہے (دمعہ ساکبہ ص ۱۹۲ جلد ۳ طبع نجف اشرف)۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت

امام یازدہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام قید و بندکی زندگی گزارنے کے دوران میں ایک دن اپنے خادم ابو الادیان سے ارشاد فرماتے ہوئے کہ تم جب اپنے سفر مدائن سے ۱۵/یوم کے بعد پلٹو گے تو میرے گھر سے شیون و بکا کی آواز آتی ہوگی (جلاء العیون ص ۲۹۹)۔

نیز آپ کا یہ فرمانا بھی معقول ہے کہ ۲۶۰ ہجری میں میرے ماننے والوں کے درمیان انقلاب عظیم آئے گا (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۷۷)۔

الغرض امام حسن عسکری علیہ السلام کو بتاریخ یکم ربیع الاول ۲۶۰ ہجری معتمد عباسی نے زہر دلوادیا اور آپ ۸/ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری کو جمعہ کے دن بوقت نماز صبح خلعت حیات ظاہری اتار کر بطرف ملک جاودانی رحلت فرما گئے "اناللہ وانا الیہ راجعون" (صواعق محرقہ ص ۱۲۴ ، فصول المہمہ ، ارجح المطالب ص ۲۶۴ ، جلاء العیون ص ۲۹۶ ، انوار الحسینیہ جلد ۳ ص ۱۲۴) ۔

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اولاد نہیں چھوڑی (مطالب السول ص ۲۹۲ ، صواعق محرقہ ص ۱۲۴ ، نور الابصار ارجح المطالب ۴۶۲ ، کشف الغمہ ص ۱۲۶ ، اعلام الوری ص ۲۱۸) ۔

حضرت امام محمد مھدی علیہ السلام

امام زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام سلسلہ عصمت محمدیہ کی چودھویں اور سلک امامت علویہ کی بارہویں کڑی ہیں آپ کے والد ماجد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور والدہ ماجدہ جناب نرجس(۱) خاتون تھیں۔
آپ اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص، معصوم، اعلم زمانہ اور افضل کائنات ہیں۔آپ بچپن ہی میں علم و حکمت سے بھرپور تھے۔(صواعق محرقہ #۲۴۱) آپ کو پانچ سال کی عمر میں ویسی ہی حکمت دے دی گئی تھی، جیسی حضرت یحییٰ کو ملی تھی اور آپ بطن مادر میں اسی طرح امام قرار دیئے گئے تھے،جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام نبی قرار پائے تھے۔(کشف الغمہ ص ۱۳۰) آپ انبیاء سے بہتر ہیں۔(اسعاف الراغبین ص ۱۲۸) آپ کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شمار پیشین گوئیاں فرمائی ہیں اور اس کی وضاحت کی ہے کہ آپ حضور کی عترت اور حضرت فاطمۃالزہرا کی اولاد سے ہوں گے۔ ملاحظہ ہو جامع صغیر سیوطی ص ۱۶۰ طبع مصر و مسند احمدبن حنبل جلد ۱ ص ۸۴ طبع مصر وکنوزالحقائق ص ۱۲۲ و مستدرک جلد ۴ ص ۵۲۰ و مشکوۃ شریف) آپ نے یہ بھی فرمایاہے کہ امام مہدی کا ظہور آخر زمانہ میں ہوگا۔اور حضرت عیسی ان کے پے چھے نماز پڑھیں گے۔ملاحظہ ہو صحیح بخاری پ ۱۴ ص ۳۹۹ و صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۵ صحیح ترمذی ص ۲۷۰ و صحیح ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۱۰ و صحیح ابن ماجہ ص ۳۴ و ص ۳۰۹ و جامع صغیر ص ۱۳۴ وکنوزالحقائق ص ۹۰) آپ نے یہ بھی کہاہے کہ امام مہدی میرے خلیفہ کی حیثیت سے ظہور کریں گے اور یختم الدین بہ کما فتح بنا جس طرح میرے ذریعہ سے دین اسلام کا آغاز ہوا۔ اسی طرح ان کے ذریعہ سے مہراختتام لگادی جائیگی۔ ملاحظہ ہوکنوزالحقائق ص ۲۰۹ آپ نے اس کی بھی وضاحت فرمائی ہے کہ امام مہدی کا اصل نام میرے نام کی طرح محمد اور کنیت میری کنیت کی طرح ابوالقاسم ہوگی وہ جب ظہور کریں گے توساری دنیا کو عدل وانصاف سے اسی طرح پر کردیں گے جس طرح وہ اس وقت ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ ملاحظہ ہو جامع صغیر ص ۱۰۴ و مستدرک امام حاکم ص ۴۲۲ و ۴۱۵ ظہور کے بعد ان کی فورا بیعت کرنی چاہیے کیونکہ وہ خدا کے خلیفہ ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ اردو ص ۲۶۱ طبع کراچی ۱۳۷۷ ہجری)۔

حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت

مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ ہجری یوم جمعہ بوقت طلوع فجر واقع ہوئی ہے جیسا کہ (وفیات الاعیان، روضۃالاحباب ،تاریخ ابن الوردی، ینابع المودۃ،تاریخ کامل طبری، کشف الغمہ، جلا العیون، اصول کافی، نور الابصار، ارشاد

، جامع عباسی ، اعلام الوری ، اور انوار الحسینہ وغیرہ میں موجود ہے (بعض علما کا کہنا ہے کہ ولادت کا سن ۲۵۶ ہجری اور مادہ تاریخ نور ہے)یعنی آپ شب برات کے اختتام پر بوقت صبح صادق عالم ظہور وشہود میں تشریف لائے ہیں ۔

#۱ نرجس ایک یمنی بوٹی کو کہتے ہیں جس کے پھول کی شعرا آنکھوں سے تشبیہ دیتے ہیں (المنجد ص ۸۶۵) منتھی الادب جلد ۴ ص ۲۲۲۷ میں ہے کہ یہ جملہ دخیل اور معرب یعنی کسی دوسری زبان سے لایا گیا ہے ۔ صراح ص ۴۲۵ اور العماط صدیق حسن ص ۴۷ میں ہے کہ یہ لفظ نرجس ،نرگس سے معرب ہے جوکہ فارسی ہے ۔رسالہ آج کل لکھنؤ کے سالنامہ ۱۹۴۷ کے ص ۱۱۸ میں ہے کہ یہ لفظ یونانی نرکسوس سے معرب ہے ،جیسے لاطینی میں نرکس اور انگیریزی میں نرس سس کہتے ہیں ۔ ۱۲

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی جناب حلیمہ خاتون کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس گئی تو آپ نے فرمایا کہ اے پھوپھی آپ آج ہمارے ہی گھر میں رہیئے کیونکہ خداوندعالم مجھے آج ایک وارث عطا فرمائے گا ۔ میں نے کہاکہ یہ فرزند کس کے بطن سے ہوگا ۔آپ نے فرمایاکہ بطن نرجس سے متولد ہوگا ،جناب حلیمہ نے کہا :بیٹے!میں تونرجس میں کچھ بھی حمل کے آثار نہیں پاتی، امام نے فرمایاکہ اسے پھوپھی نرجس کی مثال مادر موسی جیسی ہے جس طرح حضرت موسی کا حمل ولادت کے وقت سے پہلے ظاہر نہیں ہوا ۔اسی طرح میرے فرزند کا حمل بھی بروقت ظاہر ہوگا غرضکہ میں امام کے فرمانے سے اس شب وہیں رہی جب آدھی رات گذرگئی تومیں اٹھی اور نماز تہجدمیں مشغول ہوگئی اورنرجس بھی اٹھ کرنماز تہجدپڑھنے لگی ۔ اس کے بعدمیرے دل میں یہ خیال گذراکہ صبح قریب ہے اورامام حسن عسکری علیہ السلام نے جوکہا تھا وہ ابھی تک ظاہرنہیں ہوا ، اس خیال کے دل میں آتے ہی امام علیہ السلام نے اپنے حجرہ سے آوازدی :اے پھوپھی جلدی نہ کیجئے ،حجت خدا کے ظہورکا وقت بالکل قریب ہے یہ سن کرمیں نرجس کے حجرہ کی طرف پلٹی ،نرجس مجھے راستے ہی میں ملیں ، مگران کی حالت اس وقت متغیر تھی ،وہ لرزہ براندام تھیں اوران کا ساراجسم کانپ رہاتھا ،میں نے یہ دیکھ کران کواپنے سینے سے لپٹالیا ،اورسورہ قل ہواللہ ،انا انزلنا وآیۃ الکرسی پڑھ کران پردم کیا بطن مادرسے بچے کی آواز آنے لگی ،یعنی میں جوکچھ پڑھتی تھی ،وہ بچہ بھی بطن مادرمیں وہی کچھ پڑھتا تھا اس کے بعدمیں نے دیکھا کہ تمام حجرہ روشن ومنورہوگیا ۔ اب جومیں دیکھتی ہوں تو ایک مولود مسعود زمین پرسجدہ میں پڑاہوا ہے میں نے بچہ کواٹھالیا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے حجرہ سے آوازدی اے پھوپھی ! میرے فرزند کو میرے پاس لائیے میں لے گئی آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا ،اورزبان دردھان دے کراوراپنی زبان بچے کے منہ میں دیدی اورکہا کہ اے فرزند!خدا کے حکم سے کچھ بات کرو ،بچے نے اس آیت : ﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم ونریدان نمن علی اللذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم الوارثین ﴾ کی تلاوت کی ،جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پرجوزمین پرکمزورکردیئے گئے ہیں اور ان کوامام بنائیں اورانھیں کوروئے زمین کاوارث قراردیں ۔

اس کے بعد کچھ سبز طائروں نے آکر ہمیں گھیر لیا، امام حسن عسکری نے ان میں سے ایک طائر کو بلایا اور بچے کو دیتے ہوئے کہا کہ خدہ فاحفظہ الخ اس کو لے جا کر اس کی حفاظت کرو یہاں تک کہ خدا اس کے بارے میں کوئی حکم دے کیونکہ خدا اپنے حکم کو پورا کر کے رہے گا میں نے امام حسن عسکری سے پوچھا کہ یہ طائر کون تھا اور دوسرے طائر کون تھے ؟ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل تھے ، اور دوسرے فرشتگان رحمت تھے اس کے بعد فرمایا کہ اے پھوپھی اس فرزند کو اس کی ماں کے پاس لے آؤ تاکہ اس کی آنکھیں خنک ہوں اور محزون و مغموم نہ ہو اور یہ جان لے کہ خدا کا وعدہ حق ہے و اکثرہم لایعلمون لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے ۔ اس کے بعد اس مولود مسعود کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا گیا (شواہد النبوۃ ص ۲۱۲ طبع لکھنؤ ۱۹۰۵ ء علامہ حائری لکھتے ہیں کہ ولادت کے بعد آپ کو جبرئیل پرورش کے لئے اٹھا کر لے گئے (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۷۵) کتاب شواہد النبوت اور وفیات الاعیان و روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو مختون اور ناف بریدہ تھے اور آپ کے داہنے بازو پر یہ آیت منقوش تھی ﴿ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا ﴾ یعنی حق آیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کے قابل تھا ۔ یہ قدرتی طور پر بحر متقارب کے دو مصرعے بن گئے ہیں حضرت نسیم امروہوی نے اس پر کیا خوب تضمین کی ہے وہ لکھتے ہیں #

چشم و چراغ دیدہ نرجس

عین خدا کی آنکھ کا تارا

بدر کمال نیمہ شعبان

چودھواں اختر اوج بقا کا

حامی ملت ماحی بدعت

کفر مٹانے خلق میں آیا

وقت ولادت ماشاء اللہ

قرآن صورت دیکھ کے بولا

جاء الحق وزہق الباطل

ان الباطل کان زہوقا

محدث دہلوی شیخ عبد الحق اپنی کتاب مناقب ائمہ اطہار میں لکھتے ہیں کہ حکیمہ خاتون جب نرجس کے پاس آئیں تو دیکھا کہ ایک مولود پیدا ہوا ہے ، جو مختون اور مفروغ منہ ہے یعنی جس کا ختنہ کیا ہوا ہے اور نہلانے دھلانے کے کاموں سے جو مولود کے ساتھ ہوتے ہیں بالکل مستغنی ہے ۔ حکیمہ خاتون بچے کو امام حسن عسکری کے پاس لائیں ، امام نے بچے کو لیا اور اس کی پشت اقدس

اور چشم مبارک پرہاتھ پھیرا اپنی زبان مطہران کے منہ میں ڈالی اور داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی یہی مضمون فصل الخطاب اور بحارالانوار میں بھی ہے، کتاب روضۃالاحباب ینابع المودۃ میں ہے کہ آپ کی ولادت بمقام سر من رائے سامرہ میں ہوئی ہے۔

کتاب کشف الغمہ ص ۱۳۰ میں ہے کہ آپ کی ولادت چھپائی گئی اور پوری سعی کی گئی کہ آپ کی پیدائش کسی کو معلوم نہ ہو سکے، کتاب دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۹۴ میں ہے کہ آپ کی ولادت اس لئے چھپائی گئی کہ بادشاہ وقت پوری طاقت کے ساتھ آپ کی تلاش میں تھا اسی کتاب کے ص ۱۹۲ میں ہے کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت حجت کو قتل کرکے نسل رسالت کا خاتمہ کردے۔ تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ بادشاہ وقت معتزباللہ تھا، تذکرہ خواص الامۃ میں ہے کہ اسی کے عہد میں امام علی نقی کو زہر دیا گیا تھا۔ معتز کے بارے میں مورخین کی رائے کچھ اچھی نہیں ہے۔ ترجمہ تاریخ الخلفا علامہ سیوطی کے ص ۳۶۳ میں ہے کہ اس نے اپنے عہد خلافت میں اپنے بھائی کو ولی عہدی سے معزول کرنے کے بعد کوڑے لگوائے تھے اور تاحیات قید میں رکھا تھا۔ اکثر تواریخ میں ہے کہ بادشاہ وقت معتمد بن متوکل تھا جس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۷ میں ہے کہ خلیفہ معتمد بن متوکل کمزور متلون مزاج اور عیش پسند تھا۔ یہ عیاشی اور شراب نوشی میں بسر کرتا تھا، اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ میں ہے کہ معتمد حضرت امام حسن عسکری کو زہر سے شہید کرنے کے بعد حضرت امام مہدی کو قتل کرنے کے درپے ہو گیا تھا۔

آپ کا نسب نامہ

آپ کا پدری نسب نامہ یہ ہے محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی ابن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی وفاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یعنی آپ فرزند رسول، دلبند علی اور نور نظر بتول علیھم السلام ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ اس سلسہ نسب کے اسما کو اگر کسی مجنون پردم کردیا جائے تو اسے یقینا شفا حاصل ہوگی (مسند امام رضا ص ۷) آپ سلسہ نسب ماں کی طرف سے حضرت شمعون بن حمون الصفا وصی حضرت عیسی تک پہنچتا ہے۔ علامہ مجلسی اور علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ جناب نرجس خاتون تھیں، جن کا ایک نام "ملیکہ" بھی تھا، نرجس خاتون یشوعا کی بیٹی تھیں، جو روم کے بادشاہ "قیصر" کے فرزند تھے جن کا سلسلہ نسب وصی حضرت عیسی جناب شمعون تک منتہی ہوتا ہے۔ ۱۳ سال کی عمر میں قیصر روم نے چاہا تھا کہ نرجس کا عقد اپنے بھتیجے سے کردے لیکن بعض قدرتی حالات کی وجہ سے وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا، بالاخر ایک ایسا وقت آگیا کہ عالم ارواح میں حضرت عیسی، جناب شمعون حضرت محمد مصطفی، جناب امیرالمومنین اور حضرت فاطمہ بمقام قصر قیصر جمع ہوئے، جناب سیدہ نے نرجس خاتون کو اسلام کی تلقین کی اور آنحضرت صلعم نے بتوسط حضرت عیسی جناب شمعون سے امام حسن عسکری کے لئے نرجس خاتون کی خواستگاری کی، نسبت کی تکمیل کے بعد حضرت محمد مصطفی صلعم نے ایک نوری منبر پر بیٹھ

کرعقد پڑھا اور کمال مسرت کے ساتھ یہ محفل نشاط برخواست ہو گئی جس کی اطلاع جناب نرجس کو خواب کے طور پر ہوئی ، بالاخروہ وقت آیا کہ جناب نرجس خاتون حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں آپہنچیں اور آپ کے بطن مبارک سے نور خدا کا ظہور ہوا۔ (کتاب جلا العیون ص ۲۹۸ وغایۃ المقصود ص ۱۷۵) ۔

آپ کا اسم گرامی :

آپ کا نام نامی و اسم گرامی "محمد" اور مشہور لقب "مہدی" ہے علما کا کہنا ہے کہ آپ کا نام زبان پر جاری کرنے کی ممانعت ہے علامہ مجلسی اس کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حکمت آن مخفی است" اس کی وجہ پوشیدہ اور غیر معلوم ہے ۔ (جلا العیون ص ۲۹۸) علماء کا بیان ہے کہ آپ کا یہ نام خود حضرت محمد مصطفی نے رکھا تھا ۔ ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب وینابع المودۃ ۔ مورخ اعظم ذاکر حسین تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۳۱ میں لکھتے ہیں کہ "آنحضرت نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ قریش سے ہوں گے آپ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں جب دنیا ظلم وجور سے بھر جائے گی ، تو میری اولاد میں سے مہدی کا ظہور ہوگا جو ظلم وجور کو دور کرکے دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا ۔ شرک وکفر کو دنیا سے نابود کردے گا ، نام "محمد" اور لقب "مہدی" ہوگا حضرت عیسی آسمان سے اتر کر اس کی نصرت کریں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے ، اور دجال کو قتل کریں گے۔

آپ کی کنیت :

اس پر علما فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ کی کنیت "ابوالقاسم" اور آپ ابو عبداللہ تھی اور اس پر بھی علما متفق ہیں کہ ابوالقاسم کنیت خود سرور کائنات کی تجویز کردہ ہے ۔ ملاحظہ ہو جامع صغیر ص ۱۰۴ تذکرہ خواص الامۃ ۲۰۴ روضۃ الشہدا ص ۴۳۹ صواعق محرقہ ص ۱۳۴ شواہد النبوت ص ۳۱۲ ، کشف الغمہ ص ۱۳۰ جلا العیون ص ۲۹۸ ۔

یہ مسلمات سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مہدی کا نام میرا نام اور ان کی کنیت میری کنیت ہوگی ۔ لیکن اس روآیت میں بض اہل اسلام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مہدی کے باپ کا نام میرے والد محترم کا نام ہوگا مگر ہمارے راویوں نے اس کی روآیت نہیں کی اور خود ترمذی شریف میں بھی "اسم ابیہ اسم ابی" نہیں ہے ،تاہم بقول صاحب المناقب علامہ گنجی شافعی یہ کہا جاسکتا ہے کہ روآیت میں لفظ "ابیہ" سے مراد ابو عبداللہ الحسین ہیں ۔ یعنی اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ امام مہدی حضرت امام حسین کی اولاد سے ہیں ۔

آپ کے القاب :

آپ کے القاب مہدی، حجۃ اللہ، خلف الصالح، صاحب العصر، صاحب الامر، والزمان القائم، الباقی اورالمنتظرہیں۔ ملاحظہ ہو تذکرہ خواص الامۃ ۲۰۴، روضۃ الشہدا ص ۴۳۹، کشف الغمہ ۱۳۱، صواعق محرقہ ۱۲۴، مطالب السؤال ۲۹۴، اعلام الوری ۲۴ حضرت دانیال نبی نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت سے ۱۴۲۰ سال پہلے آپ کا لقب منتظر قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب دانیال باب ۱۲ آیت ۱۲۔ علامہ ابن حجر مکی، المنتظر کی شرح کرتے ہوے لکھتے ہیں کہ انھیں منتظر یعنی جس کا انتظار کیا جائے اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سرداب میں غائب ہوگئے ہیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں سے گیے (مطلب یہ ہے کہ لوگ ان کا انتظار کررہے ہیں، شیخ العراقین علامہ شیخ عبدالرضا تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو منتظر اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی غیبت کی وجہ سے آپ کے مخلصین آپ کا انتظار کررہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (انوارالحسینیہ جلد ۲ ص ۵۷ طبع بمبئی)۔

آپ کا حلیہ مبارک

کتاب اکمال الدین میں شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام مہدی، شکل وشباہت خلق وخلق شمائل وخصایل، اقوال وافعال میں میرے مشابہہ ہوں گے۔

آپ کے حلیہ کے متعلق علما نے لکھا ہے کہ آپ کا رنگ گندگون، قدمیانہ ہے۔ آپ کی پیشانی کھلی ہوئی ہے اور آپ کے ابرو گھنے اور باہم پیوستہ ہیں۔ آپ کی ناک باریک اوربلند ہے آپ کی آنکھیں بڑی اور آپ کا چہرہ نہایت نورانی ہے۔ آپ کے داہنے رخسارہ پر ایک تل ہے "کانہ کوکب دری" جو ستارہ کی مانند چمکتا ہے، آپ کے دانت چمکدار اورکھلے ہوئے ہیں۔ آپ کی زلفیں کندھوں پر پڑی رہتی ہیں۔ آپ کا سینہ چوڑا اور آپ کے کندھے کھلے ہوئے ہیں آپ کی پشت پر اسی طرح مہرامامت ثبت ہے جس طرح پشت رسالت مآب پر مہرنبوت ثبت تھی (اعلام الوری ص ۲۶۵ وغایۃ المقصود جلد ۱ ص ۶۴ ونورالابصار ص ۱۵۲)۔

تین سال کی عمر میں حجت اللہ ہونے کا دعوی:

کتب تواریخ وسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پرورش کا کام جناب جبرئیل علیہ السلام کے سپرد تھا اور وہ ہی آپ کی پرورش وپرداخت کرتے تھے ظاہر ہے کہ جو بچہ ولادت کے وقت کلام کرچکا ہو اور جس کی پرورش جبرئیل جیسے مقرب فرشتہ کے سپرد ہو وہ یقینا دنیا میں چندن گزارنے کے بعد بہرصورت اس صلاحیت کا مالک ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی زبان سے حجت اللہ ہونے کا دعوی کرسکے۔ علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ احمد ابن اسحاق اور سعد الاشقری ایک دن حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے خیال کیا کہ آج امام علیہ السلام سے یہ دریافت کریں گے کہ آپ کے بعد حجت اللہ فی الارض کون ہوگا، جب سامنا ہوا تو امام حسن عسکری نے فرمایا کہ اے احمد! تم جو دل میں لے کر آئے ہو میں اس کا جواب تمہیں دے ئے دیتا ہوں، یہ فرما کر آپ اپنے مقام

سے اٹھے اوراندجاکریوں واپس آئے کہ آپ کے کندھے پرایک نہایت خوب صورت بچہ تھا ،جس کی عمرتین سال کی تھی ۔ آپ نے فرمایا کہ اے احمد!میرے بعد حجت خدایہ ہوگا اس کانام محمد اوراس کی کنیت ابوالقاسم ہے یہ خضرکی طرح زندہ رہے گا ۔ اورذوالقرنین کی طرح ساری دنیاپرحکومت کرے گا ۔ احمدبن اسحاق نے کہا مولا! کوئی ایسی علامت بتادیجئے کہ جس سے دل کواطمینان کامل ہوجائے ۔ آپ نے امام مہدی کی طرف متوجہ ہوکرفرمایا ،بیٹا ! اس کوتم جواب دو ۔ امام مہدی علیہ السلام نے کمسنی کے باوجودبزبان فصیح فرمایا : ”اناحجۃ اللہ وانا بقیۃ اللہ “ ۔ میں ہی خداکی حجت اور حکم خداسے باقی رہنے والاہوں ، ایک وہ دن آئے گاجس میں دشمن خداسے بدلہ لوں گا ، یہ سن کراحمدخوش ومسروراور مطمئن ہوگئے (کشف الغمہ ۱۳۸)

پانچ سال کی عمرمیں خاص الخاص اصحاب سے آپ کی ملاقات

یعقوب بن منقوش ومحمدبن عثمان عمری وابی ہاشم جعفری اورموسی بن جعفربن وہب بغدادی کابیان ہے کہ ہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضرہوئے اورہم نے عرض کی مولا! آپ کے بعد امرامامت کس کے سپرد ہوگا اورکون حجت خداقرارپائے گا ۔ آپ نے فرمایا کہ میرا فرزند محمدمیرے بعد حجت اللہ فی الارض ہوگا ہم نے عرض کی مولا ہمیں ان کی زیارت کروادیجئے آپ نے فرمایا وہ پردہ جوسامنے آویختہ ہے اسے اٹھاؤ ۔ ہم نے پردہ اٹھا یا ، تواس سے ایک نہایت خوب صورت بچہ جس کی عمرپانچ سال تھی برآمدہوا ، اور وہ آکرامام حسن عسکری کی آغوش میں بیٹھ گیا ۔ امام نے فرمایاکہ یہی میرافرزند میرے بعد حجت اللہ ہوگا محمدبن عثمان کاکہناہے کہ ہم اس وقت چالیس افرادتھے اورہم سب نے ان کی زیارت کی ۔ امام حسن عسکری نے اپنے فرزند امام مہدی کوحکم دیاکہ وہ اندرواپس چلے جائیں اورہم سے فرمایا : ”شمااورانخواہیددیدغیرازامروز “کہ اب تم آج کے بعد پھراسے نہ دیکھ سکوگے ۔ چنانچہ ایساہی ہوا ، پھرغیبت شروع ہوگئی (کشف الغمہ ص ۱۳۹ وشواہدالنبوت ص ۲۱۳) علامہ طبرسی اعلام الوری کے ص ۲۴۳ میں تحریرفرماتے ہیں کہ آئمہ کے نزدیک محمداورعثمان عمری دونوں ثقہ ہیں ۔ پھراسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ ابوہارون کاکہنا ہے کہ میں نے بچپن میں صاحب الزمان کودیکھا ہے ”کانہ القمرلیلۃ البدر “ ان کاچہرہ چودھویں رات کے چاندکی طرح چمکتا تھا ۔

امام مہدی نبوت کے آئینہ میں

علامہ طبرسی بحوالہ حضرات معصومین علیہم السلام تحریرفرماتے ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام میں بہت سے انبیا کے حالات وکیفیات نظرآتے ہیں ۔ اورجن واقعات سے مختلف انبیا کودوچارہوناپڑا ۔ وہ تمام واقعات آپ کی ذات ستودہ صفات میں دکھائی دیتے ہیں مثال کے لئے حضرت نوح ، حضرت ابراہیم ، حضرت موسی ، حضرت عیسی ، حضرت ایوب ، حضرت یونس ،

حضرت محمد مصطفی صلعم کو لے لیجئے اور ان کے حالات پر غور کیجئے، آپ کو حضرت نوح کی طویل زندگی نصیب ہوئی حضرت ابراہیم کی طرح آپ کی ولادت چھپائی گئی۔ اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر روپوش ہونا پڑا۔ حضرت موسی کی طرح حجت کے زمین سے اٹھ جانے کا خوف لاحق ہوا، اور انھیں کی ولادت کی طرح آپ کی ولادت بھی پوشیدہ رکھی گئی، اور انھیں کے ماننے والوں کی طرح آپ کے ماننے والوں کو آپ کی غیبت کے بعد ستایا گیا۔ حضرت عیسی کی طرح آپ کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا حضرت ایوب کی طرح تمام امتحانات کے بعد آپ کو فرج وکشائش نصیب ہوگی۔ حضرت یوسف کی طرح عوام اور خواص سے آپ کی غیبت ہوگئی حضرت یونس کی طرح غیبت کے بعد آپ کا ظہور ہوگا یعنی جس طرح وہ اپنی قوم سے غائب ہو کر بڑھاپے کے باوجود نوجوان تھے۔ اسی طرح آپ کا جب ظہور ہوگا تو آپ چالیس سالہ جوان ہوں گے اور حضرت محمد مصطفی کی طرح آپ صاحب السیف ہوں گے۔ (اعلام الوری ص ۲۶۴ طبع بمبئی ۱۳۱۲ ہجری)

امام حسن عسکری کی شہادت:

امام مہدی علیہ السلام کی عمر ابھی صرف پانچ سال کی ہوئی تھی کہ خلیفہ معتمد بن متوکل عباسی نے مدتوں قید رکھنے کے بعد امام حسن عسکری کو زہر دیدیا۔ جس کی وجہ سے آپ بتاریخ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری مطابق ۸۷۳ء بعمر ۲۸ سال رحلت فرماگئے "وخلف من الولد ابنہ محمد" اور آپ نے اولاد میں صرف امام محمد مہدی کو چھوڑا۔ (نورالابصار ص ۱۵۲ دمعۃ الساکبۃ ص ۱۹۱) علامہ شلنجی لکھتے ہیں کہ جب آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی، تو سارے شہر سامرہ میں ہلچل مچ گئی، فریاد وفغاں کی آوازیں بلند ہوگئیں، سارے شہر میں ہڑتال کردی گئی۔ یعنی ساری دکانیں بند ہوگئیں۔ لوگوں نے اپنے کاروبار چھوڑدیئے۔ تمام بنی ہاشم حکام دولت، منشی، قاضی، ارکان عدالت اعیان حکومت اور عامہ خلائق حضرت کے جنازے کے لئے دوڑ پڑے، حالت یہ تھی کہ شہر سامرہ قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ تجہیز اور نماز سے فراغت کے بعد آپ کو اسی مکان میں دفن کردیا گیا جس میں حضرت امام علی نقی علیہ مدفون تھے۔ نورالابصار ص ۱۵۲ وتاریخ کامل صواعق محرقہ وفصول مہمہ، جلاالعیون ص ۲۹۶) علامہ محمد باقر فرماتے ہیں کہ امام حسن عسکری کی وفات کے بعد نماز جنازہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے پڑھائی، ملاحظہ ہو، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۹۲ وجلاالعیون ص ۲۹۷) علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ نماز کے بعد آپ کو بہت سے لوگوں نے دیکھا اور آپ کے ہاتھوں کا بوسہ دیا (اعلام الوری ص ۲۴۲) علامہ ابن طاؤس کا بیان ہے کہ ۸ ربیع الاول کو امام حسن عسکری کی وفات واقع ہوئی اور ۹ ربیع الاول سے حضرت حجت کی امامت کا آغاز ہوا ہم ۹ ربیع الاول کو جو خوشی مناتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے (کتاب اقبال) علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ ۹ ربیع الاول کو عمر بن سعد بدست مختار آل محمد قتل ہوا ہے۔ (زادالمعاد ص ۵۸۵) جو عبیداللہ بن زیاد کا سپہ سالار تھا جس کے قتل کے بعد آل محمد نے پورے طور پر خوشی منائی۔ (بحارالانوار ومختار آل محمد) کتاب دمعہ ساکبہ کے ص ۱۹۲ میں ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ

السلام نے ۲۵۹ ہجری میں اپنی والدہ کو حج کے لئے بھیج دیا تھا ، اور فرمادیا تھا کہ ۲۶۰ ہجری میں میری شہادت ہوجائے گی اسی سن میں آپ نے حضرت امام مہدی کو جملہ تبرکات دیدیئے تھے اور اسم اعظم وغیرہ تعلیم کردیا تھا (دمعہ ساکبہ وجلاالعیون ص ۲۹۸) انھیں تبرکات میں حضرت علی کا جمع کیا ہوا وہ قرآن بھی تھا جو ترتیب نزولی پر سرورکائنات کی زندگی میں مرتب کیا گیا تھا ۔ (تاریخ الخلفا واتقان) اور جسے حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں بھی اس لئے رائج نہ کیا تھا کہ اسلام میں دو قرآن رواج پاجائیں گے ۔ اوراسلام میں تفرقہ پڑجائے گا (ازالۃ الخلفا ۲۷۳) میرے نزدیک اسی سن میں حضرت نرجس خاتون کا انتقال بھی ہوا ہے اوراسی سن میں حضرت نے غیبت اختیار فرمائی ہے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت اوراس کی ضرورت :

بادشاہ وقت خلیفہ معتمدبن متوکل عباسی جو اپنے آباؤاجداد کی طرح ظلم و ستم کا خوگر اور آل محمد کا جانی دشمن تھا ۔ اس کے کانوں میں مہدی کی ولادت کی بھنک پڑچکی تھی ۔ اس نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد تکفین وتدفین سے پہلے بقول علامہ مجلسی حضرت کے گھر پر پولیس کا چھاپہ ڈلوایا اور چاہا کہ امام مہدی علیہ السلام کو گرفتار کرالے لیکن چونکہ وہ بحکم خدا ۲۳ رمضان المبارک ۲۵۹ ہجری کو سرداب میں جاکر غائب ہوچکے تھے۔ جیسا کہ شواہدالنبوت ، نورالابصار، دمعۃ ساکبہ، روضۃ الشہدا ، مناقب الائمہ ، انوارالحسینیہ وغیرہ سے مستفاد و مستنبط ہوتا ہے ۔ اس لئے وہ اسے دستیاب نہ ہوسکے ۔ اس نے اس کے رد عمل میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی تمام بیبیوں کو گرفتار کرالیا اور حکم دیا کہ اس امر کی تحقیق کی جائے کہ آیا کوئی ان میں سے حاملہ تو نہیں ہے اگر کوئی حاملہ ہو تو اس کا حمل ضائع کردیا جائے ، کیونکہ وہ حضرت سرورکائنات صلعم کی پیشین گوئی سے خائف تھا کہ آخری زمانہ میں میرا ایک فرزند جس کا نام مہدی ہوگا ۔ کائنات عالم کے انقلاب کا ضامن ہوگا ۔ اوراسے یہ معلوم تھا کہ وہ فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد سے ہوگا لہذا اس نے آپ کی تلاش اور آپ کے قتل کی پوری کوشش کی ۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۳۱ میں ہے کہ ۲۶۰ میں امام حسن عسکری کی شہادت کے بعد جب معتمد خلیفہ عباسی نے آپ کے قتل کرنے کے لئے آدمی بھیجے تو آپ سرداب (۱) "سرمن رائے" میں غائب ہوگئے بعض اکابر علما اہل سنت بھی اس امر میں شیعوں کے ہم زبان ہیں ۔ چنانچہ ملاجامی نے شواہدالنبوت میں امام عبدالوہاب شعرانی نے لواقع الانوار والیواقیت والجواہر میں اور شیخ احمد محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکہ میں اورخواجہ پارسا نے فصل الخطاب میں اور عبدالحق محدث دہلوی نے رسالہ ائمہ طاہرین میں اور جمال الدین محدث نے روضۃالاحباب میں ، اورابوعبداللہ شامی صاحب کفایۃ الطالب نے کتاب التبیان فی اخبار صاحب الزمان میں اورسبط ابن جوزی نے تذکرۃ خواص الامہ میں اورابن صباغ نورالدین علی مالکی نے فصول المہمہ میں اورکمال الدین ابن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں اورشاہ ولی اللہ نے فضل المبین میں اور شیخ سلیمان حنفی نے ینابیع المودۃ میں اوربعض دیگر علما نے بھی

ایساہی لکھا ہے اورجولوگ ان حضرت کے طول عمرمیں تعجب کرکب انکارکرتے ہیں ۔ ان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے جس نے آدم کوبغیرماں باپ کے اورعیسی کوبغیرباپ کے پیدا کیا، تمام اہل اسلام نے حضرت خضرکواب تک زندہ مانا ہوا ہے، ادریس بہشت میں اورحضرت عیسی آسمان پراب تک زندہ مانے جاتے ہیں اگرخدائے تعالی نے آل محمد میں سے ایک شخص کو عمرعنآیت کیاتو تعجب کیا ہے ؟حالانکہ اہل اسلام کودجال کے موجود ہونے اورقریب قیامت ظہورکرنے سے بھی انکارنہیں ہے ۔

(۱) یہ سرداب، مقام "سرمن رائے" میں واقع ہے جسے اصل میں سامرا کہتے ہیں

سامراکی آبادی بہت ہی قدیمی ہے اوردنیاکے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے، اس سام بن نوح نے آبادکیا تھا (معجم البلدان) اس کی اصل سام راہ تھی بعدمیں سامراہوگیا، آب وہواکی عمدگی کی وجہ سے خلیفہ معتصم نے فوجی کیمپ بناکرآبادکیا تھا اوراسی کو دارالسلطنت بھی بنادیا تھا، اس کی آبادی ۸ فرسخ لمبی تھی، اسے اس نے نہآیت خوبصورت شہربنادیا تھا ۔ اسی لئے اس کانام سرمن رائے رکھ دیا تھا یعنی وہ شہرجسے جوبھی دیکھے خوش ہوجائے، عسکری اسی کاایک محلہ ہے جس میں امام علی نقی علیہ السلام نظربند تھے بعدمیں انھوں نے دلیل بن یعقوب نصرانی سے ایک مکان خریدلیا تھا جس میں اب بھی آپ کامزارمقدس واقع ہے ۔

سامرامیں ہمیشہ غیرشیعہ آبادی رہی ہے اس لئے اب تک وہاں شیعہ آباد نہیں ہیں وہاں کے جملہ خدام بھی غیرشیعہ ہیں ۔

حضرت حجت علیہ السلام کے غائب ہونے کاسرداب وہیں ایک مسجدکے کنارے واقع ہے جوکہ حضرت امام علی نقی اورحضرت امام حسن عسکری کے مزاراقدس کے قریب ہے ۱۲ منہ ۔

کتاب شواہدالنبوت کے ص ۶۸ میں ہے کہ خاندان نبوت کے گیارہویں امام حسن عسکری ۲۶۰ میں زہرسے شہید کردے ئے گئے تھے ان کی وفات پران کے صاحبزادے محمد ملقب بہ مہدی شیعوں کے آخری امام ہوئے ۔ مولوی امیرعلی لکھتے ہیں کہ خاندان رسالت کے ان اماموں کے حالات نہآیت دردناک ہیں ۔ ظالم متوکل نے حضرت امام حسن عسکری کے والدماجد امام علی نقی کومدینہ سے سامرہ پکڑبلایا تھا ۔ اوروہاں ان کی وفات تک ان کونظربندرکھا تھا ۔ (پھرزہرسے ہلاک کردیا تھا) اسی طرح متوکل کے جانشینوں نے بدگمانی اورحسدکے مارے حضرت امام حسن عسکری کوقیدرکھا تھا، ان کے کمسن صاحبزادے محمدالمہدی جن کی عمراپنے والدکی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی ۔ خوف کے مارے اپنے گھرکے قریب ہی ایک غارمیں چھپ گئے اورغائے ہوگئے ۔ الخ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ جس غارمیں امام مہدی کی غیبت بتائی جاتی ہے ۔ اسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ (نورالابصارجلد ۱ ص ۱۵۲) علامہ ابن حجرمکی کاارشادہے، کہ امام مہدی سرداب میں غائب ہوے ہیں ۔" فلم یعرف این ذھب " پھرمعلوم نہیں کہاں تشریف لے گئے ۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۴) ۔

غیبت امام مہدی پر علما اہل سنت کا اجماع:

جمہور علما اسلام امام مہدی کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، اس میں شیعہ اور سنی کا سوال نہیں۔ ہر فرقہ کے علماء یہ مانتے ہیں کہ آپ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں۔ ہم علماء اہل سنت کے اسماء مع ان کی کتابوں اور مختصر اقوال کے درج کرتے ہیں:

(۱)۔ علامہ محمد بن طلحہ شافعی کتاب مطالب السوال میں فرماتے ہیں کہ امام مہدی سامرہ میں پیدا ہوئے ہیں جو بغداد سے ۲۰ فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔

(۲)۔ علامہ علی بن محمد صباغ مالکی کی کتاب فصول المہمہ میں لکھتے ہیں کہ امام حسن عسکری گیارہویں امام نے اپنے بیٹے امام مہدی کی ولادت بادشاہ وقت کے خوف سے پرشیدہ رکھی۔

(۳)۔ علامہ شیخ عبداللہ بن احمد خشاب کی کتاب تاریخ موالید میں ہے کہ امام مہدی کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ آخری زمانہ میں ظہور وخروج کریں گے۔

(۴)۔ علامہ محی الدین ابن عربی حنبلی کی کتاب فتوحات مکہ میں ہے کہ جب دنیا ظلو وجور سے بھر جائے گی تو امام مہدی ظہور کریں گے۔

(۵)۔ علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر میں ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے اب اس وقت یعنی ۹۵۸ ہجری میں ان کی عمر ۷۰۶ سال کی ہے، یہی مضمون علامہ بدخشانی کی کتاب مفتاح النجاۃ میں بھی ہے۔

(۶)۔ علامہ عبدالرحمن جامی حنفی کی کتاب شواہدالنبوت میں ہے کہ امام مہدی سامرہ میں پیدا ہوئے ہیں اور ان کی ولادت پوشیدہ رکھی گئی ہے وہ امام حسن عسکری کی موجودگی میں غائب ہوگئے تھے۔ اسی کتاب میں ولادت کا پورا واقعہ حکیمہ خاتون کی زبانی مندرج ہے۔

(۷)۔ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب مناقب الائمہ ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ میں پیدا ہوئے ہیں امام حسن عسکری نے ان کے اذان واقامت کہی ہے اور تھوڑے عرصہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ اس مالک کے سپرد ہوگئے جن کے پاس حضرت موسی بچپنے میں تھے۔

(۸)۔ علامہ جمال الدین محدث کی کتاب روضۃالاحباب میں ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ میں پیدا ہوئے اور زمانہ معتمد عباسی میں بمقام "سرمن رائے" ازنظر برایا غائب شد لوگوں کی نظر سے سرداب میں غائب ہوگئے۔

(۹)۔ علامہ عبدالرحمن صوفی کی کتاب مراۃالاسرار میں ہے کہ آپ بطن نرجس سے ۱۵ شعبان ۲۵۵ میں پیدا ہوئے۔

(۱۰)۔ علامہ شہاب الدین دولت آبادی صاحب تفسیر بحر مواج کی کتاب ہدایۃ السعداء میں ہے کہ خلافت رسول حضرت علی کے واسطہ سے امام مہدی تک پہونچی آپ ہی آخری امام ہیں۔

(۱۱) ۔ علامہ نصر بن علی جھمنی کی کتاب موالید الائمہ میں ہے کہ امام مہدی نرجس خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے ۔

(۱۲) ۔ علامہ ملا علی قاری کی کتاب مرقات شرح مشکوۃ میں ہے کہ امام مہدی باہویں امام ہیں شیعوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اہل سنب اہل بیت کے دشمن ہین۔

(۱۳) ۔ علامہ جواد ساباطی کی کتاب براہین ساباطیہ میں ہے کہ امام مہدی اولاد فاطمہ میں سے ہیں، وہ بقولے ۲۵۵ میں متولد ہوکر ایک عرصہ کے بعد غائب ہوگئے ہیں ۔

(۱۴) ۔ علامہ شیخ حسن عراقی کی تعریف کتاب الواقع میں ہے کہ انھوں نے امام مہدی سے ملاقات کی ہے ۔

(۱۵) ۔ علامہ علی خواص جن کے متعلق شعرانی نے الیواقیت میں لکھا ہے کہ انھوں نے امام مہدی سے ملاقات کی ہے ۔

(۱۶) ۔ علامہ شیخ سعد الدین کا کہنا ہے کہ امام مہدی پیدا ہوکر غائب ہوگئے ہیں "دور آخر زمانہ آشکار گردد" اور وہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے ۔ جیسا کہ کتاب مقصد اقصی میں لکھا ہے ۔

(۱۷) ۔ علامہ علی اکبر ابن اسعد اللہ کی کتاب مکاشفات میں ہے کہ آپ پیدا ہوکر قطب ہوگئے ہیں ۔

(۱۸) ۔ علامہ احمد بلاذری ااحادیث لکھتے ہیں کہ آپ پیدا ہوکر محجوب ہوگئے ہیں ۔

(۱۹) ۔ علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے رسالہ نوادر میں ہے، محمد بن حسن (المہدی) کے بارے میں شیعوں کا کہنا درست ہے ۔

(۲۰) ۔ علامہ شمس الدین جزری نے بحوالہ مسلسلات بلاذری اعتراف کیا ہے ۔

(۲۱) ۔ علامہ علاالدولہ احمد منانی صاحب تاریخ خمیس در احوالی النفس نفیس اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام مہدی غیبت کے بعد ابدال پھر قطب ہوگئے۔

علامہ نور اللہ بحوالہ کتابیان الاحسان لکھتے ہیں کہ امام مہدی تکمیل صفات کے لئے غائب ہوئے ہیں

۲۴ علامہ ذہبی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ امام مہدی ۲۵۶ میں پیدا ہوکر معدوم ہوگئے ہیں

۲۵ علامہ ابن حجر مکی کی کتاب صواعق محرقہ میں ہے کہ امام مہدی المنتظر پیدا ہوکر سرداب میں غائب ہوگئے ہیں ۔

۲۶ علامہ عصر کی کتاب وفیات الاعیان کی جلد ۲ ص ۴۵۱ میں ہے کہ امام مہدی کی عمر امام حسن عسکری کی وفات کے وقت ۵ سال تھی وہ سرداب میں غائب ہوکر پھر واپس نہیں ہوے ۔

۲۷ علامہ سبط ابن جوزی کی کتاب تذکرۃ الخواص الامہ کے ص ۲۰۴ میں ہے کہ آپ کا لقب القائم، المنتظر، الباقی ہے ۔

۲۸ علامہ عبید اللہ امرتسری کی کتاب ارجح المطالب کے ص ۳۷۷ میں بحوالہ کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان مرقوم ہے کہ آپ اسی طرح زندہ باقی ہیں جس طرح عیسی، خضر، الیاس وغیرہ ہم زندہ اور باقی ہیں ۔

۲۹ علامہ شیخ سلیمان تمندوزی نے کتاب ینابع المودۃ ص ۳۹۳ میں

۳۰ علامہ ابن خشاب نے کتاب موالید اہل بیت میں

۳۱ علامہ شبلنجی نے نورالابصار کے ص ۱۵۲ طبع مصر ۱۲۲۲ میں بحوالہ کتاب البیان لکھا ہے کہ امام مہدی غائب ہونے کے بعد اب تک زندہ اورباقی ہیں اوران کے وجود کے باقی، اورزندہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے وہ اسی طرح زندہ اورباقی ہیں جس طرح حضرت عیسی، حضرت خضراورحضرت الیاس وغیرہم زندہ اورباقی ہیں ان اللہ والوں کے علاوہ دجال، ابلیس بھی زندہ ہیں جیسا کہ قرآن مجید صحیح مسلم، تاریخ طبری وغیرہ سے ثابت ہے لہذا "لاامتناع فی بقائه" ان کے باقی اورزندہ ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے علامہ چلپی کتاب کشف الظنون کے ص ۲۰۸ میں لکھتے ہیں کہ کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان ابوعبداللہ محمد بن یوسف کنجی شافعی کی تصنیف ہے۔ (علامہ فاضل روزبہان کی ابطال الباطل میں ہے کہ امام مہدی قائم ومنتظرہیں وہ آفتاب کی مانند ظاہرہوکردنیاکی تاریکی، کفرزائل کردے گے۔

۳۱ علامہ علی متقی کی کتاب کنزالعمال کی جلد ۷ کے ص ۱۱۴ میں ہے کہ آپ غائب ہیں ظہورکرکے ۹ سال حکزمت کریں گے۔

۳۲ علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب درمنشور جلد ۳ ص ۲۳ میں ہے کہ امام مہدی کے ظہورکے بعد عیسی نازل ہوں گے وغیرہ۔

امام مہدی کی غیبت اورآپ کاوجودوظہورقرآن مجیدکی روشنی میں:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت اورآپ کے موجودہونے اورآپ کے طول عمرنیزآپ کے ظہوروشہود اورظہورکے بعد سارے دین کوایک کردینے کے متعلق ۹۴ آیتیں قرآن مجید میں موجودہیں جن میں سے اکثردونوں فریق نے تسلیم کیاہے۔اسی طرح بے شمارخصوصی احادیث بھی ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو غایۃ المقصود وغایۃ المرام علامہ ہاشم بحرانی اورینابع المودۃ، میں اس مقام پرصرف دوتین آیتیں لکھتاہوں:

۱) آپ کی غیبت کے متعلق: ﴿ آلم ذلک الکتاب لاریب فیه هدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ﴾ ہے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایمان بالغیب سے امام مہدی کی غیبت مراد ہے۔نیک بخت ہیں وہ لوگ جوان کی غیبت پرصبرکریں گے اورمبارک باد کے قابل ہیں۔ وہ سمجھدار لوگ جوغیبت میں بھی ان کی محبت پرقائم رہیں گے۔(ینابع المودۃ ص ۳۷۰ طبع بمبئی)

۲) آپ کے موجوداورباقی ہونے کے متعلق " ﴿ جعلها کلمةباقیة فی عقبه ﴾ " ہے ابراھیم کی نسل میں کلمہ باقیہ کوقراردیاہے جوباقی اورزندہ رہے گا اس کلمہ باقیہ سے امام مہدی کاباقی رہنا مراد ہے اوروہی آل محمد میں باقی ہیں۔(تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی ص ۲۲۶)۔

) آپ کے ظہوراورغلبہ کے متعلق " ﴿ يظهره على الدين كله ﴾ "جب امام مہدی بحکم خداظہورفرمائیں گے توتمام دینوں پرغلبہ حاصل کرلیں گے یعنی دنیا میں سوا ایک دین ا سلام کے کوئی اوردین نہ ہوگا ۔(نورالابصارص ۱۵۳ طبع مصر)۔

امام مہدی کاذکرکتب آسمانی میں:

حضرت داؤدکی زبورکی آیت #۴ مرموز ۹۷ میں ہے کہ آخری زمانہ میں جوانصاف کا مجسمہ انسان آئے گا ، اس کے سرپرابرسایہ فگن ہوگا ۔ کتاب صفیائے پیغمبرکے فصل ۳ آیت ۹ میں ہے آخری زمانے میں تمام دنیا موحدہوجائے گی ۔کتاب زبورمرموز ۱۲۰ میں ہے جوآخرالزماں آئے گا، اس پرآفتاب اثراندازنہ ہوگا۔ صحیفہ شعیاپیغمبرکے فصل ۱۱ میں ہے کہ جب نورخداظہورکرے گا توعدل وانصاف کا ڈنکا بجے گا ۔شیراوربکری ایک جگہ رہیں گے چیتااوربزغالہ ایک ساتھ چریں گے شیراورگوسالہ ایک ساتھ رہیں گے ،گوسالہ اورمرغ ایک ساتھ ہوں گے شیراورگائے میں دوستی ہوگی ۔ طفل شیرخوارسانپ کب بل میں ہاتھ ڈالے گااوروہ کاٹے گانہیں پھراسی صفحہ کے فصل ۲۷ میں ہے کہ یہ نورخدا جب ظاہرہوگا، توتلوارکے ذریعہ سے تمام دشمنوں سے بدلہ لے گا صحیفہ تجاس حرف الف میں ہے کہ ظہورکے بعد ساری دنیا کے بت مٹادیئے جائیں گے ،ظالم اورمنافق ختم کردیئے جائیں گے یہ ظہورکرنے والاکنیزخدا (نرجس) کابیٹاہوگا ۔ توریت کے سفرانبیامیں ہے کہ مہدی ظہورکریں گے عیسی آسمان سے اتریں گے ،دجال کوقتل کریں گے ا نجیل میں ہے کہ مہدی اورعیسی دجال اورشیطان کوقتل کریں گے ۔ اسی طرح مکمل واقعہ جس میں شہادت امام حسین اورظہورمہدی علیہ السلام کااشارہ ہے ۔انجیل کتاب دانیال باب ۱۲ فصل ۹ آیت ۲۴ رویائے #۲ میں موجود ہے (کتاب الوسائل س ۱۲۹ طبع بمبئی ۱۳۳۹ ہجری)۔

امام مہدی کی غیبت کی وجہ:

مذکورہ بالاتحریروں سے علما اسلام کااعتراف ثابت ہوچکا یعنی واضح ہوگیاکہ امام مہدی کے متعلق جوعقائد اہل تشیع کے ہیں وہی منصف مزاج اورغیر متعصب اہل تسنن کے علماء کے بھی ہیں اورمقصد اصل کی تائید قرآن کی آیتوں نے بھی کردی ،اب رہی غیبت امام مہدی کی ضرورت اس کے متعلق عرض ہے کہ :

۱) اخلاق عالم نے ہدآیت خلق کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزارپیغمبراورکثیرالتعداد ان کے اوصیا بھیجے ۔پیغمبروں میں سے ایک لاکھ تیس ہزار نوسو ننانویں انبیاء کے بعدچونکہ حضوررسول کریم تشریف لائے تھے ۔ لہذا ان کے جملہ صفات وکمالات و معجزات حضرت محمد مصطفی صلعم میں جمع کردیئے تھے اورآپ کوخدانے تمام انبیاء کے صفات کا جلوہ بروار بنایا بلکہ خوداپنی ذات کا مظہرقراردیا تھا اورچونکہ آپ کوبھی اس دنیائے فانی سے ظاہری طورپرجاناتھا اس لئے آپ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت علی کوہرقسم کے کمالات

سے بھرپور کردیا تھا یعنی حضرت علی اپنے ذاتی کمالات کے علاوہ نبوی کمالات سے بھی ممتاز ہوگئے تھے۔ سرور کائنات کے بعد کائنات عالم صرف ایک علی کی ہستی تھی جو کمالات انبیاء کی حامل تھی آپ کے بعد سے یہ کمالات اوصیا میں منتقل ہوتے ہوئے امام مہدی تک پہونچے بادشاہ وقت امام مہدی کو قتل کرنا چاہتا تھا اگر وہ قتل ہوجاتے تو دنیا سے انبیاء و اوصیاء کا نام و نشان مٹ جاتا اور سب کی یادگار بیک ضرب شمشیر ختم ہوجاتی اور چونکہ انھیں انبیاء کے ذریعہ سے خداوند عالم متعارف ہوا تھا لہذا اس کا بھی ذکر ختم ہوجاتا اس لئے ضرورت تھی کہ ایسی ہستی کو محفوظ رکھا جائے جو جملہ انبیاء اور اوصیاء کی یادگار اور تمام کے کمالات کی مظہر ہو۔

۲) خداوندے عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے "وجعلها کلمة باقیة فی عقبه" ابراہیم کی نسل میں کلمہ باقیہ قرار دیا ہے نسل ابراہیم دو فرزندوں سے چلی ہے ایک اسحاق اور دوسرے اسماعیل۔ اسحاق کی نسل سے خداوند عالم جناب عیسی کو زندہ وباقی قرار دے کر آسمان پر محفوظ کر چکا تھا۔ اب بہ مقتضائے انصاف ضرورت تھی کہ نسل اسماعیل سے کسی ایک کو باقی رکھے اور وہ بھی زمین پر کیونکہ آسمان پر ایک باقی موجود تھا، لہذا امام مہدی کو جو نسل اسماعیل سے ہیں زمین پر زندہ اور باقی رکھا اور انھیں بھی اسی طرح دشمنوں کے شر سے محفوظ کردیا جس طرح حضرت عیسی کو محفوظ کیا تھا۔

۳) یہ مسلمات اسلامی سے ہے کہ زمین حجت خدا اور امام زمانہ سے خالی نہیں رہ سکتی (اصول کافی ۱۰۳ طبع نولکشور) چونکہ حجت خدا اس وقت امام مہدی کے سوا کوئی نہ تھا اور انھیں دشمن قتل کردینے پر تلے ہوئے تھے اس لئے انھیں محفوظ و مستور کردیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ حجت خدا کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور انھیں کے ذریعہ سے روزی تقسیم کی جاتی ہے (بحار)۔

۴) یہ مسلم ہے کہ حضرت امام مہدی جملہ انبیاء کے مظہر تھے اس لئے ضرورت تھی کہ انھیں کی طرح ان کی غیبت بھی ہوتی یعنی جس طرح بادشاہ وقت کے مظالم کی وجہ سے حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسی، حضرت عیسی اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے عہد حیات میں مناسب مدت تک غائب رہ چکے تھے اسی طرح یہ بھی غائب رہتے۔

۵) قیامت کا آنا مسلم ہے اور واقعہ قیامت میں امام مہدی کا ذکر بتاتا ہے کہ آپ کی غیبت مصلحت خداوندی کی بناء پر ہوئی ہے۔

۶) سورہ انا انزلنا سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول ملائکہ شب قدر میں ہوتا رہتا ہے یہ ظاہر ہے کہ نزول ملائکہ انبیاء و اوصیاء ہی پر ہوا کرتا ہے۔ امام مہدی کو اس لئے موجود اور باقی رکھا گیا ہے تاکہ نزول ملائکہ کی مرکزی غرض پوری ہوسکے، اور شب قدر میں انھیں پر نزول ملائکہ ہوسکے حدیث میں ہے کہ شب قدر میں سال بھر کی روزی وغیرہ امام مہدی تک پہونچادی جاتی ہے اور وہی اس تقسیم کرتے رہتے ہیں۔

۷) حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا یہ دوسری بات ہے کے عام لوگ اس حکمت و مصلحت سے واقف نہ ہوں غیبت امام مہدی اسی طرح مصلحت و حکمت خداوندی کی بنا پر عمل میں آئی ہے جس طرح طواف کعبہ، رمی جمرہ وغیرہ ہے جس کی اصل مصلحت خداوند عالم ہی کو معلوم ہے۔

۸) امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمانا ہے کہ امام مہدی کو اس لئے غائب کیا جائے گا تاکہ خداوند عالم اپنی ساری مخلوق کا امتحان کرکے یہ جانچے کہ نیک بندے کون ہیں اور باطل پرست کون لوگ ہیں (اکمال الدین)۔

۹) چونکہ آپ کو اپنی جان کا خوف تھا اور یہ طے شدہ ہے کہ "من خاف علی نفسہ احتاج الی الاستتار" کہ جسے اپنے نفس اور اپنی جان کا خوف ہو وہ پوشیدہ ہونے کو لازمی جانتا ہے (المرتضی)۔

) آپ کی غیبت اس لئے واقع ہوئی ہے کہ خداوند عالم ایک وقت معین میں آل محمد پر جو مظالم کیے گئے ہیں۔ ان کا بدلہ امام مہدی کے ذریعہ سے لے گا یعنی آپ عہد اول سے لے کر بنی امیہ اور بنی عباس کے ظالموں سے مکمل بدلہ لیں گے۔ (اکمال الدین)۔

غیبت امام مہدی جفر جامعہ کی روشنی میں:

علامہ شیخ قندوزی بلخی حنفی رقمطراز ہیں کے سدیر صیرفی کا بیان ہے کہ ہم اور مفضل بن عمر، ابوبصیر، ابان بن تغلب ایک دن صادق آل محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ زمین پر بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ "اے محمد! تمہاری غیبت کی خبر نے میرا دل بے چین کردیا ہے" میں نے عرض کی حضور خدا آپ کی آنکھوں کو کبھی نہ رلائے بات کیا ہے کس لئے حضور گریہ کناں ہیں فرمایا۔ اے سدیر! میں نے آج کتاب "جعفر جامع" میں بوقت صبح امام مہدی کی غیبت کا مطالعہ کیا ہے، اے سدیر! یہ وہ کتاب ہے جس میں "علم ماکان ومایکون" کا اندراج ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب اس میں لکھا ہوا ہے اے سدیر! میں نے اس کتاب میں یہ دیکھا ہے کہ ہماری نسل سے امام مہدی ہوں گے۔ پھر وہ غائب ہوجائیں گے اور ان کی غیبت نیز عمر بہت طویل ہوگی ان کی غیبت کے زمانہ میں مومنین مصائب میں بتلا ہوں گے اور ان کے امتحانات ہوتے رہیں گے اور غیبت میں تاخیر کی وجہ سے ان کے دلوں میں شکوک پیدا ہوتے ہوں گے پھر فرمایا: اے سدیر سنو! ان کی ولادت حضرت موسی کی طرح ہوگی اور ان غیبت عیسی کی مانند ہوگی اور ان کے ظہور کا حال حضرت نوح کے مانند ہوگا اور ان کی عمر حضرت خضر کی عمر جیسی ہوگی (ینابع المودۃ) اس حدیث کی مختصر شرح یہ ہے کہ:

۱) تاریخ میں ہے کہ جب فرعون کو معلوم ہوا کہ میری سلطنت کا زوال ایک مولود بنی اسرائیل کے ذریعہ ہوگا تو اس نے حکم جاری کردیا کہ ملک میں کوئی عورت حاملہ نہ رہنے پائے اور کوئی بچہ باقی نہ رکھا جائے چنانچہ اسی سلسلہ میں ۴۰ ہزار بچے ضائع کئے گئے لیکن نے خدا حضرت موسی کو فرعون کی تمام ترکیبوں کے باوجود پیدا کیا، باقی رکھا اور انھیں کے ہاتھوں سے اس کی سلطنت کا تختہ

الٹوایا۔ اسی طرح امام مہدی کے لئے ہوا کہ تمام بنی امیہ اور بنی عباسیہ کی سعی بلیغ کے باوجود آپ بطن نرجس خاتون سے پیدا ہوئے اور کوئی آپ کو دیکھ تک نہ سکا۔

۲) حضرت عیسی کے بارے میں تمام یہودی اور نصرانی متفق ہیں کہ آپ کو سولی دیدی گئی اور آپ قتل کئے جاچکے، لیکن خدا وندعالم نے اس کی ردفرمادی اور کہ دیا کہ وہ نہ قتل ہوئے ہیں اور نہ ان کو سولی دی گئی ہے یعنی خداوندعالم نے اپنے پاس بلالیا ہے اوروہ آسمان پر امن وامان خدا میں ہیں۔ اسی طرح حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں بھی لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ پیدا ہی نہیں ہوئے حالانکہ وہ پیدا ہوکر حضرت عیسی کی طرح غائب ہو چکے ہیں۔

۳حضرت نوح نے لوگوں کی نافرمانی سے عاجز آکر خدا کے عذاب کے نزول کی درخواست کی خداوند عالم نے فرمایا کہ پہلے ایک درخت لگاؤوہ پھل لائے گاتب عذاب کروں گا اسی طرح نوح نے سات مرتبہ کیا بالاخر اس تاخیر کی وجہ سے آپ کے تمام دوست وموالی اور ایمان دار کافر ہوگئے اور صرف ستر مومن رہ گئے۔ اسی طرح غیبت امام مہدی اور تاخیر ظہور کی وجہ سے ہورہا ہے۔ لوگ فراین پیغمبر اور آئمہ علیہم السلام کی تکذیب کررہے ہیں اور عوام مسلم بلاوجہ اعتراضات کرکے اپنی عاقبت خراب کررہے ہیں اور شاید اسی وجہ سے مشہور ہے کہ جب دنیا میں چالیس مومن کامل رہ جائیں گے تب آپ کا ظہور ہوگا۔

) حضرت خضر جوزندہ اورباقی ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے اور جب کہ حضرت خضر کے زندہ اورباقی رہنے میں مسلمانوں کو کوئی اختلاف نہیں ہے حضرت امام مہدی کے زندہ اورباقی رہنے میں بھی کوئی اختلاف کی وجہ نہیں ہے۔

غیبت صغری وکبری اور آپ کے سفرا

آپ کی غیبت کی دو حیثیت تھی، ایک صغری اوردوسری کبری، غیبت صغری کی مدت ۷۵ یا ۷۳ سال تھی۔ اس کے بعد غیبت کبری شروع ہوگئی غیبت صغری کے زمانے میں آپ کا ایک نائب خاص ہوتا تھا جس کے ذریعہ اہتمام ہر قسم کا نظام چلتا تھا سوال وجواب، خمس وزکوۃ اوردیگر مراحل اسی کے واسطہ طے ہوتے تھے خصوصی مقامات محروسہ میں اسی کے ذریعہ اورسفارش سے سفرا مقرر کئے جاتے تھے۔

سب سے پہلے جنہیں نائب خاص ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کا نام نامی واسم گرامی حضرت عثمان بن سعید عمری تھا آپ حضرت امام علی نقی علیہ السلام اورامام حسن عسکری علیہ السلام کے معتمد خاص اور اصحاب خلص میں سے تھے آپ قبیلہ بنی اسد سے تھے آپ کی کنیت ابو عمر تھی، آپ سامرہ کے قریہ عسکر کے رہنے والے تھے وفات کے بعد آپ بغداد میں دروازہ جبلہ کے قریب مسجد میں دفن کئے گئے آپ ک وفات کے بعد بحکم امام علیہ السلام آپ کے فرزند، حضرت محمد بن عثمان بن سعید اس عظیم منزلت پرفائز ہوئے، آپ کی کنیت ابو جعفر تھی آپ نے اپنی وفات سے ۲ ماہ قبل اپنی قبر کھدوادی تھی آپ کا کہنا تھا کہ میں یہ اس

لئے کررہاہوں کہ مجھے امام علیہ السلام نے بتادیاہے اورمیں اپنی تاریخ وفات سے واقف ہوں آپ کی وفات جمادی الاول ۳۰۵ ہجری میں واقع ہوئی ہے اورآپ ماں کے قریب بمقام دروازہ کوفہ سرراہ دفن ہوئے ۔ پھرآپ کی وفات کے بعد بواسطہ مرحوم حضرت امام علیہ السلام کے حکم سے حضرت حسین بن روح اس منصب عظیم پرفائزہوئے ۔ جعفربن محمدبن عثمان سعیدکاکہناہے ،کہ میرے والد حضرت محمدبن عثمان نے میرے سامنے حضرت حسین بن روح کواپنے بعد اس منصب کی ذمہ داری کے متعلق امام علیہ السلام کاپیغام پہنچایا تھا ۔ حضرت حسین بن روح کی کنیت ابوقاسم تھی آپ محلہ نوبخت کے رہنے والے تھے آپ خفیہ طورپرجملہ ممالک اسلامیہ کادورہ کیاکرتے تھے آپ دونوں فرقوں کے نزدیک معتمد،ثقہ ،صالحاوراامین قراردئے گئے ہیں آپ کی وفات شعبان ۳۲۶ میں ہوئی اورآپ محلہ نوبخت کوفہ میں مدفون ہوئے ہیں آپ کی وفات کے بعد بحکم امام علیہ السلام حضرت علی بن محمد السمری اس عہدہ جلیلہ پرفائزہوئے آپ کی کنیت ابوالحسن تھی ،آپ اپنے فرائض انجام دئے رہے تھے ،جب وقت قریب آیاتوآپ سے کہاگیاکہ آپ اپنے بعد کاکیاانتظام کریں گے ۔ آپ نے فرمایاکہ اب آئندہ یہ سلسہ قائم نہ رہے گا ۔ (مجالس المومنین ص ۸۹ وجزیزہ خضرا ص ۶ وانوارالحسینیہ ص ۵۵) ۔ ملاجامی اپنی کتاب شواہدالنبوت کے ص ۲۱۴ میں لکھتے ہیں کہ محمد السمری کے انتقال سے ۶یوم قبل امام علیہ السلام کا ایک فرمان ناحیہ مقدسہ سے برآمد ہوا ۔ جس میں ان کی وفات کاذکراورسلسہ سفارت کے ختم ہونے کاتذکرہ تھا ۔ امام مہدی کے خط کے عیون الفاظ یہ ہیں

بسم اللہ الرحمن ا لرحیم

” یاعلی بن محمد عظم اللہ اجراخرانک فیک فانک میت مابینک وبین ستة ایام فاجمع امرک ولاترض الی احد یقوم مقامک بعدوفاتک فقد وقعت الغیبة السامة فلاظھورالا بعداذن اللہ تعالی وذلک بعد طول الامد الخ“

ترجمہ : اے علی بن محمد ! خداوندعالم تمھارے بارے میں تمھارے بھائیوں اورتمھارے اوردوستوں کواجرجزیل عطاکرے ،تمہیں معلوم ہوکہ تم چھ یوم میں وفات پانے والے ہو،تم اپنے انتظامات کرلو۔ اورآئندہ کے لئے اپنا کوئی قائم مقام تجویز وتلاش نہ کرو۔ اس لئے کہ غیبت کبری واقع ہوگئی ہے اور اذن خدا کے بغیرظہورناممکن ہوگا ۔ یہ ظہوربہت طویل عرصہ کے بعد ہوگا ۔

غرضکہ چھ یوم گذرنے کے بعد حضرت ابوالحسن علی بن محمدالسمری بتاریخ ۱۵ شعبان ۳۲۹ انتقال فرماگئے ۔ اورپھرکوئی خصوصی سفیرمقررنہیں ہوا اورغیبت کبری شروع ہوگئی ۔

سفراعمومی کے اسماء

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سفرا کے اسماء بھی درج ذیل کردئے جائیں جو انھیں نواب خاص کے ذریعہ اور سفارش سے بحکم امام ممالک محروسہ مخصوصہ میں امام علیہ السلام کا کام کرتے تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے ۔

) بغداد سے حاجز، بلالی، عطار ۔ کوفہ سے عاصمی ۔ اہواز سے محمد بن ابراہیم بن مہریار ۔ ہمدان سے محمد بن صالح ۔ رے سے بسامی واسدی ۔ آذربائیجان سے قسم بن علا ۔ نیشاپور سے محمد بن شاذان ۔ قسم سے احمد بن اسحاق ۔ (غایۃ المقصود جلد ا ص ۱۲۰)۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کے بعد:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت چونکہ خداوندعالم کی طرف سے بطور لطف خاص عمل میں آئی تھی، اس لئے آپ خدائی خدمت میں ہمہ تن منہمک ہوگئے اور غائب ہونے کے بعد آپ نے دین اسلام کی خدمت شروع فرمادی ۔ مسلمانوں، مومنوں کے خطوط کے جوابات دینے، ان کی بوقت ضرورت رہبری کرنے اور انھیں راہ راست دکھانے کا فریضہ اداکرنا شروع کردیا ضروری خدمات آپ زمانہ غیبت صغری میں بواسطہ سفرا یا بلاواسطہ اور زمانہ غیبت کبری میں بلاواسطہ انجام دیتے رہے اور قیامت تک انجام دیتے رہیں گے۔

۳۰۷ ہجری میں آپ کا حجراسود نصب کرنا:

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ زمانہ نیابت میں بعہد حسین بن روح، ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ بارادہ حج بغداد گئے اور وہ مکہ معظمہ پہنچ کر حج کرنے کا فیصلہ کئے ہوئے تھے ۔ لیکن وہ بغداد پہنچ کر سخت علیل ہوگئے ۔ اسی دوران میں آپ نے سنا کہ قرامطہ نے حجراسود کو نکال لیا ہے اور وہ اسے کچھ درست کرکے ایام حج میں پھر نصب کریں گے ۔ کتابوں میں چونکہ پڑھ چکے تھے کہ حجراسود صرف امام زمانہ ہی نصب کرسکتا ہے جیسا کہ پہلے آنحضرت صلعم نے نصب کیا تھا، پھر زمانہ حجاج میں امام زین العابدین نے نصب کیا تھا ۔ اسی بناء پر انھوں نے اپنے ایک کرم فرما "ابن ہشام" کے ذریعہ سے ایک خط ارسال کیا اور اسے کہ دیا کہ جو حجراسود نصب کرے اسے یہ خط دیدینا ۔ نصب حجر کی لوگ سعی کررہے تھے ۔ لیکن وہ اپنی جگہ پر قرار نہیں لیتا تھا کہ اتنے میں ایک خوبصورت نوجوان ایک طرف سے سامنے آیا اور اس نے اسے نصب کردیا اور وہ اپنی جگہ پر مستقر ہوگیا ۔جب وہ وہاں سے روانہ ہوا تو ابن ہشام ان کے پیچھے ہولئے ۔ راستہ میں انھوں نے پلٹ کر کہا اے ابن ہشام، تو جعفر بن محمد کا خط مجھے دیدے ۔دیکھ اس میں اس نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ وہ کب تک زندہ رہے گا ۔ اس سے یہ کہدینا کہ وہ ابھی تیس سال اور زندہ رہے گا یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہوگئے ۔ ابن ہشام نے سارا واقعہ بغداد پہنچ کر جعفر بن قولویہ سے بیان کردیا ۔ غرضکہ وہ تیس سال کے بعد وفات پا گئے ۔(کشف الغمہ ص ۱۳۳) اسی قسم کے کئی واقعات کتاب مذکور میں موجود ہیں ۔

علامہ عبدالرحمن ملاجامی رقمطراز ہیں کہ ایک شخص اسماعیل بن حسن ہرقلی جونواحی حلہ میں مقیم تھا اس کی ران پرایک زخم نمودار ہوگیا تھا جوہرزمانہ بحار میں ابل آتا تھا جس کے علاج سے تمام دنیا کے اطبا عاجزاورقاصر ہوگئے تھے وہ ایک دن اپنے بیٹے شمس الدین کوہمراہ لے کرسیدرضی الدین علی بن طاؤس کی خدمت میں گیا ۔ انھوں نے پہلے توبڑی سعی کی ، لیکن کوئی چارہ کار نہ ہوا ہر طبیب یہ کہتا تھا کہ یہ پھوڑا "رگ الحل" پر ہے اگرا سے نشتر دیا جائے توجان کا خطرہ ہے اس لئے اس کا علاج ناممکن ہے ۔ اسماعیل کا بیان ہے کہ "چون ازاطبامایوس شدم عزیمت مشہدشریف سرمن رائے کردم" جب میں تمام اطباء سے مایوس ہوگیا توسامرہ کے سرداب کے قریب گیا ، اوروہاں پرحضرت صاحب الامرکومتوجہ کیا ، ایک شب دریائے دجلہ سے غسل کرکے واپس آرہا تھا کہ چارسوارنظرآئے ، ان میں سے ایک نے میرے زخم کے قریب ہاتھ پھیرا اورمیں بالکل اچھا ہوگیا میں ابھی اپنی صحت پرتعجب ہی کررہا تھا کہ ان میں سے ایک سوارنے جوسفید ریش تھے کہا کہ تعجب کیا ہے تجھے شفادینے والے امام مہدی علیہ السلام ہیں یہ سن کرمیں نے ان کے قدموں کا بوسہ دیا اوروہ لوگ نظروں سے غائب ہوگئے ۔ (شواہدالنبوت ص ۲۱۴ وکشف الغمہ ص ۱۳۲) ۔

اسحاق بن یعقوب کے نام امام عصر کا خط :

علامہ طبرسی بحوالہ محمدبن یعقوب کلینی لکھتے ہیں کہ اسحق بن یعقوب نے بذریعہ محمدبن عثمان عمری حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خدمت ایک خط ارسال کیا جس میں کئی سوالات مندرج تھے ۔ حضرت نے بخط خود جواب تحریرفرمایا اورتمام سوالات کے جوابات تحریرا عنآیت فرمائے جس کے اجزا یہ ہیں :

۱) جوہمارا منکرہے ، وہ ہم سے نہیں ۔

۲) میرے عزیزوں میں سے جومخالفت کرتے ہیں ، ان کی مثال ابن نوح اوربرادران یوسف کی ہے ۔

۳) فقاع یعنی جوکی شراب کاپینا حرام ہے ۔

۴) ہم تمہارے مال صرف اس لئے (بطورخمس قبول کرتے ہیں کہ تم پاک ہوجاؤ اورعذاب سے نجات حاصل کرسکو ۔

۵) میرے ظہورکرنے اورنہ کرنے کا تعلق صرف خدا سے ہے جولوگ وقت ظہورمقررکرتے ہیں وہ غلطی پرہیں جھوٹ بولتے ہیں ۔

۶) جولوگ یہ کہتے ہیں کہ امام حسین قتل نہیں ہوئے وہ کافرجھوٹے اورگمراہ ہیں ۔

۷) تمام واقع ہونے والے حوادث میں میرے سفراپراعتماد کرو ، وہ میری طرف سے تمہارے لئے حجت ہیں اورمیں حجت اللہ ہوں ۔

۸) "محمد بن عثمان" امین اور ثقہ ہیں اور ان کی تحریر میری تحریر ہے۔

۹) محمد بن علی مہریار اہوازی کا دل انشاء اللہ بہت صاف ہو جائے گا اور انھیں کوئی شک نہ رہے گا۔

۱۰) گانے والی کی اجرت و قیمت حرام ہے۔

۱۱) محمد بن شاذان بن نیعم ہمارے شیعوں میں سے ہے۔

۱۲) ابو الخطاب محمد بن ابی زینب اجدع ملعون ہے اور ان کے ماننے والے بھی ملعون ہیں۔ میں اور میرے باپ دادا اس سے اور اس کے باپ دادا سے ہمیشہ بے زار رہے ہیں۔

۱۳) جو ہمارا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔

۱۴) خمس ہمارے سادات شیعہ کے لئے حلال ہے۔

۱۵) جو لوگ دین خدا میں شک کرتے ہیں وہ اپنے خود ذمہ دار ہیں۔

۱۶) میری غیبت کیوں واقع ہوئی ہے۔ یہ بات خدا کی مصلحت سے متعلق ہے اس کے متعلق سوال بیکار ہے۔ میرے آباؤ اجداد دنیا والوں کے شکنجہ میں رہے ہیں لیکن خدا نے مجھے اس شکنجہ سے بچا لیا ہے جب میں ظہور کروں گا بالکل آزاد ہوں گا۔

) زمانہ غیبت میں مجھ سے فائدہ کیا ہے؟ اس کے متعلق یہ سمجھ لو کہ میری مثال غیبت میں ویسی ہے جیسے ابر میں چھپے ہوئے آفتاب کی۔ میں ستاروں کی مانند اہل ارض کے لئے امان ہوں تم لوگ غیبت اور ظہور سے متعلق سوالات کا سلسلہ بند کرو اور خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرو کہ وہ جلد میرے ظہور کا حکم دے، اے اسحاق! تم پر اور ان لوگوں پر میرا اسلام ہو جو ہدآیت کی اتباع کرتے ہیں۔ (اعلام الوری ص ۲۵۸ مجالس المومنین ص ۱۹۰، کشف الغمہ ص ۱۴۰)۔

شیخ محمد بن محمد کے نام امام زمانہ کا مکتوب گرامی

علما کا بیان ہے کہ حضرت امام عصر علیہ السلام نے جناب شیخ مفید ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا ہے۔ جس میں انھوں نے شیخ مفید کی مدح فرمائی ہے اور بہت سے واقعات سے موصوف کو آگاہ کیا ہے ان کے مکتوب گرامی کا ترجمہ یہ ہے:

میرے نیک برادر اور لائق محب، تم پر میرا اسلام ہو۔ تمہیں دینی معاملہ میں خلوص حاصل ہے اور تم ہمارے بارے میں یقین کامل رکھتے ہو۔ ہم اس خدا کی تعریف کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہم درود بھیجتے ہیں حضرت محمد مصطفی اور ان کی پاک آل پر ہماری دعاء ہے کہ خدا تمہاری توفیقات دینی ہمیشہ قائم رکھے اور تمہیں نصرت حق کی طرف ہمیشہ متوجہ رکھے۔ تم جو ہمارے بارے میں صدق بیانی کرتے رہتے ہو، خدا تم کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ تم نے جو ہم سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا

اوردوستوں کوفائدہ پہونچایا، وہ قابل مدح وستائش ہے ۔ ہماری دعاہے کہ خداتم کو دشمنوں کے مقابلہ میں کامیاب رکھے ۔ اب ذرا ٹھہرجاؤ ۔ اورجیساہم کہتے ہیں اس پر عمل کرو ۔ اگرچہ ہم ظالموں کے امکانات سے دورہیں لیکن ہمارے لئے خداکافی ہے جس نے ہم کوہمارے شیعہ مومنین کی بہتری کے لئے ذرائع دکھائے دیئے ہیں ۔ جب تک دولت دنیا فاسقوں کے ہاتھ میں رہے گی ۔ ہم کوتمہاری خبریں پہونچتی رہیں گی اورتمہارے معاملات کے متعلق کوئی بات ہم سے پوشیدہ نہ رہے گی ۔ ہم ان لغزشوں کوجانتے ہیں جولوگوں سے اپنے نیک اسلاف کے خلاف ظاہرہورہی ہیں ۔ (شاید اس سے اپنے چچا جعفرکی طرف اشارہ فرمایاہے) انھوں نے اپنے عہدوں کوپس پشت ڈال دیاہے، گویاوہ کچھ جانتے ہی نہیں ۔ تاہم ہم ان کی رعآیتوں کوچھوڑنے والے نہیں اورنہ ان کے ذکربھولنے والے ہیں اگرایساہوتاتوان پر مصیبتیں نازل ہوجاتیں اوردشمنوں کوغلبہ حاصل ہوجاتا، پس ان سے کہوکہ خدا سے ڈرواورہمارے امرونہی کی حفاظت کرو اوراللہ اپنے نورکاکامل کرنے والاہے، چاہے مشرک کیسے ہی کراہت کریں ۔ تقیہ کوپکڑے رہو، میں اس کی نجات کاضامن ہوں جوخداکی مرضی کاراستہ چلے گا ۔ اس سال جمادی الاول کامہینہ آئے گاتواس کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا تمہارے لئے زمین وآسمان سے روشن آیتیں ظاہرہوں گی ۔ مسلمانوں کے گروہ حزن وقلق میں بمقام عراق پھنس جائیں گے اوران کی بداعمالیوں کی وجہ سے رزق میں تنگی ہوجائے گی پھریہ ذلت ومصیبت شریروں کی ہلاکت کے بعد دورہوجائیگی ۔ ان کی ہلاکت سے نیک اورمتقی لوگ خوش ہوں گے لوگوں کوچاہیے کہ وہ ایسے کام کریں جن سے ان میں ہماری محبت زیادہ ہو ۔ یہ معلوم ہوناچاہیے کہ جب موت یکایک آجائے گی توباب توبہ بند ہوجائے گا اورخدائی قہرسے نجات نہ ملے گی خداتم کونیکی پرقائم رکھے ،اورتم پررحمت نازل کرے ۔ ”

میرے خیال میں یہ خط عہد غیبت کبری کاہے، کیونکہ شیخ مفیدکی ولادت ۱۱ ذیقعدہ ۳۳۶ ہجری ہے اوروفات ۳ رمضان ۴۱۳ میں ہوئی ہے اورغیبت صغری کااختتام ۱۵ شعبان ۳۲۹ میں ہواہے علامہ کبیرحضرت شہیدثالث علامہ نوراللہ شوشتری مجالس المومنین کے ص ۲۰۶ میں لکھتے ہیں کہ شیخ مفید کے مرنے کے بعد حضرت امام عصرنے تین شعرارسال فرمائے تھے جومرحوم کی قبرپرکندہ ہیں ۔

ان حضرات کے نام جنھوں نے زمانہ غیبت صغری میں امام کودیکھا ہے

چاروکلائے خصوصی اورسات وکلائے عمومی کے علاوہ جن لوگوں نے حضرت امام عصرعلیہ السلام کودیکھا ہے ان کے اسماء میں سے بعض کے نام یہ ہیں :

بغداد کے رہنے والوں میں سے (۱) ابوالقاسم بن رئیس (۲) ابوعبداللہ ابن فروخ (۳) مسرورالطباخ (۴ ۔ ۵) احمدومحمدپسران حسن (۶) اسحاق کاتب ازنوبخت (۷) صاحب الفرا (۸) صاحب الصرة المختومہ (۹) ابوالقاسم بن ابی جلیس (۱۰) ابوعبداللہ

الکندی (۱۱) ابوعبداللہ الجنیدی (۱۲) ہارون الفراز (۱۳) النیلی (ہمدان کے باشندوں میں سے) (۱۴) محمد بن کشمر (۱۵) و جعفر بن ہمدان (دینور کے رہنے والوں میں سے) (۱۶) حسن بن ہروان (۱۷) احمد بن ہروان (ازاصفہان) (۱۸) ابن بازشالہ (ازضیمر) (۱۹) زیدان (ازقم) (۲۰) حسن بن نصر (۲۱) محمد بن محمد (۲۲) علی بن محمد بن اسحاق (۲۳) محمد بن اسحاق (۲۴) حسن بن یعقوب (ازری) (۲۵) قسم بن موسی (۲۶) فرزند قسم بن موسی (۹۲۷ ابن محمد بن ہارون (۲۸) صاحب الحصاقہ (۲۹) علی بن محمد (۳۰) محمد بن یعقوب کلینی (۳۱) ابوجعفر الرقا (ازقزوین) (۳۲) مرواس (۳۳) علی بن احمد (ازفارس) (۳۴) المجروح (ازشہزور) (۳۵) ابن الجمال (ازقدس) (۳۶) مجروح (ازمرو) (۳۷) صاحب الالف دینار (۳۸) صاحب المال والرقۃ البیضا (۳۹) ابوثابت (ازنیشابور) (۴۰) محمد بن شعیب بن صالح (ازیمن) (۴۱) فضل بن برید (۴۲) حسن بن فضل (۴۳) جعفری (۴۴) ابن الاعجمی (۴۵) شمشاطی (ازمصر) (۴۶) صاحب المولودین (۴۷) صاحب المال (۴۸) ابورحا (ازنصیبین) (۴۹) ابومحمد ابن الوجنا (ازاہواز) (۵۰) الحصینی (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۲۱)۔

۹ زیارت ناحیہ اور اصول کافی:

کہتے ہیں کہ اسی زمانہ غیبت صغری میں ناحیہ مقدسہ سے ایک ایسی زیارت برآمد ہوئی ہے جس میں تمام شہدا کربلا کے نام اور انکے قاتلوں کے آسماہیں ۔ اس "زیارت ناحیہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اصول کافی جو کہ حضرت ثقۃ الاسلام علامہ کلینی المتوفی ۳۲۸ کی ۲۰ سالہ تصنیف ہے وہ جب امام عصر کی خدمت میں پیش ہوئی تو آپ نے فرمایا: "ہذا کاف لشیعتنا۔" یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے زیارت ناحیہ کی توثیق بہت سے علماء نے کی ہے جن میں علامہ طبرسی اور مجلسی بھی ہیں دعائے سباسب بھی آپ ہی سے مروی ہے ۔

غیبت کبری میں امام مہدی کا مرکزی مقام:

امام مہدی علیہ السلام چونکہ اسی طرح زندہ اورباقی ہیں جس طرح حضرت عیسی ، حضرت ادریس ، حضرت خضر ، حضرت الیاس ۔ نیز دجال بطال ، یاجوج ماجوج اور ابلیس لعین زندہ اورباقی ہیں اوران سب کا مرکزی مقام موجود ہے ۔ جہاں یہ رہتے ہیں مثلا حضرت عیسی چوتھے آسمان پر (قرآن مجید) حضرت ادریس جنت میں (قرآن مجید) حضرت خضر اورالیاس ، مجمع البحرین یعنی دریائے فارس وروم کے درمیان پانی کے قصر میں (عجائب القصص علامہ عبدالواحد ص ۱۷۶) اوردجال بطال طبرستان کے جزیرہ مغرب میں (کتاب غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۰۲) اوریاجوج ماجوج بحیرہ روم کے عقب میں دوپہاڑوں کے درمیان (کتاب غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۴۷) اورابلیس لعین ، استعمارارضی کے وقت والے پایہ تخت ملتان میں (کتاب ارشاد الطالبین علامہ اخوند درویزہ ص ۲۴۳) تو

لامحالہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا بھی کوئی مرکزی مقام ہونا ضروری ہے جہاں آپ تشریف فرما ہوں اور وہاں سے ساری کائنات میں اپنے فرائض انجام دیتے ہوں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ زمانہ غیبت میں حضرت امام مہدی علیہ السلام (جزیرہ خضرا اور بحر ابیض) میں اپنی اولاد اپنے اصحاب سمیت قیام فرما ہیں اور وہیں سے باعجاز تمام کام کیا کرتے اور ہر جگہ پہنچا کرتے ہیں، یہ جزیرہ خضرا سرزمین ولآیت بربریں درمیان دریائے اندلس واقع ہے یہ جزیرہ معمور و آباد ہے، اس دریا کے ساحل میں ایک موضع بھی ہے جو بشکل جزیرہ ہے اسے اندلس والے (جزیرہ رفضہ) کہتے ہیں، کیونکہ اس میں ساری آبادی شیعوں کی ہے اس تمام آبادی کی خوراک وغیرہ جزیرہ خضرا سے براہ بحر ابیض سال میں دوبار ارسال کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو (تاریخ جہاں آرا۔ ریاض العماء، کفایۃ المہدی، کشف القناع، ریاض المومنین، غایۃ المقصود، رسالہ جزیرہ خضراء و بحر ابیض اور مجالس المومنین علامہ نوراللہ شوشتری و بحارالانوار، علامہ مجلسی کتاب روضۃ الشہداء علامہ حسین واعظ کاشفی ص ۴۳۹ میں امام مہدی کے اقصائے بلاد مغرب میں ہونے اوران کے شہروں پر تصرف رکھنے اور صاحب اولاد وغیرہ ہونے کا حوالہ ہے۔ امام شبلنجی علامہ عبدالمومن نے بھی اپنی کتاب نورالابصار کے ص ۱۵۲ میں اس کی طرف بحوالہ کتاب جامع الفنون اشارہ کیا ہے، غیاث اللغات کے ص ۷۲ میں ہے کہ یہ وہ دریا ہے جس کے جانب مشرق چین، جانب غربی یمن، جانب شمالی ہند، جانب جنوبی دریائے محیط واقع ہے۔ اس بحر ابیض و اخضر کا طول ۲ ہزار فرسخ اور عرض پانچ سو فرسخ ہے اس میں بہت سے جزیزے آباد ہیں جن میں ایک سراندیب بھی ہے اس کتاب کے ص ۲۹۵ میں ہے کہ "صاحب الزمان" حضرت امام مہدی علیہ السلام کا لقب ہے علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ جس مکان میں رہتے ہیں اسے "بیت الحمد" کہتے ہیں۔ (اعلام الوری ص ۲۶۳)۔

جزیرہ خضرا میں امام علیہ السلام سے ملاقات

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی قیام گاہ جزیرہ خضرا میں جو لوگ پہنچے ہیں۔ ان میں سے شیخ صالح، شیخ زین العابدین ملی بن فاضل مازندرانی کا نام نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ آپ کی ملاقات کی تصدیق، فضل بن یحیی بن علی طبیعی کوفی و شیخ عالم عامل شیخ شمس الدین نجح حلی و شیخ جلال الدین، عبداللہ ابن عوام حلی نے فرمائی ہے۔ علامہ مجلسی نے آپ کے سفر کی ساری و ئیداد ایک رسالہ کی صورت میں ضبط کیا ہے۔ جس کا مفصل ذکر بحارالانوار میں موجود ہے رسالہ جزیرہ خضراء کے ص ۱ میں ہے کہ شیخ اجل سعید شہید بن محمد مکی اور میر شمس الدین محمد اسداللہ شوشتری نے بھی تصدیق کی ہے۔

مؤلف کتاب ہذا کہتا ہے کہ حضرت کی ولادت حضرت کی غیبت، حضرت کا ظہور وغیرہ جس طرح رمز خداوندی اور راز الہی ہے اسی طرح آپ کی جائے قیام بھی ایک راز ہے جس کی اطلاع عام ضروری نہیں ہے، واضح ہو کہ کولمبس کے ادراک سے قبل بھی امریکہ کا وجود تھا۔

امام غائب کا ہر جگہ حاضر ہونا

احادیث سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام جو کہ مظہر العجائب حضرت علی کے پوتے، ہر مقام پر پہونچتے اور ہر جگہ اپنے ماننے والوں کے کام آتے ہیں۔ علما نے لکھا ہے کہ آپ بوقت ضرورت مذہبی لوگوں سے ملتے ہیں لوگ انھیں دیکھتے ہیں یہ اور بات ہے کہ انھیں پہچان نہ سکیں۔(غایۃ المقصود)۔

امام مہدی اور حج کعبہ

یہ مسلمات میں سے ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہر سال حج کعبہ کے لئے مکہ معظمہ اسی طرح تشریف لے جاتے ہیں جس طرح حضرت خضر و الیاس جاتے ہیں (سراج القلوب ۷۷) علی احمد کوفی کا بیان ہے کہ میں طواف کعبہ میں مصروف و مشغول تھا کہ میری نظر ایک نہایت خوبصورت نوجوان پر پڑی، میں نے پوچھا آپ کون ہیں ؟ اور کہاں سے تشریف لائے ہیں ؟ آپ نے فرمایا "انا المھدی وانا القائم۔" میں مہدی آخر الزماں اور قائم آل محمد ہوں۔ غانم ہندی کا بیان ہے کہ میں امام مہدی کی تلاش میں ایک مرتبہ بغداد گیا، ایک پل سے گزرتے ہوئے مجھے ایک صاحب ملے اور وہ مجھے ایک باغ میں لے گئے اور انھوں نے مجھ سے ہندی زبان میں کلام کیا اور فرمایا کہ تم امسال حج کے لئے نہ جاؤ، ورنہ نقصان پہونچے گا محمد بن شاذان کا کہنا ہے کہ میں ایک دفعہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت امام مہدی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے میرا پورا نام لے کر مجھے پکارا، چونکہ میرے پورے نام سے کوئی واقف نہ تھا اس لئے مجھے تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں ؟فرمایا میں امام زمانہ ہوں۔ علامہ شیخ سلیمان قندوزی بلخی تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن صالح نے کہا کہ میں نے غیبت کبری کے بعد امام مہدی علیہ السلام کو حجر اسود کے نزدیک اس حال میں کھڑے ہوئے دیکھا کہ انھیں لوگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ (ینابیع المودۃ)۔

زمانہ غیبت کبری میں امام مہدی کی بیعت :

حضرت شیخ عبداللطیف حلبی حنفی کا کہنا ہے کہ میرے والد شیخ ابراہیم حسین کا شمار حلب کے مشائخ عظام میں تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے مصری استاد نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ (ینابیع المودۃ باب ۸۵ ص ۳۹۲)

امام مہدی کی مومنین سے ملاقات :

رسالہ جزیرہ خضرا کے ص ۱۶ میں بحوالہ احادیث آل محمد مرقوم ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام سے ہر مومن کی ملاقات ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مومنین انھیں مصلحت خداوندی کی بناء پر اس طرح نہ پہچان سکیں جس طرح پہچاننا چاہیے مناسب معلوم ہوتا ہے اس مقام پر میں اپنا ایک خواب لکھ دوں ۔ واقعہ یہ ہے کہ آج کل جبکہ میں امام زمانہ کے حالات لکھ رہا ہوں حدیث مذکورہ پر نظر ڈالنے کے بعد فوراً ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مولا سب کو دکھائی دیتے ہیں ، لیکن مجھے آج تک نظر نہیں آئے ، اس کے بعد میں استراحت پر گیا اور سونے کے ارادے سے لیٹا ابھی نیند نہ آئی تھی اور قطعی طور پر نیم بیداری کی حالت میں تھا کہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ میرے کان سے جانب مشرق تا بحد نظر ایک قوسی خط پڑا ہوا ہے یعنی شمال کی جانب کا سارا حصہ عالم پہاڑ ہے اور اس پر امام مہدی علیہ السلام برہنہ تلوار لئے کھڑے ہیں اور یہ کہتے ہوئے کہ "نصف دنیا آج ہی فتح کر لوں گا ۔" شمال کی جانب ایک پاؤں بڑھا رہے ہیں آپ کا قد عام انسانوں کے قد سے ڈیوڑھا اور جسم دوہرا ہے ، بڑی بڑی سرمگین آنکھیں اور چہرہ انتہائی روشن ہے آپ کے پٹے کٹے ہوئے ہیں اور سارا لباس سفید ہے اور وقت عصر کا ہے۔

یہ واقعہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۸ شب یکشنبہ بوقت ساڑھے چار بجے شب کا ہے۔

ملا محمد باقر داماد کا امام عصر سے استفادہ کرنا :

ہمارے اکثر علما علمی مسائل اور مذہبی و معاشرتی مراحل حضرت امام مہدی ہی سے طے کرتے آئے ہیں ملا محمد باقر داماد جو ہمارے عظیم القدر مجتہد تھے ان کے متعلق ہے کہ ایک شب آپ نے ضریح نجف اشرف میں ایک مسئلہ لکھ کر ڈالا اس کے جواب میں ان سے تحریراً کہا گیا کہ تمھارا امام زمانہ اس وقت مسجد کوفہ میں نماز گذار رہے ہے تم وہاں جاؤ، وہ وہاں جا پہونچے ، خود بخود دروازہ مسجد کھل گیا ۔ اور آپ اندر داخل ہو گئے آپ نے مسئلہ کا جواب حاصل کیا او آپ مطمئن ہو کر برآمد ہوئے۔

جناب بحر العلوم کا امام زمانہ سے ملاقات کرنا :

کتاب قصص العلما مولفہ علامہ تنکابنی ص ۵۵ میں مجتہد اعظم کربلائے معلی جناب آقا محمد مہدی بحر العلوم کے تذکرہ میں مرقوم ہے کہ ایک شب آپ نماز میں اندرون حرم مشغول تھے کہ اتنے میں امام عصر اپنے اب وجد کی زیارت کے لئے تشریف لائے جس کی وجہ سے ان کی زبان میں لکنت ہوئی اور بدن میں ایک قسم کا رعشہ پیدا ہو گیا پھر جب وہ واپس تشریف لے گئے تو ان پر جو ایک خاص قسم کی کیفیت طاری تھی وہ جاتی رہی ۔ اس کے علاوہ آپ کے اسی قسم کے کئی واقعات کتاب مذکورہ میں مندرج ہیں ۔

امام مہدی علیہ السلام کا حمایت مذہب فرمانا واقعہ انار:

کتاب کشف الغمہ ۱۳۳ میں ہے کہ سید باقی بن عطوہ امامیہ مذہب کے تھے اوران کے والدزیدیہ خیال رکھتے تھے ایک دن ان کے والدعطوہ نے کہا کہ میں سخت علیل ہوگیاہوں اوراب بچنے کی کوئی امیدنہیں ۔ہرقسم کے اطبا کاعلاج کراچکاہوں ، اے نورنظر! میں تم سے وعدہ کرتاہوں کہ اگرمجھے تمہارے امام نے شفادیدی ،تومیں مذہب امامیہ اختیارکرلوں گا یہ کہنے کے بعد جب یہ رات کوبستر پرگئے توامام زمانہ کاان پرظہورہوا، امام نے مقام مرض کواپناہاتھ سے مس کردیا اوروہ مرض جاتارہا عطوہ نے اسی وقت مذہب امامیہ اختیارکرلیا اور رات ہی میں جاکر اپنے فرزندباقی علوی کوخوشخبری دیدی ۔

اسی طرح کتاب جواہرالبیان میں ہے کہ بحرین کاوالی نصرانی اوراس کاوزیرخارجی تھا ،وزیرنے بادشاہ کے سامنے چندتازہ انار پیش کئے جن پرخلفا کے نام علی الترتیب کندہ تھے اوربادشاہ کویقین دلایاکہ ہمارامذہب حق ہے اورترتیب خلافت منشاقدرت کے مطابق درست ہے بادشاہ کے دل میں یہ بات کچھ اس طرح بیٹھ گئی کہ وہ یہ سمجھنے پرمجبور ہوگیا کہ وزیرکامذہب حق ہے اورامامیہ راہ باطل پرگامزن ہیں ،چنانچہ اس نے اپنے خیال کی تکمیل کے لئے جملہ علما امامیہ کوجواس کے عہد حکومت تھے بلابھیجا اورانھیں انار دکھاکر ان سے کہاکہ اس کی ردمیں کوئی معقول دلیل لاؤ ورنہ ہم تمہیں قتل کرکے تمام مذہب کوبیخ وبن سے اکھاڑدیں گے ،اس واقعہ نے علماکرام میں ایک عجیب قسم کاہیجان پیداکردیا ، بالاخرسب علماء آپس میں مشورہ کے بعد ایسے دس علما پر متفق ہوگئے جوان میں نسبتا مقدس تھے اورپروگرام یہ بنایاکہ جنگل میں ایک ایک عالم بوقت شب جاکرامام زمانہ سے استعانت کرے ،چونکہ ایک شب کی مہلت ومدت ملی تھی ، اس لئے پریشانی زیادہ تھی غرضکہ علماء نے جنگل میں جاکرامام زمانہ سے فریادکاسلسلہ شروع کیا۔دوعالم اپنی اپنی مدت ، فریادوفغاں ختم ہونے پرجب واپس آئے اورتیسرے عالم حضرت محمدبن علی کی باری آئی توآپ نے بدستور صحرامیں جاکر مصلی بچھادیا ، اورنماز کے بعد امام زمانہ کواپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوکر واپس آتے ہوئے انھیں ایک شخص راستے میں ملا اس نے پوچھا ۔کیابات ہے کیوں پریشان ہو،آپ نے عرض کی امام زمانہ کی تلاش ہے اوروہ تشریف لانہیں رہے ۔ اس شخص نے کہا : " اناصاحب العصرفاذکرحاجتک " میں ہی تمہارا امام زمانہ ہوں ، کہوکیاکہتے ہو محمدبن علی نے کہا کہ اگرآپ صاحب العصرہیں توآپ سے حاجت بیان کرنے کی ضرورت کیا،آپ کوخود ہی علم ہوگا ۔

اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ سنو! وزیرکے فلاں کمرہ میں ایک لکڑی کا صندوق ہے اس مٹی کے چند سانچے رکھے ہوئے ہیں جب انار چھوٹاہوتاہے وزیراس پرسانچہ چڑھادیتاہے ۔ اورجب وہ بڑھتاہے تواس پروہ نام کندہ ہوجاتے ہیں جوسانچہ میں کندہ ہیں محمدبن علی ! تم بادشاہ کواپنے ہمراہ لے جاکروزیرکے دجل وفریب کوواضح کردو،وہ اپنے ارادہ سے بازآجائے گا اوروزیرکوسزا دے گا چنانچہ ایساہی کیاگیا اوروزیربرخواست کردیاگیا ۔ (کتاب بدایع الاخبارملا اسماعیل سبزواری ص ۱۵۰ وسفینۃ البحارجلد ۱ ص ۵۳۶ طبع نجف اشرف)۔

امام عصر کا واقعہ کربلا بیان کرنا :

حضرت امام مہدی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ " کھیعص " کا کیا مطلب ہے تو فرمایا کہ اس میں (ک) سے کربلا (ہ) سے ہلاکت عترت (ی) سے یزید ملعون (ع) سے عطش حسینی (ص) سے صبر آل محمد مراد ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ آیت میں جناب زکریا کا ذکر کیا گیا ہے ۔جب زکریا کو واقعہ کربلا کی اطلاع ہوئی تو وہ تین روز تک مسلسل روتے رہے ۔(تفسیر صافی ص ۲۷۹) ۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے طول عمر کی بحث :

بعض مستشرقین وماہرین اعمار کا کہنا ہے کہ "جن کے اعمال وکردار اچھے ہوتے ہیں اور جن کا صفائے باطن کامل ہوتا ہے ان کی عمریں طویل ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ علما فقہاء اور صلحا کی عمریں اکثر طویل دیکھی گئی ہیں اور ہو سکتا ہے کہ طول عمر مہدی علیہ السلام کی یہ بھی ایک وجہ ہو ، ان سے قبل جو آئمہ علیہم السلام گزرے وہ شہید کردیئے گئے ، اور ان پر دشمنوں کا دسترس نہ ہوا ، تو یہ زندہ رہ گئے اور اب تک باقی ہیں لیکن میرے نزدیک عمر کا تقرر و تعین دست ایزد میں ہے اسے اختیار ہے کہ کسی کی عمر کم رکھے کسی کی زیادہ اس کی معین کردہ مدت عمر میں ایک پل کا بھی تفرقہ نہیں ہو سکتا ۔

تواریخ واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوندعالم نے بعض لوگوں کو کافی طویل عمریں عطا کی ہیں ۔ عمر کی طوالت مصلحت خداوندی پر مبنی ہے اس سے اس نے اپنے دوست اور دشمن دونوں کو نوازا ہے ۔دوستوں میں حضرت عیسی ، حضرت ادریس ، حضرت خضر وحضرت الیاس ، اور دشمنوں میں سے ابلیس لعین ، دجال بطال ، یاجوج ماجوج وغیرہ ہیں اور ہو سکتا ہے کہ چونکہ قیامت اصول دین اسلام سے ہے اور اس کی آمد میں امام مہدی کا ظہور خاص حیثیت رکھتا ہے لہذا ان کا زندہ وباقی رکھنا مقصود رہا ہو ، اور ان کے طول عمر کے اعتراض کو رد اور رفع ودفع کرنے کے لئے اس نے بہت سے افراد کی عمریں طویل کردی ہوں مذکورہ افراد کو جانے دیجئے ۔ عام انسانوں کی عمروں کو دیکھئے بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جن کی عمریں کافی طویل رہی ہیں ، مثال کے لئے ملاحظہ ہو :

۱) ۔ لقمان کی عمر ۳۵۰۰ سال ۔(۲) عوج بن عنق کی عمر ۳۳۰۰ سال اور بقولے ۳۶۰۰ سال ۔ (۳) ذوالقرنین کی عمر ۳۰۰۰ سال ۔ (۴) حضرت نوح و(۵) ضحاک و(۶) طہمورث کی عمریں ۱۰۰۰ سال ۔(۷) قینان کی عمر ۹۰۰ سال ۔ (۸) مہلائیل کی عمر ۸۰۰ سال (۹) نفیل بن عبداللہ کی عمر ۷۰۰ سال ۔ (۱۰) ربیعہ بن عمر عرف سطیع کاہن کی عمر ۶۰۰ سال ۔ (۱۱) حاکم عرب عامر بن ضرب کی عمر ۵۰۰ سال ۔ (۱۲) سام بن نوح کی عمر ۵۰۰ سال ۔ (۱۳) حرث بن مضاض جرہمی کی عمر ۴۰۰ سال ۔ (۱۴) ارفخشد کی عمر ۴۰۰ سال ۔ (۱۵) درید بن زید کی عمر ۴۵۶ سال ۔ (۱۶) سلمان فارسی کی عمر ۴۰۰ سال ۔ (۱۷) عمرو بن روسی کی عمر ۴۰۰ سال ۔ (۱۸) زہیر بن جناب بن

عبداللہ کی عمر ۴۳۰ سال۔ (۱۹) حرث بن ضیاص کی عمر ۴۰۰ سال۔ (۲۰) کعب بن جمجہ کی عمر ۳۹۰ سال۔ (۲۱) نصر بن دھمان بن سلیمان کی عمر ۳۹۰ سال۔ (۲۲) قیس بن ساعدہ کی عمر ۳۸۰ سال۔ (۲۳) عمر بن ربیعہ کی عمر ۳۳۳ سال۔ (۲۴) اکثم بن ضیفی کی عمر ۳۳۶ سال۔ (۲۵) عمر بن طفیل عدوانی کی عمر ۲۰۰ سال تھی (غایۃ المقصود ص ۱۰۳ اعلام الوری ص ۲۷۰) ان لوگوں کی طویل عمروں کو دیکھنے کے بعد ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ "چونکہ اتنی عمر کا انسان نہیں ہوتا، اس لئے امام مہدی کا وجود ہم تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ امام مہدی علیہ السلام کی عمر اس وقت ۱۳۹۳ ہجری میں صرف گیارہ سو اڑتالیس سال کی ہوتی ہے جو مذکورہ عمروں میں سے لقمان حکیم اور ذوالقرنین جیسے مقدس لوگوں کی عمروں سے بہت کم ہے۔

الغرض قرآن مجید، اقوال علما اسلام اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی پیدا ہو کر غائب ہو گئے ہیں اور قیامت کے قریب ظہور کریں گے، اور آپ اسی طرح زمانہ غیبت میں بھی حجت خدا ہیں جس طرح بعض انبیاء اپنے عہد نبوت میں غائب ہونے کے دوران میں بھی حجت تھے (عجائب القصص ص ۱۹۱) اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ آپ زندہ اور باقی موجود ہیں کیونکہ جس کے پیدا ہونے پر علما کا اتفاق ہو اور وفات کا کوئی ایک بھی غیر متعصب عالم قائل نہ ہو اور

طویل العمر انسانوں کے ہونے کی مثالیں بھی موجود ہوں تو لامحالہ اس کا موجود اور باقی ہونا ماننا پڑے گا۔ دلیل منطقی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے لہذا امام مہدی زندہ اور باقی ہیں۔

ان تمام شواہد اور دلائل کی موجودگی میں جن کا ہم نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے، مولوی محمد امین مصری کا رسالہ "طلوع اسلام" کراچی جلد ۱۴ ص #۵۴ و #۹۴ میں یہ کہنا کہ:

"شیعوں کو ابتداء روی زمین پر کوئی ظاہری مملکت قائم کرنے میں کامیابی نہ ہو سکی، ان کو تکلیفیں دی گئیں اور پراکندہ اور منتشر کر دیا گیا تو انھوں نے ہمارے خیال کے مطابق امام منتظر اور مہدی وغیرہ کے پرامید عقائد ایجاد کر لئے تاکہ عوام کی ڈھارس بندھی رہے۔"

اور ملا اخوند درویزہ کا کتاب ارشاد الطالبین ص ۳۹۶ میں یہ فرمانا کہ:

"ہندوستان میں ایک شخص عبداللہ نامی پیدا ہوگا جس کی بیوی کا ایمنہ (آمنہ) ہوگی، اس کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نان محمد ہوگا وہی کوفہ جا کر حکومت کرے گا

لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں کہ امام مہدی وہی ہیں جو امام حسن عسکری کے فرزند ہیں۔ الخ حد درجہ مضحکہ خیز، افسوس ناک اور حیرت انگیز ہے، کیونکہ علما فریقین کا اتفاق ہے کہ "المھدی من ولدالامام الحسن العسکری۔" امام مہدی حضرت امام حسن عسکری کے بیٹے ہیں اور ۱۵ شعبان ۲۵۵ کو پیدا ہو چکے ہیں، ملاحظہ ہو، اسعاف الراغبین، وفیات الاعیان، روضۃ الاحباب، تاریخ

ابن الوردی، ینابع المودة، تاریخ کامل، تاریخ طبری، نورالابصار، اصول کافی، کشف الغمہ، جلاالعیون، ارشادمفید، اعلام الوری، جامع عباسی، صواعق محرقہ، مطالب السول، شواہدالنبوت، ارجح المطالب، بحارالانوار ومناقب وغیرہ۔

حدیث نعثل اورامام عصر:

نعثل ایک یہودی تھا جس سے حضرت عائشہ، حضرت عثمان کوتشبیہ دیاکرتی تھیں، اوررسول اسلام علیہ السلام کب بعد فرمایا کرتی تھیں: اس نعثل اسلامی کو عثمان کوقتل کردو۔ (ملاحظہ ہو، نہایۃ اللغۃ علامہ ابن اثیرجزری ص ۳۲۱) یہی نعثل ایک دن حضوررسول کریم کی خدمت میں حاضرہوکر عرض پردازہوا مجھے اپنے خدا، اپنے دین، اپنے خلفا کاتعارف کرائیے اگرمیں آپ کے جواب سے مطمئن ہوگیا تو مسلمان ہوجاؤں گا۔ حضرت نے نہآیت بلیغ اوربہترین انداز میں خلاق عالم کاتعارف کرایا، اس کے بعددین اسلام کی وضاحت کی۔ "قال صدقت۔" نعثل نے کہا آپ نے بالکل درست فرمایا پھراس نے عرض کی مجھے اپنے وصی سے آگاہ کیجئے اوربتائیے کہ وہ کون ہے یعنی جس طرح ہمارے نبی حضرت موسی کے وصی یوشع بن نون ہیں اس طرح آپ کے وصی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میرے وصی علی بن ابی طالب اوران کے فرزند حسن وحسین پھرحسین کے صلب سے نوبیٹے قیامت تک ہوں گے۔ اس نے کہا سب کے نام بتائیے آپ نے بارہ اماموں کے نام بتائے ناموں کوسننے کے بعد وہ مسلمان ہوگیا اورکہنے لگا کہ میں نے کتب آسمانی میں ان بارہ ناموں کو اسی زبان کے الفاظ میں دیکھا ہے، پھراس نے ہروصی کے حالات بیان کئے، کربلا کاہونے والا واقعہ بتایا، امام مہدی کی غیبت کی خبردی اورکہا کہ ہمارے بارہ اسباط میں سے لادی بن برخیاغائب ہوگئے تھے پھرمدتوں کے بعد ظاہر ہوئے اورازسرنودین کی بنیادیں استوارکیں۔ حضرت نے فرمایا اسی طرح ہمارابارہواں جانشین امام مہدی محمدبن حسن طویل مدت تک غائب رہ کر ظہورکرے گا۔ اوردنیا کو عدل وانصاف سے بھردے گا۔ (غایۃ المقصود ص ۱۳۴ بحوالہ فرائدالسمطین حموینی)۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کاظہورموفورالسرور:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہورسے پہلے جوعلامات ظاہرہوں گے ان کی تکمیل کے دوران ہی نصاری فتح ممالک عالم کا ارادہ کرکے اٹھ کھڑے ہوں گے اوربیشمار ممالک پرقابو حاصل کرنے کے بعد ان پرحکمرانی کریں گے اسی زمانہ میں ابوسفیان کی نسل سے ایک ظالم پیداہوگا جوعرب وشام پرحکمرانی کرے گا۔ اس کی دلی تمنا یہ ہوگی کہ سادات کے وجود سے ممالک محروسہ خالی کردئیے جائیں اورنسل محمدی کا ایک فرزند بھی باقی نہ رہے۔ چنانچہ وہ سادات کو نہآیت بے دردی سے قتل کرے گا۔ پھراسی اثنا میں بادشاہ روم کونصاری کے ایک فرقہ سے جنگ کرنا پڑے گی شاہ روم ایک فرقہ کوہمنوا بناکردوسرے فرقہ سے جنگ کرے گا اورشہر قسطنطنیہ پرقبضہ کرلے گا۔ قسطنطنیہ کا بادشاہ وہاں سے بھاگ کر شام میں پناہ لے گا، پھروہ نصاری کے دوسرے فرقہ کی معاونت سے

فرقہ مخالف کے ساتھ نبرد آزما ہوگا یہاں تک کہ اسلام کی زبردست فتح نصیب ہوگی فتح اسلام کے باوجود نصاری شہرت دیں گے کہ "صلیب" غالب آگئی، اس پر نصاری اور مسلمانوں میں جنگ ہوگی اور نصاری غالب آجائیں گے۔ بادشاہ اسلام قتل ہوجائے گا۔ اور ملک شام پر بھی نصرانی جھنڈا لہرانے لگے گا اور مسلمانوں کا قتل عام ہوگا۔ مسلمان اپنی جان بچاکر مدینہ کی طرف کوچ کریں گے اور نصرانی اپنی حکومت کو وسعت دیتے ہوئے خیبر تک پہونچ جائیں گے اسلامیان عالم کے لئے کوئی پناہ نہ ہوگی۔ مسلمان اپنی جان بچانے سے عاجز ہوں گے اس وقت وہ گروہ درگروہ سارے عالم میں امام مہدی علیہ السلام کو تلاش کریں گے، تاکہ اسلام محفوظ رہ سکے اور ان کی جانیں بچ سکیں اور عوام ہی نہیں بلکہ قطب، ابدال، اور اولیا جستجو میں مشغول و مصروف ہوں گے کہ ناگاہ آپ مکہ معظمہ میں رکن و مقام کے درمیان سے برآمد ہوں گے۔ (قیامت نامہ قدوۃ المحدثین شاہ رفیع الدین دہلوی ص ۳ طبع پشاور ۱۹۲۶) علما فریقین کا کہنا ہے کہ آپ قریہ "کرعہ" سے روانہ ہوکر مکہ معظمہ سے ظہور فرمائیں گے (غایۃ المقصود ص ۱۶۵، نورالابصار ۱۵۴) علامہ کنجی شافعی اور علی بن محمد صاحب کفایۃ الاثر کا بحوالہ ابوہریرہ بیان ہے کہ حضرت سرور کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام مہدی قریہ کرعہ جو مدینہ سے بطرف مکہ تیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے (مجمع البحرین ۴۳۵) نکل کر مکہ معظمہ سے ظہور کریں گے، وہ میری زرہ پہنے ہوں گے اور میرا عمامہ باندھے ہوں گے ان کے سر پر ابر کا سایہ ہوگا اور ملک آواز دیتا ہوگا کہ یہی امام مہدی ہیں ان کی اتباع کرو ایک روآیت میں ہے کہ جبرئیل آواز دیں گے اور "ہوا" اس کو ساری کائنات میں پہنچا دے گی اور لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوجائیں گے (غایۃ المقصود ۱۶۵)۔

لغت سروری ۵۳۰ میں ہے کہ آپ قصبہ خیرواں سے ظہور فرمائیں گے۔ معصوم کا فرمانا ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے متعلق کسی کا کوئی وقت معین کرنا فی الحقیقت اپنے آپ کو علم غیب میں خدا کا شریک قرار دینا ہے۔ وہ مکہ میں بے خبر ظہور کریں گے، ان کے سر پر زرد رنگ کا عمامہ ہوگا بدن پر رسالت مآب صلعم کی چادر اور پاؤں میں انھیں کی نعلین مبارک ہوگی۔ وہ اپنے سامنے چند بھیڑیں رکھیں گے، کوئی انھیں پہچان نہ سکے گا۔ اور اسی حالت میں یکہ وتنہا بغیر کسی رفیق کے کعبۃ اللہ میں آجائیں گے جس وقت عالم سیاہی شب کی چادر اوڑھ لے گا اور لوگ سوجائیں گے اس وقت ملائکہ صف بہ صف ان پر اتریں گے اور حضرت جبرئیل ومیکائیل انھیں نوید الٰھی سنائیں گے کہ ان کا حکم تمام دنیا پر جاری وساری ہے۔ یہ بشارت پاتے ہی امام علیہ السلام شکر خدا بجالائیں گے اور رکن حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہوکر باآواز بلند ندادیں گے کہ اے وہ گروہ جو میرے مخصوصوں اور بزرگوں سے ہوا اور وہ لوگو! جن کی حق تعالی نے روئے زمین پر میرے ظاہر ہونے سے پہلے میری مدد کے لئے جمع کیا ہے۔ "آجاؤ۔" یہ ندا حضرت کے ان لوگوں تک خواہ وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں پہنچ جائے گی اور وہ لوگ یہ آواز سن کر چشم زدن میں حضرت کے پاس جمع ہوجائیں گے یہ لوگ ۳۱۳ ہوں گے، اور نقیب امام کہلائیں گے۔ اسی وقت ایک نور زمین سے آسمان تک بلند ہوگا جو صفحہ دنیا میں ہر مومن کے گھر میں داخل ہوگا جس سے ان کی طبیعتیں مسرور ہوجائیں گی مگر مومنین کو معلوم نہ ہوگا

کہ امام علیہ السلام کا ظہور ہوا ہے صبح امام علیہ السلام مع ان ۳۱۳، اشخاص کے جورات کو ان کے پاس جمع ہو گئے تھے کعبہ میں کھڑے ہوں گے اور دیوار سے تکیہ لگا کر اپنا ہاتھ کھولیں گے جو موسی کے ید بیضا کی مانند ہوگا اور کہیں گے کہ جو کوئی اس ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ ایسا ہے گویا اس نے "یداللہ" پر بیعت کی۔ سب سے پہلے جبرئیل شرف بیعت سے مشرف ہوں گے۔ ان کے بعد ملائکہ بیعت کریں گے۔ پھر مقدم الذکر نقبا (۳۱۳) بیعت سے مشرف ہوں گے اس ہلچل اور اژدھام میں مکہ میں تہلکہ مچ جائے گا اور لوگ حیرت زدہ ہو کر ہر سمت سے استفسار کریں گے کہ یہ کون شخص ہے، یہ تمام واقعات طلوع آفتاب سے پہلے سرانجام ہو جائیں گے پھر جب سورج چڑھے گا تو قرص آفتاب کے سامنے ایک منادی کرنے والا ظاہر ہوگا اور باآواز بلند کہے گا جس کو تمام ساکنان زمین و آسمان سنیں گے کہ "اے گروہ خلائق یہ مہدی آل محمد ہیں، ان کی بیعت کرو، پھر ملائکہ اور (۳۱۳) آدمی تصدیق کریں گے اور دنیا کے ہر گوشہ سے جوق درجوق آپ کی زیارت کے لئے لوگ روانہ ہو جائیں گے، اور عالم پر حجت قائم ہو جائے گی، اس کے بعد دس ہزار افراد بیعت کریں گے۔ اور کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ چھوڑا جائے گا۔ صرف اللہ کا نام ہوگا اور امام مہدی کا کام ہوگا جو مخالفت کرے گا اس پر آسمان سے آگ برسے گی اور اسے جلا کر خاکستر کر دے گی۔" (نور الابصار امام شبلنجی شافعی ۱۵۵، اعلام الوری ۲۶۴)۔

علما نے لکھا ہے کہ ۲۷ مخلصین آپ کی خدمت میں کوفہ سے اس قسم کے پہونچ جائیں گے جو حاکم بنائیں جائیں گے جن کے اسما (کتاب منتخب بصائر) یہ ہیں: یوشع بن نون، سلمان فارسی، ابودجانہ انصاری، مقداد بن اسود، مالک اشتر، اور قوم موسی کے ۱۵ افراد اور سات اصحاب کہف (اعلام الوری ۲۶۴، ارشاد مفید ۵۳۶) علامہ عبدالرحمن جامی کا کہنا ہے کہ قطب، ابدال، عرفا سب آپ کی بیعت کریں گے، ریال آپ جانوروں کی زبان سے بھی واقف ہوں گے اور آپ انسانوں اور جنوں میں عدل و انصاف کریں گے۔ (شواہد النبوت ۲۱۶) علامہ طبرسی کا کہنا ہے کہ آپ حضرت داؤد کے اصول پر احکام جاری کریں گے، آپ کو گواہ کی ضرورت نہ ہوگی آپ ہر ایک کے عمل سے بالہام خداوندی واقف ہوں گے۔ (اعلام الوری ۲۶۴) امام شبلنجی شافعی کا بیان ہے کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا تو تمام مسلمان خواص اور عوام خوش و مسرور ہو جائیں گے ان کے کچھ وزرا ہوں گے جو آپ کے احکام پر لوگوں سے عمل کروائیں گے۔ (نور الابصار ۱۵۳ بحوالہ فتوحات مکیہ) علامہ حلبی کا کہنا ہے کہ اصحاب کہف آپ کے وزرا ہوں گے (سیرت حلبیہ) حموینی کا بیان ہے کہ آپ کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔ (غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۱۵۰) حضرت علی کا فرمانا ہے کہ انصار و اصحاب امام مہدی، خالص اللہ والے ہوں گے (ارجح المطالب ۴۶۹) ور آپ کے گرد لوگ اس طرح جمع ہو جائیں گے جس طرح شہد کی مکھی اپنے "یعسوب" بادشاہ کے گرد جمع ہو جاتی ہیں۔ ارجح المطالب ۴۶۹ ایک روآیت میں ہے کہ ظہور کے بعد آپ سب سے پہلے کوفہ تشریف لے جائیں گے اور وہاں کے کثیر افراد قتل کریں گے۔

امام مہدی کے ظہور کا سن:

خلاق عالم نے پانچ چیزوں کا علم اپنے لئے مخصوص رکھا ہے جن میں ایک قیامت بھی ہے (قرآن مجید) ظہور امامہدی علیہ السلام چونکہ لازمہ قیامت سے ہے، لہذا اس کا علم بھی خدا ہی کو ہے کہ آپ کب ظہور فرمائیں گے کونسی تاریخ ہوگی۔ کونسا سن ہوگا، تاہم احادیث معصومین جو الہام اور قرآن سے مستنبط ہوتی ہیں ان میں اشارے موجود ہیں۔ علامہ شیخ مفید، علامہ سید علی، علامہ طبرسی ،علامہ شبلنجی رقمطراز ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ آپ طاق سن میں ظہور فرمائیں گے جو ۱، ۳، ۵، ۷، ۹ سے مل کر بنے گا۔ مثلاً ۱۳ سو، ۱۵ سو، ۱۷ سو، ۱۹ سو یا ایک ہزار ۳ ہزار، ۵ ہزار، ۷ ہزار، ۹ ہزار۔ اسی کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کے اسم گرامی کا اعلان بذریعہ جناب جبرئیل ۲۳ تاریخ کو کردیا جائے گا اور ظہور یوم عاشورہ کو ہوگا جس دن امام حسین علیہ السلام بمقام کربلا شہید ہوئے ہیں (شرح ارشاد مفید ۵۳۲، غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۶۱، اعلام الوری ۲۶۲، نورالابصار ۱۵۵) میرے نزدیک ذی الحجہ کی ۲۳ تاریخ ہوگی کیونکہ نفس زکیہ کے قتل اور ظہور میں ۱۵ راتوں کا فاصلہ ہونا مسلم ہے امکان ہے کہ قتل نفس زکیہ کے بعد ہی نام کا اعلان کردیا جائے، پھر اس کے بعد ظہور ہو، ملا جواد ساباطی کا کہنا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام یوم جمعہ بوقت صبح بتاریخ ۱۰ محرم الحرام ۷۱۰۰ میں ظہور فرمائیں گے۔ غایۃ المقصود ۱۶۱ بحوالہ براہین ساباطیہ) امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ امام مہدی کا ظہور بوقت عصر ہوگا اور وہی عصرایۃ "والعصران الانسان لفی خسر" سے مراد ہے شاہ نعمت اللہ ولی کاظمی المتوفی ۸۲۷ (مجالس المومنین ۲۷۶) جو شاعر ہونے کے علاوہ عالم اور منجم بھی تھے آپ کو علم جفر میں بھی دخل تھا۔ آپ نے اپنی مشہور پیشین گوئی میں ۱۳۸۰ ہجری کا حوالہ دیا ہے جس کا غلط ہونا ثابت ہے کیونکہ ۱۳۹۳ ہے (قیامت نامہ قدوۃ المحدثین شاہ رفیع الدین ص ۳۸)۔ (والعلم عنداللہ)۔

ظہور کے وقت امام علیہ السلام کی عمر:

یوم ولادت سے تا بظہور آپ کی کیا عمر ہوگی؟ اسے تو خدا ہی جانے لیکن یہ مسلمات سے ہے کہ جس وقت آپ ظہور فرمائیں گے مثل حضرت عیسی آپ چالیس سالہ جوان کی حیثیت میں ہوں گے۔ (اعلام الوری ۲۶۵، وغایۃ المقصود ص ۱۱۹، ۷۶)۔

آپ کا پرچم

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے جھنڈے پر " البیعۃ اللہ " لکھا ہوگا اور آپ اپنے ہاتھوں پر خدا کے لئے بیعت لیں گے اور کائنات میں صرف دین اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ (ینابیع المودۃ ۴۳۴)۔

ظہور کے بعد:

ظہور کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوں گے ۔ ابر کا سایہ آپ کے سر مبارک پر ہوگا، آسمان سے آواز آتی ہوگی کہ "یہی امام مہدی ہیں" اس کے بعد آپ ایک منبر پر جلوہ افروز ہوں گے لوگوں کی خدا کی طرف دعوت دیں گے اور دین حق کی طرف آنے کی سب کو ہدآیت فرمائیں گے آپ کی تمام سیرت پیغمبر اسلام کی سیرت ہوگی اور انھیں کے طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے ابھی آپ کا خطبہ جاری ہوگا کہ آسمان سے جبرئیل و مکائیل آکر بیعت کریں گے، پھر ملائکہ آسمانی کی عام بیعت ہوگی ہزاروں ملائکہ کی بیعت کے بعد وہ ۳۱۳ مومن بیعت کریں گے ۔ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو چکے ہوں گے پھر عام بیعت کا سلسلہ شروع ہوگا دس ہزار افراد کی بیعت کے بعد آپ سب سے پہلے کوفہ تشریف لے جائیں گے، اور دشمنان آل محمد کا قلع قمع کریں گے آپ کے ہاتھ میں عصا موسی ہوگا جو اژدھے کا کام کرے گا اور تلوار حمائل ہوگی ۔ (عین الحیات مجلسی ۹۲) تواریخ میں ہے کہ جب آپ کوفہ پہونچیں گے تو کئی ہزار کا ایک گروہ آپ کی مخالفت کے لئے نکل پڑے گا، اور کہے گا کہ ہمیں بنی فاطمہ کی ضرورت نہیں ،آپ واپس چلے جائیے یہ سن کر آپ تلوار سے ان سب کا قصہ پاک کردیں گے اور کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے جب کوئی دشمن آل محمد اور منافق وہاں باقی نہ رہے گا تو آپ ایک منبر پر تشریف لے جائیں گے اور کئی گھنٹے تک رونے کا سلسلہ جاری رہے گا پھر آپ حکم دیں گے کہ مشہد حسین تک نہر فرات کاٹ کرلائی جائے اور ایک مسجد کی تعمیر کی جائے ۔ جس کے ایک ہزار در ہوں، چنانچہ ایسا ہی کیا جائے گا اس کے بعد آپ زیارت سرور کائنات کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے ۔ (اعلام الوری ۲۶۳ ،ارشاد مفید ۵۳۲ ،نور الابصار ۱۵۵) ۔

قدوۃ المحدثین شاہ رفیع الدین رقمطراز ہیں کہ حضرت امام مہدی جو علم لدنی سے بھرپور ہوں گے تجب مکہ سے آپ کا ظہور ہوگا اور اس ظہور کی شہرت اطراف واکناف عالم میں پھیلے گی تو افواج مدینہ ومکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گی اور شام وعراق ویمن کے ابدال اور اولیا خدمت شریف میں حاضر ہوں گے اور عرب کی فوجیں جمع ہوجائیں گی، آپ ان تمام لوگوں کو اس خزانہ سے مال دیں گے جو کعبہ سے برآمد ہوگا ۔ اور مقام خزانہ کو "تاج الکعبہ" کہتے ہوں گے، اسی اثنا میں ایک شخص خراسانی عظیم فوج لے کر حضرت کی مدد کے لئے مکہ معظمہ کو روانہ ہوگا، راستے اس لشکر خراسانی کے مقدمہ الجیش کے کمانڈر منصور سے نصرانی فوج کی ٹکر ہوگی ،اور خراسانی لشکر نصرانی فوج کو پسپا کرکے حضرت کی خدمت میں پہنچ جائے گا اس کے بعد ایک شخص سفیانی جو بنی کلب سے ہوگا حضرت سے مقابلہ کے لئے لشکر عظیم ارسال کرے گا لیکن بحکم خدا جب وہ لشکر مکہ معظمہ اور کعبہ منورہ کے درمیان پہنچے گا اور پہاڑیں قیام کرے گا تو زمین میں وہیں دھنس جائے گا پھر سفیانی جو دشمن آل محمد ہوگا نصاری سے سازباز کرکے امام مہدی سے مقابلہ کے لئے زبردست فوج فراہم کرے گا نصرانی اور سفیانی فوج کے اسی نشان ہوں گے اور ہر نشان کے نے چے ۱۲ ہزار کی فوج ہوگی ۔ ان کا دار الخلافہ شام ہوگا حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی مدینہ منورہ ہوتے ہوئے جلد سے جلد شام پہنچیں گے جب

آپ کا ورود مسعود دمشق میں ہوگا، تو دشمن آل محمد سفیانی اور دشمن اسلام نصرانی آپ سے مقابلہ کے لئے صف آراہوں گے، اس جنگ میں فریقین کے بے شمار افراد قتل ہوں گے بالاخر امام علیہ السلام کو فتح کامل ہوگی، اور ایک نصرانی بھی زمین شام پر باقی نہ رہے گا اس کے بعد امام علیہ السلام اپنے لشکریوں میں انعام کو تقسیم کریں گے اور ان مسلمانوں کو مدینہ منورہ سے واپس بلالیں گے جو نصرانی بادشاہ کے ظلم وجور سے عاجز آکر شام سے ہجرت کر گئے تھے۔(قیامت نامہ ۴) اس کے بعد مکہ معظمہ واپس تشریف لے جائیں گے اور مسجد سہلہ میں قیام فرمائیں گے۔(ارشاد ۵۲۳) اس کے بعد مسجد الحرام کو از سر نو بنائیں گے اور دنیا کی تمام مساجد کو شرعی اصول پر کردیں گے ہر بدعت کو ختم کریں گے اور ہر سنت کو قائم کریں گے، نظام عالم درست کریں گے اور شہروں میں فوجیں ارسال کریں گے، انصرام وانتظام کے لئے وزراء روانہ ہوں گے۔(اعلام الوری ۲۶۴،۲۶۲)۔

اس کے بعد آپ مومنین، کاملین اور کافرین کو زندہ کریں گے، اور اس زندگی کا مقصد یہ ہوگا کہ مومنین اسلامی عروج سے خوش ہوں اور کافرین سے بدلہ لیا جائے۔ ان زندہ کئے جانے والوں میں قابیل سے لے کر امت محمدیہ کے فراعنہ تک زندہ کئے جائیں گے، اور ان کے کئے کا پورا پورا بدلہ انھیں دیا جائے گا جو جو ظلم انھوں نے کئے ان کا مزہ چکھیں گے غریبوں، مظلوموں اور بیکسوں پر جو ظلم ہوا ہے اس کی (ظالم کو) سزا دی جائے گی، سب سے پہلے جو واپس لایا جائے گا وہ یزید بن معاویہ ملعون ہوگا اور امام حسین علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ (غایۃ المقصود)۔

دجال اور اس کا خروج:

دجال، دجل سے مشتق ہے جس کے معنی فریب کے ہیں، اس کا اصل نام صائف، باپ کا نام صائد، ماں کا نام ہستہ عرف قطامہ ہے، یہ عہد رسالت مآب میں بمقام تیہ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، چہار شنبہ کے دن بوقت غروب آفتاب پیدا ہوا ہے، پیدائش کے بعد آنا فانا بڑھ رہا تھا، اس کی داہنی آنکھ پھوٹی تھی اور بائیں آنکھ پیشانی پر چمک رہی تھی، وہ چند دنوں میں کافی بڑھ کر دعوی خدائی کرنے لگا، سرو کائنات جو حالات سے برابر مطلع ہورہے تھے۔ انھوں نے سلمان فارسی اور چند اصحاب کو لیا اور بمقام تہیہ جاکر اس کو تبلیغ کرنا چاہی، اس نے بہت برا بھلا کہا اور چاہا کہ حضرت پر حملہ کردے۔ لیکن آپ کے اصحاب نے مدافعت کی، آپ نے اس سے یہ فرمایا تھا کہ خدائی کا دعوی چھوڑ دئے اور میری نبوت کو مان لے علماء نے لکھا ہے کہ دجال کی پیشانی پر بخط یزدانی "الکافرباللہ" لکھا ہوا تھا اور آنکھ کے ڈھیلے پر بھی (ک، ف، ر) مرقوم تھا غرضکہ آپ نے وہاں سے مدینہ منورہ واپس تشریف لانے کا ارادہ کیا دجال نے ایک سنگ گراں جو پہاڑ کی مانند تھا حضرت کی راہ میں رکھ دیا یہ دیکھ کر حضرت جبرئیل آسمان سے آئے اور اسے ہٹا دیا ابھی آپ مدینہ پہونچے ہی تھے کہ دجال لشکر عظیم لے کر مدینہ کے قریب جا پہنچا حضرت نے بارگاہ احدیت میں عرض کی، خدایا! اسے اس وقت تک کے لئے محبوس کردے جب تک اسے زندہ رکھنا مقصود ہے، اسی دوران میں

حضرت جبرئیل آئے اورانھوں نے دجال کی گردن کو پشت کی طرف سے پکڑ کر اٹھا لیا اوراسے لے جاکر جزیرہ طبرستان میں محبوس کردیاہے ۔ لطیفہ یہ ہے کہ جبرئیل اسے لے کرجانے لگے تواس نے زمین پردونوں ہاتھ مار کر تحت الثری تک کی دو مٹھی خاک لے لی ،اوراسے طبرستان میں ڈال دیا جبرئیل نے حضرت سرورکائنات کے سوال کے جواب میں کہاکہ آپ کی وفات سے ۹۷۰ سال بعد یہ خاک عالم میں پھیلے گی اوراسی وقت سے آثارقیامت شروع ہوجائیں گے ۔ (غایۃ المقصود ۶۴ ، ارشادالطالبین ۳۹۴) پیغمبر اسلام کاارشاد ہے کہ دجال کو محبوس ہونے کے بعد تمیم دارمی نے جوپہلے نصرانی تھا ،جزیرہ طبرستان میں بچشم خود دیکھا ہے۔ اس کی ملاقات کی تفصیل کتاب صحاح المصابیح ،زہرۃ الریاض ، صحیح بخاری ، صحیح مسلم میں موجود ہے ۔

غرضکہ اکثرروایات کے مطابق دجال حضرت امام مہدی کے ظہور فرمانے کے ۱۸ یوم بعد خروج کرے گا (مجمع البحرین ۵۶۰) وغایۃ المقصود جلد ۲ ص ۶۹) ظہور امام اورخروج دجال سے پہلے تین سال تک سخت قحط پڑے گا ۔ پہلے سال ۱ زراعت ختم ہوجائیگی دوسرے سال آسمان وزمین کی برکت ورحمت ختم ہوجائے گا تیسرے سال بالکل بارش نہ ہوگی ،اورساری دنیا والے موت کی آغوش میں پہنچنے کے قریب ہوجائیں گے دنیا ظلم وجور، اضطراب وپریشانی سے بالکل پرہوگی ۔ امام مہدی کے ظہور کے بعد ۱۸ ہی دن میں کائنات نہایت اچھی سطح پرپہنچی ہوگی کہ ناگاہ دجال ملعون کے ضروج کاغلغلہ اٹھے گا وہ بروآیت اخوند درویزہ ہندوستان کے ایک پہاڑپر نمودارہوگا اوروہاں سے بآواز بلند کہے گا ۔ '' میں خدائے بزرگ ہوں ،میری اطاعت کرو۔'' یہ آوازمشرق ومغرب میں پہنچے گی ۔ اس کے بعدتین یوم یابروآیت ۴۰ یوم اسی مقیم رہ کر لشکرتیارکرے گا ۔پھرشام وعراق ہوتا ہوا اصفہان کے ایک قریہ ''یہودیہ '' سے خروج کرے گا ۔ اس کے ہمراہ بہت بڑا لشکرہوگا ،جس کی تعداد سترلاکھ مرقوم ہے جن ،دیو، پری ، شیطان ان کے علاوہ ہوں گے ۔ وہ ایک گدھے پرسوارہوگا ۔ جوابلق رنگ کا ہوگا اس کے جسم کا بالائی حصہ سرخ ،ہاتھ پاؤں تازانوسیاہ اس کے بعد سے سم تک سفید ہوگا ۔ اس کے دونوں کانوں کے درمیان ۴۰ میل کافاصلہ ہوگا ۔وہ ۲۱ میل اونچااور ۹۰ میل لمبا ہوگا اس کاہرقدم ایک میل کاہوگا اس کے دونوں کانوں میں خلق کثیر بیٹھی ہوگی چلنے میں اس کے بالوں سے ہر قسم کے باجوں کی آوازآئے گی ،وہ اسی گدھے پرسوارہوگا ۔ سواری کے بعد جب وہ روانہ ہوگا تواس کے داہنے طرف ایک پہاڑہوگا جس میں ہر قسم کے سانپ بچھوہوں گے ،وہ لوگوں کو انھیں چیزوں کے ذریعہ سے بہکائے گا اورکہے گا کہ میں خداہوں جومیرا حکم ماننے گا جنت میں رکھوں گا جونہ مانے گا اس جہنم میں ڈال دوں گا ۔ اسی طرح چالیس یوم میں ساری دنیا کا چکرلگاکراورسب کوبہکاکرامام مہدی علیہ السلام کی اسکیم کوناکامیاب بنانے کی سعی میں وہ خانہ کعبہ کوگرانا چاہے گا اورایک عظیم لشکربھیج کرکعبہ اورمدینہ کوتباہ کرنے پرمامورکرے گا اورخود باارادہ کوفہ روانہ ہوگا اس کامقصدیہ ہوگا کہ کوفہ جوامام مہدی کی آماجگاہ ہے اسے تباہ کردے ''چون آن لعین نزدیک کوفہ برسد امام مہدی باستیصال اوبرسد '' لیکن خداکاکرنا دیکھئے کہ جب وہ کوفہ کے نزدیک پہنچے گا ،توحضرت امام مہدی علیہ السلام خودوہاں پہنچ جائیں گے ،اوراسے بحکم خدا بیخ وبن سے اکھاڑدیں گے غرضکہ گھمسان کی جنگ ہوگی اورشام تک پھیلے ہوئے لشکرپرامام مہدی علیہ

السلام زبردست حملے کریں گے ، بالاخروہ ملعون آپ کی ضربوں کی تاب نہ لا کر شام کے مقام عقبہ رفیق یا بمقام لد جمعہ کے دن تین گھڑی دن چڑھے مارا جائے گا اس کے مرنے کے بعد دس میل تک دجال اور اس کے گدھے اور لشکر کا خون زمین پر جاری رہے گا علما کا کہنا ہے کہ قتل دجال کے بعد امام علیہ السلام اس کے لشکریوں پر ایک زبردست حملہ کریں گے اور سب کو قتل کرڈالیں گے ۔اس وقت جو کافر زمین کے کسی گوشہ میں چھپے گا ، وہ آواز دے گا کہ فلاں کافریہاں روپوش ہے ۔امام علیہ السلام اسے قتل کردیں گے آخر کار زمین پر کوئی دجال کا ماننے والا نہ رہے گا ۔(ارشاد الطالبین ۳۹۷ ، معارف الملۃ۳۴۸ ، صحیح مسلم ، لمعات شرح مشکوۃ عبد الحق ، مرقات شرح مشکوۃ مجمع البحار) بعض روایات میں ہے کہ دجال کو حضرت عیسی بحکم حضرت مہدی علیہ السلام قتل کریں گے ۔

نزول حضرت عیسی علیہ السلام :

حضرت مہدی علیہ السلام سنت کے قائم کرنے اوربدعت کو مٹانے نیز انصرام وانتظام عالم میں مشغول ومصروف ہوں گے کہ ایک دن نماز صبح کے وقت بروآیتے نماز عصر کے وقت حضرت عیسی علیہ السلام دوفرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کی جامع مسجد کیم منارہ شرقی پر نزول فرمائیں گے حضرت امام مہدی ان کا استقبال کریں گے اور فرمائیں گے کہ آپ نماز پڑھئے ، حضرت عیسی کہیں گے کہ یہ ناممکن ہے ، نماز آپ کو پڑھانی ہوگی ۔چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام امامت کریں گے اور حضرت عیسی علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ان کی تصدیق کریں گے ۔(نورالابصار ۱۵۴ ، غایۃ المقصود ۱۰۴ ۔ ۱۰۵ ، بحوالہ مسلم وابن ماجہ ، مشکوۃ ۴۵۸) اس وقت حضرت عیسی کی عمر چالیس سالہ جوان جیسی ہوگی ۔وہ اس دنیا میں شادی کریں گے ، اور ان کے دولڑکے پیدا ہوں گے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام موسی ہوگا ۔(اسعاف الراغبین برحاشیہ نورالابصار ۱۳۵ ، قیامت نامہ ۹ بحوالہ کتاب الوفا ابن جوزی ، مشکوۃ ۴۶۵ وسراج القلوب ۷۷) ۔

امام مہدی اور عیسی ابن مریم کا دورہ :

اس کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام بلاد ، ممالک کا دورہ کرنے اور حالات کا جائزہ لینے کے لئے برآمد ہوں گے اور دجال ملعون کے پہنچائے ہوئے نقصانات اور اس کے پیدکئے ہوئے بدترین حالات کو بہترین سطح پر لائیں گے ، حضرت عیسی خنزیر کو قتل کرنے ، صلیبوں کو توڑنے اور لوگوں کے اسلام قبول کرنے کا انصرام وبندوبست فرمائیں گے ۔ عدل مہدی سے بلاد عالم میں اسلام کا ڈنکا بجے گا اور ظلم وستم کا تختہ تباہ ہوجائے گا ۔(قیامت نامہ قدوۃ المحدثین ۸ بحوالہ صحیح مسلم)۔

حضرت امام مہدی کا قسطنطنیہ کو فتح کرنا:

روآیت میں ہے کہ امام مہدی علیہ السلام قسطنطنیہ، چین اور جبل ویلم کو فتح کریں گے، یہ وہی قسطنطنیہ ہے جسے استنبول کہتے ہیں اور جس پر اس زمانہ میں نصاری کا قبضہ ہوگا۔ اور ان کا قبضہ بھی مسلمان بادشاہ کو قتل کرنے کے بعد ہوا ہوگا۔ چین اور جبل دیلم پر بھی نصاری کا قبضہ ہوگا اور وہ حضرت امام مہدی سے مقابلہ کا پورا انتظام کریں گے، چین جس کو عربی میں "صین" کہتے ہیں اس کے بارے میں روآیت کے حوالہ سے علامہ طریحی نے مجمع البحرین کے ۶۱۵ میں لکھا ہے کہ: (۱) صین ایک پہاڑی ہے (۲) مشرق میں ایک مملکت ہے (۳) کوفہ میں ایک موضع ہے۔ پتہ یہ چلتا ہے کہ ساری چیزیں فتح کی جائیں گی، ان کے علاوہ سندھ اور ہند کے مکانات کی طرف بھی اشارہ ہے، بہرحال امام مہدی علیہ السلام شہر قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوں گے اور ان کے ہمراہ ستر ہزار بنو اسحاق کے نوجوان ہوں گے انھیں دریائے روم کے کنارے شہر میں جاکر اسے فتح کرنے کا حکم ہوگا، جب وہاں پہنچ کر فصیل کے کنارے نعرہ تکبیر لگائیں گے تو خود بخود راستہ پیدا ہو جائے گا اور یہ داخل ہو کر اسے فتح کرلیں گے، کفار قتل ہوں گے اور اس پر پورا پورا قبضہ ہو جائے گا۔ (نور الابصار ۱۵۵ بحوالہ طبرانی، غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۵۲ و بحوالہ ابو نعیم، اعلام الوری بحوالہ امام جعفر صادق ۲۶۴، قیامت نامہ، بحوالہ صحیح مسلم)۔

یاجوج ماجوج اور ان کا خروج:

قیامت صغری یعنی ظہور آل محمد اور قیامت کبری کے درمیان دجال کے بعد یاجوج اور ماجوج کا خروج ہوگا۔ یہ سد سکندری سے نکل کر سارے عالم میں پھیل جائیں گے اور دنیا کے امن و امان کو تباہ و برباد کر دینے میں پوری سعی کریں گے۔

یاجوج ماجوج حضرت نوح کے بیٹے یافث کی اولاد سے ہیں، یہ دونوں چار سو قبیلہ اور امتوں کے سردار اور سربرآوردہ ہیں، ان کی کثرت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ مخلوقات میں ملائکہ کے بعد انھیں کثرت دی گئی ہے، ان میں کوئی ایسا نہیں جس کے ایک ایک ہزار اولاد نہ ہو۔ یعنی یہ اس وقت تک مرتے نہیں جب تک ایک ایک ہزار بہادر پیدا نہ کردیں۔ یہ تین قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ جو تاڑ سے زیادہ لمبے ہیں، دوسرے وہ جو لمبے اور چوڑے برابر ہیں جن کی مثال بہت بڑے ہاتھی سے دی جاسکتی ہے، تیسرے وہ جو اپنا ایک کان بچھاتے اور دوسرا اوڑھتے ہیں ان کے سامنے لوہا، پتھر، پہاڑ تو وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ حضرت نوح کے زمانہ میں دنیا کے اخیر میں اس جگہ پیدا ہوئے، جہاں سے پہلے سورج نے طلوع کیا تھا زمانہ فطرت سے پہلے یہ لوگ اپنی جگہ سے نکل پڑے تھے اور اپنے قریب کی ساری دنیا کو کھا پی جاتے تھے یعنی ہاتھی، گھوڑا، اونٹ، انسان، جانور، کھیتی باڑی غرضکہ جو کچھ سامنے آتا تھا سب کو ہضم کر جاتے تھے۔ وہاں کے لوگ ان سے سخت تنگ اور عاجز تھے۔ یہاں تک زمانہ فطرت میں حضرت عیسی کے بعد بروائتی جب ذوالقرنین اس منزل تک پہنچے تو انھیں وہاں کا سارا واقعہ معلوم ہوا اور وہاں کی مخلوق نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں

اس بلائے بے درمان یاجوج ماجوج سے بچائے ۔چنانچہ انھوں نے دوپہاڑوں کے اس درمیانی راستے کوجس سے وہ آیا کرتے تھے بحکم خدا لوہے کی دیوار سے جودوسو گزاونچی اور پچاس یا ساٹھ گزچوڑی تھی بند کردیا ۔ اسی دیوار کو سد سکندری کہتے ہیں ۔ کیونکہ ذوالقرنین کا اصل نام سکندر اعظم تھا ، سد سکندری کے لگ جانے کے بعد ان کی خوراک سانپ قراردی گئی ، جو آسمان سے برستے ہیں یہ تابظہور امام مہدی علیہ السلام اسی میں محصور رہیں گے ان کا اصول اور طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی زبان سے سد سکندری کو رات چاٹ کر کاٹتے ہیں ، جب صبح ہوتی ہے اور دھوپ لگتی ہے تو ہٹ جاتے ہیں ، پھر دوسری رات کٹی ہوئی دیوار بھی پر ہوجاتی ہے اور وہ پھر اسے کاٹنے میں لگ جاتے ہیں ۔

بحکم خدا سے یہ لوگ امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں خروج کریں گے دیوار کٹ جائے گی اور یہ نکل پڑیں گے ۔ اس وقت کا عالم یہ ہوگا کہ یہ لوگ اپنی ساری تعداد سمیت ساری دنیا میں پھیل کر نظام عالم کو درہم برہم کرنا شروع کردیں گے ، لاکھوں جانیں ضائع ہوں گی اور دنیا کی کوئی چیز ایسی باقی نہ رہے گی جو کھائی اور پی جا سکے ، اور یہ اس پر تصرف نہ کریں ۔ یہ بلا کے جنگجو لوگ ہوں گے دنیا کو مار کر کھا جائیں گے اور اپنے تیر آسمان کی طرف پھینک کر آسمانی مخلوق کو مارنے کا حوصلہ کریں گے اور جب ادھر سے بحکم خدا تیر خون آلود آئے گا تو یہ بہت خوش ہوں گے اور آپس میں کہیں گے کہ اب ہمارا اقتدار زمین سے بلند ہو کر آسمان پر پہنچ گیا ہے ۔ اسی دوران میں امام مہدی علیہ السلام کی برکت اور حضرت عیسی کی دعا کی وجہ سے خداوند عالم ایک بیماری بھیج دے گا جس کو عربی میں ''نغف '' کہتے ہیں یہ بیماری ناک سے شروع ہو کر طاعون کیطرح ایک ہی شب میں ان سب کا کام تمام کردے گی پھر ان کے مردار کو کھانے کے لئے ''عنقا '' نامی پرندہ پیدا ہوگا ، جو زمین کو ان کی گندگی سے صاف کرے گا ۔ اور انسان ان کے تیر و کمان اور قابل سوختنی آلات حرب کو سات سال تک جلائیں گے (تفسیر صافی ۲۷۸ ، مشکوۃ ۳۶۶ ، صحیح مسلم ، ترمذی ، ارشاد الطالبین ۳۹۸ ، غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۷۶ ، مجمع البحرین ۴۶۶ ، قیامت نامہ ۸) ۔

امام مہدی علیہ السلام کی مدت حکومت اور خاتمہ دنیا :

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا پایہ تخت شہر کوفہ ہوگا مکہ میں آپ کے نائب کا تقرر ہوگا ۔ آپ کا دیوان خانہ اور آپ کے اجرا حکم کی جگہ مسجد کوفہ ہوگی ۔ بیت المال ، مسجد سہلہ قراردی جائیگی اور خلوت کدہ نجف اشرف ہوگا ۔ (حق الیقین ۱۴۵) آپکے عہد حکومت میں مکمل امن و سکون ہوگا ۔ بکری اور بھیڑ ، گائے اور شیر ، انسان اور سانپ ، زنبیل اور چوہے سب ایک دوسرے سے بے خوف ہوں گے (درمنثور سیوطی جلد ۳ ص ۲۳) ۔ معاصی کا ارتکاب بالکل بند ہوجائے گا اور تمام لوگ پاک باز ہوجائیں گے ۔ جہل ، جبن ، بخل کافور ہوجائیں گے ۔ عاجزوں ، ضعیفوں کی دادرسی ہوگی ۔ ظلم دنیا سے مٹ جائے گا اسلام کے قالب بے جان میں روح تازہ پیدا ہوگی دنیا کے تمام مذاہب ختم ہوجائیں گے ۔ نہ عیسائی ہوں گے نہ یہودی ، نہ کوئی اور مسلک ہوگا ۔ صرف اسلام ہوگا

۔اور اسی کا ڈنکا بجتا ہوگا آپ دعوت بالسیف دیں گے جو آپ کے درپئے نزاع ہوگا قتل کردیا جائے گا ۔جزیہ موقوف ہوگا خدا کی جانب سے شہر عکا کے ہرے بھرے میدان میں مہمانی ہوگی ،ساری کائنات مسرتوں سے مملو ہوگی ۔غرضکہ عدل وانصاف سے دنیا بھر جائے گی ،(الیواقت الجواہر جلد ۲ ص ۱۲۷)۔

دنیا کے تمام مظلوم بلائیں جائیں گے اوران پر ظلم کرنے والے حاضر کئے جائیں گے ،حتی کہ آل محمد تشریف لائیں گے اوران پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والے بلائے جائیں گے حضرت امام علیہ السلام مظلوم کی فریادرسی فرمائیں گے اورظالم کو کیفر وکردار تک پہنچائیں گے ۔حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام امورمیں نگرانی کا فریضہ اداکرنے کے لئے جلوہ افروز ہوں گے اسی دوران میں حضرت عیسی علیہ السلام اپنی سابقہ ارضی ۲۳ سالہ زندگی میں ۷ سالہ موجودہ ارضی زندگی کا اضافہ کرکے چالیس سال کی عمر میں انتقال کرجائیں گے اور آپ کو روضہ حضرت محمد مصطفی صلعم میں دفن کردیا جائے گا ۔(حاشیہ مشکوۃ ۴۶۳)،سراج القلزب ۷۷ ، عجائب القصص ۲۳) اس کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلاکی حکومت کا خاتمہ ہوجائے گا اور حضرت امیرالمومنین نظام کائنات پر حکمرانی کریں گے جس کی طرف قرآن مجید میں "دابۃ الارض" سے اشارہ کیا گیا ہے اب رہ گیا یہ کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی مدت حکومت کیا ہوگی ؟اس کے متعلق سخت اختلاف ہے ارشاد مفید کے ۵۳۳ میں سات سال اور ۵۳۷ میں انیس سال اوراعلام الوری کے ۳۶۵ میں ۱۹ سال ،مشکوۃ کے ۴۶۲ میں ۷، ۸، ۹ سال ،نورالابصار کے ۱۵۴ میں ۷، ۸، ۹، ۱۰ سال ۔ غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۱۶۲ میں بحوالہ حلیۃ الاولیا ۷، ۸، ۹ سال اوریناںع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی بلخی کے ۴۳۳ میں بیس سال مرقوم ہے میں نے حالات احادیث ،اقوال علما سے استنباط کرکے بیس سال کو ترجیح دی ہے ہوسکتا ہے کہ ایک سال دس سال کے برابر ہوں (ارشادمفید ۵۳۳ ،نورالابصار ۱۵۵) غرضکہ آپ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کو غسل وکفن دیں گے اورنماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے ،جیساکہ علامہ سید علی بن عبدالحمید نے کتاب انوارالمضئیہ میں تحریر فرمایا ہے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عہد ظہور میں قیامت سے پہلے زندہ ہونے کو رجعت کہتے ہیں ۔یہ رجعت ضروریات مذہب امامیہ سے ہے (مجمع البحرین ۴۲۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہور کے بعد بحکم خدا شدید ترین کافر اورمنافق اورکامل ترین مومنین حضرت رسول کریم اورآئمہ طاہرین ،بعض انبیا سلف برائے اظہار دولت حق محمدی دنیا میں پلٹ کر آئیں گے ۔(تکلیف المکلفین فی اصول الدین ۲۵) اس میں ظالموں کا ظلم کا بدلہ اور مظلوموں کو انتقام کا موقع دیا جائے گا اوراسلام کو اتنا فروغ دے دیا جائے گا کہ "لیظہرہ علی الدین کلہ" دنیا میں صرف ایک اسلام رہ جائیگا (معارف الملۃ الناجیہ والناریہ ۳۸۰) امام حسین علیہ السلام کا مکمل بدلہ لیا جائے گا (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۸۴ بحوالہ تفسیر عیاشی) اوردشمنان آل محمد کو قیامت میں عذاب اکبر سے پہلے رجعت میں عذاب ادنی کا مزہ چکھایا جائے گا (حق الیقین ۱۴۷ بحوالہ قرآن مجید) ۔شیطان سرور کائنات کے ہاتھوں سے نہر فرات پر ایک عظیم جنگ کے بعد قتل ہوگا ۔آئمہ طاہرین کے ہر عہد حکومت میں اچھے برے زندہ کئے جائیں گے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عہد میں جو لوگ زندہ ہوں گے

ان کی تعداد چار ہزار ہوگی (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۷۸) شہداء کو بھی رجعت میں ظاہری زندگی دی جائے گی تاکہ اس کے بعد جو موت آئے اس سے آیت کے حکم " ﴿ کل نفس ذائقة الموت ﴾ "کی تکمیل ہوسکے اور انھیں موت کا مزہ نصیب ہوجائے (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۷۳) اسی رجعت میں بوعدہ قرآنی آل محمد کو حکومت عامہ عالم دی جائے گی، اور زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہ ہوگا جس پر آل محمد کی حکومت نہ ہو، اس کے متعلق قرآن مجید میں: " ﴿ ان الارض یرثها عبادی الصالحون ﴾ " و " ﴿ نریدان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم الوارثین ﴾ ۔" موجود ہے (حق الیقین ۱۴۶)۔

اب رہ گیا کہ یہ کائنات کی ظاہی حکومت ووراثت آل محمد کے پاس کب تک رہے گی، اس کے متعلق ایک روآیت آٹھ ہزار سال کا حوالہ دے رہی ہے اور پتہ یہ چلتا ہے کہ امیرالمومنین، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیرنگرانی حکومت کریں گے اور دیگر آئمہ طاہرین ان کے وزرا اور سفرا کی حیثیت سے ممالک عالم میں انتظام وانصرام فرمائیں گے اور ایک روآیت میں یہ بھی ہے کہ ہرامام علی الترتیب حکومت کریں گے حق الیقین وغایۃ المقصود۔ حضرت علی کے ظہور اور نظام عالم پر حکمرانی کے متعلق قرآن مجید میں بصراحت موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

" ﴿ اخرجنالهم دابة من الارض ﴾ ۔"(پارہ ۲۰ رکوع ۱)

علماء فریقین یعنی شیعہ وسنی کا اتفاق ہے کہ اس آیت سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ میزان الاعتدال علامہ ذہبی ومعالم التنزیل علامہ بغوی وحق الیقین علامہ مجلسی وتفسیر صافی علامہ محسن فیض کاشانی اس کی طرف توریت میں بھی اشارہ موجود ہے۔(تذکرۃ المعصومین ۲۴۶) آپ کا کام یہ ہوگا کہ آپ ایسے لوگوں کی تصدیق نہ کریں گے جو خدا کے مخالف اور اس کی آیتوں پر یقین نہ رکھنے والے ہوں گے وہ صفا اور مروہ کے درمیان سے برآمد ہوں گے، ان کے ہاتھ میں حضرت سلیمان کی انگوٹھی اور حضرت موسی کا عصا ہوگا جب قیامت قریب ہوگی تو آپ عصا اور انگشتری سے ہر مومن وکافر کی پیشانی پر نشان لگائیں گے۔ مومن کی پیشانی پر "هذا مومن حقا" اور کافر کی پیشانی پر "ہذا کافر حقا" تحریر ہوجائے گا۔ ملاحظہ ہو (کتاب ارشاد الطالبین اخوند درویزہ ۴۰۰ وقیامت نامہ قدوۃ المحدثین علامہ رفیع الدین ص ۱۰) علامہ لغوی کتاب مشکوۃ المصابیح کے ص ۴۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ دابۃ الارض دوپہر کے وقت نکلے گا، اور جب اس دابۃ الارض کا عمل درآمد شروع ہوجائے گا تو باب توبہ بند ہوجائے گا اور اس وقت کسی کا ایمان لانا کارگر نہ ہوگا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی مسجد میں سو رہے تھے، اتنے میں حضرت رسول کریم تشریف لائے، اور آپ نے فرمایا "قم یادابۃ اللہ۔" اس کے بعد ایک دن فرمایا: "یاعلی اذا کان اخرجک الله الخ۔" اے علی! جب دنیا کا آخری زمانہ آئے گا تو خداوند عالم تمہیں برآمد کریگا اس وقت تم اپنے دشمنوں کی پیشانیوں پر نشان لگاؤ گے۔(مجمع البحرین ۱۲۷) آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "علی دابة ا لجنة "ہیں لغت میں ہے کہ دابہ کے معنی پیروں سے چلنے پھرنے والے کے ہیں۔(مجمع البحرین ۱۲۷)۔

کثیر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آل کی حکمرانی جیسے صاحب ارجح المطالب نے بادشاہی لکھا ہے اس وقت تک قائم رہے گی جب تک دنیا کے ختم ہونے میں چالیس یوم باقی رہیں گے۔(ارشاد مفید ۱۳۷ ، واعلام الوری ۲۶۵) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چالیس دن کی مدت قبروں سے مردوں کے نکلنے اور قیامت کبری کے لئے ہوگی۔ حشر و نشر، حساب و کتاب، صور پھونکنا اور دیگر لوازمات کبری اسی میں ادا ہوں گے۔(اعلام الوری ۲۶۵) اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام لوگوں کو جنت کا پروانہ دیں گے۔ لوگ اس لئے کرپل صراط پر سے گزریں گے۔(صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی ۷۵) واسعاف الراغبین ۷۵ برحاشیہ نور الابصار) پھر آپ حوض کوثر کی نگرانی کریں گے جو دشمن آل محمد حوض کوثر پر ہوگا، اسے آپ اٹھادیں گے۔(ارجح المطالب ۷۶۷) پھر آپ لواء الحمد یعنی محمدی جھنڈا لے کر جنت کی طرف چلیں گے، پیغمبر اسلام آگے آگے ہوں گے انبیاء اور شہداء وصالحین اور دیگر آل محمد کے ماننے والے پیچھے ہوں گے۔(مناقب اخطب خوارزمی قلمی وارجح المطالب ۷۷۴) پھر آپ جنت کے دروازہ پر جائیں گے اور اپنے دوستوں کو بغیر حساب داخل جنت کریں گے اور دشمنوں کو جہنم میں جھونک دیں گے (کتاب شفا قاضی عیاض وصواعق محرقہ) اسی لئے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر حضرت عثمان اور بہت سے اصحاب کو جمع کر کے فرمادیا تھا کہ علی زمین اور آسمان دونوں میں میرے وزیر ہیں اگر تم لوگ خدا کو راضی کرنا چاہتے ہو تو علی کو راضی کرو، اس لئے کہ علی کی رضا خدا کی رضا اور علی کا غضب خدا کا غضب ہے۔(مودۃ القربی ص ۵۵ - ۶۲) علی کی محبت کے بارے میں تم سب کو خدا کے سامنے جواب دینا پڑے گا اور تم علی کی مرضی کے بغیر جنت میں نہ جاسکو گے اور علی سے کہہ دیا کہ تم اور تمہارے شیعہ "خیر البریہ" یعنی خدا کی نظریں اچھے لوگ ہیں۔ یہ قیامت میں خوش ہوں گے اور تمہارے دشمن ناشاد و نامراد ہوں گے، ملاحظہ ہو (کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۸ وتحفہ اثنا عشریہ ۶۰۴ تفسیر فتح البیان جلد ۱ ص ۳۲۳)۔

حضرت خديجہ تاريخ کے آئينہ ميں

حضرت خديجہ کا شمار تاريخ انسانيت کي ان عظيم خواتين ميں ہوتا ہے جنھوں نے انسانيت کي بقاء اور انسانوں کي فلاح و بھبود کے لئے اپني زندگي قربان کردي

تاريخ بشريت گواہ ہے کہ جب سے اس زمين پر آثار حيات مرتب ہونا شروع ہوئے اور وجود اپني حيات کے مراحل سے گزرتا ہوا انسان کي صورت ميں ظھور پذير ہوا اور ابوالبشر حضرت آدم عليہ السلام اولين نمونہ انسانيت اور خلافت الھيہ کے عھدہ دار بن کر روئے زمين پر وارد ہوئے اور پھر آپکے بعد سے ہر مصلح بشريت جس نے انسانيت کے عروج اور انسانوں کي فلاح و بھبود کيلئے اسکو اسکے خالق حقيقي سے متعارف کرانے کي کوشش کي، کسي نہ کسي صورت ميں اپنے دور کے خودپرست افراد کي سرکشي اور انانيت کا سامنا کرتے ہوئے مصائب وآلام سے دوچار ہوتا رہا دوسري طرف تاريخ کے صفحات پر ان مصلحين بشريت کے کچھ ہمدردوں اور جانثاروں کے نام بھي نظر آتے ہيں جو ہر قدم پر انسانيت کے سينہ سپر ہوگئے اور در حقيقت ان سرکش افراد کے مقابلے ميں ان ہمدرد اور مخلص افراد کي جانفشانيوں ہي کے نتيجے ميں آج بشريت کا وجود برقرار ہے ورنہ ايک مصلح قوم يا ايک نبي يا ايک رسول کس طرح اتني بڑي جمعيت کا مقابلہ کرسکتا تھا جو ھر آن اسکے درپئے آزار ہو يھي مٹھي بھر دوست اور فداکار تھے جنکے وجود سے مصلحين کے حوصلے پست نھيں ہونے پاتے تھے

مرور ايام کے ساتھ پرچم اسلام آدم (ع) و نوح (ع) و عيسيٰ و ابراھيم عليھم السلام کے ہاتھوں سربلندي وعروج حاصل کرتا ہوا ہمارے رسول کے دست مبارک تک پھونچا اور عرب کے ريگزار ميں آفتاب رسالت نے طلوع ہوکر ہر ذرہ کو رشک قمر بنا ديا، ہر طرف توحيد کے شاديانے بجنے لگے از زمين تا آسمان لا الہٰ الا اللہ کي صدائيں باطل کے قلوب کو مرتعش کرنے لگيں، محمد رسول اللہ کا شور دونوں عالم پر محيط ہوگيا اور تبليغ الٰھي کا آخري ذريعہ اور ہدايت بشري کے لئے آخري رسول رحمت بنکر عرب کے خشک صحرا پر چھاتا ہوا سارے عالم پر محيط ہوگيا دوسري طرف باطل کا پرچم شيطان ونمرود، فرعون وشداد کے ہاتھوں سے گذرتا ہوا ابولھب، ابوجھل اور ابوسفيان کے ناپاک ہاتھوں بلند ہونے کي ناپاک کاوشوں ميں مصروف ہوگيا رسول کے کلمہ توحيد کے جواب ميں ايذا رساني شروع ہوگئي اور حق وباطل کي طرح برسرپيکار ہوگئے ايسے عالم ميں کہ ايک طرف مکہ کے خاص وعام تھے اور دوسري طرف بظاھر ايک تنگ دست اور کم سن جوان جس کے اپنے اس کے مخالف ہو چکے تھے ليکن پيغام الٰھي کي عظمت، مصائب کي کثرت پر غالب تھي اور ہر اذيت کے جواب ميں رسول اللہ کا جوش تبليغ اور زيادہ ہوتا جاتا تھا

ايسے کسمپرسي کے عالم ميں جھاں ايک طرف آپکے چچا ابوطالب نے آپ کي ہر ممکنہ مدد کي وھيں دوسري طرف آپ کي پاک دامن زوجہ حضرت خديجہ نے آپ کي دلجوئي اور مدارات کے ذريعہ آپکو کفار مکہ سے پھنچنے والي تمام تکاليف کو يکسرہ فراموش کرنے

پر مجبور کردیا حضرت خدیجہ نے آپ کي زبان سے خبر بعثت سنتے ہي اٰمنا وصدقنا کھ کر آپ کي رسالت کي پھلے ہي مرحلے ميں تائيد کردي جناب خديجہ کا يہ اقدام رسول اکرم کيلئے بھت حوصلہ افزاء ثابت ہوا آپکي اسي تائيد وتعاون کو رسول اکرم آپ کي وفات کے بعد بھي ياد فرماتے رہتے تھے اور اکثر وبيشتر آپ کي زبان اقدس پر حضرت خديجہ کا تذکرہ رہتا تھا (۱)

عائشہ نے جب آپ کے اس فعل پر اعتراض کرتے ہوئے کھا کہ خديجہ ايک ضعيفہ کے سوا کچہ نھيں تھي اور خدا نے آپ کو اس سے بھتر عطا کردي ہے (عائشہ کا اشارہ اپني طرف تھا) تو حضور ناراض ہو گئے (۲)

اور غضب کے عالم ٥ ميں فرمايا کہ خدا کي قسم خدا نے مجھکو اس سے بھتر عطا نھيں کي وللہ لقد اٰمنت بي اذكفر الناس واٰوتيني اذرفضني الناس و صدقتني اذكذبني الناس (۳) خدا کي قسم وہ (خديجہ) اس وقت مجھ پر ايمان لائي جب لوگ کفر اختيار کئے ہو ئے تھے اس نے مجھے اس وقت پناہ دي جب لوگوں نے مجھے ترک کرديا تھا اور اس نے ميري اس وقت تصديق و تائيد کي جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے

خاندان و نام ونسب

شجر اسلام کي ابتدائي مراحل ميں آبياري کرنے والي اور وسطي مراحل ميں اس کي شاخوں کو نمو بخشنے والي يہ خاتون قريش کے اصيل و شريف گھرانے ميں پيدا ہوئي روايات ميں آپ کي ولادت عام الفيل سے پندرہ سال قبل ذکر ہوئي اور بعض لوگوں نے اس سے کم بيان کيا ہے آپ کے والد خويلد ابن اسد بن عبد العزي بن قصي کا شمار عرب کے دانشمندوں ميں ہوتا تھا اور آپکي والدہ فاطمہ بنت زائدہ بن رواحہ ہيں (۴) آپ کا خاندان ايسے روحاني اور فداکار افراد پر مشتمل تھا جو خانہ کعبہ کي محافظت کے عھديدار تھے جس وقت بادشاہ يمن "تبع" نے حجر اسود کو مسجد الحرام سے يمن منتقل کرنے کا ارادہ کيا تو حضرت خديجہ کے والد ذات تھي جنھوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کي جس کے نتيجہ ميں مجبور ہوکر "تبع" کو اپنے ارادہ سے منصرف ہونا پڑا (۵)

حضرت خديجہ کے جد اسد بن عبد العزي پيمان حلف الفضول کے ايک سرگرم رکن تھے يہ پيمان عرب کے بعض با صفا وعدالت خواہ افراد کے درميان ہوا تھا جس ميں متفقہ طور پر يہ عھد کيا گيا تھا کہ مظلومين کي طرف سے دفاع کيا جائے گا اور خود رسول اکرم بھي اس پيمان ميں شريک تھے (۶) "ورقہ بن نوفل" (حضرت خديجہ کے چچا زاد بھائي) عرب کے دانشمند ترين افراد ميں سے تھے اور انکا شمار ايسے افراد ميں ہوتا تھا جو بت پرستي کو نا پسند کرتے تھے ي (۷) اور حضرت خديجہ کو چندين بار اپنے مطالعہ کتب عھدين کي بنا پر خبردار کرچکے تھے کہ محمد اس امت کے نبي ہيں (۸) خلاصہ يہ کہ اس عظيم المرتبت خاتون کے خاندان کے افراد، متفکر، دانشمند اور دين ابراھيم کے پيرو تھے

تجارت

ایسے با عظمت افراد کي آغوش عاطفت کي پرورده خاتون کي طبیعت میں اپنے آبا و اجداد کي طرح رفق ودانشمندي کي آمیزش تھي جس کے سبب آپ نے اپنے والد کے قتل کے بعد ان کي تجارت کو بطریقہ احسن سنبھال لیا اور اپنے متفکر اور زیرک ذھن کي بنا پر اپنے سرمایہ کو روز افزوں کرنا شروع کردیا آپ کي تجارت با تجربہ اور با کردار افراد کے توسط سے عرب کے گوشہ وکنار تک پھیلي ہوئي تھي روایت کي گئي ہے کہ "ھزاروں اونٹ آپ کے کارکنان تجارت کے قبضہ مین تھے جو مصر، شام اور حبشہ جیسے ممالک کے اطراف میں مصروف تجارت تھے" (۹) جن کے ذریعہ آپ نے ثروت سرشار حاصل کرلي تھي

آپ کي تجارت ایسے افراد پر موقوف تھي جو بیرون مکہ جاکر اجرت پر تجارت کے فرائض انجام دے سکیں چنانچہ حضرت ختمي مرتبت کي ایمانداري، شرافت، اوردیانت کے زیر اثر حضرت خدیجہ نے آپ کو اپني تجارت میں شریک کرلیا اور باھم قرارداد ہوئي اس تجارت میں ہونے والے نفع اور ضرر میں دونوں برابر شریک ہوں گے (۱۰) اور بعض مورخین کے مطابق حضرت خدیجہ نے آپ کو اجرت پر کاروان تجارت کا سربراہ مقرر کیا تھا (۱۱) لیکن اس کے مقابل دوسري روایت ہے جس کے مطابق رسول اللہ اپني حیات میں کسي کے اجیر نھیں ہوئے (۱۲) بھر کیف حضرت کاروان تجارت کے ہمراہ روانہ شام ہوئے حضرت خدیجہ کا غلام میرہ بھي آپ کے ساتھ تھا (۱۳) بین راہ آپ سے کرامات سرزد ہوئیں اور راھب نے آپ میں علائم نبوت کا مشاھدہ کیا اور "یسرہ" کوآپ کے نبي ہونے کي خبردي (۱۴) تمام تاجروں کو اس سفر میں ہر مرتبہ سے زیادہ نفع ہوا جب یہ قافلہ مکہ واپس ہوا تو سب سے زیادہ نفع حاصل کرنے والي شخصیت خودپیام اکرم کي تھي جس نے خدیجہ کو خوش حال کردیا اس کے علاوہ یسرہ (غلام خدیجہ) نے راستے میں پیش آنیوالے واقعات بیان کئے جس سے حضرت خدیجہ آنحضرت کي عظمت و شرافت سے متاثر ہوگئیں

ازدواج

حضرت خدیجہ کي زندگي میں برجستہ و درخشندہ ترین پھلو آپ کي حضرت رسالت مآب کے ساتھ ازدواج کي داستان ہےجیسا کہ سابقہ ذکر ہوا کہ "حضرت خدیجہ کي تجارت عرب کے اطراف واکناف میں پھیلي ہوئي تھي اور آپ کي دولت کا شھرہ تھا" چنانچہ اس بنا پر قریش کے دولت مند طبقہ سے تعلق رکھنے والے افرادچندین بارپیغام ازدواج پیش کرچکے تھے، لیکن جنکو زمانہ جاھلیت میں "طاھرہ" کھا جاتاتھا (۱۵) اپني پاکدامني اور عفت کي بنا پر سب کو جواب دے چکي تھیں حضرت جعفر مرتضيٰ عاملي تحریر فرماتے ہیں

"ولقد کانت خدیجہ علیھا السلام من خیرۃ النساء القریش شرفا واکثر ھن مالا واحسنھن جمالا ویقال لھا سیدۃالقریش وکل قومھا کان حریصاً علي الاقتران بھا لو یقدر علیھا (۱۶) الصحیح من سیرۃ النبي الاعظم ج ۲/ص ۱۰۷)

"حضرت خديجہ قريش کي عورتوں ميں شرف و فضيلت ،دولت وثروت اور حسن وجمال کے اعتبار سے سب سے بلند و بالا تھيں اور آپ کو سيدہ قريش کھا جاتا تھا اور آپ کي قوم کا ہر افراد آپ سے رشتۂ ازدواج قائم کرنے کا خواھاں تھا"

حضرت خديجہ کو حبالۂ عقد ميں لانے کے متمني افراد ميں "عقبہ ابن ابي معيط""صلت ابن ابي يعاب""ابوجھل"اور "ابو سفيان"جيسے افراد تھے جن کو عرب کے دولتمند اورباحيثيت لوگوں ميں شمار کياجاتا تھا (١٧) ليکن حضرت خديجہ باوجوديکہ اپني خانداني اصالت ونجابت اورذاتي مال وثروت کي بناپر بے شمار ايسے افراد سے گھري ہوئي تھيں جو آپ سے ازدواج کے متمني اوربڑے بڑے مھرديکر اس رشتے کے قيام کو ممکن بنانے کيلئے ہمہ وقت آمادہ تھے ہميشہ ازدواج سے کنارہ کشي کرتي رہتي تھيں کسي شريف اورصاحب کردار شخص کي تلاش ميں آپ کا وجود صحراء حيات ميں حيران وسرگرداں تھاايسے عالم ميں جب عرب اقوام ميں شرافت وديانت کا خاتمہ ہوچکا تھا،خرافات وانحرافات لوگوں کے دلوں ميں رسوخ کرکے عقيدہ ومذھب کي شکل اختيار کرچکے تھے خود باعظمت زندگي گذارنا اوراپنے لئے کسي اپنے ہي جيسے صاحب عزوشرف شوھر کا انتخاب کرنا ايک اھم اور مشکل مرحلہ تھا ،ايسے ماحول ميں جب صدق وصفا کافقدان تھاآپ کي نگاہ انتخاب رسول اکرم صلي اللہ عليہ وآلہ وسلم پر آکر ٹھھر گئي جن کي صداقت وديانت کا شھرہ تھا، حضر تخديجہ نے کم ظرف صاحبان دولت واقتدار کے مقابلے ميں اعلي ظرف ، مجسمہ شرافت وديانت اور عظيم کردار کے حامل رسول کو جو بظاھر تنگ دست ،يتيم اوربے سھارا تھے ترجيح دے کر قيامت تک آنے والے جوانوں کو درس عمل دے دياکہ دولت وشھرت اوراقتدار کي شرافت ،عزت اور کردار کے سامنے کوئي حيثيت نھيں ہيا لمختصر برسر اقتدار افراد کومايوس کرنے والي "خديجہ" نے باکمال شوق وعلاقہ ازطرف خودپيغام پيش کرديا (١٨)اور مھر بھي اپنے مال ميں قرارديا جس پر حضرت ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھنے کے بعد فرمايا"لوگوں گواہ رہنا""خديجہ"نے خود کو محمد صلي اللہ عليہ وآلہ وسلم سے منسوب کيا اور مھر بھي اپنے مال ميں قرار ديا ہے اس پر بعض لوگوں نے ابوطالب عليہ السلام پرطنز کرتے ہوئے کھا يا عجباہ!المھر علي النساء للرجل (تعجب ہے مرد عورت کے مال سے مھر کي ادائيگي کرے)جس پر حضرت ابوطالب نے ناراضگي کا اظھار کرتے ہوئے غضب کے عالم ميں فرمايا،"اذاكانوا مثل ابن اخي هذاطلبت الرجل باغلي الاثمان وان كانوا امثالكم لم يزوجوا الابالمهر الفالي" (١٩)(اگرکوئي مردميرے اس بھتيجے کے مانند ہوگاتوعورت اس کوبڑے بھاري مھر دے کرحاصل کرينگي ليکن اگر وہ تمھاري طرح ہوا تواسکو خودگراں و بھاري مھر ديکر شادي کرنا ھوگي)ايک دوسري روايت کے مطابق حضرت نے اپنا مھر (جو بيس بکرہ نقل ہوا ہے)خود ادا کيا تھا (٢٠)اور ايک روايت کے مطابق آپ کے مھر کي ذمہ داري حضرت علي نے قبول کرلي تھي ، حضرت کي عمر کے سلسلے ميں تمام مورخين کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خديجہ سے آپ نے پھلي شادي ٢٥/سال کي عمر ميں کي ليکن خود حضرت خديجہ کي عمر کے بارے ميں کثير اختلاف وارد ہوا ہے چنانچہ ٢٥/٢٨،٣٠،اور ٤٠سال تک بھت کثرت سے روايات وارد ہوئي ہيں (٢١) ليکن معروف ترين قول يہ ہے کہ آپ کي عمر شادي کے وقت ٤٠سال تھي(٢٢)

آیا حضرت خدیجہ (ع) رسول سے قبل شادي شدہ تھیں؟

اس مسئلہ میں کہ آیا رسول صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالہ عقد میں آنے سے قبل حضرت خدیجہ دوسرے افراد کے ساتھ بھي رشتہ مناکحت سے منسلک رہچکي تھیں یا نھیں تاریخ کے مختلف اوراق پر متعدد راویوں کے اقوال میں کثیر اختلاف واقع ہوا ہے چنانچہ بعض راویوں کے نزدیک رسول صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادي کرنے سے قبل حضرت خدیجہ شادي شدہ تھیں اور سابقہ شوھرو ں سے آپ کي اولادیں بھي ہوئیں تھیں

تاریخ کے مطابق آپ کے سابق شوھروں کے نام بالترتیب "عتیق بن عایذبن عبد اللہ مخزوي "اور "ابوھالہ تمیمي "ھیں (۲۳) اس کے علاوہ خود آنحضرت کے بارے میں روایت وارد ہوئي ہے کہ "عائشھ" کے علاوہ آپ نے کسي کنواري خاتون سے شادي نھیں کي تھي (۲۴) لیکن یہ تمام روایات جو یہ ثابت کرتي ہیں کہ حضرت خدیجہ شادي شدہ تھیں اور رسول سے قبل بھي دوسرے کي شریک حیات رہ چکي تھیں، دلائل اور دوسري روایات معتبرہ کي روشني میں صحیح نظر نھیں آتیں، بلکہ تمام تاریخ کو سیاست کے ہاتھوں مسخ کئے جانے کي ناکام کوششوں میں سے ایک کا نتیجہ ہیں

تجزیہ و تحلیل

۱) ابن شہر آشوب کا بیان ہے کہ "مرتضيٰ شامي میں اور ابوجعفر تلخیص میں رقم طراز ہیں کھ "ان النبي تزوج وكانت عذراء" (۲۵) نبي نے آپ سے شادي کي درحالیکہ آپ کنواري تھیں "

اس کے علاوہ اسي مطلب کي تائید اس روایت سے بھي ہوئي ہے جو ثابت کرتي ہے "ان رقیہ وزینب کانتا ابتي ہالۃ اخت خدیجہ (۲۶) رقیہ اور زینب خدیجہ کي بہن ہالہ کي بیٹیاں تھیں (نہ کہ خدیجہ کي)

۲) ابو القاسم کوفي کا بیان ہے کہ "خاص وعام اس بات پر متفق ہیں کہ تمام اشراف سربرآوردہ افراد حضرت خدیجہ سے ازدواج کے آرزومند تھے لیکن خدیجہ کے بلند معیار کے سامنے ان کي دولت کي فراواني اور شان وشوکت ہیچ نظر آتي تھي یھي وجہ تھي کہ حضرت خدیجہ نے سب کے رشتوں کو ٹھکرادیا تھا لیکن زمانے کي حیرت کي اس وقت کوئي انتھا نہ رہي جب اسي خدیجہ نے عرب کے صاحبان مال وزر اور فرزندان دولت و اقتدار کو ٹھکرا کر حضرت رسالت مآب سے رشتہ ازدواج قائم کرلیا جن کے پاس مال دنیا میں سے کچہ نہ تھا اسي لئے قریش کي عورتیں خدیجہ سے تحیر آمیز ناراضگي کا اظھار کرتے ہوئے سوال کر بیٹھیں کہ اے خدیجہ! تو نے شرفا و امراء قریش کو جواب دے دیا اور کسي کو بھي خاطر میں نہ لائي لیکن یتیم ابوطالب کو جو تنگ دست و بے روزگار ہے انتخاب کرلیا اس روایت سے یہ بات واضح ہوجاتي ہے کہ حضرت خدیجہ نے مکہ کے صاحبان دولت وثروت کو رد کردیا تھا اور کسي سے بھي

شادي كرنے پر آمادہ نھيں تھيں ،دوسري طرف اس روايت كي رد سے جوسابقا ذكر ہوئي آپ كے ايک شوھر كانام "ابوھالہ تميمي" ھے جوبني تميم كاايک اعرابي تھا، عقل انساني اس بات پر متحير ہوجاتي ہے كہ كس طرح ممكن ہے كہ كوئي اشراف كے پيغام كو ٹھكرادے اورايک اعرابي كواپنے شريک حيات كے طور پرانتخاب كرلے ،علاوہ براين اس سے بھي زيادہ تعجب كا مقام يہ ہے كہ خديجہ كے اشراف كونظر انداز كركے رسول اكرم صلي الله عليہ وآلہ وسلم كو (جو خانداني اعتبار سے بلند مقام كے حامل تھے)انتخاب كرنے پر توقريش كي عورتيں انگشت نمائي كرتي نظر آئيں ليكن ايک اعرابي سے شادي كے خلاف عقل فعل پر، پر سخن زمانہ ساكت رہ جائے (الصحيح من سيرة النبي الاعظم ج/۲ص/۱۲۳)اس دليل كي روشني ميں يہ واضح ہوجاتا ہے كہ حضرت خديجہ نے رسول سے قبل كوئي شادي نھيں كي تھي اوراگر كي ہوتي توزمانے كے اعتراضات تاريخ ميں محفوظ ہوتے

۳)بعض لوگوں نے حضرت خديجہ كے شادي شدہ ہونے پر اس روايت سے استدلال كيا ہے كہ "راہ اسلام كااولين شھيد حارث بن ابي ہالہ فرزند حضرت خديجہ ہے (۲۷)

مذكورہ بالاروايت كے مقابلے ميں دوسري روايات جن كي سنديں معتبرہيں "ابو عمار اور ام عمار"كو اسلام كے پھلے شھيد كي صورت ميں پيش كرتے ہيں "ان اول شهيد في الاسلام سميه والده عمار" (۲۸)(اسلام كي راہ ميں پھلي شھيد ہونے والي سميہ والدہ عمارہيں)اورابن عباس اور مجاھد كي روايت كے مطابق "قتل ابوعماروام عماراول قتيلين قتلا من المسلمين" (۲۹)

اسلام كي راہ ميں شھيد ہونے والے پھلے افراد ابو عمار اورام عمارہيں

ان روايات سے كاملاًردھوتي ہيكہ يہ شخص جسكو حضرت خديجہ كے بيٹے كي حيثيت سے تاريخ كے صفحات پر مرقوم كرديا گيا ہے اسلام كي راہ ميں قربان ہونے والاپھلاشھيد تھا،لھذامعلوم نھيں ہے كہ اس شخص كاوجود خارجي تھا بھي يا نھيں چہ جائيكہ حضرت خديجہ كافرزند ہوناپائے ثبوت كوپھنچے

۴)،روايات سے معلوم ہوتا ہے كہ حضرت خديجہ كي ايک بہن تھيں جن كانام 'ھالہ'تھااس ہالہ كي شادي ايک فخروي شخص كے ساتھ ہوئي جس سے ايک بيٹي پيداھوئي جس كانام "ھالہ" تھا،پھراس ہالہ اولي (خواھرخديجہ (ع)) سے ايک بني تميم سے تعلق ركھنے والے شخص نے شادي كرلي جوابوھند كے نام سے معروف ہياس تميمي سے ہالہ كے ايک بيٹاپيداھوا جس كانام ہند تھااوراس شخص ابوھند تميمي(شوھر خواھرخديجہ)كي ايک اوربيوي تھي جسكي دو بيٹياں تھيں 'رقيہ'اور "زينب" كچہ عرصے كے بعد ابو ہند كي پھلي بيوي جورقيہ اورزينب كي ماں تھي فوت ہوگئي اورپھر كچہ ہي مدت كے بعد "ابوھند" بھي دنيا سے رخصت ہوگيا اوراس كا بيٹا "ھند" جوھالہ سے تھا اوردو بيٹياں جو اس كي پھلي بيوي سے تھيں جن كا نام تاريخ ،رقيہ اورزينب ذكر كرتي ہے "خديجہ "كي بہن كے پاس باقي رہ گئے جن ميں سے ہند اپنے باپ كي موت كے بعد اپني قوم بني تميم سے ملحق ہوگيااور "ھالہ "(حضرت خديجہ كي بہن)اوراس كے شوھركي دونوں بيٹياں حضرت خديجہ كے زير كفالت آگئے ،اور آنحضرت سے آپ كي شادي كے بعد بھي آپ ہي كے ساتھ رہيں

اورآپ ہي کے گھر ميں ديکھاگياتھا اس لئے عرب خيال کرنے لگے کہ يہ خديجہ ہي کي بيٹياں ہيں اورپھر ان کوحضرت سے منسوب کردياگيا ليکن حقيقت امريہ تھي کہ رقيہ اورزينب حضرت خديجہ کي بہن "ھالہ " کے شوھرکي بيٹياں تھيں (الصحيح من سيرة النبي الاعظم ج/٢ص/١٢٦)

مذکورہ بالادلائل کي روشني ميں يہ بات پائے ثبوت کو پھنچتي ہے کہ حضرت خديجہ رسول کے حبالہٴ عقد ميں آنے سے قبل غير شادي شدہ تھيں اورآپ کے شوھروں اورفرزندوں کے نام جوتاريخ ميں نظر آتے ہيں ياتوکسي غلط فھمي کانتيجہ ہيں ياسياست کے ہاتھوں عظمت رسول کوکم کرنيکي ايک ناکام کوشش ،مذکورہ دلائل کے علاوہ بھي حلّي اورنقضي جوابات دئے گئے ہيں جوتاريخ کي اس حقيقت سے پردہ اٹھانے والے ہيں ليکن يہ مختصر مضمون ان تمام دلائل اورروايات کا متحمل نھيں ہوسکتا ہے,آپ کي اولادميں حضرت فاطمہ زھرا کے علاوہ کوئي فرزند زندہ نھيں رہا

رسول کي بعثت اور حضرت خديجہ کاايمان لانا

حضرت رسول اکرم صلي اللہ عليہ وآلہ وسلم کے مبعوث بہ رسالت ہونے کے بعد عورتوں ميں جس شخصيت نے سب سے پھلے آپ کي تصديق کي اورآپ پر ايمان لائي وہ حضرت خديجہ کي ذات گرامي ہے (٣٠)طبري نے واقدي سے روايت کي ہے کہ "اجتمع اصحابنا علي ان اول اھل القبلة استجاب لرسول اللہ خديجہ بنت خويلد(٣١)علماء کااس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلي اللہ عليہ وآلہ وسلم کي آوازپر سب سے پھلے لبيک کھنے والي حضرت خديجہ کي ذات گرامي ہے)خودرسول اکرم صلي يللہ ع ليہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "واللہ لقد امنت بي اذ کفر الناس واويتني اذ رفضني الناس وصدقتني اذکذبني الناس (٣٢)خداکي قسم وہ (خديجہ)مجھ پر اس وقت ايمان لائي جب لوگ کفر اختيار کئے ہوئے تھے اس نے مجھے اس وقت پناہ دي جب لوگوں نے مجھے ترک کردياتھااوراس نے ايسے موقع پر ميري تصديق کي جب لوگ مجھے جھٹلارہے تھے)

حضرت علي عليہ السلام فرماتے ہيں:لم يجمع بيت واحد يومئيذ في الاسلام غير رسول اللہ وخديجہ واناثالثھا(٣٣)وہ ايسا وقت تھاجب روئے زمين پرکوئي مسلمان نہ تھابجز اس خاندان کے جو رسول اور خديجہ پر مشتمل تھا اور ميں ان ميں کي تيسري فرد تھا)ابن اثير کابيان ہے :ـاول امراء ةتزوجھا واول خلق اللہ اسلم بالاجماع المسلمين لم يتقد مھاوجل ولاامراء ة" (٣٤)حضرت خديجہ پھلي خاتون ہيں جن سے آنحضرت نے رشتہٴ ازدواج قائم کيااوراس امرپر بھي مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آپ سے پھلے نہ کوئي مرد ايمان لايا اورنہ کسي عورت نے اسلام قبول کيا)

آنحضرت کي حضرت خديجہ(ع) سے محبت وعقيدت

حضرت خدیجہ کي آنحضرت کي نگاہ میں محبت و عقیدت اورقدرومنزلت کااندازہ اس بات سے لگایاجاسکتا ہے کہ آپکي زندگي میں آنحضرت نے کسي بھي خاتون کو اپني شریک حیات بناناگوارہ نھیں کیا (۳۵)آپ کے بارے میں حضرت کاارشادھیکہ "خدیجہ اس امت کي بھترین عورتوں میں سے ایک ہے

(۳۶)آپ کي وفات کے بعد بھي ہمیشہ آپ کو یادفرماتے رہے (۳۷)عائشہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کي کسي زوجہ سے اتناحسد نھیں ہوا جتنا خدیجہ سے ہوا حالانکہ خدیجہ کي وفات مجھ سے قبل ہوچکي تھي اوراس حسد کا سبب یہ تھاکہ آنحضرت آپ کاتذکرہ بھت زیادہ فرماتے تھے (۳۸)چنانچہ یھي سبب ہے کہ دوسري جگہ عائشہ سے روایت نقل ہوئي ہے کہ "ایک روز رسول اکرم صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ کي تعریف فرمارہے تھے مجھے حسدپیداھوااورمیں نے عرض کي یارسول اللہ خدیجہ ایک ضعیفہ کے علاوہ کچہ بھي نھیں تھي جو مرگئي اورخدانے آپ کواس سے بھتر عطا کردي ہے (عائشہ کا اشارہ اپني طرف تھا)رسول صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کرناراض ہوگئے (۳۹)اورغضب کے عالم میں فرمایا"لاوالله مابدل لني الله خير امنهاأمنت بي اذكفر الناس وصدقتني اذكذبني الناس وواستني بمالهااذحرمني الناس ورزقني منهاالله ولدادون غيرهامن النساء"(۴۰)خداکي قسم خدانے مجھکواس سے بھتر عطانھیں کي وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائي جب لوگ کفر اختیار کئے ہوئے تھے اس نے میري اس وقت تصدیق کي جب لوگ مجھکو جھٹلارہے تھے اوراس نے اپنے مال کے ذریعہ میري اس وقت مددکي جب لوگوں نے مجھے ہرچیز سے محروم کردیاتھا اورخدانے صرف اسي کے ذریعہ مجھے اولاد عطافرمائي اورمیري کسي دوسري بیوي کے ذریعہ مجھے صاحب اولاد نھیں کیارسول اکرم صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب سے آنحضرت کي حضرت خدیجہ کیلئے محبت اورعقیدت واحترام کااندازہ ہوتا ہےخدیجہ کاالسلام کیلئے اپنااورسب کچہ قربان کرکے بھي اسلام کي نشرواشاعت کاجذبہ ہي تھاجس نے اسلام کودنیاکے گوشہ وکنارتک پھنچنے کے مواقع فراہم کئے اوریھي سبب تھاکہ "حضرت نے آپ کوخداکے حکم سے جنت کي بشارت دیدي تھي" عائشہ سے مسلم نے روایت نقل کي ہے کہ "بشر رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم بنت خويلد ببيت في الجنة "(حضرت رسول اکرم صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدیجہ سلام اللہ علیھا کو جنت کي بشارت دي تھي)(۴۱)حضرت خدیجہ اور ابوطالب رسول کے دو ایسے مدافع تھے جنکي زندگي میں کفار قریش کي طرف سے آپ کو کوئي گزند نھیں پھنچا لیکن رسول کے یہ دونوں جانثار ایک ہي سال بھت مختصر وقفہ سے یکے بعد دیگرے دنیاسے رخصت ہوگئے اورروایات کے مطابق رسول پر دونوں مصیبتیں ہجرت سے تین سال قبل اورشعب ابي طالب سے باھر آنے کے کچہ روز بعد واقع ہوئیں (۴۲)رسول اکرم صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن قرار دیا(۴۳)اوریہ مصیبت رسول کیلئے اتني سخت تھي کہ رسول خانہ نشین ہوگئے اورآپ نے حضرت خدیجہ اورابوطالب کي وفات کے بعد باھر نکلنا بھت کم کردیاتھا(۴۴)ایک روز کسي کافر نے آپ کے سرپر خاک ڈال دي رسول اکرم صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم اسي حالت میں گھرمیں داخل ہوئے آپ کي زبان پر یہ کلمات تھے"مانالت مني قريش شيا اكرهه حتي مات ابوطالب"(۴۵)قریش

ابوطالب کي زندگي ميں مجھکوکوئي گزند نھيں پھنچا سکے)آپ حضرت ابوطالب اورخديجه کي زندگي ميں اطمينان سے تبليغ ميں مصروف رہتے تھخديجه گھرکي چارديواري ميں اور ابوطالب مكه کي گليوں ميں آپ کے مدافع تھے

حضرت خديجه جب تک زنده رہيں رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم کے اطمينان وسکون کا سبب بني رہيں دن بھرکي تبليغ کے بعد تھک کرچور اورکفارکي ايذارسانيوں سے شکسته دل ہوجانے والارسول جب بجھے ہوئے دل اورپژمرده چھرے کے ساتھ گھرميں قدم رکھتاتو خديجه کي ايک محبت آميز مسکراھٹ رسول کے مرجھائے ہوئے چھرے کوپھر سے ماه تمام بناديا کرتي تھي، خديجه کي محبتوں کے زير سايه کشتي اسلام کاناخدا عالمين کيلئے رحمت بنکر دنياکي ايذارسانيوں کو بھلاکر ايک نئے جوش و جذبے اورولولے کے ساتھ ڈوبتے ہوئے ستاروں کاالوداعي سلام اورمشرق سے سرابھارتے ہوئے سورج سے خراج ليتاھواايک بارپھر خانه عصمت وطھارت سے باھرآتا اورباطل کو لرزه براندام کرنے والي لااله الاالله کي بلندبانگ صداؤں سے مکه کے دروديواربل کرره جاتے کفارجمع ہوتے رسول پر اذيتوں کي يلغار کرديتے ليکن انسانيت کي نجات اورانسانوں کي اصلاح کاخواب دل ميں سجائے رسول اکرم صلي الله عليه وآله وسلم خوشاآيند مستقبل کے تصورميں ہر مصيبت کاخنده پيشاني سے مقابله کرتے رہے اورآپ کے اسي صبر و تحمل اورآپ کي پاکدامن زوجه کے تعاون اورجانثاري سے آج ہم مسلمانان جھان پرچم توحيد کے علمبردار رسول کے اس خواب اصلاح کوشرمنده تعبير کرنے کے لئے آپ کے اس آخري جانشين کے انتظارميں سرگرداں ہيں جوزمين کوعدل وانصاف سے پر کرديگا

حوالے

۱ صحيح مسلم /۴۴/۷۶/۲۴۳۵، ترمذي کتاب مناقب حديث /۳۹۰۱، کنزالعمال ح/ ۱۳/ص/۶۹۳

۲ اسد الغابه ج/۵ ص/ ۴۳۸، مسلم فضائل صحابه/ ۳۴۳۷، البدايه والنھايه ج/ ۳ ص/ ۱۵۸

۳ بحارج/ ۱۶ ص/ ۱۲، اسد الغابه ج/ ۵ ص/ ۴۳۹

۴ طبقات ابن سعدج/ ۱ ص/ ۸۸

۵سيرة ہشام ج/ ۴ ص/ ۲۸۱، الاصابه ج/ ۴ ص/ ۲۸۱،طبري ج/ ۳ ص/ ۳۳

۶البدايه والنھايه ج/ ۲ ص/ ۲۶۲

۷ سيرة حلبيه ج/ ۱ ص/ ۱۳۱، طبقات ابن سعدج/ ۱ ص/ ۸۶، حيات النبي وسيرته ج/ ۱ ص/ ۶۰

۸ سيرة ہشام ج/ ۱ ص/ ۲۵۹

۹ البدايه والنھايه ج/ ۲ ص/ ۳۶۲، سيرة ہشام ج/ ۱ ص/ ۳۳۸

۱۰ بحارج/ ۱۶ ص/ ۲۲

١١ البدايه و النهايه ج / ٢ ص / ٢٥٨

١٢ البدء و التاريخ ج / ٢ ص / ٤٧

١٣ تاريخ يعقوبي ج / ١ ص / ٣٤٦

١٤ بدايه و النهايه ج / ٢ ص / ٣٥٨ ، طبري ج / ٢ ص / ٢٠٣

١٥ الكامل في التاريخ ج / ١ ص / ٣٤٢ ، دلائل النبوة ج / ٢ ص / ٦٦

١٦ سيرة حلبيه ج / ١ ص / ١٣٥ ، البدايه و النهايه ج / ٢ ص / ٣٥٨ ، الكامل في التاريخ ج / ١ ص / ٣٤٢

١٧ السيرة النبويه (دحلان) ج / ١ ص / ٩٢

١٨ ابدايه و النهايه ج / ٢ ص / ٣٥٨ ، بحار الانوار ج / ١٦ ص / ٢٢

١٩ بحار الانوار ج / ١٦ ص / ٢٢

٢٠ سيرة حلبيه ج / ١ ص / ١٤٠ ، طبري ج / ٢ ص / ٢٠٥

٢١ الصحيح من سيرة النبي ج / ٢ ص / ١١٢ ١١٣ ، بحار الانوار ج / ١٦ ص / ١٣

٢٢ سيره هشام ج / ١ ص ٢٢٤

٢٣ البدايه و النهايه ج / ٢ ص / ٣٦٠ ، البدء و التاريخ ج / ٢ ص / ٣٨

٢٤ سيره حلبيه ج / ١ ص / ١٤٠ ، الصحيح من سيرة النبي الاعظم ج / ٢ ص / ١١٥

٢٥ فروغ ابديت ج / ١ ص / ١٩٨

٢٦ سيره حلبيه ج / ١ ص / ١٤٠

٢٧ طبري ج / ٣ ص / ٣٦

٢٨ مناقب آل ابيطالب ج / ١ ص / ٢٠٦ ، الصحيح من سيرة النبي الاعظم ج / ٢ ص / ١٢٢

٢٩ مناقب آل ابيطالب ج / ١ ص / ٢٦

٣٠ الاصابه ج / ١ ص / ٢٩٣

٣١ الاصابه ج / ٤ ص / ٣٣٥ ، اسد الغابه ج / ٥ ص / ٤٨١ ، حياة النبي ج / ١ ص / ١٢١

٣٢ الصحيح من سيرة النبي الاعظم ج / ٢ ص ١٢٥

٣٣ الانساب الاشراف ج / ٢ ص / ٢٣ ، الاصابه ج / ٨ ص / ٩٩ ، سيرة هشام ج / ١ ص / ٢٤٤ ، طبري ج / ٢ ص / ٢٣٢ ٢٢١

٣٤ تاريخ طبري ج / ٢ ص / ٢٣٢

۳۵ بحار الانوار ج / ۱۶ ص / ۱۲ ، اسد الگابہ ج / ۲ ص / ۳۳۹
۳۶ نہج البلاغہ (خطبہ قاصعہ)
۳۷ اسد الغابہ ج / ۵ ص / ۳۳۴
۳۸ البدء و التاریخ ج / ۲ ص / ۴۸ ، اسد الغابہ ج / ۵ ص / ۳۶۰
۳۹ الاصابہ ج / ۸ ص / ۱۰۱ ، اسد الغابہ ج / ۵ ص / ۴۳۱ ، سنن ترمذي کتاب مناقب / ۳

فہرست

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.. ۴

آنحضرت کی ولادت باسعادت.. ۴

آنحضرت کی ولادت کے وقت حیرت انگیز واقعات کا ظہور.. ۴

آپ کی تاریخ ولادت.. ۵

آپ کی پرورش وپرداخت اورآپ کا بچپنا.. ۵

آپ کی سایہ رحمت مادری سے محرومی.. ۶

حضرت ابوطالب کو حضرت عبدالمطلب کی وصیت وہدایت.. ۶

حضرت ابوطالب کے تجارتی سفرشام میں آنحضرت کی ہمراہی اوربحیرئہ راہب کا واقعہ.. ۶

جناب خدیجہ کے ساتھ آپ کی شادی خانہ آبادی.. ۷

کوہ حرامیں آنحضرت کی عبادت گذاری.. ۸

آپ کی بعثت.. ۸

دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ اوراعلان رسالت ووزارت.. ۹

حضرت رسول کریم شعب ابی طالب میں (محرم ۷ ء بعثت).. ۱۰

آپ کا معجزہ شق القمر(۹ بعثت).. ۱۲

آنحضرت صلعم کی معراج جسمانی (۱۲ ئبعثت).. ۱۲

.بیعت عقبہ اولی.. ۱۳

.بیعت عقبہ ثانیہ ۱۳ بعثت.. ۱۳

ہجرت مدینہ.. ۱۳

تحویل کعبہ.. ۱۵

تبلیغی خطوط.. ۱۵
اصحاب کاتاریخی اجتماع اور تبلیغ رسالت کی آخری منزل.. ۱۵
حضرت علی کی خلافت کا اعلان.. ۱۵
حجۃ الوداع.. ۱۶
واقعہ مباہلہ... ۱۷
سرورکائنات کے آخری لمحات زندگی... ۱۷
واقعہ قرطاس.. ۱۸
وصیت اوراحتضار.. ۱۹
رسول کریم کی شہادت... ۱۹
وفات اورشہادت کا اثر.. ۲۰
آنحضرت کی شہادت کا سبب.. ۲۱
ازواج.. ۲۱
اولاد... ۲۱
حضرت علی علیہ السّلام.. ۲۳
نام... ۲۳
القاب... ۲۳
کنیت.. ۲۳
والدین.. ۲۳
ولادت.. ۲۳
بچپن اور تربیت... ۲۴

پیغمبر اکرم (ص) کی بعثت اور حضرت علی (ع) ۲۴
رسول کی ہجرت اور حضرت علی (ع) ۲۶
شادی ۲۷
کتابت وحی ۲۸
حضرت علیہ السلام ، پیغمبر اسلام (ص) کے بھائی ۲۸
. حضرت علی علیہ السلام اور اسلامی جہاد ۲۸
غدیر خم ۲۹
حضرت علی علیہ السلام، پیغمبر اسلام (ص) کی نظر میں ۳۰
رسول اللہ (ص) کی وفات اور حضرت علی علیہ السلام ۳۰
حضرت علی علیہ السلام کی ظاہری خلافت ۳۱
حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ۳۱
حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ۳۴
نام، القاب و کنیت ۳۴
والدین ۳۴
ولادت ۳۵
بچپن اور تربیت ۳۵
. حضرت فاطمہ (س) کی شادی ۳۵
حضرت فاطمہ (س) کا اخلاق و کردار ۳۷
حضرت فاطمہ (س) کا نظام عمل ۳۷
حضرت زہرا سلام اللہ کا پردہ ۳۸

حضرت زہرا (س) اور جہاد ۳۸
فاطمہ زہرا (س) اور پیغمبر اسلام ۳۹
حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیغمبر (ص) کی نظر میں ۳۹
فاطمہ زہرا (س) پر پڑنے والی مصیبتیں ۴۰
حضرت فاطمہ زہرا (س) کی وصیتیں ۴۰
شہادت ۴۱
اولاد ۴۱
حضرت امام حسن علیہ السلام ۴۲
آپ کی ولادت ۴۲
آپ کانام نامی ۴۲
زبان رسالت دہن امامت میں ۴۲
آپ کا عقیقہ ۴۳
کنیت والقاب ۴۳
امام حسن پیغمبر اسلام کی نظر میں ۴۳
امام حسن کی سرداری جنت ۴۴
جذبہ اسلام کی فراوانی ۴۵
امام حسن اور ترجمانی وحی ۴۵
حضرت امام حسن کا بچپن میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرنا ۴۵
امام حسن کا بچپن اور مسائل علمیہ ۴۶
امام حسن اور تفسیر قرآن ۴۹

امام حسن کی عبادت ۴۹
آپ کا زہد ۵۰
آپ کی سخاوت ۵۰
توکل کے متعلق آپ کا ارشاد ۵۰
امام حسن حلم اور اخلاق کے میدان میں ۵۰
عہد امیرالمومنین میں امام حسن کی اسلامی خدمات ۵۱
حضرت علی کی شہادت اور امام حسن کی بیعت ۵۱
صلح ۵۴
شرائط صلح ۵۵
صلح نامہ پر دستخط ۵۵
شرائط صلح کا حشر ۵۶
کوفہ سے امام حسن کی مدینہ کو روانگی ۵۶
صلح حسن اور اس کے وجوہ و اسباب ۵۷
حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت ۵۸
امام حسن کی تجہیز و تکفین ۶۱
آپ کی ازواج اور اولاد ۶۱
حضرت امام حسین علیہ السلام ۶۳
آپ کی ولادت ۶۳
آپ کا اسم گرامی ۶۴
آپ کا عقیقہ ۶۴

کنیت و القاب ۶۴
آپ کی رضاعت.. ۶۴
خداوندعالم کی طرف سے ولادت امام حسین کی تہنیت اور تعزیت.. ۶۵
فطرس کا واقعہ.. ۶۵
امام حسین سینہ رسول پر.. ۶۶
جنت کے کپڑے اور فرزندان رسول کی عید.. ۶۷
امام حسین ک ا سردار جنت ہونا.. ۶۷
امام حسین عالم نمازیں پشت رسول پر.. ۶۸
حدیث حسین منی.. ۶۸
مکتوبات باب جنت.. ۶۸
امام حسین اور صفات حسنہ کی مرکزیت.. ۶۹
حضرت عمر کا اعتراف شرف آل محمد.. ۶۹
ابن عمر کا اعتراف شرف حسینی.. ۷۰
کرم حسین کی ایک مثال.. ۷۰
امام حسین کی نصرت کے لیے رسول کریم کا حکم ۷۱
امام حسین علیہ السلام کی عبادت ۷۱
امام حسین کی سخاوت.. ۷۱
جنگ صفین میں امام حسین کی جدوجہد.. ۷۲
حضرت امام حسین علیہ السلام گرداب مصائب میں.. ۷۲
واقعہ کربلا کا آغاز.. ۷۲

مکہ معظمہ میں امام حسین کی جان نہ بچ سکی ۷۵
امام حسین کی مکہ سے روانگی ۷۶
حربن یزید ریاحی ۷۷
کربلامیں ورود ۷۸
امام حسین کا خط اہل کوفہ کے نام ۷۸
عبیداللہ ابن زیاد کا خط امام حسین کے نام ۷۹
حضرت امام حسین میدان جنگ میں ۷۹
امام حسین کی نبرد آزمائی ۸۰
امام حسین عرش زین سے فرش زمین پر ۸۲
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ۸۳
آپ کی ولادت باسعادت ۸۳
نام، کنیت، القاب ۸۳
لقب زین العابدین کی توجیہ ۸۴
لقب سجاد کی توجیہ ۸۵
امام زین العابدین علیہ السلام کی نسبی بلندی ۸۵
امام زین العابدین کے بچپن کا ایک واقعہ ۸۶
آپ کے عہد حیات کے بادشاہان وقت ۸۷
امام زین العابدین کا عہد طفولیت اور حج بیت اللہ ۸۷
آپ کا حلیہ مبارک ۸۸
حضرت امام زین العابدین کی شان عبادت ۸۸

آپ کی حالت وضو کے وقت ۸۹
عالم نمازمیں آپ کی حالت ۸۹
امام زین العابدین کی شبانہ روزایک ہزاررکعتیں ۹۰
امام زین العابدین علیہ السلام منصب امامت پرفائزہونے سے پہلے ۹۱
واقعہ کربلاکے سلسلہ میں امام زین العابدین کاشاندارکردار ۹۱
واقعہ کربلااورحضرت امام زین العابدین کے خطبات ۹۳
کوفہ میں آپ کاخطبہ ۹۳
مسجددمشق (شام) میں آپ کاخطبہ ۹۳
مدینہ کے قریب پہنچ کرآپ کاخطبہ ۹۶
روضہ رسول پرامام علیہ السلام کی فریاد ۹۶
امام زین العابدین اورخاک شفا ۹۷
امام زین العابدین اورمحمدحنفیہ کے درمیان حجراسودکافیصلہ ۹۸
ثبوت امامت میں امام زین العابدین کاکنکری پرمہرفرمانا ۹۸
واقعہ حرہ اورامام زین العابدین علیہ السلام ۹۸
واقعہ حرہ اورآپ کی قیام گاہ ۹۹
خاندانی دشمن مروان کے ساتھ آپ کی کرم گستری ۱۰۰
دشمن ازلی حصین بن نمیرکے ساتھ آپ کی کرم نوازی ۱۰۰
امام زین العابدین اورفقراء مدینہ کی کفالت ۱۰۱
امام زین العابدین اوربنیادکعبہ محترمہ ونصب حجراسود ۱۰۱
امام زین العابدین اورعبدالملک بن مروان کاحج ۱۰۲

امام زین العابدین علیہ السلام اخلاق کی دنیا میں ۱۰۲
امام زین العابدین اور صحیفہ کاملہ ۱۰۳
امام زین العابدین عمر بن عبد العزیز کی نگاہ میں ۱۰۳
امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت ۱۰۴
آپ کی اولاد ۱۰۴
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ۱۰۵
آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۵
اسم گرامی، کنیت اور القاب ۱۰۵
باقر کی وجہ تسمیہ ۱۰۵
بادشاہان وقت ۱۰۶
واقعہ کربلا میں امام محمد باقر علیہ السلام کا حصہ ۱۰۶
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور جابر بن عبداللہ انصاری کی باہمی ملاقات ۱۰۶
سات سال کی عمر میں امام محمد باقر کا حج خانہ کعبہ ۱۰۷
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور اسلام میں سکے کی ابتدا ۱۰۸
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی علمی حیثیت ۱۱۰
آپ کے بعض علمی ہدایات وارشادات ۱۱۲
آپ کی عبادت گذاری اور آپ کے عام حالات ۱۱۵
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور ہشام بن عبدالملک ۱۱۵
ہشام کا سوال اور اس کا جواب ۱۱۶
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی دمشق میں طلبی ۱۱۷

دمشق سے روانگی اور ایک راہب کا مسلمان ہونا ۱۱۸

امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت ۱۱۹

ازواج اولاد ۱۲۰

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ۱۲۱

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۱

اسم گرامی، کنیت، القاب ۱۲۱

بادشاہان وقت ۱۲۲

عبدالملک بن مروان کے عہد میں آپ کا ایک مناظرہ ۱۲۲

ابوشاکر دیصانی کا جواب ۱۲۳

امام جعفر صادق علیہ السلام اور حکیم ابن عیاش کلبی ۱۲۴

۱۱۳ ھ میں امام جعفر صادق کا حج ۱۲۴

امام ابوحنیفہ کی شاگردی کا مسئلہ ۱۲۵

امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعض نصائح وارشادات ۱۲۵

آپ کے اخلاق اور عادات واوصاف ۱۲۷

کتاب اہلیلجیہ ۱۲۹

حضرت صادق آل محمد کے فلک وقار شاگرد ۱۲۹

امام الکیمیا جناب جابر ابن حیان طرسوسی ۔ ۱۳۰

صادق آل محمد کے علمی فیوض وبرکات ۱۳۲

علمی فیوض رسانی کا موقع ۱۳۳

کتب اصول اربعمایۃ ۱۳۳

صادق آل محمد کے اصحاب کی تعداد اور ان کی تصانیف ۱۳۴
حضرت صادق آل محمد اور علم طب ۱۳۵
حضرت صادق آل محمد کا علم القرآن ۱۳۵
علم النجوم ۱۳۵
علم منطق الطیر ۱۳۶
حضرت امام صادق علیہ السلام اور علم الاجسام ۱۳۶
حضرت امام صادق علیہ السلام کی انجام بینی اور دور اندیشی ۱۳۶
امام جعفر صادق علیہ السلام کا دربار منصور میں ایک طبیب ہندی سے تبادلہ خیالات ۱۳۷
امام جعفر صادق علیہ السلام کو بال بچوں سمیت جلادینے کا منصوبہ ۱۳۹
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت ۱۴۱
آپ کی اولاد ۱۴۱
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام ۱۴۲
آپ کی ولادت باسعادت ۱۴۲
اسم گرامی، کنیت، القاب ۱۴۲
لقب باب الحوائج کی وجہ ۱۴۳
باشاہان وقت ۱۴۳
نشوونما اور تربیت ۱۴۴
آپ کے بچپن کے بعض واقعات ۱۴۴
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت ۱۴۶
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے بعض کرامات ۱۴۷

واقعہ شقیق بلخی ۱۴۸
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے اخلاق وعادات اوشمائل واوصاف ۱۵۰
خلیفہ ہارون الرشید عباسی اورحضرت امام موسی کاظم علیہ السلام ۱۵۲
ہارون الرشیدکاپہلاحج اورامام موسی کاظم علیہ السلام کی پہلی گرفتاری ۱۵۳
قیدخانہ سے آپ کی رہائی ۱۵۴
امام موسی کاظم علیہ السلام اورعلی بن یقطین بغدادی ۱۵۵
علی ابن یقطین کوالٹاوضوکرنے کاحکم ۱۵۶
وزیراعظم علی بن یقطین کوامام موسی کاظم کی فہمایش ۱۵۷
امام موسی کاظم اورفدک کے حدوداربعہ ۱۵۷
امام موسی کاظم علیہ السلام کے دوبارہ گرفتاری ۱۵۸
امام علیہ السلام کاقیدخانہ میں امتحان اورعلم غیب کامظاہرہ ۱۶۱
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت ۱۶۱
تعداداولاد ۱۶۲
حضرت امام علی رضا علیہ السلام ۱۶۳
ولادت باسعادت ۱۶۳
نام ،کنیت، القاب ۱۶۳
لقب رضاکی توجیہ ۱۶۳
آپ کی تربیت ۱۶۴
بادشاہان وقت ۱۶۴
جانشینی ۱۶۴

امام موسی کاظم کی وفات اور امام رضا کے در امامت کا آغاز.. ۱۶۵
ہارونی فوج اور خانہ امام رضا علیہ السلام.. ۱۶۵
امام علی رضا کا حج اور ہارون رشید عباسی.. ۱۶۸
حضرت امام رضا علیہ السلام کا مجدد مذہب امامیہ ہونا.. ۱۶۹
حضرت امام رضا علیہ السلام کے اخلاق وعادات اور شمائل وخصائل.. ۱۶۹
حضرت امام رضا علیہ السلام کا علمی کمال.. ۱۷۱
حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض مرویات وارشادات.. ۱۷۳
حضرت امام رضا علیہ السلام اور مجلس شہداء کربلا.. ۱۷۴
مامون رشید کی مجلس مشوارت.. ۱۷۵
مامون کی طلبی سے قبل امام علیہ السلام کی روضہ رسول پر فریاد.. ۱۷۷
امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے مرو میں طلبی.. ۱۷۷
امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی.. ۱۷۸
حضرت امام رضا علیہ السلام کا نیشاپور میں ورود مسعود.. ۱۸۰
شہر طوس میں آپ کا نزول وورود.. ۱۸۲
امارضا کا دار الخلافہ مرو میں نزول.. ۱۸۲
جلسلہ ولیعہدی کا انعقاد.. ۱۸۳
حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کا دشمنوں پر اثر.. ۱۸۴
واقعہ حجاب.. ۱۸۵
حضرت امام رضا علیہ السلام اور نماز عید.. ۱۸۵
حضرت امام رضا کی مدح سرائی اور دعبل خزاعی اور ابونواس.. ۱۸۶

مذاہب عالم کے علماء سے حضرت امام رضا کے علمی مناظرے............ ۱۸۸
عالم نصاری سے مناظرہ............ ۱۸۸
عالم یہود سے مناظرہ............ ۱۹۰
عالم مجوسی سے مناظرہ............ ۱۹۱
آپ کی تصانیف............ ۱۹۱
مامون رشید عباسی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت............ ۱۹۲
تاریخ شہادت............ ۱۹۳
شہادت امام رضا کے موقع پر امام محمد تقی کا خراسان پہنچنا............ ۱۹۴
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام............ ۱۹۵
ولادت باسعادت............ ۱۹۵
نام کنیت اور القاب............ ۱۹۶
بادشاہان وقت............ ۱۹۶
امام محمد تقی کی نشونما اور تربیت............ ۱۹۶
والدماجد کے سایہ عاطفیت سے محرومی............ ۱۹۷
مامون رشید عباسی اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا پہلا سفر عراق............ ۱۹۸
بازار اور مچھلی کا واقعہ............ ۱۹۸
ام الفضل کی رخصتی، امام محمد تقی علی السلام کی مدینہ کو واپسی اور حضرت کے اخلاق و اوصاف عادات وخصائل............ ۱۹۹
امام محمد تقی علیہ السلام اور طی الارض............ ۲۰۲
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بعض کرامات............ ۲۰۳

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ہدایات و ارشادات ۲۰۵
امام محمد تقی کی نظر بندی، قید اور شہادت ۲۰۷
آپ کی ازواج اور اولاد ۲۰۸
حضرت امام علی نقی علیہ السلام ۲۰۹
ولادت باسعادت ۲۰۹
اسم گرامی، کنیت، اور القاب ۲۰۹
آپ کا عہد حیات اور بادشاہان وقت ۲۰۹
حضرت امام محمد تقی کا سفر بغداد اور حضرت امام علی نقی کی ولیعہدی ۲۱۰
حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا علم لدنی ۲۱۰
بچپن کا واقعہ ۲۱۰
حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے کرامات اور آپ کا علم باطن ۲۱۱
عہد واثق کا ایک واقعہ ۲۱۲
تہتر زبانوں کی تعلیم ۲۱۳
امام علی نقی کے ہاتھوں میں ریت کی قلب ماہیت ۲۱۳
امام علی نقی اور اسم اعظم ۲۱۳
حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور صیحفہ کاملہ کی ایک دعا ۲۱۴
حکومت کی طرف سے امام علی نقی کی مدینہ سے سامرہ میں طلبی اور راستہ کا ایک اہم واقعہ ۲۱۴
امام علی نقی علیہ السلام کی نظر بندی ۲۱۷
امام علی نقی علیہ السلام کا جذبہ ہمدردی ۲۱۷
امام علی نقی کی حالت سامرہ پہنچنے کے بعد ۲۱۸

حضرت امام علی نقی اور سواری کی برق رفتاری.. ۲۱۸
دوماہ قبل عزل قاضی کی خبر.. ۲۱۹
آپ کا احترام جانوروں کی نظر میں.. ۲۱۹
حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور خواب کی عملی تعبیر.. ۲۱۹
حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور فقہائے مسلمین.. ۲۱۹
شاہ روم کو حضرت امام علی نقی کا جواب.. ۲۲۱
متوکل کے کہنے سے ابن سکیت و ابن اکثم کا امام علی نقی سے سوال.. ۲۲۱
قضاوقدر کے متعلق امام علی نقی علیہ السلام کی رہبری و رہنمائی.. ۲۲۲
حضرت امام علی نقی اور عبدالرحمن مصری کا ذہنی انقلاب.. ۲۲۲
حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور برکتہ السباع.. ۲۲۳
حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور متوکل کا علاج.. ۲۲۴
امام علی نقی علیہ السلام کے تصور حکومت پر خوف خدا غالب تھا.. ۲۲۴
امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت.. ۲۲۶
آپ کی ازواج و اولاد.. ۲۲۶
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام.. ۲۲۷
امام حسن عسکری کی ولادت اور بچپن کے بعض حالات.. ۲۲۷
آپ کی کنیت اور آپ کے القاب.. ۲۲۷
آپ کا عہد حیات اور بادشاہان وقت.. ۲۲۷
چار ماہ کی عمر اور منصب امامت.. ۲۲۸
چار سال کی عمر میں آپ کا سفر عراق.. ۲۲۸

یوسف آل محمد کنوئیں میں.. ۲۲۸
امام حسن عسکری اور کمسنی میں عروج فکر.. ۲۲۹
امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ بادشاہان وقت کا سلوک اور طرز عمل.. ۲۲۹
امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت اور امام حسن عسکری کا آغاز امامت ۲۳۱
اپنے عقیدت مندوں میں حضرت کا دورہ.. ۲۳۳
امام حسن عسکری علیہ السلام کا پتھر پر مہر لگانا ۲۳۳
حضرت امام حسن عسکری کا عراق کے ایک عظیم فلسفی کو شکست دینا.. ۲۳۴
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور خصوصیات مذہب.. ۲۳۵
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور عید نہم ربیع الاول.. ۲۳۶
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پند سودمند.. ۲۳۶
معتمد عباسی کی خلافت اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی گرفتاری.. ۲۳۸
اسلام پر امام حسن عسکری کا احسان عظیم واقعہ قحط.. ۲۳۹
امام حسن عسکری اور عبید اللہ وزیر معتمد عباسی.. ۲۴۰
امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت ۲۴۲
حضرت امام محمد مھدی علیہ السلام.. ۲۴۴
حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت.. ۲۴۴
آپ کا نسب نامہ.. ۲۴۷
آپ کا اسم گرامی :.. ۲۴۸
آپ کی کنیت :.. ۲۴۸
آپ کے القاب :.. ۲۴۸

آپ کا حلیہ مبارک ۲۴۹
تین سال کی عمر میں حجت اللہ ہونے کا دعوی : ۲۴۹
پانچ سال کی عمر میں خاص الخاص اصحاب سے آپ کی ملاقات ۲۵۰
امام مہدی نبوت کے آئینہ میں ۲۵۰
امام حسن عسکری کی شہادت : ۲۵۱
حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت اوراس کی ضرورت : ۲۵۲
غیبت امام مہدی پر علما اہل سنت کا اجماع : ۲۵۴
امام مہدی کی غیبت اورآپ کا وجود وظہور قرآن مجیدکی روشنی میں : ۲۵۶
امام مہدی کا ذکر کتب آسمانی میں : ۲۵۷
امام مہدی کی غیبت کی وجہ : ۲۵۷
غیبت امام مہدی جفر جامعہ کی روشنی میں : ۲۵۹
غیبت صغری وکبری اورآپ کے سفرا ۲۶۰
سفرا عمومی کے اسماء ۲۶۱
حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کے بعد : ۲۶۲
۳۰۷ ہجری میں آپ کا حجر اسود نصب کرنا : ۲۶۲
اسحاق بن یعقوب کے نام امام عصر کا خط : ۲۶۳
شیخ محمد بن محمد کے نام امام زمانہ کا مکتوب گرامی ۲۶۴
ان حضرات کے نام جنھوں نے زمانہ غیبت صغری میں امام کو دیکھا ہے ۲۶۵
زیارت ناحیہ اوراصول کافی : ۲۶۶
غیبت کبری میں امام مہدی کا مرکزی مقام : ۲۶۶

جزیرہ خضرا میں امام علیہ السلام سے ملاقات........ ۲۶۷
امام غائب کا ہر جگہ حاضر ہونا........ ۲۶۸
امام مہدی اور حج کعبہ........ ۲۶۸
زمانہ غیبت کبری میں امام مہدی کی بیعت :........ ۲۶۸
امام مہدی کی مومنین سے ملاقات :........ ۲۶۹
ملا محمد باقر داماد کا امام عصر سے استفادہ کرنا :........ ۲۶۹
جناب بحر العلوم کا امام زمانہ سے ملاقات کرنا :........ ۲۶۹
امام مہدی علیہ السلام کا حمایت مذہب فرمانا واقعہ انار :........ ۲۷۰
امام عصر کا واقعہ کربلا بیان کرنا :........ ۲۷۱
حضرت امام مہدی علیہ السلام کے طول عمر کی بحث :........ ۲۷۱
حدیث نعثل اور امام عصر :........ ۲۷۳
حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور موفور السرور :........ ۲۷۳
امام مہدی کے ظہور کا سن :........ ۲۷۶
ظہور کے وقت امام علیہ السلام کی عمر :........ ۲۷۶
آپ کا پرچم........ ۲۷۶
ظہور کے بعد :........ ۲۷۷
دجال اور اس کا خروج :........ ۲۷۸
نزول حضرت عیسی علیہ السلام :........ ۲۸۰
امام مہدی اور عیسی ابن مریم کا دورہ :........ ۲۸۰
حضرت امام مہدی کا قسطنطنیہ کو فتح کرنا :........ ۲۸۱

یاجوج ماجوج اوران کاخروج : ۲۸۱
امام مہدی علیہ السلام کی مدت حکومت اورخاتمہ دنیا : ۲۸۲
حضرت خدیجہ تاریخ کے آئینہ میں.. ۲۸۶
خاندان ونام ونسب.. ۲۸۷
تجارت.. ۲۸۸
ازدواج.. ۲۸۸
آیاحضرت خدیجہ (ع)رسول سے قبل شادي شدہ تھیں ؟ ۲۹۰
تجزیہ و تحلیل.. ۲۹۰
رسول کي بعثت اورحضرت خدیجہ کا ایمان لانا.. ۲۹۲
آنحضرت کي حضرت خدیجہ(ع) سے محبت وعقیدت.. ۲۹۲
حوالے.. ۲۹۳